وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

الحمد للہ والمنۃ کہ جلد ثانی از کتاب مستطاب موسوم بہ

البرہان علی تجہیل من قال بغیر علم فی القرآن

من تالیف جامع علوم معقول ومنقول جناب مولانا محمد علی تغمدہ اللہ بغفرانہ

در مطبع گلزار احمدی واقع مراد آباد باہتمام محمد ولی اللہ فی سنہ ۱۳۰۳ھ طبع شد

قیمت فی جلد ۸/ علاوہ محصول

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ
رب العلمین والصلوۃ
والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ
اجمعین اما بعد فہذا الجزء الثانی من کتاب البرھان
علی تجھیل من قال بغیر علم فی القرآن ۵

شروع قصص بنی اسرائیل

قال اللہ تعالیٰ (یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم الایۃ) **قال** (سید الطائفۃ
النیچریہ) اس مقام پر خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کا قصہ بیان کیا ہے **قلت** ہر قصہ کی تفسیر شروع
کرنے سے پیشتر سید الطائفہ کے ذمہ یہہ بات ہے کہ آیا یہہ کلام مقصود ہے یا غیر مقصود اور یہہ قصہ واقعی
ہے یا غیر واقعی اور معانی کلمات مفردات کے وہی ہین جو اہل لغت لکھتے ہین یا کچھ اور ہین اور
ہر ایک امر کو امور مذکورہ مین سے ثابت کرنا واجب ہے کیونکہ قصہ آدم ع م مین جو اصول اونھون نے
قایم کئے ہین اونسے تمام کلمات مجمل ہو گئے اور جسقدر قصص ہین سب مین یہہ احتمال پیدا ہو گیا کہ آیا
اصلی اور واقعی ہین یا محض افسانہ ہای بے اصل مثل افسانہ ہای گل بکاولی او قصص چار درویش
وغیرہ کتب افسانجات کے ہین چونکہ یہہ قصہ اولین قصص ہے جو بعد قصہ آدم ع م کے قرآن مجید
مین بیان کیا گیا ہے سید الطائفہ پر واجب تھا کہ قبل از تشریح قصہ کے ان امور کو ثابت کرتے
کہ معانی کلمات مفردہ کے اس قصہ مین وہی ہین جو کتب لغت مصنفہ چند صدی مابعد نزول قرآن
مین بیان کئے گئے ہین اور یہہ کلام کلام مقصود ہے اور یہہ حالات واقعی ہین جب تک ان سب
امور کو شروع مین ثابت نہ کر لین گے تب تک جو کچھ تحریر مین لاوینگے خود اونکے اصول کے

اور ایسا کرنے مین کوئی گناہ یا الزام مرد پر عاید نہین کیا گیا بلا شبہ یہہ شریعت ایک ناپسندیدہ شریعت ہی بت پرستون اور حال کے زمانہ کے عیسائیون کی شریعت مین طلاق جایز نہین بجز زنا کے اور کسی حالت مین جائز نہین مگر جس طرح یہودی شریعت مین افراط تہی اسیطرح اس شریعت مین تفریط ہی اور دونون فطرۃ انسانی کے برخلاف ہین) جب بزعم سیدالطایفہ وہ دونون شریعتین ایسی ناقص ہین کہ ایک لمحہ کے لئے قابل تسلیم نہین اور احکام اونکے خلاف فطرۃ انسانی کے ہین اور ناپسندیدہ شریعتین ہین تو ابتداً ہی وہ شریعتین خراب ہین اور خود شارع شریعتہای مذکورہ کا جہل اور ظلم باعث مخالفت فطرۃ انسانی اور ناپسندیدگی سیدالطایفہ اور قابل تسلیم نہونے شریعتہای مذکورہ کا ہوا پہر بنی اسرائیل پر جو الزام خرابیان ڈالنے کا دہرتے ہین عبث محض ہین ہرگاہ کہ خود شارع نے ہی نہایت خراب شریعتین بنائی ہین تو اگر بنی اسرائیل اوسمین کچھ خرابی نہ ملاتے تب بہی وہ شریعتین بزعم سیدالطایفہ اس قابل نتہین کہ اونکو ایک لمحہ کیلیے سچا سمجہا جاتا طرفہ یہ ہی کہ اب تک حد درجہ کا اسپر اصرار کرتے ہین کہ کتب عہد قدیم وجدید مین کچھ تحریف نہین ہوئی حالانکہ یہہ مسائل جنکے سبب سے اون دونون شریعتون کو خلاف فطرۃ اور ناپسندیدہ اور غیر قابل تسلیم قرار دیتے ہین اونہین کتب مین ہین جنکو من جانب اللہ غیر محرف قرار دیتے ہین مصرح ومنصوص ہین اس صورت مین بجز اسکے کیا کہا جا سکتا ہی کہ فرعونیت سیدالطایفہ کی بسبب وغور جہل مرکب کے اس درجہ پر پہونچ گئی ہی کہ اپنے اعتقاد خبیث مین اللہ تعالے پر بہی الزام لگاتے ہین مگر بحکم آنکہ ہر فرعونی را موسی بنسبت مسئلہ استرقاق کی تو پرچہائے نورالآفاق اور رسالہ ردالشقاق نے اونکو بہت نیچا جہکایا ہی اور بنسبت مسئلہ طلاق کے آئندہ موقع مناسب پر اونکو جہل مرکب پر آگاہ کیا جاویگا انشاء اللہ تعالی **قال** حضرت موسی سے جو واقعات متعلق ہین وہ بیس سورتون مین آئے ہین ان مین مکرر بہی مضامین بیان

مطابق ہرگز قابل اعتبار کے متصور نہونگے اسلئے کہ بعید نہین ہی کہ فرقہ نیچریہ مین سے کوئی دوسرا نیچری ملحد اسی قسم کی بناوٹ اور تحریفات جیسی کہ سید الطائفہ نے قصہ آدم مین کی ہین اس قصہ مین بہی کرکے اس قصہ کو بہی بے اصل ٹھہرادے تو وہ امر فارق کیا ہی کہ جسسے یہ اطمینان ہو کہ توہمات اور تحریفات سید الطائفہ کے تو لایق قبول ہین اور اوس نیچری کے نہیں اگر اسکے ترہات کو بے اصل کہا جاویگا تو سید الطائفہ کے اغلوطات اور اکذوبات کو بدرجہ اولیٰ غلط کہنا لازم ہوگا اور اگر سید الطائفہ کے خرافات واہیات کو تسلیم کیا جاویگا تو اوسکی لغویات کے تسلیم کرنے مین بہی کوئی عذر باقی نرہیگا **قال** خدا تعالے نے جو مہربانیان بنی اسرائیل پر کی تہین اونکو یاد دلایا تاکہ پیغمبر آخر الزمان کی ہدایت پر چلین اور جو خرابیان اونہون نے اپنے سچے مذہب مین ملادی تہین اونکو چھوڑدین (مختصراً) **قلت** سید الطائفہ کی تحریرات اور اونکے دوست گردون کی تحریرات سے جو نیچریہ مین استاد سے بہی دو قدم آگے بڑھکر چلتے ہین یہہ امر واضح ہی کہ بزعم سید الطائفہ اور اونکے اتباع کے بنی اسرائیل کبہی سچے مذہب پر نتہے یہانتک کہ جناب موسیٰ ع م اور عیسیٰ ع م اور جملہ انبیای بنی اسرائیل بزعم فرقہ نیچریہ ایسی شریعت کے پابند تہے کہ ایک لمحہ کے لئے بہی اوسکو سچا نہین کہہ سکتے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ جملہ انبیاء بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل تابع توریۃ مقدس تہے جسمین بتصریح تمام حکم استرقاق کا موجود ہی چنانچہ خود سید الطائفہ نیچریہ تبریۃ الاسلام مین اقرار کرتے ہین کہ یہودی مذہب نے غلامی کے قانون کو جائز سمجھا اور عیسیٰ مسیح نے کچھ نہین کہا پہر اوسی تبریۃ الاسلام مین نسبت استرقاق اور اوسکے احکام کی نسبت یہہ لکھتے ہین کہ ایک لمحہ کیلئے یہہ بات نہین مانی جاسکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اوترا ہو اوسمین ایسے امور جائز ہون پہر صفحہ ۲۶۲ اور ۲۶۳ پر اسی کتاب کے لکھتے ہین (یہودیون کی شریعت مین بغیر کسی سبب قوی کے مرد کو طلاق دیدینا جائز قرار دیا گیا ہی

اس مقام مین ہم اوسے تعرض نہین کرتے موقع آیات مین اگر وہی ترجمہ لکھینگے تو اوسجگہ
اونکی غلطی کا بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ مگر اس مقام مین البتہ یہہ اعلان ضرور ہی کہ اکثر آیات
کا ترجمہ غلط کیا ہی اور بعض آیات کو جو اونکے موقع سے محرف کردیا ہی تو اصل مقصود مین بہت فرق
آگیا ہی اسلیئے اہل اسلام کو چاہیئے کہ اونکی اس تلبیس کا بہت خیال رکھین اور اونکے ترجمہ پر بہولکر
بہی اطمینان نکرین قال اللہ تعالیٰ واذ فرقنا بکم البحر فانجینٰکم واغرقنا آل فرعون الآیہ (ترجمہ)
اور جبکہ چیر دیا ہمنے تمہارے سبب سے سمندر کو پس بچا دیا ہمنے تمکو اور ڈبو دیا ہمنے فرعون کے
لوگون کو قال (سید الطائفۃ النیچریہ) تمام مفسرین حضرت موسیٰ کے عبور کو اور فرعون
کے غرق ہونیکو بطور ایک ایسے معجزہ کے قرار دیتے ہین جو خلاف قانون قدرۃ واقع ہوا ہو قلت
جو لوگ کہ خدا پر ایمان رکھتے ہین اون سب کا اعتقاد ہی کہ قدرۃ اوس قادر علی الاطلاق کی
غیر متناہی اور غیر محصور ہی کسی قاعدہ اور قانون کی مقید اور محصور نہین پس لفظ قانون کا ایسے مقام
پر صریح بے محل ہی کلام اس مین کرنا چاہیئے کہ اس واقعہ کو جیسا کہ مفسرین بیان کرتے ہین اور کتب
سماویہ سے پایا جاتا ہی آیا داخل قدرۃ کاملہ ہی یا نہین اگر داخل قدرۃ ہی تو چونکہ کتب سماویہ اور اخبار
متواترہ سے صحت اوسکی ثابت ہی پس انکار اوسکا صراحۃً کفر و زندقہ ہی اور اگر داخل قدرۃ نہین
تو اوسکے امتناع پر دلیل لانی چاہیئے اور ہرگاہ کہ اوسکے امتناع کو ثابت نہین کرسکتے تو بمقابلہ
نصوص قاطعہ کتب سماویہ اور اخبار متواترہ کے مہمل الفاظ قانون قدرۃ کے پیش کرنا درپردہ
انکار قدرت کاملہ اور انکار کتب سماویہ کا ہی پیشتر ایک تحریر ہماری پرچہ نور الآفاق مطبوعہ ۲ رجب
سنہ ۱۲۹۲ ہجری مطابق ۱۴ جولائی سنہ ۱۸۷۵ع مین چہپ چکی ہی اور یقین ہی کہ منادید نیچریہ کی مطالعہ مین
آئی ہوگی ابتک اوسپر کسی نیچری نے کچھ جرح نہین کی باینہمہ وہی الفاظ قانون قدرت زبان
پر لائے چلے جاتے ہین تشریح اوسکی یہہ ہی کہ ایک سائل نے سید الطائفہ سے سوال کیا تہا کہ ارشاد

ہوئے ہین اور کسی مین کسی جگہ کا واقعہ بیان ہوا ہی کسی مین کسی جگہ کا ہم ادن تمام آیات اور الفاظ
کو منتخب کر کر موسیٰ کے قصہ کو بہ ترتیب حاشیہ پر لکہے دیتے ہین **قلت** یہہ فعل بہی خالی از دغا
اور فریب کے نہین قرآن کی آیتون کو اولٹ پلٹ کرکے ایک ترتیب اپنی طرف سے قایم کرنی
صراحتہً اپنے آپ کو مصداق یحرفون الکلم عن مواضعہ بناتا ہی اور اِس اولٹ پلٹ کرنے سے
بعض مقامات مین اصل مقصود مین خلل واقع ہوا ہی مثلاً آیات سورہ شعرا یہہ ہین فلما تراء الجمعان
قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیہدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب
بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم اِن آیات کی ترتیب سے یہہ بات ظاہر ہی
کہ اوس وقت تک موسیٰ ع م کو یہہ معلوم نتہا کہ اللہ تعالیٰ ہمکو کس طریق پر دریا کو خشک کرکے نجات
دیگا چنانچہ کلمہ سیہدین جو واسطے استقبال کے ہی اِس پر دال ہی سید الطایفہ نے جو اخیر کی آیۃ کو
سب آیات سے پیشتر لکہدیا اور کلمہ فاوحینا جو بواسطہ حرف فا تعقیبیہ کے وارد تہا متروک کردیا
اِسّے وہ مطلب بالکل فوت ہوگیا اور غرض سید الطایفہ کی اِس تحریف سے صاف ظاہر ہی
کہ آیندہ جو یہہ لکہتے ہین کہ حضرت موسیٰ کو راہ معلوم تہا اور یہہ آیات اِس قول کے ابطال
پر دلیل نہین اِس اولٹ پلٹ مین بطلان اونکے قول کا مشتبہ ہوجاوے چنانچہ بحث اسکی
عنقریب آویگی اسی طرحپر اور آیات مین بہی عمل کیا ہی کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی علاوہ بران
تکرار اِس قصہ کا ہر مقام مین نہایت عمدگی کیساتہہ ایک جدید فائدہ کا مفید اور مناسب مقام ہی
مگر چونکہ سید الطایفہ کو استعداد اور لیاقت سمجہنے نکات اور لطایف کلام معجز کی نہین اونہون
نے قرآن مجید کو زیادہ کتب قصص و اخبار سے نہین سمجہا اِسلئے آیات کو اونکے مواضع سے محرف
کرکے اپنی مرضی کے موافق ترتیب دی ہی اور ترجمہ اکثر آیات کا غلط اور بے محل کردیا ہی چونکہ
اِسوقت اونکے ترجمہ کی ہر ایک غلطی کی تفصیل باعث طوالت اور تاخیر اصل مقصود مین ہی لہذا

سماویہ سے ہو گیا تو انکار سید الطایفہ کا بربنار اونہین کے جواب کے محض سفسطہ ہی **قال**
مفسرین یہہ سمجھتے ہین کہ حضرت موسی نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری وہ پھٹ گیا اور
پانی مثل دیوار یا پہاڑ کے ادہر اودہر کہڑا ہو گیا اور پانی نے بیچ مین خشک رستہ
چھوڑ دیا اور حضرت موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل اوس رستہ سے پار اوتر گئے فرعون
بہی اوس رستہ مین دوڑ پڑا اور پہر سمندر مل گیا **قلت** یہہ سب امور قرآن مجید اور جملہ
کتب سماویہ سے ایسے واضح اور ظاہر ہین کہ کوئی شخص اونسے انکار نہین کر سکتا بنی اسرائیل
کے سمندر مین کو خشک راہ سے تجاوز کرنے یعنی نکل جانے کا اور فرعون کے اوسی سمندر
مین مع تمام لشکر کے ڈوب جانیکا تو سید الطایفہ کو بہی انکار نہین جیسا کہ خود اونکے
اقوال سے جو آیندہ ذکر کئے جاوینگے ظاہر ہی مگر جن امور سے انکار ہی وہ یہہ ہین حضرت
موسیٰ نے سمندر پر عصا نہین مارا اور اونکے عصا مارنے سے سمندر نہین پہٹ گیا پانی
مثل پہاڑون کے ادہر اودہر نہین کہڑا ہو گیا خشک راہ دریا مین نہین ہو گیا ان امور
کا انکار کرکے یہہ کہتے ہین کہ معمولی طور پر دریا مین جوار بہاٹہ آیا تہا بروقت بہاٹہ یعنی اوتار
کے جسکو جزر کہتے ہین حضرت موسیٰ مع بنی اسرائیل کو اوتار لیگئے اور بروقت جوار
یعنی چڑہاؤ کے جسکو مدّ کہتے ہین فرعون اور اوسکا لشکر غلط راہ کو دریا مین گہسا تو ڈوب
گیا اب ہم مجملاً اس مقام پر سید الطایفہ کے قول کے ابطال پر آیات قرآن مجید اور دیگر کتب
سماویہ لکہتے ہین اور مفصلاً رد اقوال سید الطایفہ مین بحث کرینگے (پہلی آیۃ) اذ فرقنا بکم
البحر فانجیناکم واغرقنا آل فرعون (بقرہ) یعنی جب کہ پہاڑ دیا ہمنے تمہارے سبب سے دریا کو
پہر بچا دیا ہمنے تمکو اور ڈبو دیا ہمنے فرعون کے لوگون کو۔ دیکہو اس آیۃ سے ظاہر ہی کہ سبب
پہاڑ دینے دریا کا جوار بہاٹہ نہ تہا بلکہ جوار بہاٹہ تو ایک معمولی امر ہی اوس مین بنی اسرائیل کی

فرمایئے کہ بداہت اِس قضیہ کی مسلم ہی یا نہین کہ امکان شی جیسا کہ وجود شی کا مثبت نہین عدم الشی کا بہی مثبت نہین اِس صورت مین بعد تسلیم امکان شی کے اور عدم ثبوت وجود کے حکم یقینی عدم الشی پر سفسطہ ہی اسکے جواب مین سید الطایفہ نے پرچہ تہذیب اخلاق نمبر ۱ موقوم یکم ذی حجہ ۱۲۹۰ھ مین لکہا ہی کہ یہہ قضیہ جو آپ نے لکہا صحیح اور درست ہی مگر میری دانست مین علماء متقدمین و متاخرین اسلام سے رضی اللہ عنہم یہہ بڑی چوک ہوئی ہی کہ از روی مذہب کے ایک شی کے وجود کا دعوی کرتے ہین اور بمقابلہ منکرین کے اوس شی کا امکان ثابت کرتے ہین اور اِس بات سے غفلت کرتے ہین کہ صرف امکان اوسکا اونکے دعوے کے ثبوت کو کافی نہین کیونکہ امکان شی کا وجود شی کا مثبت نہین فقط اب ہم بمقابلہ سید الطایفہ کے بربناء جواب سید الطایفہ کے یہہ کہتے ہین کہ چونکہ یہہ واقعہ جیسا کہ کتب سماویہ اور تفسیر مفسرین سے پایا جاتا ہی ممتنعات سے تو نہین بلکہ ممکنات سے ہی پس ہمارے ذمہ البتہ اوسکا وقوع ثابت کرنا ہے سو ہم کہتے ہین کہ یہہ واقعہ از قسم محسوسات کے ہی اور اثبات محسوسات زمانہ سابقہ کے واسطے اخبار متواترہ اور اخبار انبیاء عظام کی ہر آئینہ کافی اور وافی ہین سو اِس واقعہ کا تواتر تو زمان موسی علیہ السلام سے اب تک اِس درجہ پر ہی کہ اہل ملت اور غیر ملت مین زبان زبان اور دہان دہان ہی کتب تواریخ ہر عہد مین دیکہہ لیجیے جس کسی نے فرعون اور بنی اسرائیل اور موسی علیہ السلام کا وجود لکہا ہی اوسنے اس واقعہ کو بہی اسی طرح پر لکہا ہی جیسا کہ مفسرین لکہتے ہین کتب انبیاء بنی اسرائیل جنکی نسبت سید الطایفہ بہت اصرار سے مدعی عدم تحریف کے ہین اونمین برابر عہد عتیق سے عہد جدید تک یہہ واقعہ اسی طرح پر مرقوم ہی قرآن مجید مین جسکے منزل من اللہ ہونے کے بظاہر حال سید الطایفہ بہی قائل ہین یہہ واقعہ اوسی طرح پر موجود ہی پس ہرگاہ کہ یہہ واقعہ ممکنات سے ہی اور ثبوت بہی اوسکا اخبار متواترہ اور کتب

درس (١٥) و (١٦) توریت تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو کیون میرے آگے نالہ
کرتا ہی بنی اسرائیل سے کہہ کہ وے آگے چلین تو اپنا عصا اوٹھا اور دریا پر اپنا ہاتہہ
بڑہا (مطلب یہہ ہی کہ ہاتہہ بڑہا کر عصا دریا پر مار چنانچہ یہہ مطلب درس ٥ باب ١٧ سفر خروج
سے ظاہر ہی اوسکی عبارت یہہ ہی خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ لوگون کے آگے جا اور بنی
اسرائیل کے بزرگون کو ساتہہ لے اور اپنا عصا جو تو دریا پر مارتا تہا اپنے ہاتہہ مین لے
اور اوسے دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچون بیچ مین سے سوکہی زمین پر ہوکر گذر جاوینگے
(٢٢) بنی اسرائیل دریا کے بیچ مین سے سوکہی زمین پر ہوکر گذر گئے اور پانی کی انکے
دائین بائین دیوار تہی (٢٥) بنی اسرائیل خشک زمین پر دریا کے بیچمین چلے گئے اور پانی انکے دائین بائین دیوار تہی
(١٥ باب سفر خروج) (٨) پانی ایک جگہ سمٹ گیا اور موجین تودہ تودہ کہڑی ہوگئین اور دریا کے بیچمین گہرا پانی
جمگئی (عربی) تعرمت المیاہ ووقفت کالاطواد الهواطل جمدت الغمور فی قلب البحر یعنی ابستہ ہوگئی پانی اور
پانی جو بشدت بہتی تہی ٹہہر گئی مانند بلند پہاڑونکی اور جمگئی گہرائیان قلب سمندر مین (١٩) فرعون کا گہوڑا انکا نیان
اور اوسکے سوارون سمیت دریا کے بیچ مین گیا اور خدا نے دریا کے پانی کو اونپر پہیر لایا پر
بنی اسرائیل دریا کے بیچون بیچ سوکہی زمین پر ہوکر چلے گئے (کتاب یوشع بن نون ۴ باب ۴)
درس (٢٣) خداوند تمہارے خدا نے یردن کے پانیون کو تمہارے سامنے خشک کردیا
جسطرح تمہارے خدا نے دریائے قلزم کو کیا تہا جسے ہمارے سامنے خشک کردیا جب تک کہ
ہم پار گذر گئے (کتاب نحمیاہ باب ٩) درس (٩) تو نے ہمارے باپ دادون کی تنگ حالی
پر جو مصر مین تہی نگاہ کی اور دریائے قلزم کے کنارے اونکی فریاد سنی (١٠) اور فرعون
اور اوسکے سب نوکرون پر اور اوسکے ملک ساری رعیت پر معجزے عجائب کردکہائے
(١١) اور تو نے اونکے آگے سمندر کو دو حصہ کیا یہانتک کہ وہ سمندر کے بیچون بیچ سے سوکہی زمین

سببیت کو کیا دخل تہا حالانکہ یہان یہہ فرمایا کہ تمہارے سبب سے ہمنے دریا کو پہاڑ دیا (۲)
فاتبعوہم مشرقین فلما ترا الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی
سیہدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم
وازلفنا ثم الاخرین وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین ثم اغرقنا الاخرین ان فی ذلک لاٰیۃ (شعراء)
یعنی پس پہونچ گئے فرعون اور اوسکا لشکر بنی اسرائیل کے قریب سورج نکلنے پہر جب چشم چار ہوئے دونو
گروہ تو کہا موسیٰ کے لوگون نے کہ ہم پکڑے گئے کہا موسیٰ نے کہ ہرگز نہین بیشک میرے ساتہہ
میرا رب ہی وہ مجکو عنقریب راہ بتاویگا پس ازان ہمنے موسیٰ پر وحی بہیجی کہ مار تو اپنی عصا سے
دریا کو (تو مارا موسیٰ نے عصا سے دریا کو) پس پہٹ گیا دریا تو تہا ہر ایک ٹکڑا مانند ایک بڑے پہاڑ
کے اور اوسی جگہ مین نزدیک کردیا ہمنے دوسرون یعنی گروہ فرعون کو اور نجات دی ہمنے موسیٰ کو
اور جو اوسکے ساتہہ تہے سب کو پہر ڈبودیا ہمنے دوسرون یعنی فرعون کے گروہ کو بیشک اس مین
ایک بڑی نشانی ہی (۳) ولقد اوحینا الی موسیٰ ان اسر بعبادی فاضرب لہم طریقا فی البحر
یبسا لاتخاف درکا ولا تخشی فاتبعہم فرعون بجنودہ فغشیہم من الیم ما غشیہم (طہ) اور تحقیق وحی
بہیجی ہمنے موسیٰ کو کہ رات مین لیچل میرے بندون کو پس بنادے اونکے لئے راہ دریا مین خشک
کچھ خوف نکریگا تو پکڑے جانیکا اور نہ ڈرے گا پہر پیچہے سے آلگا اون سے فرعون اپنے لشکر سمیت
پس چہا گیا اون پر دریا سے جو کچہہ چہا گیا دیکھو ان آیات سے بنص صریح مارنا عصا کا اور
پہٹ جانا دریا کا ضرب عصا سے اور پانیون کے ٹکڑون کا ادہر اودہر کہڑا ہوجانا مانند بڑے
پہاڑ کے اور خشک راہ سمندر مین بنی اسرائیل کے لئے بن جانا ایسا صاف وصریح ثابت ہی
کہ کوئی مسلمان اوس سے انکار نہین کرسکتا اب سنئے عبارات کتب سابقہ سماویہ کی بہی جنکی
عدم تحریف پر سید الطایفہ کے تمام فرقہ نیچریہ کو اتفاق ہی اور بہت اصرار ہی (۱۴ باب سفر خروج)

سبب سے کیونکہ جوار بہاٹہ سمندر میں روزانہ آتا رہتا ہی اور ایسے ایسے عمیق مقامات مین جو
ہر وقت جوار کے پانی ہوتا ہی کبہی چند ساعات کے لیئے خشک نہین ہوجاتا اور انہین تصریحات
توریۃ اور دیگر کتب سابقہ سے یہہ بہی خوب واضح ہی کہ سید الطائفہ نے جو معنی اضرب کے جو آیۃ
اضرب بعصاک البحر مین ہین چلنے کے قرار دیئے ہین صاف تحریف او رغلط ہین کیونکہ ہرگاہ کہ توریۃ
وغیرہ کتب سابقہ مین بتصریح اس جگہ لفظ مارنے کا مذکور ہی پس چونکہ وہی قصہ قرآن مجید مین
بہی مذکور ہی اسلیئے معنی اضرب وہی ہونے چاہئین جو کتب سابقہ مین ہین - ہر چند کہ جسقدر
مختصر آیہان لکہا گیا واسطہ ابطال سب عذرات سید الطائفہ کے کافی ہی اور حاجت زیادہ
تحریر کی نہین لیکن بنظر مزید انکشاف حال اور اعلان غلطیون اور بددیانتی اور حیلہ جات سید
الطائفہ کے ہم انکے اقوال کے ابطال پر قولاً قولاً متوجہ ہوتے ہین اور سب مسلمانون اور
سید الطائفہ کے اتباع پر اعلان کرتے ہین کہ سید الطائفہ دیدہ و دانستہ قرآن مجید کی
تحریف پر آمادہ و سرگرم ہین وما توفیقی الا باللہ وہو یحق الحق ویبطل الباطل ویہدی الی صراط
مستقیم **قال** اگر در حقیقت یہہ واقعہ خلاف قانون قدرۃ کے ہوا تہا تو خدا تعالیٰ سمندر
کے پانی ہی کو ایسا سخت کردیتا کہ مثل زمین کے اوسپر چلے جاتے خشک رستہ نکالنے سے یہہ
بات پائی جاتی ہی کہ یہہ واقعہ یا معجزہ جو اوسکو تعبیر کرو مطابق قانون قدرۃ کے واقع ہوا تہا
قلت سخت ہوجانا سمندر کا اس اندازہ پر کہ اوسپر سے کئی لاکہہ آدمی مع اپنے دواب اور
بہیڑ بکریون کے چلے جاوین بحر قلزم اور بحر عرب اور بحر ہند اور دیگر بحار مین بجز اون بحار کے
جو خط استوا سے بجانب شمال بہت بعد سے واقع ہین ہر آئینہ خلاف دستور خرق عادت
ہی پس اگر ایسا ہوتا تو کیا کوئی نیچری اوسکو بہی خلاف قانون نہین کہہ سکتا تہا اور اسکے
جواب مین ہم خود سید الطائفہ کی ہی عبارت مرقومہ صفحہ ۱۹۲ نقل کرتے ہین (ایسا شبہ

پر ہو کے گذرے اور تو نے اونکو جو اونکے پیچھے پڑے تھے گہراپون مین ڈالا (زبور ۱۰۶) درس (۹) بحراحمر را عتاب کرد او خشک شد و ایشان را در عمق ہا مثل بیابان رہبری نمود (۱۱) و آبہا دشمنان را فرو گرفت (زبور ۶۶) درس (۶) دریا بخشکی مبدل گردانید (زبور ۷۸) درس (۱۳) دریا را شق کرد و ایشان را گذرانید آبہا را مثل تودہ بر پا داشت (کتاب اشعیا باب ۶۳ درس ۱۲) آنکہ بواسطہ ہمین موسیٰ بہ بازوی عزت خود ایشان را رہبری نمود آبہا را در برابر ایشان شق کرد (باب ۵۱) درس (۱۰) کیا تو وہی نہین جسنے سمندر اور بڑی گہراپون کا پانی سکہا ڈالا جسنے دریا کی تہاہ کو رستہ بنا ڈالا تاکہ وہ جنکا فدیہ لیا گیا ہی پار گذرین (نامہ اول پولوص بنام قرنتیون باب ۱۰) فقرہ (اول) ای بہائیو مین نہین چاہتا کہ تم اِسسے ناواقف ہو کہ ہمارے باپ دادا سب بادل کے نیچے تہے اور وہ سب دریا مین سے ہو کر گذر گئے (نامہ پولوص بنام عبرانیان باب ۱۱) فقرہ (۲۹) ایمان سے وہ لال سمندر سے یون گذرے جیسے خشکی پر سے لیکن جب مصریون نے اوس راہ کا قصد کیا تو ڈوب گئے دیکہو اِن سب کتابون سے بتصریح تمام مارنا موسیٰ ع م کا اپنے عصا کو دریا پر اور پہٹ جانا دریا کا ضرب عصا سے اور خشک راہ کا گہرائیون مین بن جانا اور پانی کا ادہر اودہر بڑے بڑے پہاڑون کی مانند کہڑا ہو جانا ایسا ہی ثابت ہی جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہی اور ہیئتہ موقع عبور بنی اسرائیل اور غرق فرعون اور اوسکے لشکر کی اور پانی کے سمٹ کر دائین بائین مانند بڑے بڑے پہاڑون کی کہڑے ہو جانے اور نہایت عمیق مقامات کے خشک ہو کر خشک زمین کے نکل آنے سے اور قعر دریا ر عمیق مین ایک خشک بڑی سڑک بن جانے سے اور پہر اوسکے ایکبارگی بدستور سابق ہو جانے سے جو حاصل ہوئی تہی صاف و صریح دلیل اسکی ہی کہ یہہ امر معجزانہ طریق سے محض قدرت کاملہ سے وقوع مین آیا تہا نہ ہوا ر بہاٹہ کے

منکر کا حکم اہل اسلام مین متفق اور مجمع علیہ ہے **قال** آیۃ (اذ فرقنا بکم البحر فانجیناکم واغرقنا آل فرعون) مین تو کوئی ایسا لفظ نہین جسے سمندر کے جدا ہو جانے یا پہٹ جانیکو خلاف قانون قدرۃ قرار دیا جاسکے **قلت** الفاظ خلاف قانون قدرۃ تو ایک بیہودہ الفاظ تکیہ کلام نیچریہ کے ہین اسپر بحث بہت جگہہ ہو چکی ہے بار بار ہم اسکا تعرض نکرینگے مگر یہہ جو کہتے ہین کہ سمندر کے جدا ہونیکو یا پہٹ جانیکو قرار دیا جاوے اسکی نسبت ہم یہہ کہتے ہین کہ یہہ صریح دہوکا سید الطائفہ کا ہے خود ترجمہ فرقنا بکم البحر کا یہہ لکہتے ہین کہ ہمنے تمہارے سبب سے سمندر کو جدا کر دیا باوجود اسکے کیسی بددیانتی اور ہٹ دہرمی اور ڈہٹائی ہے کہ اپنے ترجمہ کا بہی خیال نہین کرتے اور بے تامل کہتے ہین کہ آیۃ مین کوئی لفظ ایسا نہین جسے سمندر کے جدا ہونے یا پہٹ جانیکو قرار دیا جاوے آری خوش گفتہ ؎ چون خرز آمد ہنر پوشیدہ شد + صد حجاب از دل بسوئی دیدہ شد ؎ وکنت اری زیدا کما قیل سیدا + اذا ہو عبد للقفا واللہازم اس آیۃ مین کلمہ فرقنا فعل متعدی ہے سورۂ شعراء مین اسکا مطاوع یعنی لازم مذکور ہے فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم اب دونون آیتون کو ایک ساتھ ملاحظہ کر دیکہیے کہ کیسی نص صریح ہے اور بہ بہاڑ دینے اور پہٹ جانے دریا کے اور ہو جانے اوسکے ہر ایک ٹکڑے جدا شدہ کے بڑے بہاڑ کی مانند یعنی پہاڑ دیا ہمنے دریا کو پس پہٹ گیا وہ اور ہو گیا ہر ایک ٹکڑہ مانند بلند پہاڑ کے الغرض باوجود ایسی تصریح تمام کے مفسرین کی تفسیرون کو غلط قرار دینا سید الطائفہ نیچریہ ہی کا کام ہے ؎ وکم من عائب قولا صحیحا + وآفتہ من الفہم السقیم + ولکن تاخذ الاذہان منہ + علی قدر القرائح والعلوم + لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور **تنبیہ** سید الطائفہ نے اول ترجمہ فرقنا کا (جدا کر دیا) لکہا لیکن چونکہ اس ترجمے بطلان اونکے قول کا ظاہر ہے اسلئے اوسمین

ایک شبہ عامۃ الورود ہی کہ جسکو تمام عقلا لغو اور بیہودہ سمجھتے ہین کیونکہ بالغرض دو مساوی چیزون مین سے ایک کی ترک اور ایک کے اختیار کی کوئی وجہ ہو تو جو شبہ اوسپر وارد ہوتا ہے وہی شبہ اوسوقت مین بہی وارد ہوگا جبکہ مختار کو ترک کرکے متروک کو اختیار کیا جاوے) الغرض جیسا مقتضای حکمۃ وقدرۃ کاملہ تہا ویسا ہی وقوع مین آیا علاوہ برآن چونکہ سوائے نجات بنی اسرائیل کے ڈبو دینا فرعون اور اوسکے تمام لشکر کا بہی مقصود تہا اور وہ قاسی القلب بہی نیچری تہا کہ مثل سید الطائفہ کے کسی چیز کا وقوع بغیر اسباب ظاہری کے ممتنع سمجہتا تہا جیسا کہ اوسکے قول سے (یاہامان ابن لی صرحا لعلی ابلغ الاسباب الآیۃ) ظاہر ہوتا ہی خشک زمین پر چلنا ایک امر معتاد سمجہکر اپنی حماقت نیچریہ سے اوس مین گہس گیا اور بنظر اوسکی نیچریت یہ ہی کہ موسیٰ عم کو یہہ حکم ہوا تہا کہ اترک البحر رہوا انہم جند مغرقون یعنی چہوڑ دے دریا کو پہٹا ہوا اسلئے کہ یہہ قبطی گروہ اسمین ڈبو دیئے جاوینگے مطلب یہہ ہی کہ غفلت نیچریہ کے سبب سے دریا کے پہٹ جانے کو قدرۃ کاملہ پر محمول نہ کرینگے بلکہ کسی سبب پر اسباب ظاہریہ کون وفساد سے محمول کرکے تعاقب بنی اسرائیل کا کرینگے اور ڈوب جاوینگے چنانچہ آیۃ سورہ اعراف سے یہہ مطلب خوب ثابت ہی فانتقمنا منہم فاغرقناہم فی الیم بانہم کذبوا بآیاتنا وکانوا عنہا غافلین یعنی پس بدلہ لیا ہمنے اونسے پس ڈبو دیا اونکو گہرے دریا مین بسبب اسکے کہ جہٹلایا تہا اونہون نے ہماری نشانیون کو اور تہے ہماری نشانیون سے غافل **قال** جو مطلب مفسرون نے بیان کیا ہی وہ مطلب قرآن مجید کے لفظون سے نہین نکلتا **قلت** گر نہ بیند بروز شپر چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ + شعر اذا لم یکن للمرء عین صحیحۃ + فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر + وہ مطلب تو قرآن مجید کے کلمات طیبات اور کتب انبیاء عم سے ایسا صاف ومنصوص ہی کہ انکار اونکا انکار منصوص ہی کہ جسکے

کے جس فعل پر وہ داخل ہوتی ہی وہ فعل معطوف ہوتا ہی اور فعل محذوف کے اور فایدہ
سببیت و تعقیب کا دیتی ہی (انفلق) صیغہ ماضی کا ہی انفلاق سے جو بمعنی شگافتہ شدن
یعنی پہٹ جانے کے ہی (طود) بمعنی پہاڑ (عظیم) معروف لغت ہی بمعنی بڑے کے پس صاف
و صحیح معنی آیۃ کے یہہ ہین کہ پہر وحی بہیجی ہمنے موسیٰ کو کہ مار تو اپنے عصا سے دریا کو
پس مارا موسیٰ نے پس بسبب ضرب عصا کے پہٹ گیا دریا اور تہا ہر ایک ٹکڑہ دریا مانند
بڑے پہاڑ کی نظایر فاء فصیحہ کے اور اوسکے ماقبل سے محذوف ہونے معطوف علیہ کے بیشمار
ہین اونمین کئی نظیرین لکہتا ہون (۱) فاوحینا الی موسی ان الق عصاک فاذا ہی تلقف
ما یافکون (اعراف) یعنی پس وحی بہیجی ہمنے موسیٰ کو کہ ڈال دے اپنے عصا کو پس ڈالدیا موسیٰ نے
عصا کو تو ناگاہ وہ نگلتا تہا اونکی بناوٹ کو فاذا ہی پر جو فاء ہی وہ فصیحہ ہی کہ اوسے پیشتر معطوف
علیہ یعنی القاہا محذوف ہی (۲) واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی
الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین فالتقطہ آل فرعون ط
(سورہ قصص) (ای القتہ فی الیم فالتقطہ آل فرعون) یعنی وحی کی ہمنے موسیٰ ع م کی مان کو
کہ موسیٰ ع م کو دودہ پلا پس جسوقت تجہکو اوسپر خوف ہو تو ڈالدے اوسکو دریا مین اور مت ڈر
اور مت رنج کر ہم اوسکو تیری طرف پہیر لانے والے ہین پس اوٹہا لیا اوسکو آل فرعون
نے (یعنی ڈالدیا موسیٰ کی مان نے موسیٰ کو دریا مین تو اوٹہا لیا اوسکو آل فرعون نے)
علماء عربیت نے اون مواقع مین جہان حذف مطرد ہی حذف معطوف علیہ کو قبل فاء فصیحہ
کے بصراحت بیان کیا ہی چنانچہ مغنی لبیب مین بحث حذف معطوف علیہ مین یہہ آیۃ لکہی
ہی ان اضرب بعصاک الحجر فانفجرت ای فضرب فانفجرت سکاکی مفتاح بحث ایجاز مین لکہتے
ہین انظر الی الفاء التی تسمی فصیحۃ فی قولہ تعالی فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند

یہہ تحریف کی کہ بعد اوسکے لکہا (یعنی ہٹادیا) کہان ہٹادینا کہان فرق فرق کے معنی عربی مین ہین ایک ملی ہوئی چیز یا دو ملی ہوئی چیزون مین فصل کر دینا اسی سے فرق و مفرق بمعنی مانگ کے کہ سر کے بالون مجتمع کو جب دو حصہ کر کے کچھہ ادہر اور کچھہ اودہر کر دیتے ہین اور درمیان دونون کے ایک خط فاصل ہوتا ہے اوسکو فرق و مفرق کہتے ہین جسکی ہندی مانگ ہے ہٹادینے کے معنی مین فرق نہین آتا بلکہ ان معنون کے لئے دفع اور طرد موضوع ہے پہر یہہ بہی ظاہر ہے کہ بحر احمر اپنی جگہ سے ہٹ کر کہین اور جگہ کو نہین چلا گیا تہا جہان تہا وہین رہا تہا البتہ قلب دریا مین یہہ امر معجز ہوا تہا کہ ایک موقع زمین پر کا پانی سمت کر ادہر اودہر پہاڑون کی مانند کہڑا ہو گیا اور درمیان مین ایک بڑی سڑک خشک نکل آئی تہی الغرض یہہ تحریف سید الطائفہ کی صریح خلاف کلمات قرآن اور سائر کتب سماویہ کے اور بہی خلاف واقع کے ہے **قال** دوسری آیۃ الخ **قلت** دوسری آیۃ سورۂ شعراء کی ہے فاتبعوہم مشرقین فلما ترآء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیہدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم اس کا ترجمہ ہم اوپر لکہہ چکے ہین یہہ چار آیتین ہین چوتہی آیۃ مین سید الطائفہ کلام کرتے ہین یہہ آیۃ مشتمل ہے اوپر کلمہ (اضرب) اور (بار جارہ) او (عصا) اور (بحر) اور (فا فصیحہ) اور (انفلق) اور (الطود) اور (العظیم) کے (اضرب) فعل امر ہے ضرب سے جو معروف لغت بمعنی زدن ہے اور تعدیہ اوسکا بلا واسطہ کسی حرف کے بطرف مفعول کے ہوتا ہے چنانچہ یہان بطرف بحر کے متعدی ہے (بار جارہ) جو عصا پر داخل ہے باء استعانۃ ہے جسطرح کتبت بالقلم یعنی لکہا مینے باستعانۃ قلم کے (شققت بالرمح الطویل ثیابہ) (ضربتہ بالسیف) حرف (فا) جو انفلق پر داخل ہے فاء فصیحہ ہے کہ بموجب قاعدہ عربیت

کے درمیان وحی اور انجاس کے گویا کہ وہ وحی ہی سبب قریب انجاس ہی اور تاکہ دلالت
کرے اسپر کہ بسبب نہونے کسی طرح کے شک کے ضرب حجر مین وہ ضرب حجر اس مرتبہ وضوح
مین ہی کہ اوسکی تصریح کی کچھہ حاجت وضرورت نہین سوا اِسکے ایک قرینہ اور بھی حذف
ضرب کا اِس آیہ مین ہی کہ انفلق کا عطف اضرب پر تو نہین ہوسکتا کیونکہ اضرب صیغہ
انشا ہی اور انفلق صیغہ خبر ہی اور عطف خبر کا انشا پر جایز نہین اِسلئے علاوہ قاعدہ فاء
فصیحہ اور نکتہ سبیبہ صاحب کشاف کے قاعدہ نحویہ کی رو سے بھی حذف ضرب کا واجب
ہی جب ترجمہ اور تفسیر آیۃ کی بموجب قاعدہ عربیت کے معلوم ہو گئی تو اب ہم دیکھتے ہین کہ
سید الطایفہ کو دریا کے پھٹ جانے اور خشک راہ ہوجانے اور پانی کے ادہر اودہر کھڑے
ہوجانے مین کیا عذر رہ گیا **قال** مفسرین اِس جملہ کو بطور شرط وجزا کے قرار دیتے
ہین کہ شرط گویا علت ہی اور جزا اوسکا معلول ہی یعنی لاٹھی مارنے کے سبب سے سمندر
پھٹ گیا اور زمین نکل آئی مگر یہ استدلال صحیح نہین انفلق ماضی کا صیغہ ہی اور عربی
زبان کا قاعدہ ہی کہ جب ماضی جزا مین واقع ہوتی ہی تو اوسکی دو حالتین ہوتی ہین اگر
ماضی اپنے معنی پر نہین رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہی تو اوسوقت اوسپر فے نہین لاتے
اور جبکہ وہ اپنے معنی پر باقی رہتی ہی اور جزا کی معلول نہین ہوتی تب اوسپر فے لاتے
ہین **قلت** مین نہین سمجھتا کہ یہان کیا ہذیان سرائی کر رہے ہین شرط وجزا کی تو یہان
کچھہ بحث نہین یہان بحث اوس فاء کی ہی جسکا سکاکی اور دیگر علماء عربیت فاء فصیحہ
تعبیر کرتے ہین اور جو کلمہ (انفلق) پر داخل ہی اور چونکہ یہہ فاء عاطفہ ہی اور فاء عاطفہ متضمن
ہوتی ہی معنی سببیہ کو جیسے ضربتہ فبکی کسرتہ فانکسر فرقنا البحر فانفلق صاحب مغنی
لبیب لکھتے ہین السببیۃ غالب فی العاطفۃ جملۃ او صفۃ الاول نحو فوکزہ موسیٰ فقضی علیہ

بازلم فتاب علیکم کیف افادت فاشلتم فتاب علیکم و فی قولہ فقلنا اضرب بعصاک الحجر
مفیدۃ فضرب فانفجرت غرضکہ اسی بنا پر سب مفسرین نے اس آیۃ کی تفسیر کی ہو صاحب
کشاف لکہتے ہین ان اضرب بعصاک الحجر فضربہ فضا رفیہ اثنا عشر طریقا تفسیر مدارک
مین ہو ای فضرب فانفلق وانشق (بیضاوی) ای فضرب فانفلق امام رازی تفسیر
کبیر مین لکہتے ہین لاشبہۃ فی ان المراد فضرب فانفلق لانہ کالمعلوم من الکلام فاضل
طبرسی تفسیر مجمع البیان مین لکہتے ہین فیہ حذف ای فضرب فانفلق صاحب کشاف تفسیر
مین آیۃ واوحینا الی موسی اذ استسقاہ قومہ ان اضرب بعصاک الحجر فانبجست منہ
اثنتا عشرۃ عینا (اعراف) لکہتے ہین فان قلت ہلا قیل فضرب فانبجست قلت لعدم الالباس
ولیجعل الانبجاس مسببا عن الایحاء لضرب الحجر للدلالۃ علی ان الموحی الیہ لم یتوقف عن اتباع
الامر وانہ من انتفاء الشک منہ بحیث لاحاجۃ الی الافصاح بہ یعنی اگر کہے تو کیون نہین کہا
(فضرب فانبجست) کہتا ہون مین کہ بوجہ نہونے کسی قسم کے التباس کے اور تاکہ جاری ہونا
چشمون کا وحی ضرب الحجر کا سبب گردانا جائے تاکہ دلالت کرے اسپر کہ موحی الیہ نے
توقف کیا اتباع امر مین اور تاکہ دلالت کرے اسپر کہ بسبب نہونے شک کے ضرب حجر
مین وہ ضرب اس مرتبہ مین ہو کہ اوسکی ذکر و تصریح کی کچہ ضرورت نہین مطلب یہہ ہی کہ
فا تعقیبیہ تعلیلیہ جو انبجست پر داخل ہی دلالت کرتی ہی اسپر کہ حکم ضرب حجر جو انبجست سے
پیشتر ہی سبب ہی اور انبجاس اوسپر متفرع اور مسبب ہی حالانکہ واقع مین سبب قریب انبجاس
کا ضرب ہی اور ظاہر کلام مین اوسکا ذکر ترک کرکے وحی کو سبب ٹہرایا گیا تاکہ دلالت کرے
اسپر کہ حضرت موسی نے امتثال حکم مین کچہہ توقف نہین کیا بمجرد حکم کے اونسے ضرب واقع
ہوئی اور بمجرد وقوع ضرب کے انبجاس وقوع مین آیا پس بسبب نہونے تاخیر او فصل

ومن یحلل علیہ غضبی شرط ہی اور فقد استبدوا اور فقد ہدی اور فقد ہوی صیغہ ماضی کے ہین
اور سب جزا اور معلول ہین شرطون کے اور اپنے معنی ماضی پر نہین اور باوجود اسکے
اونپر حرف فا ر لایا گیا ثانیاً خود سید الطائفہ نے ترجمہ فالقیہ فی الیم ولاتخافی
ولاتحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین فالتقطہ آل فرعون کا صفحہ ۱ پر
اسطور پر کیا ہی کہ تو ڈال دے دریا مین اور مت ڈر (جب موسیٰ کی ما نے اونکو دریا مین
ڈال دیا) تو فرعون کے لوگون مین سے کسینے اوسکو اوٹھا لیا اسیطرح آیۃ الق عصاک
فلما رآہا تہتز کا ترجمہ صفحہ ۹۷ پر لکھتے ہین کہ اپنی لاٹھی ڈالدے (جب ڈالدی) تو
لاٹھی کو ہلتے ہوئے دیکھا اب دیکھو ان دونون آیتون مین شرط کو جو درمیان خطوط
ہلالی کے لکھی ہی محذوف مانا ہی اور بلاشبہ وشک جزا مرتب ہی اوپر شرط کے
کہ آیۃ اول مین فرعون کے لوگونکا موسیٰ کو اوٹھا لینا متفرع ہی اوپر موسیٰ کی ماکے موسیٰ
کو دریا مین ڈالدینے پر اور آیۃ ثانیہ مین لاٹھی کا ہلتے ہوئے دیکھنا متفرع ہی لاٹھی کے
ڈالدینے پر اور باوجود معلول و متفرع ہونے جزا کے اوپر شرط محذوف کے جزا پر یعنی (فالتقطہ)
اور (فلما رآہا) پر حرف فا ر لایا گیا پس غلطی قاعدہ موضوعہ سید الطائفہ کی آیات قرآن مجید
سے اور خود سید الطائفہ کے مسلمات سے بخوبی عیان ہوگئی پس اگر کسی مفسر نے
تفسیر آیۃ اضرب بعصاک البحر فانفلق کی اسطرح کی کہ جب موسیٰ نے عصا کو دریا پر
مارا تو دریا پھٹ گیا تو تمامتر مطابق تفسیر سید الطائفہ کے بنسبت آیات مرقومہ بالا کے
کی ہی پھر سید الطائفہ کو اسمین کیا عذر اور کیا انکار باقی رہا واللہ یحق الحق بکلماتہ ولو کرہ المبطلون
یہانتک تو بیان تہا شق اول قاعدہ موضوعہ سید الطائفہ کا اب سنیئے حال دوسری
شق کا **قولہ** اور جب وہ اپنے معنون پر باقی رہتی ہی اور جزا کی معلول نہین ہوتی جب

ونحو فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ جوہری صحاح مین لکہتے ہین کہ الموضع الثانی ان یکون ماقبلہا علۃ لما بعدہا ویجری علی العطف والتعقیب دون الاشتراک نحو ضربہ فبکی وضربہ فاوجعہ قاموس مین ہی تجئی للسببیۃ وذلک غالب فی العاطفۃ اور چونکہ کلمہ (انفلق) بذریعہ فاء عاطفہ کے جو معنی سببیت کا فائدہ دیتی ہی معطوف ہی اوپر ضرب محذوف کے پس صاف ظاہر ہی کہ مارنا عصا کا سبب ہی انفلاق بحر کا جیسے (ضربہ فبکی) مین ضرب سبب ہی رولنے کی اور (ضربہ فاوجعہ) مین ضرب سبب ہی دُکھ دینے کی اور (وکزہ موسی فقضی علیہ) مین تہپڑ مارنا موسیٰ کا سبب ہی اوسکے ہلاک کا اگرچہ یہان کچھ بحث شرط وجزا کی نہین کیونکہ تقدیر کلام کی یہہ ہی کہ فضرب فانفلق مگر ہم سید الطائفہ کی قاعدہ دانی کو بہی دیکھتے ہین **قولہ** جب ماضی جزا مین واقع ہوتی ہی تو اگر ماضی اپنے معنون پر نہین رہتی بلکہ شرط کی معلول ہولی ہی تو اوسوقت اوسپر ف نہین لاتے **اقول** سبحان اللہ نحومیر کے سمجہنے تک کی تو استعداد نہین لسپر عربیت کے قاعدے گہڑنے کا خیال خام دماغ مین سمایا ہی فرمائیے کہ یہہ قاعدہ علماء عربیت مین سے کسنے لکہا ہی یا اس قسم سے ہی کہ اگرچہ گندہ است مگر ایجاد بندہ است اب سُنیے غلطی اس قاعدہ موضوعہ آپنے کی اولاً قران مجید مین ہی ومن جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار من جاء بالسیئۃ شرط ہی اور کبت وجوہہم فی النار جزا ہی کبت صیغہ ماضی کا ہی اور اپنے معنی ماضی پر نہین بلکہ معلول شرط کا ہی یعنی اونہی دوزخ مین ڈالاجانا زمان آیندہ مین ہوگا اور معلول ہی ارتکاب سیئات کا باوجود اسکے کلمہ کبت پہ جو فعل ماضی ہی حرف فاء لایا گیا اسی طرحپر فان اسلموا فقد اہتدوا وان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اہتدوا ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم ومن یحلل علیہ غضبی فقد ہوی ان اسلموا اور ان امنوا بمثل ما امنتم ومن یعتصم باللہ

اکرام کو مجہپر اسوقت بس شمار مین لاؤنگا مین اپنا اکرام تجہپر کل گذشتہ کا) علامہ
تفتازانی شرح تلخیص مین لکہتے ہین) کہ ولکون ان واذا لتعلیق امر لغیرہ کان کل من
جملتی کل منہما ای من ان واذا یعنی الشرط والجزاء فعلیۃ استقبالیۃ اما الشرط فلانہ مفروض
الحصول فی الاستقبال فیمتنع ثبوتہ ومضیہ واما الجزاء فلان حصولہ معلق علی حصول
الشرط فی الاستقبال ویمتنع تعلیق الحصول الثابت علی حصول ما یحصل فی المستقبل
فان جعلت کلتاہما او احدہما اسمیۃ او فعلیۃ ماضیۃ فالمعنی علی الاستقبال حتی ان قولنا ان
اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس معناہ ان تعتد باکرامک ایای الآن فاعتد باکرامی ایاک
امس یعنی اور بسبب ہونے ان واذا کے واسطے تعلیق ایک امر کے دوسرے امر پر ہوتا ہی
ہر ایک دونو جملون اون دونو یعنی ان واذا کا یعنی جزاء و شرط جملہ فعلیہ استقبالیہ شرط تو
اسلیئے کہ اوسکا حصول استقبال مین فرض کیا جاتا ہی بس اوسکا ثبوت حال یا ماضی
مین ممتنع ہی اور جزاء اسلیئے کہ حصول اوسکا معلق حصول شرط پر استقبال مین ہوتا ہی اور
ممتنع ہی معلق کرنا حصول حاصل ثابت کا اوپر حصول اوس چیز کے جو مستقبل مین حاصل
ہوگی اور اگر لائیگا تو دونو ایک اونکے کو اسمیہ فعلیہ ماضیہ تو معنی استقبال کے ہونگے یہانتک
کہ ہمارے اس قول کی (ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس) کے یہہ معنی ہونگے کہ (اگر
شمار کریگا تو اپنا اکرام مجہپر اسوقت تو مین شمار کرونگا اپنا اکرام تجہپر کل گذشتہ کا) فاضل خضری
حاشیہ شرح الفیہ ابن مالک مولفہ ابن عقیل مین شرح بیت الفیہ (او ماضیین او مضارعین
تلفیہما او متخالفین) مین لکہتے ہین المراد ماضیین لفظا فقط لان ہذہ الادوات تقلب
الماضی للاستقبال شرطا وجوابا سواء فی ذلک کان وغیرہا علی الاصح وسواء قرن الجواب
بالفاء وقد ام لا واما ما تکون فیہ معنی الشرط والجواب او ہما واقعا فی الماضی مثل ان کنت

اوسپر ف لاتے ہین **اقول** یہہ تو ایسی جہالت ہی کہ بطلان اوسکا بالبدیہہ عیان
ہی اگر جزا شرط پر معلق اور متفرع نہوگی تو نہ شرط شرط ہی نہ جزا جزا ہو سکتی ہی اور شرط
کا شرط ہونا اور جزا کا مشروط ہونا اور تعلیق جزا کی شرط پر بالبدیہہ باطل ہوگا علماًء
عربیت بالاتفاق اسکو ممتنع لکھتے ہین سکاکی لکھتے ہین کہ اعلم ان الجزاء والشرط فی
غیر لو لما کان تعلیق حصول امر بحصول مالیس بحاصل استلزم ذلک فی جملتیهما امتناع الثبوت
فامتنع ان تکونا اسمیتین او احدهما وکذا امتناع المضی فامتنع ان یکون الفعلان ماضیین
او احدهما ونظیر من هذا ان نحو ان اکرمتنی اکرمتک وان اکرمتنی اکرمک وان تکرمنی اکرمتک
وان تکرمنی فانت مکرم ونحو ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس لایصار الیه فی بلیغ الکلام
الا لنکتة ما تونحی ابراز غیر الحاصل فی معرض الحاصل وابراز المقدر فی معرض الملفوظ لانصباب
الکلام الی معناه کما فی قولک ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس مراد ابه ان تعد باکرامک
ایای الان فاعتد باکرامی ایاک امس یعنی جان تو کہ جزا و شرط غیر حرف لو مین ہرگاہ ہوتا ہی
معلق کرنا ایک امر کے حصول کا کسی ایسے امر کے حصول پر جو حاصل نہین اسلئے یہہ امر
مستلزم ہوتا ہی دونو جملون مین امتناع ثبوت کو پس ممتنع ہی کہ وہ دونون جملہ یا ایک
اونین کا اسمیہ ہو اور ممتنع ہی کہ وہ دونون فعل یا ایک اونین کا ماضی ہو اور اسوجہ سے
یہہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ مثل (ان اکرمتنی اکرمتک) و (ان تکرمنی اکرمتک) و (ان تکرمنی
اکرمتک) و (ان تکرمنی فانت مکرم) و (ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس) کے نہین رجوع
کیا جاتا ہی طرف اوسکے کلام بلیغ مین مگر بغرض کسی نکتہ قصد ابراز غیر حاصل کے معرض حاصل
مین اور ابراز مقدر کی معرض ملفوظ مین بغرض روان کرنے کلام کے معنی کی طرف جیسے کہ تیرے
قول (ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس) مین جسسے مراد یہہ ہی کہ (اگر شمار مین لائیگا تو اپنے

سید الطایفہ کے شق اول کی بنا پر جو یہہ لکہا ہی کہ ف نہین لاتے غلط محض ہی اور
شق ثانی خود ممتنع الوقوع ہی اور زیادہ تر اس شق مین تعجب کی بات یہہ ہی کہ فرماتے
ہین کہ جزا کی معلول نہین ہوتی چونکہ جزا خود معلول شرط کی ہوتی ہی پس اوسکو خود اپنا ہی معلول
ٹہہرانا صریح جہالت ہی ظاہر امنشا اس غلطی فاش کا یہہ ہی کہ کتب علم نحو مین جو یہہ لکہا
دیکہا (اذا کان الجواب لا یصلح ان یکون شرطاً وجب اقترانہ بالفاء) یا کسی سے الفیہ ابن
مالک کی یہہ بیت سنی (واقرن بفا حتماً جوابا لو جعل ٭ شرطا لان او غیرہا لم ینجعل) اس کا
مطلب بسبب ناواقفی کے یہہ سمجہے کہ جزا کی معلول نہین ہوتی حالانکہ یہہ بہت بڑی ناواقفی اور
غلطی ہی مطلب اوسکا صرف بیان کرنا اون سات موقعون کا ہی کہ جنپر تعلیق صحیح نہین ہو سکتی چنانچہ
کتب علم نحو مین صراحۃً یہہ مضمون بیان کیا گیا ہی اور بعض نحاۃ نے اونکو نظم مین بہی لکہا ہی
؎ طلبیۃ واسمیۃ وبجامد وبما وقد وبلن وبالتنفیس + اور جو قاعدہ دخول فا اور عدم
دخول کا جواب پر ہی اوسکو سید الطایفہ نے بسبب ناواقفی کے کچہہ بہی نہین سمجہا اور بجاے
اوسکے بنام نہاد قاعدہ کے ایک غلط مضمون لکہدیا وہ قاعدہ مبنی اوپر علت و معلول کے
نہین بلکہ قاعدہ یہہ ہی کہ جب فعل ماضی جزا مین واقع ہوتا ہی تو اوسکی تین صورتین ہین یا
(ایک) یہہ کہ مقصود اوسے زمانہ استقبال حقیقۃ بلا قصد مبالغہ اور وعدہ اور وعید کے
ہو جیسے (ان ضربت ضربت) اس صورت مین لانا فا کا جزا پر ممتنع ہی (دوسری) یہہ کہ
حقیقۃ معنی ماضی مقصود ہون اور حرف شرط نے معنی ماضی مین کچہہ اثر نکیا ہو یعنی انقلاب
زمانہ ماضی کا بزمانہ مستقبل حقیقۃ یا مجازاً نہوا ہو مثل (ان یسرق فقد سرق اخ لہ من
قبل) (ان کنت قلتہ فقد علمتہ) (ان اکرمتنی الیوم فقد اکرمتک امس) ان مثالون مین فعل
(سرق) اور (اکرمتک) اور (علمتہ) حقیقۃ زمانہ ماضی مین متحقق اور مقصود ہی اور کسی قسم کا

قلتہ فقد علمتہ وان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل وان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت فالمعنیٰ
بان المراد ان تبین فی المستقبل ان کنت قلتہ فی الماضی فانا اعلم انک قد علمتہ وان
یسرق فی المستقبل فاخبرکم انہ قد سرق اخوہ من قبل وان یتبین قد قمیصہ من دبر فاعلموا
انہا کذبت وقیل الجواب فی الاخیرین محذوف والمذکور تعلیل الخ مراد ماضیین لفظاً
ہی فقط اسلئے کہ یہہ حروف ماضی کو استقبال کر دیتے ہین شرطاً ہون یا جواباً ہون برابر ہی
کہ اسمین کان ہو یا غیر اوسکا ہو اور برابر ہی کہ جواب مقرون بالفاء وقد ہو یا نہو اور جسمین کہ
ہووین معنی شرط یا جواب کے یا وہ دونون ماضی مین واقع ہون جیسے (ان کنت قلتہ
فقد علمتہ) اور (ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل) اور (وان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت)
پس دال ہی ساتہہ اسکے کہ مراد یہہ ہی کہ (اگر زمانہ مستقبل مین یہہ ظاہر ہوجاوے کہ مینے کہا تہا
زمانہ ماضی مین پس مین یہہ بات جانونگا کہ تونے اوسکو جان لیا ہی) اور (اگر چوری کریگا
زمانہ مستقبل مین تو مین خبر دیتا ہون تمکو کہ اوسکے بہائی نے پہلے چوری کی تہی) اور (اگر ظاہر
ہوجاوے اوسکے قمیص کا پیچہے سے پہٹنا تو آگاہ ہوجاؤ اس سے کہ وہ جہوٹ بولتے ہی) اور
کہا گیا ہی کہ جواب اخیر کی دونو صورتون مین محذوف ہی اور جو کچہہ ذکر کیا گیا ہی وہ تعلیل ہی
اوسکی خلاصہ ان تصریحات کا یہہ ہی کہ بحسب دلائل مذکورہ جب فعل ماضی شرط و جزا
مین واقع ہوگا تو بلا شبہ اپنے معنی ماضی پر نرہیگا بلکہ بمعنی مستقبل ہوجاویگا اور جسموقع
مین کہ ماضی کا بمعنی مستقبل ہوجانا متعذر ہوگا تو اوس موقع مین درحقیقت وہ ماضی جزا نہین
ہوتی بلکہ جزا محذوف ہوتی ہی جسطرح کہ ان اکرمتنی الان فقد اکرمتک امس کے معنی یہہ
ہین ان تعتد باکرامک ایای الان فاعتد باکرامی ایاک امس یعنی اگر لحاظ کریگا تو مجہپر اکرام کرنیکا
آج تو لحاظ کر میرے اکرام کا جو مینے تجہپر کل کیا تہا الغرض منجملہ دو شقون قاعدہ موضوعہ

من قبل) اور جیسے (ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت) و (ان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت) اور (قد) اس جگہ مقدر ہی یا مجازاً ہو جیسے (من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار) لایا گیا یہہ فعل بسبب تحقق اوسکے وقوع کے بمنزلہ اسکے کہ واقع ہو چکا جار اللہ زمخشری نے بہی اس مضمون کو تفسیر ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم مین اس عبارت سے بیان کیا ہی کہ فقد حصل لہ الہدی لامحالۃ کان الہدی قد حصل فہو تخبر عنہ حاصلا یعنی گویا کہ ہدایۃ حاصل ہو چکی ہی کہ اوسکے حاصل ہو چکنے کی خبر دیتا ہی جب یہہ امور ہر مین ہو چکے تو ہم کہتے ہین کہ بر تقدیر (ان ضربت فانفلق) چونکہ حصول انفلاق دریا کا بعد ضرب عصا کے موعود اور یقینی تہا اور بہی منظر تردد بنی اسرائیل کے مقام مقتضی اسیکا تہا کا اس مضمون کو مبالغۃً بطور ابراز غیر حاصل کے بمنزلہ حاصل کے لایا جاوے اور حرف فاء واسطے رعایت مقام کے کلمہ (انفلاق) پر داخل کیا جاوے اور آغاز ہی سے سامعین کے ذہن نشین کر دیا جاوے کہ بمجرد حصول شرط کے حصول جزا کا ایسا موعود اور یقینی ہی جیسا کہ حصول فعل ماضی کا یقینی ہوتا ہی اصل معنی (من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار) اور معنی (ان ضربت فانفلق) جو مصدر بحرف فاء ہی اور معنی (من جاء بالسیئۃ کبت وجوہہم) اور (ان ضربت انفلق) کی ایک ہی ہین صرف فرق یہہ ہی کہ بتقدیر فاء سے مبالغہ اور وثوق اوپر حصول جزاء کے مقصود ہی پس جو کچھ اس تقدیر پر سید الطایفہ نے لکہا ہی مبنی اوپر اونکی ناواقفی کے ہی علم اعراب وعلم معانی وبیان سے **تنبیہ** ابراز غیر حاصل فی معرض الحاصل کچہہ مخصوص کلام عرب ہی مین نہین بلکہ عجم مین بہی رائج ہی شعر آپ کے کیلئے شمشیر وسپر ہاتہ مین ہی + ہم تو حاضر ہین کہ جب چاہئے سر ہاتہ مین ہی دیکہو جزاء (سر ہاتہ مین ہی) اوسکو بالفاظ زمانہ حال بولا ہی اور مقصود زمانہ مستقبل ہی یعنی جب ارادہ کروگے بمجرد ارادہ کے جزا حاصل ہوگی اسی سیاق پر ہی شعر حافظ شیرازی کا

مجازاً اور مبالغہ اور وعدہ وعید مقصود نہین او حرف شرط نے معانی مین حقیقۃً یا مجازاً کچھ اثر
نہین کیا اس صورت مین لانا فاء کا جزا مین حتماً وجوباً چاہیئے (تیسرے) یہہ کہ اوس فعل ماضی
سے مجازاً معنی استقبال بطریق مبالغہ اور ابراز غیر حاصل بمنزلہ حاصل کے اور وعدہ اور وعید
کے مقصود ہوتے ہین اور چونکہ وقوع اوس فعل کا زمانہ مستقبل مین ایسا یقینی ہوتا ہی جیساکہ
وقوع فعل زمانہ ماضی کا یقینی ہوتا ہی لہذا مطابق سیاق شق دوم کے حرف شرط کو مجازاً غیر
موثر قرار دیکر جزا کو بلفظ ماضی مصدر بحرف فاء لایا جاتا ہی جسکی طرف سکاکی نے اشارہ کیا ہے
(لایصار الیہ فی بلیغ الکلام الا لنکتۃ ما توخی ابراز غیر الحاصل فی معرض الحاصل) مثال اسکی (ومن
جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار) (فان آمنوا بمثل ما آمنتم فقد اہتدوا) (فان اسلموا فقد اہتدوا)
(ومن یحلل علیہ غضبی فقد ہوی) (ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم) ان سب مثالون
مین افعال جزا سب ماضی ہین اور اپنی اپنی شرطون پر معلق اور مترتب ہین اور مقصود حصول اونکا
زمانہ آیندہ مین بعد تحقق شرطون کے ہی مگر حرف شرط کو مجازاً غیر موثر قرار دیکر کلمات ماضیہ کو مصدر
بحرف فاء مجازاً واسطے افادہ نکتہ ابراز غیر حاصل کے بمنزلہ حاصل کے لایا گیا ہی اس تیسری
صورت مین لانا فاء کا جزا پر جائز ہی اور ترک بہی جائز ہی چنانچہ محشی شرح الفیہ لکہتے ہین جاز
قرنہ بالفاء اجراء لمجری الماضی معنی مبالغۃ فی تحقق وقوعہ نحو من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم
وجاز عدمہ باعتبار استقبالہ صاحب مغنی لبیب تفصیل مواقع لانے فاء مین لکہتے ہین الرابعۃ
ان یکون فعلہا ماض لفظاً او معنی اما حقیقۃ نحو ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل ونحو
ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت وان کان قمیصہ قد من دبر فکذبت وقد ہہنا مقدرۃ
او مجازاً نحو من جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار نزل ہذا الفعل لتحقق وقوعہ منزلۃ ما وقع یعنی
چوتہا یہہ کہ ہووے فعل اوسکا ماضی لفظاً ہو یا معنی ہو جیسے (ان یسرق فقد سرق اخ لہ

حصول ہنوز نہین ہے بالبدیہتہ ممتنع ہے پس یہہ تعلیق کس طرح پر صحیح ہو سکتی ہے اسکا جواب دیجیے اور یہہ جو فرماتے ہین کہ سمندر کا کہل جانا ضرب کا معلول نہین ہو سکتا یہہ تو صریح غلط ہے پہلا مثال مذکور مین تو لفظ (امس) موجود ہے جسکی بنا پر از راہ ناواقفی کے سید الطائفہ یہہ کہہ سکتے ہین کہ وہ تعظیم پہلے ہو چکی تہی یہان کونسا کلمہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ پہٹ جانا دریا کا اور کہڑا ہو جانا پانی کا مثل پہاڑون عظیم کے پیشتر وقوع مین آ چکا تہا پس جبکہ اونکے پاس کوئی دلیل اسکی نہین کہ دریا پہلے سے پہٹ کر پانی کے پہاڑ ادہر اودہر کہڑے ہو گئے تھے تو یہہ کہنا اونکا کہ سمندر کا کہلجانا ضرب کا معلول نہین ہو سکتا اور (اضرب بعصاک البحر فانفلق) کو اوپر (ان اکرمتنی فاکرمتک امس) کے قیاس کرنا محض غلطی ہے تنبیہہ یہہ سب کلام اوپر بنا بر تقدیر (ان ضربت فانفلق) کے تہا اور بر تقدیر (فضرب فانفلق) کے جو مرجح اور مختار جمہور مفسرین کے ہے سید الطائفہ ایک حرف بہی بات پر نہین لائے مخفی نرہے کہ سید الطائفہ کی عادت ہے کہ جب کسی واقعہ کو قرآن مجید اور توریتہ اور انجیل اور زبور اور دیگر کتب سماویہ مین مطابق پاتے ہین اور حالات اوسکے خلاف اوہام ملاحدہ فرنگ کے ثابت ہوتے ہین تو اپنے مقلدین جہلا کے دہوکے مین ڈالنے کے واسطے یہہ باتین بناتے ہین کہ یہہ حالات مفسرین اہل اسلام نے یہود کی پیروی سے نقل کرکے قرآن مجید کو اونکی روایتون کے موافق کہینچ تان کرکے کر دیا ہے حالانکہ خود روایات باطلہ یہود و نصاریٰ کے یہانتک پابند ہین کہ اگر کوئی واقعہ قرآن مجید مین برخلاف روایات باطلہ یہود و نصاریٰ کے پاتے ہین اور اباطیل یہود و نصاریٰ مطابق اوہام ملاحدہ فرنگ کے ہوتی ہین تو اسقدر اتباع اباطیل یہود و نصاریٰ کرتے ہین کہ قرآن مجید کو کہینچ تان کرکے اونکے اباطیل کے مطابق کرنا چاہتے ہین دیکہو بحث ہاروت و ماروت مین حضرت سلیمان ع پر کہ جنکی نبوۃ اور قربت خدائی تعالیٰ سے منصوص ہے کونسا الزام تہا کہ سید الطائفہ نے اونپر عائد

ء گر تیغ یار دور کوی آن ماہ • گردن نہادیم الحکم للہ • پس اب خوب ظاہر ہو گیا کہ اگر ہم تفسیر مین اضرب بعصاک البحر
فانفلق کے یہہ کہین کہ فا (فانفلق) فا جواب شرط ہے اور تقدیر کلام یہہ ہے کہ (اذا ضربت انفلق)
تب بھی کوئی قباحت ومخالفت قواعد اعرابیہ کے لازم نہین آتی اور سید الطایفہ کو تو اوسکا انکار کرنا
نہین پہونچ سکتا اسلئے کہ خود اونہون نے (فالتقطہ آل فرعون) اور (فلما رآہا تہتز) مین یہی تقدیر
کی ہے چنانچہ اوپر شرحاً ذکر اوسکا ہوچکا ہے ہرچند کہ تقدیر حذف معطوف علیہ کی اور فاء سببیہ
فصیحہ کی مرجح ہے مگر کسی قسم کا اعتراض اس تقدیر پر بھی وارد نہین ہوسکتا بہرحال فا (فانفلق)
کو خواہ فاء فصیحہ عاطفہ ٹھہرایا جاوے یا فاء جواب شرط قرار دیا جاوے دونون صورتون مین مفید
معنی سببیت ہے اور تفسیر مفسرین موافق قاعدہ عربیت کے ہے اور عذرات سید الطایفہ بالکل
غلط اور مبنی اوپر اونکی ناواقفی کے علوم عربیت سے از قسم عذر بدتر از گناہ ہین **قال** جیسے کہ
اس مثال مین ہے ان اکرمتنی فاکرمتک امس یعنی اگر تعظیم کریگا تو میری تو مین تیری تعظیم کل
کرچکا ہون اس مثال مین جزا یعنی گذشتہ کل مین تعظیم کرنا شرط کی معلول نہین کیونکہ وہ پہلے
ہوچکی ہے اسی طرح پر اس آیہ مین سمندر کا پھٹ جانا یا زمین کا کھل جانا ضرب کا معلول
نہین ہوسکتا **قلت** یہہ تفریع سید الطایفہ نے اپنی شق ثانی پر کی چونکہ بحث اسکی مفصلاً
ہوچکی اور ناواقفی سید الطایفہ کا ہم اعلان کرچکے ہین لہذا ضرورت اعادہ کی نہین لیکن یہہ جو
کہتے ہین کہ زمین کا کھل جانا ضرب کا معلول نہین ہوسکتا بجاے (یا زمین کا کھلجانا) کے اگر یہہ کہتے
کہ لاوے دریا کے ٹکڑونکا مانند بڑے پہاڑونکے کھڑا ہوجانا تو سب قلعی اونکی بناوٹ کی ہر خاص عام پر کھلجاتی اب ہم
سید الطایفہ سے یہہ دریافت کرتے ہین کہ چونکہ لغت عربی مین (ان) واسطے تعلیق ایک شئی کے دوسری شئی پر موضوع ہے
پس اگر مثال مذکور مین وہ معنی مقصود نہین جو علماے عربیت نے بیان کیے ہین اور مفصلاً اوسکا ذکر ہوچکا ہے تو سید الطایفہ فرماوین کہ
اونہون نے تعلیق کے کیا معنی سمجہ رکھے ہین اور چونکہ معلق متفرع ہونا ایک ایسی شئی کا کہ پیشتر سے حصول اوسکا متحقق ہو اور ایسی شئی کے جسکا

نیچریہ نمبر ۶ اکتوبر ۱۸۷۲ء مین باصرار تمام اسکے مدعی ہین کہ اِن کتابون مین تبدیل الفاظ و تحریف نہین ہوئی اور قرآن مجید مین بہی یہہ واقعات اونہین کتابون کے مطابق ہین اور اخبار متواترہ سے بہی ایسا ہی ظاہر ہے پس سید الطایفہ کا یہہ کہنا کہ مفسرین قرآن مجید کے مطالب کو یہود کی روایت کے مطابق کہینچ تان کر کردیتے ہین کمال وقاحت اور بے شرمی ہے اور تمامتر دروغ بیفروغ ہے سید الطایفہ نے علماء اسلام اور مفسرین کو اپنے اوپر قیاس کیا کہ محض باتباع ملاحدہ فرنگ کے قرآن کی تحریف پر اور انکار معجزات انبیاء عم اور انکار نصوص پر آمادہ ہوجاتے ہین اور باوجود امکان واقعات مذکورہ کے اونکو خلاف قانون قدرۃ بتلاتے ہین اور اوس قادر علی الاطلاق کو پابند کسی قانون کا ٹہہراکر عاجز ٹہہراتے ہین اور نصوص قرآن مین تحریفات جلی کرکے اولٹے پلٹے معنی گہڑکے کہینچ تان کے تابع اوہام ملاحدہ فرنگ بنانا چاہتے ہین اور اپنے عیوب مفسرین رحمہم اللہ پر لگاتے ہین اور دلمین ذرا نہین شرماتے سے اسی سے تو صبح کاذب دار ہین + صبح صادق را توہم کاذب مبین؛ علاوہ برآن ہرگاہ کہ یہہ قصہ اور قصہ جاری ہوے مضمون کا پتہر سے مطابق تفسیر مفسرین کے اہل کتاب مین بہی مشہور تہا اگر وہ برخلاف واقع کے ہوتا تو بالضرورۃ قرآن مین بتصریح تمام تکذیب اہل کتاب کی کی جاتی نہ یہہ کہ بیان اوسکا ایسے کلمات سے کیا جاتا جو تمامتر موافق کلمات اہل کتاب کے ہین اور بدون تحریفات باطلہ جلیہ کے کسی طرح پر معارض اونکی شہرۃ اور اونکی روایت کے نہین ہوسکتا دیکہو یہود مین مشہور تہا کہ حضرت سلیمان نے بت پرستی کی حضرت ہارون نے گوسالہ بنایا اور اوسکی پرستش کی حضرت جبرئیل ہمارے دشمن ہین اور دشمنی کے سبب سے قرآن نازل کرتے ہین نصرانیون مین مشہور تہا کہ حضرت عیسیٰ خدا اور خدا کے بیٹے ہین پس اگر یہہ دو نو واقعہ بہی ایسے ہی غلط مشہور ہوتے تو ممکن نہتا کہ قرآن مین جسطرح پر اون امور کا رد کیا گیا ہے انکا رد

کرنے مین باتباع روایات باطلہ یہود و نصاری کے کوتاہی کی ہی اسی طرح پر باقی رکھنے آثار بت
پرستی مین مومن باتباع روایات اون لوگون کے جملہ انبیا پر حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت موسی ع م
اور دیگر انبیا بنی اسرائیل علیہم السلام تک الزام لگانے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا اسی طرح پر اور
بہت مواقع مین یہی طریق اختیار کیا ہی چنانچہ اسی عادت کے مطابق یہان بہی لکہتے ہین **قال**
اصل یہہ ہی کہ یہودی اس بات کے قایل تہے کہ حضرت موسی کے لاٹہی مارنے سے سمندر پہٹ
گیا اور زمین نکل آئی تہی اور لاٹہی مارنے سے پتہر مین سے پانی نکلا تہا علماء اسلام تفسیرون
مین خصوصًا بنی اسرائیل کے قصون مین یہودیون کی پیروی کرنے کے عادی تہے اور قرآن کے
مطالب کو خواہ نخواہ کہینچ تان کر یہودیون کی روایتون کے مطابق کرتے تہے اونہون نے اس جگہہ
بہی اور وہان بہی جہان قرآن مین آیا ہی فاضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا ضرب کے
معنی زدن کے لئے اور سیدہے سادہے معجزہ کو ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنادیا۔
قلت اسکی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جبکہ ایک بڑا نصرانی جو جناب عیسی ع م کے حواری ہونیکا
مدعی ہی یعنی پولوس جسکو سید الطایفہ اور اونکے اتباع ہمیشہ بلفظ مقدس یاد کرتے ہین وہ
اور سب علماء نصاری اس واقعہ کو ایسا ہی بیان کرتے ہین جیسا کہ یہود اور مفسرین اہل
اسلام کہتے ہین پہر خصوصیت یہود کی سید الطایفہ نے کیون کی شاید کسی غرض دنیاوی سے
نام نصاری کا زبان پر نہ لائے یا اونکی مخالفت کے اظہار کو اپنی کساد بازاری کا موجب سمجہا
پہر ہم یہہ کہتے ہین کہ یہود مین جو یہہ واقعہ اور واقعہ جاری ہوجانے بارہ چشمون کا پتہر سے بضرب
عصا کے مشہور ہوا یا بنا اوسکی کسی چہوٹی کتاب پر ہی یا کسی کتاب سماویہ پر جو سید الطایفہ کے
نزدیک غیر محرف ہی شق اول تو باطل ہی کیونکہ یہہ قصہ توریت اور زبور اور دیگر کتب سماویہ
مجموعہ بیبل مین اسی طور پر موجود ہی اور خود سید الطایفہ تبیین الکلام اور پرچہ تہذیب

نہ معنی رفتن کے یہانتک کہ اگر بنفسہ بلا واسطہ فی کے بطرف ارض کے بہی متعدی ہوگا تب بہی بمعنی زدن کے ہے ہوگا نہ بمعنی رفتن کے چنانچہ احادیث مین بیان تیمم مین ہے (۱) ضرب النبی صلعم بکفیہ الارض ونفخ فیہما ثم مسح بہما (۲) انما یکفیک ان تضرب بیدیک الارض (۳) ضربوا باکفہم الصعید دیکہوان سب کلامون مین باوجودیکہ ضرب بنفسہ بطرف ارض کے متعدی ہے تب بہی بمعنی زدن ہی کے ہے چونکہ (اضرب) اس آیۃ مین بہی بمفعول بہ یعنی بحر کی طرف بنفسہ متعدی ہے اور (البحر) کو مفعولیت پر دلیلنے نصب دیا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ (ضرب) اس آیۃ مین بمعنی رفتن کے جو لازمی ہے نہین ہوسکتا ثالثاً کتب مقدسہ انبیاء سابق مین اس جگہہ وہ لفظ ہے جسکے معنی زدن مین نہ رفتن چنانچہ عبارات اون کتابونکی ہم پیشتر منقل کرچکے ہین اور سید الطایفہ کو بہت اصرار ہے اسپر کہ اُن کتابون مین تحریف لفظی نہین ہوئی غرضکہ ان دلائل قویہ سے خوب ثابت ہے کہ ضرب اس آیۃ مین بمعنی زدن کے ہے عدول کرنا معنی زدن سے بطرف معنی رفتن کے نہایت درجہ کی غلطی اور تحریف معنی قرآن مجید کی ہے سید الطایفہ نے اس آیۃ مین گفتگو بیفایدہ تو بہت کی مگر اونکے ذمہ سب سے اول بیان کرنا اسکا واجب تہا کہ ضرب کے معنی زدن جو بہت مشہور ہین اور دلایل مذکورہ سے وہی معنی ظاہر ہین اونسے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے اوّل سے آخر تک صرف احتمالات پر جو محض بیدلیل ہین اکتفا کیا اور وہ احتمالات بہی ایسے بیان کئے کہ تمامتر برخلاف لغت عرب اور برخلاف محاورہ اور بول چال عرب کے ہین اسلئے صاف ظاہر ہے کہ محض واسطہ تایید ملاحدہ فرنگ کے قرآن مجید مین تحریفات جلیہ فرمارہے ہین وبس **قال** جیسے عرب بولتے ہین - ضرب فی الارض چلا یا دوڑا زمین پر خود قرآن مجید مین آیا ہے واذا ضربتم فی الارض **قلت** یہہ تو عین حجت قطع احتمال ارادہ رفتن کے ہے اور تمامتر موید ہمارے قول کی ہے کہ جب بمعنی رفتن بولا جاتا ہی تو بطرف مفعول بہ کے متعدی نہین ہوتا بلکہ فی الارض اوسکے صلہ

نہوتا چہ جائیکہ اوسکو تسلیم کیا جاتا غرضکہ یہہ الزام مفسرین اور یہود و نصاریٰ پر عاید نہین ہوسکتا
اگر سید الطائفہ اسکا الزام لگادین تو خدا ئیتعالی پر لگادین کہ توریت اور دیگر کتب مین اوسکو
غلط بیان کیا اور قرآن مجید مین اوس غلطی کی تائید کی **قال** اس مقام مین اضرب کے معنی
زدن کے نہین بلکہ چلنے یا جلد چلنے کے ہین **قلت** اس مقام مین جو معنی اضرب کے چلنے کے
ٹھہراتے ہین اسکے ابطال کے دلائل تو عنقریب ہم لکھینگے اسوقت تو ہم سید الطائفہ سے
یہہ دریافت کرتے ہین کہ ظاہر قرآن سے بدون کسی حذف اور بدون کسی امی اور یعنی کے بڑہانے
کے کوئی دلیل ارادہ رفتن اور مانع ارادہ زدن کی اونکے پاس ہی یا نہین اور ہرگاہ کہ کوئی
دلیل تعین ارادہ رفتن کی نہین تو یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ معنی اضرب کے زدن نہین محض
بلادلیل ہی کہ اصلا لائق اعتبار نہین اب سنئے امتناع معنی رفتن کے وجوہ اولاً معنی ضرب کے
ہرگز مطلق چلنے کے نہین البتہ کبھی زمین مین چلنے کے معنون مین مستعمل ہوتا ہی اور جب ان معنون
مین مستعمل ہوتا ہے تو بدون وقوع صلہ فی الارض لفظون مین یا جو چیز کہ ارض کے معنون کی متضمن ہو
مستعمل نہین ہوتا اور یہی علامت ہے تفرقہ کی درمیان معنی (زدن) اور (رفتن) کے یعنی
جب تک کہ لفظون مین (فی الارض) واقع نہوگا بمعنی (رفتن) مستعمل نہوگا (قاموس مین ہے)
ضرب فی الارض ضرباً وضرباناً خرج تاجراً او غازیاً یعنی ضرب فی الارض ضرباً وضرباناً کے معنی
ہین کہ چلا بغرض تجارت یا جنگ کے (صحاح مین ہے) ضرب فی الارض ضرباً ومضرباً ای سار
فی ابتغاء الرزق یعنی چلا بطلب روزی (ضرب البحر) یا (ضرب فی البحر) کہین بمعنی چلنے
کے کلام عرب مین نہین آیا بلکہ ضرب فی البحر بمعنی تیرنے کے ہی چنانچہ قاموس مین ہے ضرب فی الماء
سبح صراح مین ہے ضرب فی الماء سبح فیہ[1] ثانیاً ضرب فی الارض بمعنی رفتن لازمی ہے اور ضرب بمعنی
زدن متعدی ہے اسلئے جہان کہین متعدی الی المفعول ہوگا بلاشبہ وہان معنی زدن مراد ہونگے

[1] صحیح شناوری کردن در آب شنا کردن ۱۲ منہ

اونکے اورقویٰ مین کچھہ فتور آیا تہا اور چونکہ یہہ واقعہ اونکی وفات سے قریب اکتالیس برس پیشتر تہا اسوقت تو بدرجہ اولیٰ وہ ایسے قوی تہے کہ اصلا چلنے پہرنے مین محتاج لاٹھی کے سہارے کے نتہے اسلئے یہہ کہنا کہ لاٹھی کے سہارے سے چل بالکل فضول اور لغو ٹہرتا ہی قبل از نبوۃ کے غرض اور فایدہ اپنے عصا کا خود اونہون نے بتایا ہی کہ (اتوکأ علیہا واہش بہا علی غنمی) اور بعد نبوۃ کے تو وہ بڑے بڑے معجزانہ کامون کے واسطے تہا کہ کبہی اژدہا بنگیا کبہی مصر کی نہرون ندیون پر جب اوسکو مارا تو تمام پانی نہرون اور ندیون کا خون ہوگیا کبہی مصر کی نہرون اور ندیون پر مارنے سے مینڈک پہیل گئے کبہی زمین کی گرد پر مارنے سے تمام ملک مصر کی زمین مین جوئین پہیل گئین کبہی اوسکے آسمان کیطرف اوٹھانے سے ایسے اولے برسے کہ کبہی نبرسے تہے اور جسقدر انسان وحیوان میدان مین تہے سب مر گئے کبہی اوسکے اوٹہانے سے تمام ملک مصر پر ایسی ٹیڑی آئی کہ کسی درخت پر اور کسی میدان کی گہاس مین سبزی نچہوڑی غرضکہ وہ عصا اسواسطے نتہا کہ موسیٰ عم اوسکے سہارے کے چلنے پہرنے مین محتاج ہون بلکہ وہ تو خدا کی قدرت ناتناہی کا ایک نمونہ تہا کہ اوسے ایسے ایسے معجزانہ کام لئے جاتے تہے اور بیحرون کی سرکوبی کی جاتی تہی اور مضمون لفیعل اللہ ما یشاء واللہ علی کل شئی قدیر وانما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون کا عیانا دکھلایا جاتا تہا اور چونکہ عصا چلنے کا آلہ نہین بلکہ آلہ مارنے کا ہی اس سبب سے ظاہر ہی کہ موسیٰ عم کو یہی حکم تہا کہ دریا پر اوسکو مارتا کہ دریا پہٹ جاوے اور عجیب کام معجزانہ جیسے کہ پیشتر ظاہر ہوئے تہے ظاہر ہووے (سوم) اس جگہ ترجمہ آدہی آیۃ فکان کل فرق کالطود العظیم کا یک لخت اوڑا گئی مگر صفحہ ۳۶ مین دوسرے خط کے تحت مین جو بطور حاشیہ کے ہی اسطور پر لکہا ہی کہ چل اپنی لاٹھی کے سہارے سے سمندر مین وہ پہٹا ہوا ہی پہر تہا ہر ایک ٹکڑہ بڑے پہاڑ کی مانند

مین لانا ضرور ہوتا ہی جیسا کہ اذا ضربتم فی الارض مین ہی اس احتمال کے قائم کرنے پر سید
الطائفہ کو ایسا کلام نقل کرنا لازم تہا کہ جہان ضرب بدون لفظ فی کے بنفسہ مفعول بہ کی طرف
متعدی ہوتا اور معنی رفتن کے مقصود ہوتے وانّی لہذا **قال** پس صاحب معنی یہہ ہین
کہ ہملانے حضرت موسی کو کہا کہ اپنی لاٹہی کے سہارے سے سمندر مین چل وہ پہٹا ہوا ہی یا کہلا
ہوا ہی یعنی پایاب ہو رہا ہی **قلت** رہے سید الطائفہ وجہ عدول کی ظاہر تین آیۃ سے تو
یکطرف احتمال ارادہ معنی رفتن ہی ثابت نکر سکے اور ہرگاہ کہ وہ احتمال ہی بسبب وجوہ مذکورہ
بالا کے غلط اور بیدلیل ہی تو اوسکی بنا پر جو یہہ ترجمہ کیا صریح بنا الفاسد علی الفاسد ہی اگرچہ بسبب
ممتنع ہونے احتمال رفتن کے بالبداہتہ یہہ ترجمہ سید الطائفہ کا محض تحریف ہی اور اسکو زیادہ تر
اس ترجمہ کی تغلیط پر توجہ ضرور نتہی مگر ہم بنظر اعلان بددیانتی و اظہار تحریف سید الطائفہ کے
اونکے اس ترجمہ پر کلام کرتے ہین (اولاً) اضرب کے معنی جو چلنے کے گہڑے ہین اونکا ممتنع
ہونا تو وجوہ سابقہ سے ظاہر ہی حاجت اعادہ کی نہین (دوم) با رجارہ جو کلمہ عصا پر داخل
ہی سید الطائفہ اپنے زعم مین اسکو با استعانت کی کہتے ہین اور اسطور پر اوسکا ترجمہ
کرتے ہین کہ اپنی لاٹہی کے سہارے سے چل لیکن یہہ معنی استعانت کے نہین اسلئے کہ باء استعانت
وہ ہی جو آلہ فعل پر داخل ہوتی ہے چنانچہ صاحب مغنی اللبیب لکہتے ہین الاستعانۃ وہی الداخلۃ
علی آلۃ الفعل نحو کتبت بالقلم ونجرت بالقدوم حالانکہ عصا آلہ رفتن موسی نہین البتہ آلہ زدن ہی
جیسے قلم آلہ کتابت اور تیشہ آلہ نجاری ہی پس معنی حرف با کے جو سید الطائفہ نے گہڑے ہین یہہ
بہی غلط ہین علاوہ برآن ہرگاہ کہ قرآن مجید سے ثابت ہی کہ دریا مین راہ خشک ہو گیا تہا اور سید
الطائفہ کا زعم باطل یہہ ہی کہ وہ راہ پہلے سے خشک تہا تو حضرت موسی کو ایسی خشک راہ مین
لاٹہی کے سہارے کی کیا حاجت تہی وہ تو روز وفات تک نہایت قوی تہے نہ اونکی بینائی مین ضع

اس سے بھی بطلان اس ترجمہ سید الطائفہ کا ظاہر ہر کہ (دریا پھٹا ہوا ہی) اور ہر ایک صورت مین معجزانہ واقعہ مین فرق نہین آتا ضرب عصا سبب انفلاق دریا نہ تھی بلکہ ہی موسی ع کا دریا مین سبب انفلاق دریا کا تھی بہرحال پھٹ جانا دریا کا معجزانہ طریق پر کہین نہین گیا پھر ایک تحریف در تحریف اور دیکھیے کہ اول تو ترجمہ (انفلق) کا یہہ کیا کہ (وہ پھٹا ہوا ہی) جب یہہ دیکھا کہ ہنوز معجزہ سوسی مین کچھ خلل نہین آتا تب اوس مین بندیعہ (یعنی) کی تحریف در تحریف کی کہ بعد اس جملہ کے (وہ پھٹا ہوا یا کھلا ہوا ہی) یہہ لکھا کہ (یعنی پایاب ہو رہا ہی) ان تحریفات کا کیا ٹھکانا ہی (انفلق) کے معنی اول تو بلفظ (یا کھلا ہوا ہی) ہی غلط تھے اسپر بھی نہ صبر کیا کہ اوسکی تفسیر یہہ کی کہ (پایاب ہو رہا ہی) اہل انصاف ذری غور کرین کہ (انفلق) کے معنی پایاب ہو رہا ہی کسطرح ہو سکتے ہین پہلا (انفلق) تو لفظ عربی ہی اسکو تو واقف لغت عرب ہی سمجھہ سکتا ہی (پھٹا ہوا یا کھلا ہوا ہی) یہہ تو اُردو عبارت ہی سب اہل ہند اسکے معنی جانتے ہین وہ کونسا ہٹ دہرم ہی کہ اس عبارت کے معنی یہہ کہہ سکتا ہی کہ (پایاب ہو رہا ہی) **قال** سورہ طہ مین جو آیہ ہی اوس مین صاف بیان ہوا ہی کہ میرے بندون کو رات کو سمندر مین سوکھے رستے سے لیکر نکل چل **قلت** یہان بھی تحریف سے نہ چوکے فرمائیے کہ اس آیۃ مین یہہ کہان ہی کہ رات مین سمندر مین لیکر نکل چل وہ آیۃ یہہ ہی ولقد اوحینا الی موسی ان اسر بعبادی لیلا فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا اسکا ترجمہ صحیح یہہ ہی کہ وحی بھیجی ہمنے موسی پر کہ میرے بندون کو رات مین لیجا پس ازان جاری اونکو لئے سمندر مین راہ خشک اس سے تو یہہ ظاہر ہی کہ مصر سے رات کو نکال کر لیجا یہہ نہین کہ سمندر مین رات کو لیکر نکل چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے رات مین حضرت موسی نکال لیگئے اور دریا کے کنارہ پر تو بنی اسرائیل بروقت طلوع آفتاب کے پہونچے تھے رات مین تو کنارہ تک بھی نہین پہونچے تھے چنانچہ آیات سورہ شعرا مین یہہ امر منصوص ہی واوحینا الی موسی ان اسر بعبادی انکم متبعون یعنی رات مین لیچل میرے بندون کو تم تعاقب کیے جاؤگے الی قولہ تعالی

اب سُنیے اِس آیۃ کی تحریفات کو (فانفلق) جملہ فعلیہ ہی جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہی۔ جسکا ترجمہ صحیح یہہ ہی کہ پس اوسکے ترجمہ مین یہہ تحریف کی کہ جملہ فعلیہ کو بمعنی جملہ اسمیہ کے جو ثبوت پر دلالت کرتا ہی بدلکر یہہ ترجمہ کیا کہ (وہ پہٹا ہوا ہی) پہر حرف فا جو (انفلق) پر داخل ہی جسکے معنی تعقیب اور سببیہ کے ہین اور جس سے صاف ثابت ہی کہ بعد ضرب کے لسبب ضرب کے دریا پہٹ گیا اوسکا ترجمہ صاف اوڑا گئے اور مقصود اس بددیانتی اور تحریف سے یہہ ہی کہ اِس بددیانتی کے سبب اونکے اتباع جو اکثر جاہل لوگ ہین دریا کو پہلے ہی سے پہٹا ہوا سمجہین اگر ہم بعد (اضرب) کے (فضرب) محذوف قرار دین جیسا کہ قاعدہ عربیت کا ہی اور مفسرین نے مطابق اوسکے تفسیر کی ہی تو تقدیر کلام یہہ ہی کہ اضرب بعصاک البحر فضرب فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم یعنی مار تو اپنے عصا سے دریا کو پہر مارا موسیٰ نے عصا سے دریا کو پس از ان پہٹ گیا دریا پس تہا ہر ایک ٹکڑا مانند بلند پہاڑ کی اس تقدیر پر پہٹ جانا دریا کا بعد ضرب کے لسبب ضرب کے صاف ظاہر ہی چنانچہ بحث اوسکی اوپر ہو چکی اور اگر مطابق اوس طریق کے جس طریق پر سید الطائفہ نے تفسیر (فالتقطہ آل فرعون) اور (فلما رآہا تہتز) کی کی ہی اس آیہ کی تفسیر کرین تو معنی آیۃ کے یہہ ہین کہ جب واقع ہوئی ضرب تو دریا پہٹ گیا پس از ان ہو گیا ہر ایک ٹکڑہ مانند بڑے پہاڑ کی پس خواہ سید الطائفہ کے طریق پر خواہ مفسرین کے طریق پر تفسیر اِس آیۃ کی کیجاوے بہر دو تقدیر بالبدیہۃ یہہ امر ثابت ہی کہ ضرب عصا سے بعد ضرب کے دریا پہٹ گیا اور انفلاق دریا متفرع ہی ضرب عصا پر اِسلئے سید الطائفہ نے جو (انفلق) کا ترجمہ بعد چہوڑ دینے ترجمہ فا تعقیبیہ سببیہ کے اسطور پر کیا ہی کہ (وہ پہٹا ہوا ہی) اسکے تحریف ہونے مین کچہہ شک و شبہ باقی نہین رہتا بعد تحقیق اِن سب امور کے اگر بفرض محال ہم ضرب کے معنی چلنے ہی کے ٹہہراوین تو معنی یہہ ہونگے کہ موسیٰ عم کے چلنے کے بعد لسبب چلنے موسیٰ کے دریا پہٹ گیا حالانکہ

مین سمندر کے پایاب ہونے سے خدائی تعالی نے موسی اور تمام بنی اسرائیل کو بچادیا اور جب فرعون نے پایاب اوترنا چاہا تو پانی بڑہ گیا تہا وہ مع اپنے لشکر کے ڈوب گیا **قلت** ہم بہی تو یہی کہتے ہین کہ بڑا معجزہ یہہ تہا کہ خدا تعالی نے بنی اسرائیل کو سمندر مین خشک سڑک بنا دینے سے پار اوتار کر بچادیا اور جب فرعون اور اوسکا لشکر اوس سڑک مین گہسا تو وہ پہاڑ پانی کے جو دائین بائین کہڑے ہوگئے تہے لوٹ پڑے اور فرعون اور اوسکا سب لشکر ڈوب گیا ہمارے اور سید الطایفہ کے بیان مین دو باتون کا فرق ہی ہم اوس راہ کو بدلیل آیۃ (فاضرب لہم طریقا یبسا) کے خشک راہ کہتے ہین سید الطائیفہ برخلاف قرآن مجید کے اوسکو پایاب کہتے ہین جسکے معنی یہہ ہین کہ زمین پر پانی تو بیشک تہا اور زمین خشک نہتی مگر پانی ڈباؤ نہتا دوسری بات یہہ ہی کہ ہم بدلیل (فکان کل فرق کالطود العظیم) کے یہہ کہتے ہین کہ اوس خشک زمین کے دائین بائین جو پانی کے پہاڑ کہڑے ہوگئے تہے وہ لوٹ پڑے سید الطائیفہ بنظر کتمان حق اس مضمون کے لکہنے سے دیدۂ ودانستہ چشم پوشی کرتے ہین تاکہ ایسا نہو کہ اونکے اتباع جو اکثر جاہل ہین اونکی غلطی پر مطلع ہوجادین مگر اسقدر بہی غنیمت ہی کہ اس واقعہ کو معمولی واقعہ دستور کے موافق قرار نہین دیتے بلکہ واقعہ معجزانہ کے ہی قایل ہین اس بحث مین سید الطائیفہ کے ذمہ اول تو اس امر کا ثابت کرنا لازم تہا کہ چونکہ ظاہر کلمات قرآن مجید کے بحسب وجوہ مرقومہ سابق کے مقتضی اسکے ہین کہ معنی ضرب کی زدن ہین پس اون سے عدول کرکے معنی رفتن مراد لینے کی کیا دلیل ہی ثانیًا بعد قایم کرنے دلیل کے اوپر ارادہ معنی رفتن کے جواب اسکا دینا چاہتے ہین کہ کلام عرب مین لفظ ضرب بدون مذکور ہونے (فی الارض) کے لفظون مین بمعنی (رفتن) مستعمل نہین ہوتا حالانکہ یہان فی الارض مذکور نہین امر اول کی بہ نسبت ایک غلط بات بناتے ہین کہ تقدیر آیۃ کی یہہ ہی کہ (اضرب فی البحر) چنانچہ **لکہتے ہین** کہ قرینہ حذف فی کا خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہی کیونکہ یہی قصہ

فاتبعوہم مشرقین فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیہدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم وازلفنا ثم الآخرین وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین ثم اغرقنا الآخرین ان فی ذلک لآیۃ وما کان اکثرہم مومنین یعنی پیچہا کیا فرعون اور لشکر نے بنی اسرائیل کو سورج نکلتے پس جب دیکہنے لگے دو نو گروہ ایک دوسریکو تو کہا موسیٰ کے لوگون نے کہ ہم پکڑے گئے کہا موسیٰ نے کہ ہرگز نہین بیشک میرے ساتہہ میرا رب ہی عنقریب مجکو راہ بتا دیگا پس ازان ہمنے موسیٰ پر وحی بہیجی کہ مار اپنے عصا سے اوس دریا کو (پس مارا موسیٰ نے عصا سے دریا کو) پس پہٹ گیا دریا پس تہا ہر ایک ٹکڑہ پہٹا ہوا مانند بڑے پہاڑ کی اور قریب کردیا ہمنے اوسی جگہ پر دوسرون کو اور نجات دی ہمنے موسیٰ اور اوس کے ساتہہ والون کو سب کو اور ڈبو دیا ہمنے دوسرون کو بیشک اسمین ایک بہت بڑا معجزہ ہوا اور اکثر لوگ ایمان پر نہین ہین ان آیات سے صاف ظاہر ہی کہ بنی اسرائیل رات مین دریا مین داخل نہین ہوئے بلکہ سورج نکلتے تو فرعون کے لشکر نے اونکو دریا کے کنارہ پر جا لیا تہا اور دونون گروہون کا ایسا مقابلہ ہوگیا تہا کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کو دیکہتا تہا اور بنی اسرائیل کو خوف اپنے پکڑے جانیکا ہوا اسکے بعد حضرت موسیٰ کو یہہ حکم ہوا کہ کچہہ خوف نکر اور عصا دریا پر مار پس صریح تحریف سید الطائفہ کی ہی کہ آیۃ سورۃ طہ کے معنی غلط بیان کرکے کہتے ہین کہ میرے بندون کو رات مین سمندر مین لیکر نکل چل اور فاش غلطی یا دیدۂ دانستہ دہوکا اور مغالطہ ہی جو صفحہ ۹۹ پر لکہتے ہین کہ بنی اسرائیل راتون رات پایاب اُتر گئے علاوہ برآن اس آیۃ کے ترجمہ مین صاف لکہتے ہین کہ موسیٰ بنی اسرائیل کو سوکہی راہ مین لیگئے اور (فانفلق) کی تفسیر مین جو ایک (یعنی) کے بعد عبارت لکہی ہی وہ یہہ ہی کہ (سمندر پایاب ہو رہا ہی) اس سے ظاہر ہی کہ موسیٰ ع‌م پایاب سمندر مین تہاہے پانے سے لیگئے تہے پس ایک عبارت دوسری عبارت کے صریح برخلاف ہی الحق کہ دروغگو را حافظہ نباشد **قال** پس جو معجزہ تہا وہ یہی تہا کہ ایسی مشکل کے وقت

ان سب مواقع مین لفظ (ضرب) بمعنی قایم کرنے کے ہی مستعمل ہو اسی طرح اس آیۃ مین بھی بمعنی راہ قایم کرنے یا یون کہو کہ راہ بنانے کے ہی نہ بمعنی رفتن کے علاوہ بران آیۃ (اضرب لہم طریقا فی البحر) مین (فی البحر) مفعول (اضرب) کا بواسطہ (فی) کے نہین بلکہ مفعول اوس کا (طریقا) ہی اور (فی البحر) متعلق (طریقا) کے ہی علاوہ اسکے ضرب لازمی مفعول بیکو نہین چاہتا (اضرب) کو اس آیۃ مین متعدی بطرف (البحر) کے بواسطہ (فی) کے ٹہرانا بالکل خلاف قاعدہ نحویہ کے ہی **قال** اسی آیۃ مین فعل اضرب کی بلاواسطہ حرف جر متعدی الی المفعول ہونے کی مثال بھی موجود ہی **قلت** مین حیران ہون کہ سید الطایفہ کی سمجھ کہان ہی کلام تو اس مین ہی کہ جب فعل (ضرب) مفعول بہ کی طرف متعدی ہوتا ہی اور مفعول بہ کو نصب دیتا ہی تو بمعنی رفتن لازمی کے نہین ہو سکتا چنانچہ خود اس امر کو تسلیم کر کے مدعی حذف حرف (فی) کے ہوئے مین اور اونکے اس قول سے ظاہر ہی کہ اس آیۃ مین فعل ضرب بلا واسطہ حرف جر کے متعدی ہی پس خود اونہین کے اقرارات سے یہہ بات ثابت ہو گئی کہ فعل (اضرب) اس آیۃ مین بمعنی (رفتن) کے بسبب بنفسہ متعدی ہونیکے نہین ہو سکتا اور جبکہ خود اونہین کے اقرارات اور بھی دیگر وجوہ مذکورہ سے یہہ امر ثابت ہو گیا کہ اس آیۃ مین فعل (ضرب) بمعنی (رفتن) نہین تو اس آیۃ کو جو اونہون نے قرینہ اسکا ٹہرایا تہا کہ آیۃ (اضرب بعصاک البحر) مین بھی فعل (ضرب) بمعنی (رفتن) ہی غلطی اوسکی خود بخود عیان ہو گئی لہذا اسلئے جب سید الطایفہ نے یہہ دیکہا کہ کلام تحقیقی کی بنا پر تو یہہ عذر اونکا غلط محض ہی لہذا اوسسے درگذر کر کے باوجود دعوی اجتہاد اور باوجود اس لاف و گذاف کے کہ ہم کسی مولوی ملا مجتہد کی تقلید سے گمراہی مین دہنسینگے طریقہ تقلید کا اختیار کیا چنانچہ **فرماتے ہین** شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیۃ کا ترجمہ یہہ کیا ہی کہ بروبرای ایشان دررا خشک یعنی شاہ صاحب نے ضرب کے

انہین الفاظ سے سورہ طٰہٰ مین آیا ہی جہان فرمایا ہی فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا پس ایک جگہ لفظ فی مذکور ہی تو یہی قرینہ باقی مقامات مین اوسکے محذوف ہونے کا ہی **قلت** یہہ عذر سید الطائفہ کا مبنی ہی اسپر کہ اِس آیۃ مین جو کلمہ (اضرب) ہی وہ بمعنی (رفتن) ہی لیکن یہہ بنا بالبداہہ فاسد اور صاف غلط ہی اِس آیۃ مین (اضرب) ہرگز بمعنی (رفتن) کے نہین ہوسکتا کیونکہ (رفتن) لازم ہی کا اصلا ناصب مفعول بہ نہین ہوسکتا اور یہان فعل (اضرب) ناصب (طریقا) کا ہی جو اوسکا مفعول بہ ہی پس اوسکو بمعنی (رفتن) لازمی کے ٹھہرانا تمامتر جہالت ہی (اضرب لہم طریقا فی البحر) کے اِس آیۃ مین یہہ معنی ہین کہ بنا دے یا قایم کردے اونکے لئے رستہ دریا مین چنانچہ جار اللہ زمخشری کہ بڑے عالم لغات عربیہ ہین اوسکی تفسیر مین لکھتے ہین (فاجعل لہم من قولہم ضرب لہ فی مالہ سہما وضرب اللبن عملہ) یعنی اضرب لہم طریقا کے معنی اجعل لہم ہین (یعنی قایم کردے یا یون کہو کہ بنا دے یا یون کہو کہ ٹھہرا دے) جیسے عرب بولتے ہین (ضرب لہ فی مالہ سہما) یعنی قایم کردیا اوسکے لئے اوسکے مال مین حصہ اور (ضرب اللبن) یعنی بنائی اینٹ اب سنیئے سند اِن معنی کی قرآن مجید مین ہی ضربت علیہم الذلۃ یعنی قایم کردیگئی اونپر ذلت ضربت علیہم المسکنۃ یعنی قایم کردیگئی اونپر مسکنت حدیث مین آیا ہے انک کتبت تسالنی ہل کان رسول اللہ صلعم یغزو بالنساء وہل کان یضرب لہن بسہم فقد کان یغزو بہن یداوین المرضی ویحذین من الغنیمۃ واما السہم فلم یضرب لہن بسہم (رواہ مسلم) دوسری حدیث مین ہی فضرب لہ رسول اللہ صلعم بسہم ولم یضرب لاحد غاب غیرہ (رواہ ابو داؤد) دوسری حدیث (بموطا) مین ہی ان عمر بن الخطاب ضرب الجزیۃ علی اہل الذہب اربعۃ دنانیر وعلی اہل الورق اربعین درہما الحدیث طرفۃ بن عبد البکری کا شعر ہی دیار تیکہ الخبا من لم تبح لہ بتاتا ولم تضرب لہ وقت موعد شعر ان السماحۃ والمروۃ والندی فی قبۃ ضربت علی ابن الحشرج احادیث صحیحین مین ہی (یضرب الصراط بین ظہرانی جہنم) (یضرب الجسر علی جہنم) دیکھئے

اختلافات عبارات کتب مقدسہ سابقہ کی بہی لکہتے ہین جو ہمنے بہ نسبت اس ترجمہ کے لکہی ہے

علاوہ بران کلام تو آیۃ سورہ شعرا یعنی (اضرب بعصاک البحر فانفلق) مین ہے آیۃ سورہ (طہ) کے ترجمہ کو توسید الطایفہ نے صرف قرینہ اسکا قرار دیا ہے کہ اضرب جو آیۃ سورہ (شعرا) مین ہے بقرینہ آیۃ سورہ (طہ) کے بمعنی رفتن ہے پس دیکہنا چاہئے کہ اس آیۃ سورہ (شعرا) مین ترجمہ اضرب کا شاہ صاحب کیا کرتے ہین چونکہ یہہ قاعدہ برہنہ اصول فقہ اور بہی قاعدہ عقلیہ ہے کہ بمقابلہ تصریح صریح کے اعتبار قراین کا نہین کیا جاسکتا ہرگاہ کہ شاہ صاحب نے ترجمہ اضرب کا جو اس آیۃ سورہ (شعرا) مین ہے بلفظ (بزن) کیا تو گو کہ اونہون نے ترجمہ (اضرب) کا سورہ (طہ) مین بلفظ (برو) ہی کیا ہو تب بہی بربنا ر قاعدہ مذکورہ کے وہ ترجمہ قرینہ اسکا نہین ہوسکتا کہ اس آیۃ سورہ (شعرا) مین بہی (اضرب) بمعنی (برو) ہی ہے چونکہ شاہ صاحب بتصریح تمام ترجمہ (اضرب بعصاک البحر فانفلق) کا صاف یہہ لکہتے ہین کہ (بزن عصای خودرا در دریا پس بشگافت) پس سب تقریر سید الطایفہ کی محض فضول ہوگئی بالفرض اگر شاہ صاحب ہی نے سورہ (طہ) کی آیۃ مین ترجمہ (اضرب) کا بلفظ (برو) لکہا ہے تب بہی وہ بمقابلہ اس تصریح صریح کے جو آیۃ سورہ (شعرا) کے ترجمہ مین کی ہے قرینہ اسکا کہ یہان بہی معنی (اضرب) کے (برو) ہی ہین نہ ٹہیرا علاوہ ان سب امور کے قرینہ موثرہ تو اسکو کہتے ہین کہ اعتبار کرنا اوسکا موقع قرینہ مین مستلزم اسکا ہووے کہ جہان وہ قرینہ نہین ہے وہان بہی اوسکا اعتبار واجب ہو اس بنا پر ہم یہہ کہتے ہین کہ بفرض محال اگر یہہ بہی تسلیم کرلیا جاوے کہ آیۃ سورہ (طہ) مین (اضرب) بمعنی (رفتن) ہے کے ہو تب بہی ارادہ معنی (رفتن) کا آیۃ سورہ (طہ) مین مستلزم اسکا نہین کہ سورہ (شعرا) کی آیۃ مین بہی وہی معنی لئے جاوین کیونکہ سورہ (طہ) مین جو وحی ہے وہ بمقام مصر ہے اور اوس مین یہہ حکم ہے کہ (اسر بعبادی فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا)

معنی زدن کے نہین لیئے رفتن کے لئے ہین جو لازمی ہی اور لفظ طریقًا اِس آیۃ مین اضرب کا مفعول ہی اور بلا واسطہ حرف جر متعدی الی المفعول ہوا ہی **قلت** جب خود سید الطائفہ اقرار کرتے ہین کہ اِس آیۃ مین فعل (اضرب) بلا واسطہ حرف کے متعدی بطرف (طریقًا) مفعول کے ہوا ہی پہر اوسکو لازمی بمعنی (رفتن) ٹہرانا صریح اجتماع ضدین ہی گویا یہہ کہنا ہی کہ اِس آیۃ مین یہہ فعل لازمی بہی ہی اور متعدی بہی ہی اور یہہ کسی طرح پر قرین صحت نہین ہوسکتا بلکہ صریح غلط ہی اور چونکہ خود سید الطائفہ اپنے آپ کو مجتہد قرار دیتے ہین اور تقلید سے متنافر ہین اور بمقابلہ سید الطائفہ کے ہم بہی مقلدانہ کلام نہین کرتے اِسلئے ہمکو ضرور نہین کہ ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کچھہ توجیہ کرین علاوہ بران جس آیۃ مین یہان بحث ہی اوسکا ترجمہ شاہ صاحب یہہ لکہتے ہین

کہ بزن بعصا خود دریارا پس بشگافت پس شد ہر پارہ مانند کوہ بزرگ پس اگر دار فیصلہ کا اوپر ترجمہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہی تو جس آیۃ مین بحث ہی اوس مین فیصلا دبر قول شاہ صاحب رہ کے ختم ہوگیا اور (اضرب) بمعنی (زدن) کے قرار پاچکا اور کچھہ حاجت اِسکی نہین رہی کہ دوسری آیۃ مین اونہون نے کیا ترجمہ کیا ہی اور وہ ترجمہ مطابق قاعدہ زبان عرب کے ہی یا نہین اور آیا وہ ترجمہ خود اونہین کا ترجمہ ہی یا ناسخ اول سے غلطی ہوئی کہ بجاے بزن برو لکہا گیا ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مسودہ مین لفظ (بزن) ہی جیساکہ اور مترجمان فارسی کے تراجم مین ہی مگر دایرہ (ن) کا چہوٹا لکہا گیا اور نقطہ (نون) کا (نون) کے سرے پر لگ گیا ایسے کسی ناسخ اول نے جو زبان عرب سے واقف نہتا اوس مسودہ سے جو نقل کی تو لفظ (بزن) کو بسبب اشتباہ خطی کے (برو) پڑہا اور بجاے (بزن) کے (برو) غلطی سے لکہدیا اور اوسکی نقلین جو بعد کو ہوئین اون مین ویسا ہی لکہا گیا جیسا ناسخ اول نے لکہا تہا اور یہہ کچھہ مستبعد نہین چنانچہ خود سید الطائفہ تبئین الکلام مین ایک وجہ

سید الطائفہ کے ذمہ اس امر کا ثابت کرنا ضرور تہا کہ ظاہر کلمات آیۃ (اضرب بعصاک البحر) جو آپ بر
ظاہر الدلالۃ ہین کہ فعل (ضرب) جو اس آیۃ مین ہے بمعنی (زدن) ہے نہ بمعنی (رفتن) اُسسے
عدول کر کے بمعنی (رفتن) مراد لینے کی کیا دلیل ہے اسپر جو ایک قرینہ سید الطائفہ نے قرار دیا
وہ تو بالکل غلط قرار پایا اور اصلا آن کے مدعا کے مفید نہ ٹہیرا پس ہمکو ضرور نہ تہا کہ سید الطائفہ نے
جو قصد تصحیح معنی (رفتن) کا کیا ہے جو بموجب قواعد و محاورہ اور بول چال عرب کے صحیح نہین ہین
اُسکی طرف توجہ کرین کیونکہ جب کوی دلیل عدول کی معنی ظاہری سے نہین تو مجرد ایسے احتمال پر
جو مبنی کسی دلیل پر نہین اور خلاف محاورہ عرب کے ہے اصلا ظاہری معنی نصوص کو بدل دینا جائز نہین ہے
لیکن چونکہ واسطے حاصل کرنے اس مقصود غلط کے سید الطائفہ نے اپنی دانست مین بہت کوشش
کی ہے اور ایسی ایسی غلطیان کی ہین کہ مبتدیان علم نحو بہی اُنپر ہنستے ہین اور تعجب کرتے ہین کہ ایسا ناواقف
علوم عربیہ تفسیر قرآن کے لکھنے کا قصد کرے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اوسکی نسبت بہی کچہ
لکہا جاوے **قال** اس مقام پر یہ بحث پیش آویگی کہ جب ضرب کے معنی چلنے کے آتے ہین
تو اوسکے صلہ مین فی کا لفظ آتا ہے **قلت** تقریر اعتراض کی یہ ہے کہ بدون صلہ (فی
الارض) کے (ضرب) بمعنی (رفتن) کلام عرب مین مستعمل نہین ہوتا یہ بات نہین کہ صرف (فی)
جار ہی بلا مجرور (الارض) کے بہی آتا ہے جیسا کہ سید الطائفہ سمجہ رہے ہین بلکہ بحالت ارادہ معنی
(رفتن) کے واقع ہونا مجموعہ جار و مجرور یعنی (فی الارض) کا ضرور ہے جیسے (اذا ضربتم فی الارض)
اور (آخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ) یہانتک کہ اگر لفظ (فی) ہی واقع
ہوگا اور مجرور اوسکا بجز (ارض) کے کوی اور اسم ہوگا تب بہی (چلنے) کے معنی مین مستعمل
نہوگا مثلا (ضرب فی البحر) اسکے معنی (رفتن) کے نہونگے بلکہ بمعنی (شناوری کردن) یعنی (تیرنے)
کے ہوگا اسی طرح پر اگر لفظ (فی) کا نہوگا اور بنفسہ متعدی بطرف (ارض) کی ہوگا تب

بموجب قول سید الطائفہ کے اسکے معنی یہ ہین کہ (لیچل میرے بندون کو رات مین پس ازان چل
اُن کے لئے رستہ دریا مین خشک) اس جگہہ کچہ کیفیت اسکی بیان نہین فرمائی کہ دریا مین رستہ
کس طرح خشک ملیگا جب کنارہ دریا پر پہونچے اور بنی اسرائیل نے فریاد کی کہ آگے تو دریاے
زخار ہے اور پیچہے سے فرعون کے لشکر نے آلیا تب دوسری وحی دریا کے کنارے پر بہیجی گئی
اور طریق اور کیفیت خشک راہ کے بنانے کی بتائی گئی کہ (اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان
کل فرق کالطود العظیم) یعنی مار تو اپنے عصا سے دریا کو پس پہٹ گیا دریا پس تہا ہر ایک ٹکڑا
پہٹا ہوا مانند بڑے پہاڑ کے چنانچہ آیات سورہ (شعراء) اس مدعا پر بتصریح تمام دلالت
کرتے ہین جنہین دونو مرتبہ کی وحیون کا ذکر موجود ہے یعنی اول تو یہ فرمایا (واوحینا الی موسیٰ
ان اسر بعبادی انکم متبعون) بعد اسکے کئی آیتون مین ذکر جمع کرنے فرعون کا لشکر کو اور تعاقب
کرنے فرعون کا ذکر کے بعد کو یہ فرمایا (فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا
ان معی ربی سیہدین فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم
پس ہر گاہ کہ ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی متحقق ہوگیا کہ بفرض محال اگر آیۃ سورہ (طہ)
مین جو (اضرب) ہے اوسکو بمعنی (ابرو) ہی لیا جاوے تب بہی وہ مستلزم اس کا نہین کہ سورہ
(شعراء) کی آیۃ مین جو (اضرب) ہے اوسکو بہی بمعنی (ابرو) لیا جاوے کیونکہ وحی اول جسمین
حکم رات مین نکال لیجانے بنی اسرائیل کا ہے وہ مصر مین تہی چنانچہ بموجب اُس کے
رات مین بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لے گئے اور دوسری وحی جسمین دریا مین خشک راہ سے
بعد ضرب عصا کے لیجانے کا حکم ہے اُس مین ہرگز ذکر رات کا نہین اور وہ وحی دوسرے مقام پر
نازل ہوئی تہی پس سید الطائفہ نے جو آیۃ سورہ (طہ) کو قرینہ ارادہ معنی (رفتن) کا آیۃ سورہ (شعراء)
مین قرار دیا ہے یہ اونکی صاف غلطی ہے یا دیدہ و دانستہ مغالطہ ہے چونکہ سب سے اول

سے حرج نہین مگر (ارض) کے نہونے سے تو بالضرورۃ ارادہ معنی (رفتن) کا باطل ہی حالانکہ نہ سید الطایفہ قایل اِسکے ہین کہ لفظ (الارض) یہانسے محذوف ہے نہ (الارض) یہان سے محذوف ہو سکتا ہے پس اگر لفظ (فی) کلمہ (البحر) سے محذوف بہی مانا جاوے تو تقدیر یہہ ہوگی (اضرب بعصاک فی البحر) جسکے معنی بموجب لغت عرب کے یہہ ہوئے کہ (شناوری کر دریا مین اپنے عصا کی استعانت سے) یعنی دریا مین تیر اپنے عصا سے اس حالت مین بہی معنی (رفتن) جسکے مدعی سید الطایفہ ہین بالکل غلط ہو گئے اور جبکہ قرآن مجید سے اور دیگر کتب متقدسہ سے اور خود اقرار سے سید الطایفہ کے یہہ امر محقق ہے کہ عبور بنی اسرائیل کا خشک زمین پر ہوکر ہوا تہا اور کتب سابقہ سے یہہ بہی ثابت ہے کہ بچے اور بہیڑ بکریان بنی اسرائیل کی خشک زمین پر ہوکر پار اوتر گئین پس تیرنا خشک زمین پر صریح بے معنی بات اور غلط ہے **قولہ** جو افعال بواسطہ حرف جر کے متعدی ہوتے ہین اون مین حرکات حرف جر کا محذوف کرنا اور بلا واسطہ مفعول کی طرف متعدی کرنا جائز ہے **اقول** جب سید الطایفہ نے یہہ دیکہا کہ فعل (ضرب) اسجگہ ناصب مفعول یعنی (بحر) کا ہے پس واجب ہے کہ بمعنی (زدن) ہی کے ہو جو معنی متعدی ہین اور چونکہ بمعنی (رفتن) لازمی ہے اور وہ ناصب مفعول بہ کا نہین ہو سکتا اسلئے مبہوت ہوئے اور پریشان باتین بنائین اور مغالطہ دینے شروع کئے چنانچہ مغالطہ اول تو یہہ ہے کہ اپنے خیال باطل مین یہہ ٹہیرایا کہ (ضرب) اسجگہ لازمی بمعنی (رفتن) ہے اور افعال لازمی بواسطہ حروف جر کے متعدی ہوتے ہین اِسلئے یہہ بہی متعدی ہوکر ناصب (بحر) کا ہوا مگر چونکہ یہان کوئی حرف جر کلمہ (بحر) پر داخل نہین اور یہہ بہی دیکہا کہ جب حرف تعدیہ کا مفعول بہ پر داخل ہوتا ہے تو اوسکو جر دیتا ہے اور یہان کلمہ (بحر) منصوب ہے تب زیادہ تر گہبرائے اور دوسرا مغالطہ یہہ دیا کہ وہ حرف تعدیہ (فی) ہے اور محذوف ہے اور اوسکو حذف کرکے کلمہ (بحر) کو منصوب کر دیا گیا ہے

بھی بمعنی (رفتن) نہو گا مثلاً (ضرب النبی بکفیہ الارض) اور (انما یکفیک ان تضرب بیدیک
الارض) اور (ضربوا باکفہم الصعید) اسی طرح جب وہ متعدی بنفسہ اور کسی اسم کی طرف ہوگا
تب بھی بمعنی (رفتن) نہو گا مثلاً (ضربت زیدا فی ارض مکۃ) و (اضرب بعصاک البحر) و (اضرب
لہم طریقا فی البحر) اور وجہ اوسکی صاف ظاہر ہے کہ (ضرب) بمعنی (رفتن) لازمی ہے اور بحالت
متعدی ہونے کے مفعول بہ کی طرف معنی لزوم کے باطل ہو جاتے ہین اس سبب سے جب وہ
متعدی بطرف مفعول بہ ہوگا تو معنی (رفتن) کے جو لازمی ہے باطل ہو جاوینگے چونکہ اس آیۃ
مین اور آیۃ (اضرب بعصاک البحر) مین لفظ (فی) نہین ہے اور متعدی بطرف مفعول بہ کے یعنی
(بحر) اور (حجر) کی طرف ہے پس ارادہ معنی (رفتن) کا ممتنع ہے اسکے جواب مین سید الطائفہ
یہہ **کہتے ہین** کہ گرفی کے نہونے سے کچھ حرج نہین اسلئے کہ جب ضرب کے معنی چلنے کے لئے
جاتے ہین تو بواسطہ حرف یعنی فی کے متعدی کیا جاتا ہے اور جو افعال بواسطہ حرف جر متعدی
ہوتے ہین اون مین حرف جر کو محذوف کرنا اور فعل کو بلا واسطہ مفعول کی طرف متعدی کرنا
جایز ہے اور اوس مفعول کو منصوب علی نزع الخافض کہتے ہین پس اس مقام مین فعل اضرب
عصا کے ساتھہ ربط دینے کو ایک حرف جر یعنی ب عصا پر آچکی تھی پھر اس فعل کو مفعول کی
جانب متعدی کرنے کیلئے دوسرے حرف فی کا لانا کسیقدر فصاحت کلام کے مناسب نہ تھا
اسلئے اوسکا حذف اولی تھا پس اس مقام پر تقدیر کلام کی یہہ ہے فاضرب بعصاک فی البحر
قلت یہہ سب تقریر سید الطائفہ کی اسقدر بیقاعدہ اور غلط ہے کہ جس سے صاف ظاہر
ہے کہ اونکو علم نحو مین مبتدیان کی برابر بھی استعداد و دسترس نہین ہر ایک فقرہ اونکا بالکل تباہ
ہے **قولہ** فی کے نہونے سے کچھ حرج نہین الخ **اقول** ہم اوپر ثابت کر چکے ہین کہ بحالت ارادہ
معنی (رفتن) کے ہونا مجموعہ جار و مجرور یعنی (فی الارض) کا ضروری ہے فرض کرو کہ اگر فی کے نہونے

مناسب معلوم ہوتا ہے اولاً چونکہ حذف خلاف اصل ہے اور بدون کسی دلیل یا قاعدہ نحوی کے جو مقتضی
حذف ہو عدول اصل اور ظاہر کلام سے جائز نہین اور یہان کوی قاعدہ نحوی مقتضی اس حذف کا
نہین اسلئے حذف کا قائل ہونا تمامتر خلاف قاعدہ اور محض غلطی ہے ثانیاً علامت تفرقہ کے
درمیان معنی (رفتن) اور (زدن) کے وقوع صلہ (فی الارض) کا ہے اور باتفاق علماء عربیت
کے حذف علامت کا بسبب اسکے کہ معنی بصورت حذف کے ملتبس اور مشتبہ ہو جاتے ہین ہرگز جائز
نہین جار اللہ زمخشری نے اس باب مین تفسیر آیۃ ویمدہم فی طغیانہم یعمہون مین نہایت عمدہ
تقریر کی ہے کہ جس فعل کے صلہ مین کوی حرف جر بروقت ارادہ ایک معنی کے واقع ہوتا ہو تو
اگر وہ فعل بدون حرف جر کے مستعمل ہوا ہو تو ارادہ ان معنی کا جائز نہین وہ لکھتے ہین کہ

کفاک دلیلا علی انہ من المدد دون المد ان الذی بمعنی امہلہ انما ہو مدلہ مع اللام کاملی لہ
فان قلت ما حملہم علی تفسیر المد فی الطغیان بالامہال وموضوع اللغۃ کما ذکرت لا یطاوع
علیہ قلت استجرہم الی ذلک خوف الاقدام علی ان یسندوا الی اللہ ما اسند الی الشیطان
ولکن المعنی الصحیح ما طابقہ اللفظ وشہد بصحتہ والا کان بمنزلۃ الاروی من النعام ومن حق مفسر
کتاب اللہ الباہر وکلامہ المعجز ان یتعاہد فی مذاہبہ بقاء النظم علی حسنہ والبلاغۃ علی کمالہا
وما وقع بہ التحدی سلیما من القادح فاذا لم یتعاہد اوضاع اللغۃ فہو من تعاہد النظم والبلاغۃ علی مراحل

یعنی کافی ہے یہی دلیل اسپر کہ (یمد) اس جگہہ بمعنی (مدد) کے ہے نہ بمعنی (مد) کے (جو بمعنی مہلت دینے
کے ہے) (مد) جو بمعنی (مہلت دینے کے) ہی اُسکے صلہ مین (لام) آتا ہے کہا جاتا ہی (مدلہ) مثل (املی لہ)
کے پھر اگر کوی کہے کہ بعض لوگون کو کس چیز نے آمادہ کیا ہی اسپر کہ (مد) کو بمعنی (مہلت) لیا ہی حالانکہ
لغت جیسا کہ مذکور ہوا موافق اُسکے نہین تو مین کہون گا کہ کھینچا ہے اُن کو اس امر کے خوف نے کہ
اسنا د کرین اللہ تعالی کی طرف اوسکو جسکی اسناد شیطان کی طرف ہوتی ہے لیکن معنی

اب سنئے کیفیت مغالطہ اول کی معنی تعدیہ یعنی متعدی کردینے فعل لازمی کے یہ ہین کہ فعل لازمی کو معنی لزوم سے نقل کر کے معنی متعدی مین کردیا جاوے مثلاً (ذہبت) فعل لازمی ہے اور اُسکے معنی ہین (گیا مین) جب اُسکو متعدی بطرف زید کے کرنا چاہا تو باء تعدیہ (زید) پر داخل کر کے کہا گیا کہ (ذہبت بزید) پس معنی (ذہبت) کے جو یہ تہے کہ (گیا) باء تعدیہ نے آن کو متغیر کردیا اور اب اُسکے معنی یہ ہوگئے کہ لے گیا مین زید کو (بردم زید را) (ذہب اللہ بنورہم) (بردا اللہ تعالیٰ نور آنان را) پس معنی (رفتن) بسبب باء تعدیہ متغیر ہو کر بطرف معنی (بردن) کے منتقل ہوگئی حالانکہ اس مقام پر خود ترجمہ سید الطائفہ سے واضح ہی کہ معنی (ضرب) جو (رفتن) اُنہون نے قبل از تقدیر (فی) ٹہیرائے ہین وہی معنی بعد از تقدیر (فی) بہی بدستور باقی ہین کہ (بروبعصای خود دردریا) اور جب وہی معنی لازمی بدستور باقی رہے تو متعدی ہونا اُس کا اور ناصب ہونا مفعول بہ کا خود بخود غلط ہوگیا شارح رضی لکھتے ہین ومعنی التعدیۃ المطلقۃ ان ینقل معنی الفعل کالہمزۃ والتضعیف وغیرہ وہذا المعنی مختص بالباء بین حروف الجر یعنی معنی تعدیہ مطلقہ کے یہ ہین کہ معنی فعل کو مثل ہمزہ اور تضعیف کے نقل کردے اور متغیر کردے اور یہ بات حروف جر مین سے صرف باء ہی کی ساتہ مخصوص ہے یعنی بجز باء جارہ کے اور کوی حرف جار واسطے تعدیہ کے نہین اب سنئے حال مغالطہ دوم کا اولاً تو حرف (فی) واسطے تعدیہ کے کلام عرب مین نہین جیساکہ قول شارح رضی سے ثابت ہے پس ہرگاہ کہ (فی) ملفوظ فعل کو متعدی نہین کرسکتا تو (فی) مقدر بدرجہ اولیٰ نہین کرسکتا ثانیاً حذف حرف تعدیہ کا ممتنع ہے بجاے (ذہبت بزید) اور (اذہبت زیدا) کے (ذہبت زیدا) بعد حذف باء تعدیہ اور ہمزہ تعدیہ کے ہرگز جائز نہین چونکہ بناء سید الطائفہ کے اس قول کے صرف انہین دونون مغالطون پر تہی اور اُن کا مغالطہ ہونا خوب ثابت ہوگیا پس ہمکو کچہ ضرورت زیادہ کلام کرنیکی باقی نہ تہی مگر بنظر مزید توضیح باب حذف کے چند شرائط حذف کا لکہنا اس موقع پر

لاتفعل) کے معنی ہین کہ (پسند کیا مینے تیرے اِس کام کے نہ کرنے کو) اور (عن ان لاتفعل) کے
معنی ہین کہ (ناپسند کیا) پس اگر ایسے مقام سے (فی) اور (عن) کو حذف کیا جاویگا تو
معنی مین نہایت درجہ کا التباس واقع ہو جاویگا اور ہرگاہ کہ بحالت التباس کے حذف جایز نہین تو
بحالت وجود دلیل منع حذف کے یعنی تعدیہ (ضرب) کے بطرف (بحر) کے بدرجہ اولی جایز
نہین شیخ رضی کافیہ کی شرح مین لکھتے ہین کہ حذف حرف الجر یعنی (فی) و (اللام) قیاس فی
باب المفعول فیہ والمفعول لہ کما کان قیاساً مع (انّ) و (انْ) ولیس بقلیل فی غیر المواضع الثلثۃ
فلا تقول فی (مررت بزید) و (قمت الی عمرو) (مررت زیدا) و (قمت عمروا) یعنی حذف حرف
(فی) اور (لام) کا قیاسی ہے مفعول فیہ اور مفعول لہ مین جیسا کہ قیاسی ہے ساتھہ (ان) مشددہ
اور (ان) مخففہ کے اور نہین ہے قیاسی اِن تین مواضع کے سوا اور کسی موقع مین اسی طرح پر
صاحب مغنی لبیب لکھتے ہین لا یحذف الجار قیاساً الا من (ان) و (انّ) یعنی جایز نہین
حذف جار کا از روی قیاس کے مگر (انّ) اور (انْ) سے دوسرے مقام پر لکھتے ہین لا یحذف
الجار والجازم للفعل الا فی مواضع قویت فیہا الدلالۃ وکثر فیہا استعمال تلک العوامل ولا یجوز القیاس
علیہا یعنی حرف جار اور حرف جازم للفعل بجز اون مواقع کے جہان دلالت قوی ہو اور استعمال
ان عوامل کا کثیر ہو حذف نکیا جاویگا اور اِس موقع مین قیاس جایز نہین مطلب یہہ ہے کہ سوا ر
(انّ) اور (انْ) کے حذف جار بجز اون مواقع کے کہ جہان کلام عرب مین سُنا گیا ہے جایز
نہین اور اون سماعی مواقع پر قیاس کر کے اور مواقع پر حذف کرنا جایز نہین سید الطائفہ نے
جو (البحر) کے اوپر محذوف ہونا (فی) کا قرار دیا ہے اِسنے پایا جاتا ہے کہ اونہون نے (فی البحر)
کو از راہ ناواقفی کے علم نحو سے مفعول فیہ سمجھا ہے حالانکہ یہہ اونکی نہایت درجہ کی ناواقفی ہے علم
نحو سے اور ایسی غلطی فاش اور ناواقفی ہے کہ ہدایت النحو کے پڑھنے والے بھی اونکا ٹھٹھہ کرتے

صیح وہی ہو سکتے ہین جو مطابق لفظ کے ہون اور لفظ اون معنی پر گواہ ہو ورنہ ایسا ہوگا جیسا
کہ بولین تو بزکوہی اور مراد لین شترمرغ (یعنی نہایت درجہ کا غلط ہوگا) او مفسر پر واجب ہے
کہ معنی کی تعبیر مین بقا نظم کا او سکے حسن پر و بلاغت کا عمل وجہ الکمال اور اُس امر کا جسکی بابت معارضہ کیا گیا ہے
(آیات فاتو بسورۃ من مثلہ اور او سکے امثال مین) بہت لحاظ رکہے کہ نہایت درجہ پر رد و قدح
سے سلامت رہے اور اگر او سکا لحاظ نکیا (جیسا کہ سید الطایفہ کا دستور ہے) تو وہ مفسر نظم قرآن
اور بلاغۃ سے کوسون دور ہے (یعنی اصلا لیاقت اسکی نہین رکہتا کہ قرآن کی تفسیر کرنے
بیٹہے) دیکہو کیسی متعصفانہ تقریر کی ہے کہ باوجودیکہ آیۃ مذکور مین (مد) کو معنی (امہال) کے لینا
اور بمعنی (مدد) کے نہ لینا اونکے مذہب اعتزال کے موافق تہا لیکن پہر بہی انصاف کو ہاتہہ سے
ندیا اور سید الطایفہ کی طرح ہٹ دہرمی نکی اور صاف لکہا کہ چونکہ فعل (مد) بمعنی (امہال)
متعدی بواسطہ (لام) کے ہوتا ہے اور اِس آیۃ مین بلا واسطہ (لام) کے بنفسہ متعدی ہوا ہے
پس اوسکو بمعنی (امہال) قرار دینا تمامتر خلاف لغت کے ہے اور ہرگز جایز نہین سید الطایفہ
جو برخلاف لغت کے بلا رعایت بلاغۃ قرآن کے فعل (ضرب) کو جو بغیر صلہ (فی الارض) کے
واقع ہوا ہے بوانمائی حذف کے بمعنی (رفتن) قرار دیتے ہین محض ناواقفی ہے اونکے علم
لغت اور علم معانی وبیان و فصاحت و بلاغت سے اور بجز تقلید ملاحدہ و دہریہ نیچریہ کے او
کچہہ نہین اور بقول علامہ زمخشری تفسیر قرآن سے کوسون دور ہین اصلا لیاقت تفسیر قرآن کی
نہین رکہتے اسی مطلب کو جو علامہ زمخشری نے لکہا ہے صاحب مغنی لبیب باب حذف مین
ایک مقام پر اِس طور پر لکہتے ہین یجوز حذف الحرف اذا امن من الالتباس یعنی حذف کرنا
حرف کا اوسوقت مین جایز ہے جبکہ خوف اشتباہ کا نہو دوسرے مقام پر لکہتے ہین کہ منع
حذف الجار فی نحو رغبت فی ان تفعل او عن ان لا تفعل غرض یہہ ہے کہ (رغبت فی ان

پس معنی یہہ ہوئے (لیجا اپنے عصا کو دریا مین پس لیگئے موسی عصا کو دریا مین تو پہٹ گیا دریا) یا بطور ترجمہ ہائے سید الطایفہ جو آیت (فالتقطہ) اور (فلما آتاہا) مین کیاہے یون کہو کہ (جب موسی عصا کو لیگئے دریا مین تو پہٹ گیا دریا) پس اس اعتبار پر بہی پہٹ جانا دریا کا ایک معجزانہ طریق پر ثابت ہے اور یہہ معنی سید الطایفہ کے گڑہے ہوئے معنی سے بدرجہا بہتر ہین قولہ اس مقام پر فعل اضرب کے عصا کے ساتہہ ربط دینے کو ایک حرف جر یعنی ب عصا پر آچکی تہی پہر اوسی فعل کو مفعول کی جانب متعدی کرنے کیلئے دوسرا حرف جر یعنی ف کا لانا کسیقدر فصاحت کلام کے مناسب نتہا الخ اقول سبحان اللہ اب تو سید الطایفہ علم بیان کے بہی قاعدہ گڑہنے لگے کیون نہو جبکہ قانون قدرۃ بنانے کا اپنی ذات کو مختار سمجہتے ہین تو علم بیان کے قواعد گڑہنے مین کیا دقت ہے مگر کیا کرون بے اختیار وہی شعر زبان پر آتا ہے ؎ وما ام الرذین وان ادلت * بعالمۃ باخلاق الکرام جناب والا کو قواعد علم نحو کے سمجہنے کی تو استعداد ہے نہین تسپر ازراہ بوالہوسی کے خیال خام بنانے قواعد بیانیہ کا دماغ مین سمایا ہے فرمائیے کہ یہہ قاعدہ (کہ جب فعل کا تعلق بواسطہ حرف جر کے ایک اسم کے ساتہہ ہو اور اوسکے صلہ مین یا تعدیہ مین دوسرے حرف جر کا لانا واجب ہو تو دوسرے حرف کا لانا کسی قدر فصاحت کلام کے مناسب نہین اور حذف اوسکا اولی ہوتا ہے) از قسم ایجاد بندہ ہے یا کچہہ سند بہی اسکی ہے اور علماء بیان مین سے کسی نے لکہا ہے اگر از قسم اول ہے تو جواب اوسکا یہی ہے کہ (کالای زبون بریش خاوند) اور اگر قسم ثانی سے ہے تو بحوالہ کسی کتاب علم معانی وبیان اور علماء اس فن کے کیون نہین لکہا درحقیقت یہہ قاعدہ موضوعہ سید الطایفہ کا لغو محض اور غلط صریح ہے خود سید الطایفہ لکہتے ہین کہ ایسی صورت مین اولی ہے یعنی واجب نہین اور تصریحات جار اللہ زمخشری اور دیگر علماء عربیہ سے جو ہشتبر لکہی گئین لانا حرف جر کا صلہ مین ایسے فعل کے جسکا استعمال بدون اوس حرف کے نہوتا ہو واجب ہے مثل (آتمہ)

ہین اور ہنستے ہین اور کہتے ہین کہ یہی حضرت ہین جو باوجود اسقدر بے علمی اور ناواقفی کے قران مجید کی تفسیر کرنے بیٹھے ہین حیف کہ ہنرمندان بمیرند وبے ہنران جای ایشان گیرند ع زشتی عالم صورت نادر گرفت شرح اسکی یہہ ہے کہ منصوب بتقدیر فی مفعول فیہ کہلاتا ہے اور تقدیر فی کی ظروف زمان مین اور منجملہ ظروف مکان کے مبہمات یعنی جہات ستہ اور (عند) اور (لدی) اور جو معنی (عند) اور (لدی) کے ساتھہ ہین اور لفظ (مکان مابعد دخلت) مین تو ہو سکتی ہے اور انکے ماسوا مین ممتنع ہے چنانچہ مقدمہ اعراب ابن حاجب یعنی کافیہ مین بتصریح تمام لکھا ہے شرط نصبہ

تقدیر (فی) وظروف الزمان کلہا تقبل ذلک وظروف المکان ان کان مبہما قبل والا فلا وفسر

المبہم بالجہات الست وحمل علیہ عند ولدی وشبہہا لابہامہا ولفظ مکان لکثرتہ ومابعد دخلت علی الاصح

چونکہ کلمہ (بحر) نہ ظروف زمان مین ہے نہ اون چیزون مین ہے جن مین تقدیر (فی) کی جائز ہے لیس وہ اصلا اس قابل نہین کہ اوسپر (فی) محذوف کیا جاوے اور اوسکو بتقدیر (فی) منصوب ٹہیرایا جاوے بہت بڑا افسوس ہے سید الطائفہ کے حال پر کہ باوجود اسقدر ناواقفیت زبان عرب اور قواعد زبان اور دیگر علوم عربیہ سے ازراہ بوالہوسی کے آمادہ لکہنے تفسیر قرآن کے ہوئے ہین مگر غور کی جاتی ہے تو کچہہ محل افسوس نہین اسلئے کہ مقصود اونکا تفسیر نہین بلکہ تحریف ہے اور تحریف کے واسطے کوئی علم درکار نہین جو جی مین آیا کہدیا بجای (مررت بزید) کے (مررت زیدا) اور (قمت الی عمرو) کی جگہہ (قمت عمروا) ٹہیرادیا (اروی) کے معنی (نعام) اور (نعام) کے معنی (اروی) کہدیئے ان سب خرابیون کو بطور فرض محال اگر تسلیم ہی کرلیا جاوے اور تقدیر آیۃ کی یہی ٹہیرائی جاوے کہ (اضرب بعصاک فی البحر فانفلق) اور (ضرب) بمعنی (رفتن) ہی تسلیم کرلیا جاوے تب بہی مدعا سید الطائفہ کا حاصل نہین ہو سکتا کیونکہ اس تقدیر پر ہم یہہ کہہ سکتے ہین کہ حرف (با) جو (عصا) پر داخل ہے واسطے تعدیہ کے ہے جیسے (اذہب بزید) مین ہے

السهل والمكان المرتفع والمنخفض كالرهوة فيهما ضد والواسعة الهين السكون وارهى تزوج واسعة وصادف

مضعار ها كسماراى واسعاً السخ يعني (رہو) کے معنی ہین کشادگی درمیان دونون پانون کے اور آہستہ

چلنے کے اور جاے بلند وپست کے مثل معنی (راہوہ) کے ان دونو معنی مین ضد ہے اور زن فراخ فرج کے

اور سکون کے معنی بھی ہین اور (ارہی) کے معنی یہ ہین کہ نکاح مین لایا زن فراخ فرج کو اور رہو جگہ

وسیع ہین چونکہ بمعنی مکان منخفض اور مرتفع اسم جامد ہے اسلئے یہ معنی مناسب اس آیۃ کے نہین البتہ معنی

سکون اور فستح بین الرجلین اور وسعت کے مناسب اس مقام کے ہین چنانچہ جار اللہ زمخشری کشاف مین

لکھتے ہین الرہو فیہ وجہان احدہما الساکن قال الاعشی یمشین رہوا فلا الاعجاز خاذلة ولا الصدور علی

الاعجاز تتکل ای مشیا ساکنا علی ہنیتہ اراد موسی لما جاوز البحران یضربہ بعصاہ فینطبق کما ضربہ فانفلق فامر

بان یترکہ ساکنا علی ہنیتہ قارا علی حالہ من انتصاب لماء وکون الطریق یبسا لا یضربہ بعصاہ ولا یغیر منہ شیئا

لیدخلہ القبط فاذا حصلوا فیہ اطبقہ اللہ علیہم والثانی ان الرہو الفجوۃ الواسعۃ وعن بعض العرب انہ رای

جملا فالجا فقال سبحان اللہ رہو بین سنامین ای اترکہ مفتوحا علی حالہ یعنی رہوا کے معنی ہین دو وجہ سے

ایک سکون یعنی چھوڑ دے دریا کو ٹھیرا ہوا موسیٰ ع م نے ارادہ کیا کہ دریا پر عصا مارین تاکہ وہ پھر برابر

ہو جاوے جسطرح عصا کے مارنے سے پہلے پھٹ گیا تھا پس امر کیے گئے کہ ایسی حالت پر چھوڑ دین خشک راہ

متغیر نہ کرین تاکہ قبطی اُسمین داخل ہون پھر جب اوسمین آجا دین تو اللہ تعالیٰ دریا کو پھر لوٹا دے دوسری

وجہ یہ ہے کہ رہو کے معنی ہین شگاف وسیع منقول ہے بعض عرب سے کہ دیکھا اُسنے ایک اونٹ دو کوہانہ کو

تو کہا سبحان اللہ (رہو بین سنامین) یعنی سبحان اللہ راہ وسیع ہے درمیان دونو کوہانون کے مراد یہ ہے

کہ چھوڑ دے دریا کو پھٹا ہوا اسی حالت پر تحقیق اقام کی مطابق لغت عرب کے یہ ہے کہ لفظ ترک جب ناصب دو اسمونکا ہوتا ہے تو متضمن ہوتا ہے معنی تصییر کو

اور افعال تحویل مین شمار کیا جاتا ہے و مفید معنی تبدیل حالت مفعول اول کا ہوتا ہے دیکھو الفیہ ابن مالک اور اُسکی شرح کو شارح رضی

لکھتے ہین کہ ما سوا افعال قلوب کے جو ناصب افعال دو جزو دن جملون کا ہوتا ہے وہ (صیّر) ہے

اور (أمدّ له) کے جسکی تقریر جار اللہ زمخشری نے کی ہے پس واجب و ضروری کو چہوڑ کر اولی پر عمل کرنا صریح خلاف عقل کے ہے اور بسبب وجود ایسے حذف کے کہ جسپر کوئی قرینہ نہین اور واقع ہونے مفعول بہ منصوب کے اور دیگر وجوہ مذکورہ کے ایسی حالت مین ایسا حذف ہر آئینہ مستلزم تعقید ہے کہ جو ہر آئینہ مخل فصاحت ہے چہ جای آنکہ اولی اور انسب ہو اب سنیے بطلان اس قاعدہ موضوعہ کا کلام بلاغت القیام معجز نظام سے (جرین بہم بریح طیبۃ) دیکہو ضمیر (ہم) پر بار تعدیہ اور (ریح) پر بار سببیہ ایک ہی جملہ مین موجود ہے (یدنین علیہن من جلابیبہن) (ولیضربن بخمرہن علی جیوبہن) الی غیر ذلک اور کلام فصحاء عرب مین ایسا بہت ہے **شعر** وما ام الزوین و ان ادلت * بعالمۃ باخلاق الکرام سید الطایفہ کے حق مین بہتر یہی تہا کہ ایسی ایسی لغویاتین اپنے اتباع جہلا مین بیٹھکر بطور لکچر کے زبانی ہی بیان فرمایا کرتے عبث اونہون نے تحریر مین لاکر الزام ناواقفی کا اپنے اوپر عائد کیا صفحہ ۹۹ پر سید الطایفہ **لکھتے ہین** کہ مطلب ان آیات سورۂ دخان کا (فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون واترک البحر رہوا انہم جند مغرقون) ٹہیک یہہ ہے کہ چہوڑ چل سمندر کو ایسی حالت مین کہ وہ اوترا ہوا ہے اور صفحہ ۹۳ پر **لکھتے ہین** کہ رہوا کا ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب نے تہم رہا کیا ہے اور شاہ رفیع الدین صاحب نے خشک کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے آرمیدہ اور قاموس مین اوسکے معنی لکہے ہین المرتفع والمنخفض ضد والسکون **قلت** شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما کے ترجمہ باہم مطابق ہین اور بلحاظ معنی سکون کے یہہ دونو ترجمہ مطابق لغت کے ہین شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصہ مطلب کو بطور ترجمہ کے لکہا ہے مطلب اونکا یہہ ہے کہ وقت عبور بنی اسرائیل کے دریا خشک ہوگیا تہا اور اوسی حالت پر چہوڑ دیا گیا تہا اس سبب سے اونہون نے بلفظ (خشک) ترجمہ کردیا

حاصل سب تراجم کا ایک ہی ہے قاموس مین ترجمہ (رہوا) کا یہہ ہے الفتح بین الرجلین والسیر

اسرائیل کا تعاقب کئے ہوے تھے اور دریا کے کنارہ پر اونہون نے بنی اسرائیل کو آلیا تہا ایسی حالت مین دریا کو پہٹا ہوا چہوڑ دینے مین مخاطب کے دل مین اس تردد کے پیدا ہونے کا احتمال تہا کہ ایسا نہو کہ قبط بہی اسی راہ تعاقب کرتے ہوئے آجاوین اِسلئے بطور جملہ مستانفہ جو واسطے بیان سبب جملہ سابقہ کے ہوتا ہے واسطے رفع اس تردد کے اور بیان سبب پہٹے ہوئے چہوڑ دینے کے یہہ جملہ لایا گیا کہ (انہم جند مغرقون) یعنی خوف نکرو وجہہ پہٹے ہوئے چہوڑ وادینے کی یہہ ہے کہ قبط اِسمین ڈبو دیئے جاوینگے یعنی وہ دریا کو پہٹا ہوا اور درمیان مین خشک راہ دیکہکر اسی راہ مین داخل ہونگے اور ڈبو دیئے جاوینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا پس سید الطائفہ جو یہہ کہتے ہین کہ ٹہیک مطلب آیۃ کا یہہ ہے کہ چہوڑ چل سمندر کو ایسی حالت مین کہ اوترا ہوا ہے بالکل غلط ہے (رہوا) کا ترجمہ جو (اُترا ہوا) کیا ہے صاف تحریف ہے نہ مطابق کسی ترجمہ مترجمان موصوفین کے ہے نہ مطابق لغت کے ہے نہ مطابق کسی آیۃ قرآن کے ہے نہ مطابق کتب سابقہ کے ہے بلکہ سب کے برخلاف ہے مطلب آیۃ حسب تحقیق مذکورہ بالا صاف یہہ ہے کہ دریا کو پہٹا ہوا چہوڑ دے اور یہہ مطلب تمامتر مطابق لغت اور مطابق سب تراجم اور دیگر آیات قرآن مجید کے ہی یہانتک سید الطائفہ نے تحریف آیات مین بہت کوشش اور حد سے زیادہ عرق ریزی فرمائی مگر بحکم اللہ متم نورہ ولو کرہ المبطلون کچہہ کام نہ آئی اور سب تلبیسات اونکی ظاہر ہوگئین اب اپنی جغرافیہ دانی کا بہی اظہار کرتے ہین حالانکہ اس فن سے بہی بے بہرہ محض ہین سُنی سنائی باتین تقلیدًا بلاتحقیق محض فضول لکہتے ہین حالانکہ اون سے کچہہ مدعا اونکا ثابت نہین ہوتا **قال** جب بحر احمر کے شمال کی طرف چلے جاؤ تو اخیر کو دو شاخین ہوگئی ہین اور اون دونو کے بیچ مین جو مثلث جگہ ہی وہ جگہ اون جنگلاون اور پہاڑون کی ہے جہان بنی اسرائیل چالیس برس ٹکراتے پہرے اتون رات بنی اسرائیل بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک مین جہان ہمنے نقشہ مین نقطون کا

اور جو (صیّر) کے مرادف ہو مثل (جعل) و (وہب) و (ردّ) و (ترک) کے اور ابن درستویہ کا
یہہ قول ہے کہ (غادر) بہی (صیّر) کے ساتہہ ملحق کیا گیا ہے جسطرحپر (ترک) جو بمعنی (صیّر) کے
ملحق کیا گیا ہے۔ انتہی مختصرا ایسی حالت مین معنی ترک کے یہہ ہین کہ فاعل فعل ترک نے
مفعول اول کو حالت اصلی سے متغیر کرکے مصداق مفعول ثانی کا کر دیا دیکہو آیہ کریمہ (مثلہ
کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا) یعنی مثل ریا کار مانند صاف پتہر کے ہی کہ اوسپر
کچہہ ہی ہے کہ پڑا اوسپر مینہہ پس چہوڑا اوسکو صاف وسخت یعنی مینہہ نے اوسپر تصرف کرکے اوسکی
اوپر کی مٹی کو بہا کر چٹیل پتہر چہوڑ دیا اور (فلما اضاءت ما حولہ ذہب اللہ بنورہم وترکہم فی
ظلمات) یعنی اونکے نور کو زائل کرکے اونکو تاریکی مین چہوڑ دیا اسی طرحپر سے فترکتہ جزر السباع
ینشنہ ؛ یقضمن حسن بنانہ والمعصم یعنی مینے اوسپر تصرف قتل کا کرکے طعمہ سباع کرکے چہوڑ دیا
شعر ترکوہم لجبین وآبوا بنہاب الصم منہ الحدار یعنی بنی تمیم نے اوس قوم پر تصرف قتل کا کرکے
اونکو ٹکڑے ٹکڑے کرکے چہوڑ دیا شعر اردت لکیما ان تطیر بقربتی ؛ فتترکہا شنا ببیداء یعنی تیرا
ارادہ ہے کہ میری مشک کو لیجاکر پہاڑ دے اور اوسکو جنگل مین پہٹا ہوا چہوڑ دے اسی طرحپر شعر
ان السیوف غدوہا ورواحہا ؛ ترکت ہوازن مثل قرن الاعضب یعنی صبح وشام کی تلوارون
نے ہوازن پر تصرف قتل کا کرکے اونکو مثل ڈونڈی بکری کے کر دیا اسی طرحپر سے فلما عاونا
واستوثنا علیہم ؛ ترکناہم صرعی لنسر وکاسر اب سمجہنا چاہیئے کہ اس آیۃ (اترک البحر رہوا)
مین کلمہ (اترک) ناصب ہے دو اسمون کا ایک (بحر) دوسرا (رہوا) پس کلمہ (اترک)
سے صاف ظاہر ہے کہ موسیٰؑ کو جو فاعل فعل (اترک) ہین حکم ہے کہ (بحر) پر تصرف (انفلاق)
کرکے یعنی پہاڑ کر اور اوسکے ٹکڑون کو مثل کوہہائی عظیم کے کرکے اوسی طور پر چہوڑ دے
اور ہنوز قصد اسکا نہ کر کہ وہ پہلی حالت پر جو قبل از انفلاق تہی عود کرے اور چونکہ قبطی

نہین ہم کہتے ہین کہ یہہ بات محض غلط ہے خود سید الطایفہ اس بڑھاو کو امر عادی قرار دیتے
ہین اور فی الواقع (جوار بہاٹا) جسکو عربی مین (مد وجزر) کہتے ہین ایک ایسی معمولی بات ہے
کہ اوسسے سب رہنے والے سواحل قریب دریا کے واقف ہوتے ہین اور اوسکے اوقات سے
بخوبی واقفیت رکہتے ہین پس یہہ بات کوئی صاحب عقل باور نہین کرسکتا کہ خود فرعون جو
زمانہ دراز سے سلطنت مصر کی جسمین یہہ دریا واقع ہے کرتا تہا اور اوسکے تمام لشکر مین سے جو ایک
جم غفیر تھا کوئی بہی (جوار) یعنی (مد) یعنی (بڑہاو) کے وقت سے واقف نہو اور بسبب ناواقفی
کے ایسا کام کرے کہ جسمین ڈوب جانا یقینی ہو اور یہہ جو کہتے ہین کہ غلط راہ پر ڈالدیئے یہہ
بہی مغالطہ ہے سب کتب سماویہ سے ثابت ہے کہ جو راہ بنی اسرائیل نے اختیار کیا تہا اوسی راہ
فرعون بہی چلا تہا آیۃ ازلفنا ثم الآخرین مین کلمہ (ثم) بفتح ثاء مثلثہ ہے جسکے معنی ہین (اوسی
جگہہ) کشاف مین ہے حیث انفلق البحر یعنی جس جگہہ دریا پہٹا تہا اسی طرح سب کتب سماویہ سے
یہی مطلب ظاہر ہے پولوس کے نامہ موسومہ عبرانیان مین بہت صاف موجود ہے کہ جب
مصریون نے اوس راہ کا قصد کیا تو ڈوب گئے علاوہ بران جب خشک راہ موجود تہا جسپر
بنی اسرائیل گذرے تہے تو اوس راہ کو چہوڑکر دوسرا غلط راہ اختیار کرنا صریح خلاف قیاس ہے
سوا اسکے ہرگاہ کہ اوس خشک راہ کے دائین بائین پانی کے پہاڑ کہڑے تہے پہر وہ کونسا
رستہ تہا جسکو سید الطایفہ غلط راہ بیان کررہے ہین پہر اس تذبذب سید الطائفہ کو بہی
دیکہنا چاہیئے کہ کہین تو پانی کے بڑہاو کو موجب غرق کہین غلط راہ چلنے کو باعث غرق ٹہراتے ہین
غرضکہ پریشان باتین بہت بناتے ہین مگر جہوٹی بات ہے بن نہین آتی اور پہر جو کہتے ہین کہ صبح
ہوتے الخ چونکہ ہم اوپر ثابت کرچکے ہین کہ بنی اسرائیل بہی صبح ہوتے دریا مین داخل ہوئے تہے
پس تخصیص اسکی کہ فرعون صبح ہوتے دریا مین داخل ہوا محض غلط ہے اور یہہ جو کہتے ہین کہ معلوم

نشان دیا ہے پار اُتر گئے **قلت** یہہ قول سید الطایفہ کا کہ راتون رات اُتر گئے محض غلط
ہے غلطی اسکی ہم پیشتر ثابت کر چکے ہین اور یہہ جو کہتے ہین کہ بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک الخ یہہ بہی
محض توہم باطل ہے اول تو اسکا ادنی ثبوت بہی نہین ثانیا کتب سابقہ مین تصریح یہہ الفاظ
ہین کہ (بیچو بیچ دریا کی گہراوٴن مین) اور ان الفاظ سے صاف سید الطایفہ کی تکذیب ظاہر ہے
قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے کہ جس خشک راہ بنی اسرائیل نے عبور کیا تہا اونہین کے پیچہے
پیچہے فرعون بہی اوسی راہ مع لشکر کے دریا مین داخل ہوا تہا دیکہو آیۃ (فاتبعہم فرعون بجنودہ فغشیہم من الیم
ما غشیہم) اور چونکہ اوس راہ کو یہہ کلمہ فرمایا ہے پس دیکہنا چاہئے کہ ایا (یم) دریا کی نوک کو کہتے
ہین یا میانہ دریا کو جہان بہت گہرا پانی ہوتا ہے زمخشری یم کی تفسیر مین لکہتے ہین الیم البحر
الذی لا یدرک قعرہ وقیل ہو لجۃ البحر ومعظم مائہ واشتقاقہ من التیمم لان المستنفعین بہ یقصدونہ
یعنی یم اوس موقع دریا کو کہتے ہین کہ جسکی تہاہ نہ پائی جاوے اور کہا گیا ہے کہ لجۃ البحر اور معظم پانی
کو کہتے ہین اور اشتقاق اوسکا تیمم سے (جو بمعنی قصد ہے) ہے اسلئے کہ نفع اوٹہانیوالے (یعنی جہاز
چلانے والے) اوسکا قصد کرتے ہین بہر حال دونو معنی کے اعتبار سے کنارہ دریا پر جو سید الطایفہ
نے نقطہ لگائے ہین غلط محض ہین اور تائید باطل کی غرض سے یہہ بناوٹ کی ہے **قال** معلوم
ہوتا ہے کہ اوسوقت بسبب جوار بہاٹے کے جو سمندر مین آتا رہتا ہے اوس مقام پر کہین خشک
زمین نکل آتی ہے اور کہین پایاب رہجاتی ہے بنی اسرائیل پایاب وخشک راستہ سے با من اُتر گئے
صبح ہوتے فرعون نے جو دیکہا کہ بنی اسرائیل پار اُتر گئے اوسنے بہی اونکا تعاقب کیا اور لڑائی
کی گاڑیان وسوار و پیادے غلط راہ پر سب ڈالدیئے وہ وقت پانی بڑہنے کا تہا جیسے کہ اپنی عادت
کے موافق بڑہتا ہی اور ڈباوٴ ہو گیا جس مین فرعون اور اوسکا لشکر ڈوب گیا **قلت**
اسکا کیا ثبوت ہے کہ وہ وقت پانی بڑہنے کا تہا بے دلیل ایک بات کہدینی تو اصلا قابل قبول

گیارہ بارہ سو برس کا سمجھنا چاہیئے مگر آپ جو یہہ باتین اپنے دِل سے گھڑ کر فرما رہے اور حکم قطعی لگا رہے ہین کہ زمانہ عبور بنی اسرائیل اور غرق فرعون مین بحر قلزم مثل چھوٹی چھوٹی ندیون اور جھیلون اور تالابون کے تھا اور جوار بھاٹہ تھا اپنے زمانہ کو ارشاد کیجیے کہ کئی دِن کا ہی کی آمدی کئی پہر شدی اور عنقریب ظاہر ہوجاویگا کہ خیال بارہ سو برس کے دیکھنے والون کا تمامتر صحیح ہے اور طعن آپکا اونپر آپکا جہل مرکب ہے پہر مفسرین نے تو جو کچھہ لکھا ہی اوسکے لئے تو اسناد کتب عین اوسی زمانہ کے مثل توریۃ اور کتاب یوشع بن نون اور دیگر کتب عہد قریب کی مثل دیگر کتب سماویہ اور کتب تواریخ ہر زمانہ کی موجود ہی آپ فرمائیے کہ آپ جو یہہ بے اصل محض غلط باتین اپنے دِل سے بنابنا کر لکھتے ہین اُنکی کیا سند آپکے پاس موجود ہے پھر گو کہ ظہور اسلام کا بارہ تیرہ سو برس سے ہی قرآن مجید تو کلام قدیم ہے اسمین اس مقام کو یہ کلمہ (یم) جسکے معنی معظم الماء اور لجۃ البحر مین تعبیر فرمایا ہے اور اوسسے صاف وصریح تصدیق مفسرین کی اور تکذیب آپکی ثابت ہے اور قرآن مجید مین جو یہہ ہے کہ کان کل فرق کالطود العظیم جسکا ترجمہ آپ ہی یہہ لکھتے ہین کہ تھا ہر ایک ٹکڑہ بڑے پہاڑ کی مانند آپ ہی ایک لمحہ کو تقلید ملاحدہ و حمقاء فرنگ سے دست بردار ہو کر فرمائیے کہ ایا ممکن ہے کہ ایسی ہیئۃ ایسے پانی کی ہوسکتی ہے جیسا کہ آپ از راہ خلاف نمائی اور مغالطہ اور ہٹ دہرمی کے لکھہ رہے ہین یہہ کیفیت تو بالبدیہۃ جوار بھاٹہ مین ہرگز نہین ہوتی البتہ یہہ ہوتا ہے کہ پانی جو جوار مین جوش کرتا ہے اور طغیانی پر ہوتا ہے وہ جوش اور طغیانی گھٹ جاتی ہے پس اوسکو اوپر جوار بھاٹہ کی محمول کرنا صراحتہ خلاف نص قرآن کے ہے ایسی خلاف نمائی اور تائید باطل جیسی آپ کر رہے ہین نہایت مذموم اور بڑی شرم کی بات ہے علاوہ بران یہہ تو مسلم ہے کہ بہت بڑا لشکر جرار کہ جسمین چھہ سو گاڑی چنی ہوئی اور اور گاڑیان مصر کی اور سوار و پیادہ بیشمار تھی یکبارگی

ہوتا ہے کہ اوسوقت بسبب جوار بہاٹہ کے الخ اِس معلوم ہونے کی کوئی دلیل بہی ہے یا بلا
دلیل ہے زبانی باتین بنا رہے ہین بے دلیل بات بمقابلہ دلائل قطعیہ کے کہنی اور اوسپر
اصرار کرنا صرف جاہلون کا کام ہے کوئی عاقل نہ ایسی بات کہہ سکتا ہے نہ اوسکو تسلیم کرسکتا ہے
اور غلطی سید الطایفہ کے اِس قول کی اِسوجہ سے بہی ظاہر ہے کہ ہم کتب سماویہ سے ثابت کرچکے
ہین کہ بنی اسرائیل دریا کے بیچوبیچ مین سے ہوکر گذرے جسکو قرآن مجید مین یہ کلمہ (یم) تعبیر
کیا ہے اور معنی (یم) کے ہم پیشتر لکہہ چکے ہین اور یہہ بہی بدیہی اور یقینی از قسم محسوسات
ہے کہ میانہ دریا مین (جوار) کے سبب سے پانی جوش کرتا ہے اور سمت علو کی طرف منجذب
ہوتا ہے اور (بہاٹہ) مین اپنے اصلی ہئیت پر رجوع کرجاتا ہے کبہی ایسا نہین ہوتا کہ بہاٹہ مین
میانہ دریا کا پانی بالکل خشک ہوجاتا ہو اور سوکہی زمین نکل آتی ہو یا پایاب ہوجاتا ہو اور پانی مین
سڑک خشک نکل آتی ہو اور دائین بائین اوس سڑک کے پانی کے پہاڑ کہڑے ہوجاتے ہون
پہر یہہ ایک شق پایاب ہوجانیکی جو آپ نے قایم کی ہے یہہ تو تمامتر خلاف قرآن مجید اور جملہ کتب
سماویہ کے ہے کہ اون مین تو بتصریح راہ کو خشک فرمایا ہے آپ برخلاف اونکے ایک شق پایاب
ہونے کی اپنے دل سے گہڑتے ہین **قال** علماء اسلام کا زمانہ گیارہ بارہ سو برس سے سمجہنا
چاہیئے اون بزرگون نے جو اپنے ہوش سے بحر احمر اور اوسکی شاخ کو جسمین سے حضرت موسیٰ
اور بنی اسرائیل نے عبور کیا تہا نہایت عمیق اور ایک تہار سمندر دیکہا ہے اور اونکے خیال مین
بہی نہین آسکتا کہ کیسا ہی بڑا جوار بہاٹا آوے وہ جگہہ پایاب نہین ہوسکتی اسلیئے اونہون نے
قرآن مجید کی صاف صاف عبارت اور الفاظ کو جو صریح جوار بہاٹے اور خشک زمین کے نکل
آنے پر دلالت کرتے ہین اولٹ پلٹ کرکے اس واقعہ کو بطور ایک عجیب واقعہ کے بنایا اور
ایسا معجزہ جو قانون قدرۃ کو بہی توڑدے ٹہیرایا **قلت** ہمنے مانا کہ مسلمانون کا زمانہ

بغرض کتمان حق کے پہلے جملہ کو پیچھے اور پچھلے جملہ کو پہلے لکھہ کر مضمون آیۃ کو بگاڑتے ہو مثلاً آیات سورہ شعرا جو یہہ ہین فاتبعوہم مشرقین فلما ترا ء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیہدین فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم اخیر کی آیۃ کو بعد حذف (فاوحینا) کے (ولقد اوحینا) کے تحت مین داخل کرکے اور آیات سے پہلے لکھدیا اور آیات کو اوسکے بعد لکہا اور غرض اس اولٹ پلٹ سے صاف یہہ ہے کہ فا تعقیبیہ جو (اوحینا) پر داخل ہے اوسے اور کلمہ (سیہدین) سے جسپر حرف سین جو مضارع کو بمعنی استقبال کے کردیتا ہے داخل ہے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہنوز جناب موسیٰ عم کو یہہ بات معلوم نہتی کہ یہہ دریاء زخار کس عمل سے اور کیس طور پر خشک ہو کر سوکہا راستہ نکل آویگا البتہ بعد طلوع آفتاب کے بعد متقابل ہو جانے گروہ فرعون اور اضطراب بنی اسرائیل کے جو وحی نازل ہوئی اوسمین وہ طریقہ بتایا گیا اور اوسپر اونہون نے عمل فرمایا اور یہ بات سید الطائفہ کی اوس قول کے برخلاف ہتی جو صفحہ ۱۵ پر اسطور پر لکہتے ہین کہ اسبات پر یقین کرنے کی بہت سی وجوہات ہین کہ حضرت موسیٰ کو اس مقام پر سمندر کے پایاب ہونیکا حال معلوم تہا اسلئے سید الطایفہ نے بخیال سرسبزی اپنے قول باطل کے آیات کو اولٹ پلٹ کر دیا اور مرتکب یحرفون الکلم عن مواضعہ کے ہوئے غرضکہ آپ تو برابر تحریفون پر تحریفین کرتے جاتے ہو قرآن مجید کے معانی اولٹے پلٹے برخلاف قواعد زبان عرب کے گھڑتے ہو آیات کو بغرض کتمان حق اور سرسبزی اپنے قول باطل کے اولٹ پلٹ کرتے ہو تسپر بڑی بے شرمی ہے کہ اپنا عیب مفسرین پر لگاتے ہو کہین تو دل مین شرماکرو ایسی بھی کیا ہٹ دھرمی اور تقلید ملاحدہ و حمقائی فرنگ کی ہے کہ اونکی تقلید سے اپنی عاقبت خراب کرتے ہو اور الزام بے شرمی کا اپنے اوپر دہرتے ہو آری خوش گفتہ

اذا عیّر الطائیّ بالبخل مادر و عیّر قسّا بالفہاہۃ باقل وقال السّہا للشّمس انت خفیۃ وقال الدّجی

ایسا ڈوب گیا کہ کچھ بھی باقی نرہا اور آپ اوسکے ڈوب جانے کی وجہ اوس دریا کے جوار کو قرار دیتے ہین پس جس دریا کے ایک جوار مین بقول آپکے اتنا بڑا لشکر تہ آب ہو جاوے انصاف سے فرمائیے کہ اوسکے نہایت تہار ہونے مین کیا کلام ہو سکتا ہے اور یہہ جو فرماتے ہین کہ مفسرین نے قرآن مجید کی صاف صاف عبارت اور الفاظ کو جو صریح جوار بھاٹہ پر دلالت کرتے تہی اولٹ پلٹ کرکے الخ ذری دلمین شرمائیے اور عنایت کرکے فرمائیے کہ وہ کونسا کلمہ ہی جسکا مفہوم صریح بقول آپکے جوار بھاٹا ہے ترجمہ اذ فرقنا بکم البحر کا خود لکھتے ہو کہ تمہارے سبب سے سمندر کو جدا کر دیا اور اسکے بھی قایل ہو کہ جوار بھاٹا ایک امر معمولی اور عادتی ہے ہرگاہ کہ وہ ایک معمولی بات ہے تو اوس مین سببیت بنی اسرائیل کو کیا دخل تہا جو اذ فرقنا بکم البحر مین بنی اسرائیل کو سبب تفریق دریا کا قرار دیا خود ترجمہ آپ ہی کا جوار بھاٹہ کے بطلان کی دلیل قوی ہے بجائے اس عبارت کے آپ کو یون کہنا چاہیئے تہا کہ مفسرین نے ہماری تحریف کے برخلاف صحیح صحیح معنی آیات قرآن کے لکھے ہین بڑے شرم کی بات ہے کہ ہر ایک کلمہ قرآن مین تحریف کرتے جاتے ہو (رہوا) کے معنی گہڑتے ہو (اوترا ہوا) (انفلق) جو جملہ فعلیہ حدوث پر دلالت کرتا ہے اوسکے معنی جملہ اسمیہ یعنی (ہو منفلق) کے گہڑتے ہو اور پہر اس تحریف پر بھی سکوت نہین (بہتا ہوا) اور (کہلا ہوا) کے معنی لکھتے ہو (پایاب ہو رہا ہی فاء عاطفہ تعقیبیہ اور سببیہ جو (فانفلق) پر ہے اوسکے معنی یک لخت اوڑا دیتے ہو (ضرب) جو متعدی اور ناصب مفعول بہ ہے اوسکو لازمی بناتے ہو (البحر) جو صاف و صریح مفعول بہ ہے اوسکو خلاف قاعدہ مفعول فیہ ٹھیراتے ہو (فرقنا) کے معنی گہڑتے ہو کہ (ہٹا دیا) آیات قرآن کو جو ایک جگہہ جمع کیا ہے اوس مین یہہ اولٹ پلٹ کرتے ہو کہ کہین کی آیۃ کہین کا جملہ بمصداق یحرفون الکلم عن مواضعہ کے کہین اور لکھدیتے ہو ایک آیۃ کے جملون مین

معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین جب بنی اسرائیل نے عبور کیا تہا بحر احمر ایسا قہار نتہا جیسا کہ اب ہے گو اوس زمانہ کا جغرافیہ ہمکو نہ ملے **قلت** جبکہ آپ کو کوئی جغرافیہ اوس زمانہ کا نہین ملا کوئی دلیل بہی اپنے قول کی تصدیق کی آپ کو نہین ملی پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ اس معلوم ہونیکا کیا طریق ہے آیا از قسم المہنی ربی ہے یا کوئی اور طریقہ ہے چونکہ کوئی طریق اِس معلوم ہونیکا نہین پس صاف مطلب یہہ ہے کہ گو ہم کیسا ہی غلط بیان کرین اور کیسی ہی جہوٹی باتین خلاف کتب سماویہ اور کتب تواریخ کے کیا کرین ہر حال مین اونکو تسلیم کرنا چاہیئے اور اس شعر پر عمل کرنا چاہیئے ؎ اذا قالت حذام فصدقوها ؛ فان القول ما قالت حذام **قال** بہت پُرانا جغرافیہ جو بطلیموس نے بنایا تہا مع اوسکے نقشجات کے جو بطلیموس کے جغرافیہ کے مطابق بنائے گئے ہین خوش قسمتی سے ہمارے پاس موجود ہین اور اوسمین بحر احمر کا بہی نقشہ ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس کے زمانہ تک تیس چہوٹے بڑے جزیرے موجود تہے اور یہہ صاف دلیل اسکی ہے کہ اوس زمانہ مین بحر احمر ایسا قہار سمندر نتہا جیسا کہ اب ہے یا جیسا کہ ہمارے علماء اسلام بارہ سَو برس سے اوسکو دیکہتے آئے ہین **قلت** (اول) تو خود آپ ہی کی تحریر سے ظاہر ہے کہ وہ نقشہ بنایا ہوا بطلیموس کا نہین اوسکے بعد بنام نہاد مطابقت جغرافیہ بطلیموس کے وہ نقشہ بنایا گیا پس ایسے نقشہ پر کچھہ اطمینان نہین ہوسکتا مشاقان فن مساحت پر یہہ بات مخفی نہین کہ جب وہ کسی خسرہ پیمایش سے کوئی نقشہ بناتے ہین تو اگر زاویون کے منفرجہ یا حادہ ہونے مین بال بہر کا بہی فرق ہوجاتا ہے تو موقع کی صورت بالکل متغیر ہوجاتی ہے اور جب تک کہ موقع سے نہ ملایا جاوے تب تک وہ نقشہ صحیح نہین ہوسکتا پس جب خشک صاف میدان کا یہہ حال ہے تو کسی طرحپر اطمینان اسپر نہین ہوسکتا کہ جغرافیہ سے نقشہ دریا اور اوسکے جزایر کا صحیح ہوسکے (دوسری) آپ خود اِس امر کے قایل ہین

للصبح لونک حائل ؛ وطاولت الارض السماء سفاہتہ ؛ وفاخرت الشہب الحصی والجنادل ؛ فیا موت
زر ان الحیوۃ ذمیمۃ ؛ ویا نفس جدی ان دہرک ہازل [١] فرمایئے توکہ مفسرین نے کس کلمہ کے معنی
غلط لکہدیئے کس کلمہ کو کس آیۃ کو آپکی طرح اولٹ پلٹ کردیا آپ کی وہ مثل ہے کہ اولٹا
چور کوتوال کو ڈانڈے اور یہہ جو فرماتے ہین کہ مفسرین نے عجیب وغریب معجزہ بنادیا الخ یہہ
الزام آپکا مفسرین پر نہین خود خداوند خالق ارض وسما وعناصر نے اسکی نسبت فرمایا (فی
ذلک لآیۃ) تنکیر کلمہ (آیۃ) کی خود دلیل اسکے عجیب وغریب ہونیکی ہے یعنی ایک نہایت
درجہ کی عجیب وغریب نشانی ہے جملہ انبیاء بنی اسرائیل اور جملہ علماء یہود ونصاری اوسکا
عجیب وغریب ہونا بیان کرتے چلے آئے ہین چنانچہ یہہ بات عبارات کتب انبیاء سابق سے جو
ہمنے اوائل بحث مین نقل کی ہین ثابت ہے یہہ الزام لگائیے تو خود خداوند تعالی اور جملہ انبیاء
اور سب علماء یہود ونصاری پر لگائیے وماہی من الظالمین ببعید اور یہہ جو کہتے ہین کہ خلاف
قانون قدرۃ الخ یہہ تو عین جہالت ہے کیونکہ یہہ امر منجملہ محالات کے تو نہین البتہ خرق
عادت ہے خرق عادت کو محال سمجھکر خارج از حد قدرت قرار دینا غایۃ درجہ کی جہالت اور الحاد
ہے **قال** مگر حقیقت حال یہہ نہین **قلت** مطلب اس قول کا صاف یہہ ہے کہ اگرچہ
نصوص قطعیۃ کتب سماویہ اور تواریخ ہر عہد سے حقیقت بہی ہے مگر چونکہ ملاحدہ وحمقاء تک
اسکو حقیقت واقعی نہین سمجہتے لہذا ہم بہی اونکی تقلید سے مکذب آیات اللہ فرعون ثانی بنکر
کہتے ہین کہ حقیقت حال یہہ نہین اس ہیر پہیر سے کیا حاصل ہے اگر یہی تقلید اور یہی الحاد
ہے تو صاف صاف انکار اس واقعہ ہی کا کیون نہین کرتے اور جسطرح قصہ حضرت آدم علیہ السلام
کو بے اصل قرار دیا ہے اسکو بہی ویسا ہی کیون نہین کہدیتے جب ایک کا انکار کیا تو
دوسرے کے انکار مین کیا تامل ہے آب چو از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست **قال**

[١] مطلب یہہ ہے کہ جس زمانہ مین ناکس اور بے ہنر لوگ اہل کرم اور ہنرمندون کی ہمسری چاہین اور دون ہمت کم ظرف بلند اور عالی ظرفون پر تفوق ظاہر کرین تو ایسے زمانہ مین زندگی سے موت بہتر ہے۔

آپ ٹھیراوین اِس امر مین تو آپ بھی مجبور ہین کہ بہر حال وہ ایسے تھے کہ آپ کے بقول اُسکے
جوار کے آنے سے اُسکی نوک یعنے کنارہ منتہاے خلیج مین ایک بہت جم غفیر لشکر جرار فرعونکا
غرق ہوگیا اور داہین بائین اُس خشک راہ کے جس پر بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا پانی اُسکے
تودے مثل بڑے پہاڑ کے کھڑے ہوگئے تھے جب یہ بات ہی تو اُسکے بڑے اور چھوٹے
ہونے مین جو آپ نے بہت کلام کیا ہی محض فضول ہی (چوتھے) اصل مدعا آپ کا تو یہ تھا کہ بنی
اسرائیل اُس موقع پر ہو کر اُترے گئے تھے جہان آپنے نقطے لگائی ہین چونکہ وہ نقشہ جس پر آپ کو
بڑا ناز ہی ہمارے پاس بھی موجود ہی مگر اُسمین نہ نقطے لگائے گئے ہین نہ کچھ اشارہ اِسکا ہی کہ اُس
موقع پر بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا پس یہ صریح آپ کی بد دیانتی ہی کہ اُس نقشہ مین اپنی
طرف سے اختراع و ایجاد کرکے اُسکو بطلیموس کے نقشہ بطلیموس کے مشتہر کرتے ہین (پانچوین)
اُس نقشہ سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ کوئی مقام اوس خلیج کا پایاب تھا بلکہ برخلاف اُسکے
پایا جاتا ہی کہ نہ کوئی مقام اُسکا خشک تھا نہ پایاب چونکہ بنا رسب مغالطات سید الطائفہ کی انھین
امور پر ہی اور وہ اُنکے نقشہ مستندہ سے بھی ثابت نہین ہوتا پس موجود ہونا جس نقشہ کا
موجب اپنی خوش قسمتی کا سمجھ رہے ہین نہایت درجہ کی بدقسمتی اُنکی ہی کہ اُس سے بھی کچھ
مطلب حاصل نہوا ؎ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ✣ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

قال بحر احمر کی اس حالت پر خیال کرنے سے بالکل یقین ہو جاتا ہی کہ وہ مقام جہان سے
بنی اسرائیل اُترے تھے بلاشبہ جوار بھاٹی سے رات کو پایاب دن کو عمیق ہو جاتا ہوگا **قلت**
یہ تو محض توہم پرستی ہی کہ ایسا ہوگا اور ویسا ہوگا بلکہ ہمکو یقین کامل ہی کہ سید الطائفہ اپنے
دل مین خوب یقین کر رہے ہین کہ یہ باتین اُنکی صرف مغالطہ ہین اور اسی سبب سے وہ
بجاے خشک زمین کے برخلاف قرآن مجید اور دیگر کتب سماویہ کے لوگون کو دھوکہ دینے کی

کہ بطلمیوس کے زمانہ سے دو ہزار سات سو برس پیشتر عبور بنی اسرائیل کا ہوا تہا اور یہہ امر بہی ظاہر ہے کہ دریا کے حالات مین تہوڑے تہوڑے زمانہ مین بہت انقلاب عظیم ہوتا رہتا ہے کبہی گہٹ جاتا ہے کبہی بڑہجاتا ہے چنانچہ اسی صفحہ پر آپ بہی اسکے قایل ہین اور خود آپ اسکے بہی قایل ہین کہ بطلمیوس دوسری صدی عیسوی مین تہا اور ظہور اسلام کو بارہ سو برس ہوئے پس جب آپ ہی کے بقول اس عرصہ چار سو برس مین دریا مین انقلاب عظیم واقع ہوا تو یہہ کیونکر باور ہوسکتا ہے کہ عبور بنی اسرائیل سے زمانہ بطلمیوس تک کہ جسکو بقول آپ کے دو ہزار سات سو برس ہوتے ہین باوجود امتداد مدت دراز دریا ایک ہی حالت پر یعنی اوسی حالت پر جسپر بطلمیوس کے زمانہ مین تہا باقی تہا آپ کے پاس اسکا کیا ثبوت ہے کہ جس حالت پر دریا زمانہ بطلمیوس مین تہا دو ہزار سات سو برس پیشتر بہی اسی حالت پر تہا آپ کو بجائے اِس عبارت کے (کہ زمانہ بطلمیوس تک) یہہ لکہنا چاہیئے تہا کہ (زمانہ بطلمیوس مین) مگر اسسے مطلب آپکا کچہہ حاصل نہین ہوتا عبارت لغت کتاب مقدس مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۵؁ء صفحہ ۱۲۹ کالم ۲ کی جو سید ناصر الدین محمد ابو المنصور صاحب نے تنقیح البیان کے صفحہ ۶۰ پر نقل کی ہے اوسمین اسی دریا کے حالات مین لکہا ہے کہ (بحر قلزم کی لمبائی ایکہزار چار سو میل اور چوڑائی ایکسو پچاس میل ہے اور اوپر کی طرف سینا کے جزیرہ نما کے سبب سے وہ دو حصہ ہو جاتا ہے پچہم والا حصہ سویز کی خلیج کہلایا جاتا ہے اور ایکسو نوہ میل لمبا اور اکیس میل چوڑا ہے جگہہ پر ملاحظہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ مین اس خلیج کا پانی پچاس میل اوتر کی طرف زیادہ بہتا تہا) اسی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہہ خلیج بہ نسبت زمانہ موسیٰؑ کے اب کم ہوگئی ہے نہ یہہ کہ بہت بڑہگئی ہے جیساکہ آپ ازراہ مغالطہ کے بیان کر رہے ہین (تیسرے) یہہ کہ اوس خلیج کو کیسی ہی چہوٹی

بنی اسرائیل کو حد سے زیادہ اضطراب ہوا اُسوقت موسیٰ علیہ السلام پر یہ وحی نازل ہوئی کہ اضرب
بعصاک البحر اور طریقہ نجات کا اور نکل آنے زمین خشک کا دریاء عمیق مین بتا یا گیا چنانچہ اُسی پر عمل
کیا اور یہی مدعا (باب ۱۴ سفر خروج) توریت سے ثابت ہی پھر ایک یہی دلیل سید الطائفہ کی اس
قول کے ابطال کے واسطے کافی ہی کہ حضرت موسیٰ ابتداء سن بلوغ سے مدین مین رہے اور جب
وہان سے مصر مین آئے تو برابر فرعون کے جھگڑون مین رہے اور فرعون جو مصر کے ملک کی
سلطنت سالہا سال سے کرتا تھا اُسکو اور اُسکے اراکین سلطنت مین سے توکسیکو حال دریا کا معلوم
نہوا اور موسیٰ کو باوجود غربت اور مدین مین رہنے کے اور بعد آنے مصر کے اور مشاغل مین مشغول رہنے
کے دریا کے حالات پر ایسا عبور ہوجاوے کہ اُسکے پایاب موقعون پر بھی بخوبی مطلع ہوجاوین
پھر سید الطائفہ نے یہان بھی وہی لفظ (پایاب) لکھا ہی مین کہتا ہون کہ بفرض محال اگر اُنکو پایاب
رستہ معلوم تھا تب بھی وہ وہ راہ نہین چلے بلکہ برخلاف اُسکے اُس راہ سے عبور کیا جہان نہایت
عمیق پانی تھا اور بسبب ضرب عصا کے پانی کے پہاڑ دائین بائین کھڑے ہوگئے تھے اور درمیان مین
رستہ خشک نکل آیا تھا وہ پایاب پانی مین ہوکر ہرگز نہین گذرے اور جو رستہ اُنھون نے اختیار
کیا تھا اُسکی وجہ توریت کے سفر خروج باب ۱۴ کی ۱۷ و ۸ اورس مین دیکھ لو اسطرح پر مرقوم ہی کہ ایسا نہو
کہ بنی اسرائیل لڑائی سے گھبرا کر مصر کو پھر جاوین اسلیئے خدا نے اُنکو دریاے قلزم کے بیابان کیطرف
پھیرا صاحب تنقیح البیان لکھتے ہین کہ تاریخ یوسیفیس کے باب ۵ صفحہ ۱۶۱ مین ہی کہ (بنی اسرائیل نے
دیکھا کہ دونون طرف پہاڑ اور پیچھے دشمن اور آگے دریا ہی بھاگنے کی کوئی جگہ نہین) یہان سے
آپ کی جوار بھاٹی کا پتہ نہ رہا کیونکہ اگر پایاب ہوگیا تھا تو پھر اُنکے اضطراب کی کیا وجہ تھی (انتہی)
پھر اس تناقض بیانی سید الطائفہ پر لحاظ کرنا چاہیئے کہ کہین تو یہ کہتے ہین کہ وجہ یہ تھی کہ رات کو سمندر
پایاب ہوجاتا تھا اور دن کو بہت عمیق اور موسیٰ کو یہ حال معلوم تھا کہین یہ کہتے ہین کہ سمندر کے پار

نظر سے ہر جگہ لفظ (پایاب) بولتے ہین چونکہ سب کتب سماویہ سے ثابت ہی کہ بنی اسرائیل نے
جن مواقع سے عبور کیا تھا نہایت عمیق تھے کہ مثل بڑے بڑے پہاڑون کے دائین بائین اُن
مواقع کے پانی کھڑا تھا اور کوئی نادان سے نادان بھی ایسا گمان نہین کرسکتا کہ مطابق عادت کے
ایسے ایسے مواقع عمیق ونکو تو پانی سے بھر جاوین اور رات مین اُنکا پانی خشک ہوکر سوکھی زمین
نکل آوے اور ظاہر ہی کہ سید الطائفہ ایسے تو نادان نہین کہ ایسی بدیہی بات کو دل مین
نہ سمجھتے ہون مگر اصل بات یہی ہی کہ دل مین تو سب کچھ سمجھتے ہین صرف بنظر تقلید ملاحدہ وحمقاے
فرنگ کے یہ بناوٹ کررہے ہین **قال** اور اس بات کے یقین کرنے کے بہت سے وجوہ
ہین کہ حضرت موسی کو اس مقام پر سمندر کے پایاب ہوجانے کا حال معلوم تھا اور اسی سبب سے
اُنھون نے یہ رستہ اختیار کیا تھا کیونکہ سمندر کے پار ایسے جنگل اور پہاڑ تھے جسمین فرعون کو لشکر
لیجانا غیر ممکن تھا **قلت** اگر وجوہ یہی ہین جو سید الطائفہ نے اوپر لکھین ہین تو اُنکا حال تو
خوب کھل گیا کہ محض مغالطہ اور دھوکہ ہین اور اگر کچھ اور وجوہ ہین تو عین وقت ضرورت کے
اُنکے بیان کرنے سے سکوت کرنا دلیل اسکی ہی کہ نہ کوئی دلیل ہی نہ کوئی وجہ ہی صرف باتین ہی
باتین ہین جہلا کے بہکانے کی غرض سے اور یہ جو لکھتے ہین کہ حضرت موسیٰ کو اس موقع پر کے
پایاب ہونے کا حال معلوم تھا یہ تو تمامتر غلط اور برخلاف آیات سورہ شعرا کے ہی کلمہ (سین)
جو سیہدین پر داخل ہی اُس سے ثابت ہی کہ اُسوقت تک موسیٰ عم کو اصلا معلوم نتھا کہ کس راہ پر
اللہ تعالی ہمکو لیجاویگا کیونکہ کلمہ (سین) جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہی تو مضارع کو بمعنی استقبال
مخصوص کر دیتا ہی اگر اُنکو رستہ معلوم ہوتا تو یہ کیون فرماتے کہ زمان آیندہ مین مجکو رستہ بتاویگا
اور کلمہ (فاء) تعقیبیہ جو (اوحینا) پر داخل ہی وہ صاف اعلان کر رہی ہی کہ بعد طلوع شمس کے
جب بنی اسرائیل اور قبط کا ایسا مقابلہ ہوگیا کہ ایک گروہ نے دوسرے گروہ کو دیکھا اور

قریب اطراف پانی کے بہ مزاحم جذب اُن دونو کوکبون کے ہوتا ہی اور بسبب سرعت سیر اُن
کوکبون کے بہت ہی قلیل زمانہ مین مسامتت زائل ہو جاتی ہی اسلیے ایسے لیسے چھوٹے چھوٹے
خلیجون اور چھوٹے چھوٹے عرض بحار مین جوار بھاٹہ واقع نہین ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہی تو ایسا
غیر معتد بہ کہ محسوس نہین ہوتا جب یہ سب امر متحقق ہوسے تو بربناے امر اول و دوم ہم لکھتے ہین کہ
سید الطائفہ نے جو نقشہ گھڑے ہوے لپنے مین عبور بنی اسرائیل کا کنارہ پر قرار دیکر نقطے لگائے ہین
غلط ہین بلکہ موقع بیان قائم کرنا چاہیے تھا جہان ہمنے قائم کیا ہی یا اسکے قریب قریب بربناے
امر سوم ہم کہتے ہین کہ کبھی کسی زمانہ مین کسی نے ایسا جوار بھاٹہ دیکھا ہی کہ برابر ١٢ میل عرض
خلیج مین زمین خشک نکل آوے اور داہنے بائین پانی کے پہاڑ تا عبور ایک فریق کے کھڑے رہین
اور مطابق دستور مجراے طبعی کے
پانی اوس خشک زمین پر بہ کر نہ آجاے
اگر واقع مین جوار بھاٹہ تھا تو وہ بھی
ایک معجزانہ طریق جسکو نیچریہ خلاف
قانون قدرت کہتے ہین واقع ہوا
بربناے امر چہارم ہم کہتے ہین کہ
درمیان دونو حرکتون مد و جزر کے
تھوڑے زمانے کی قدر دریا اپنی
حالت اصلی پر ہوتا ہی اور پھر مد
شروع ہوتا ہی اور پانی سمت بلندی
کیطرف میل اور جوش کرتا ہی تقریباً

شمال
غرب
مشرق
جنوب
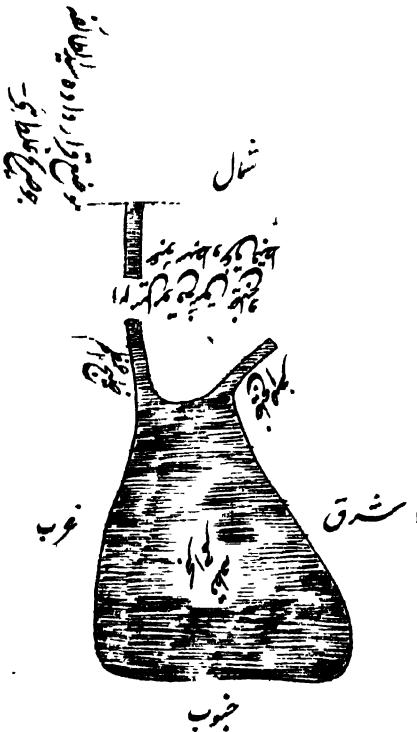
ایسے جنگل اور پہاڑ تھے جنہین فرعون کو لشکر لیجانا غیر ممکن تھا یہ عجب بات ہی کہ چھ لاکھ خاص بنی اسرائیل سوائے بچون اور عورتون اور مواشی اور غیر قومون کے لوگون کے جو اُنکے ساتھ تھے سمندر پار جا پہونچین اور فرعون کو باوجود حشمت اور اقتدار شاہانہ کے لشکر کا لیجانا غیر ممکن ہو جاوے تنبیہ اگر ٹھیک تاریخ ماہ قمری و شمسی اور ٹھیک وقت و ساعت دخول دونو گروہون کے اور عبور بنی اسرائیل کی متحقق ہوتی تو ہم بر بنا اسباب مد و جزر کی بھی سید الطائفہ کے اقوال کی غلطی ظاہر کرتی مگر ان امورمین سے کوئی امر ایسا نہین کہ جس پر اتفاق ہو خود اسباب مد و جزر مین بھی اقوال مختلف ایسے ہین کہ کوئی بھی لائق یقین اور جزم قطعی کے نہین لہذا ہم اُس سے تعرض کرنا بنظر تطویل سمجھتے ہین مگر چونکہ چند امر متفق علیہ ہین (ایک) یہ کہ عبور بنی اسرائیل بحر احمر کے بڑے خلیج مین جو غربی ہی اُسکے بیچوبیچ ہوا تھا اور اُسی راہ مین فرعون اور اُسکا لشکر داخل ہوا (دوسرے) یہ کہ دریا شق ہو گیا تھا اور گہراوں کے درمیان مین راستہ خشک وسیع ایسا بنگیا کہ بنی اسرائیل مع لڑکون اور بچون اور بھیڑ اور بکریون اور دیگر مواشی کے اُسمین ہو کر ایسے گذرے کہ جیسے خشک میدان (تیسرے) یہ کہ اُس خشک راہ کی داہین بائین پانی مانند بڑے بڑے پہاڑون کے کھڑا ہو گیا تھا جب تک کہ بنی اسرائیل دوسرے کنارہ پر جا پہونچے پانی کھڑا رہا جب فرعون مع تمام لشکر کے اُسمین داخل ہو چکا تب وہ پانی کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور فرعون اور اُسکے تمام لشکر کو ڈبو دیا (چوتھی) کتب تواریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اُسوقت عرض اُس شاخ کا سات فرسخ یعنے ۲۱ میل تھا (پانچوین) باتفاق طبعیین کے جنھون نے اسباب مد و جزر مین خوض کی ہی یہ امر از روے تجربہ کے یقینی ہی کہ ایسے ایسے خلیجون مین مد و جزر واقع نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہی تو نہایت غیر معتد بہ غیر محسوس کہ معلوم بھی نہین ہوتا اور وجہ اسکی یہ لکھتے ہین کہ بسبب چھوٹے ہونے عرض خلیج کے اور بڑے ہونے جرم قمر اور شمس کے جذب اُن دونون کا دونو کنارون پر بلکہ اطراف کی زمین پر برابر ہوتا ہی علاوہ بران جذب مین کا جو نہایت

خلاف مین مگر غیرت حق بات بات مین اُنکی بناوٹ اور دہوکون کا پردہ فاش کرتی ہی۔
یہان تک بحث تھی انفلاق دریا اور نجات بنی اسرائیل اور غرق فرعون مین۔ چونکہ آیۃ اضرب
بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا مین بھی اُنھون نے حد سے زیادہ تحریف کی ہی اور غلط
باتین لکھی ہین اور سیاق اوس آیۃ کا بھی مطابق اسی آیۃ فاضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق
کالطود العظیم کے ہی لہذا اسی مقام پر ہم اوس آیۃ مین بحث کرتے ہین بِاللہ المستعان ہو یحق
الحق ویبطل الباطل **قوله تعالى** وَاِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ
بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ
(سورہ بقرہ) **ترجمہ** جبکہ پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پس کہا ہمنے کہ مار تو اپنے
عصا سے اس پتھر کو پھر پھوٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے تحقیق جان لیا ہر گروہ نے اپنے پانی
پینے کی جگہہ کو (باب ۱۷ سفر خروج) بنی اسرائیل کی جماعت نے اپنے سفرون مین خداوند کے
فرمان سے ہو کے سین کے بیابان سے کوچ کیا اور رفیدیم مین ڈیرہ کھڑا کیا وہان لوگون کے
پینے کو پانی نتھا (۲) سو لوگ موسیٰ سے جھگڑنے لگے اور کہا ہم کو پانی دے کہ پیوین موسیٰ نے
اُس سے کہا کہ تم مجھ سے کیون جھگڑتے ہو اور خداوند کا کیون امتحان لیتے ہو (۳) اور وے
لوگ وہان پانی کے پیاسے تھے سو موسیٰ پر جھنجلائے اور کہا کہ تو ہمکو مصر سے کیون نکال لایا کہ ہمیں
اور ہمارے لڑکون اور مواشی کو پیاس سے ہلاک کرے (۴) موسیٰ نے خداوند سے فریاد کر کے
کہا کہ مین ان لوگون سے کیا کرون وے سب تو ابھی مجکو سنگسار کرنے کو تیار ہین (۵) خداوند نے
موسیٰ کو فرمایا کہ لوگون کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگون کو اپنے ساتھ لے اور عصا
جو تو دریا پر مارتا تھا اپنے ہاتھ مین لے اور جا (۶) دیکھ کہ مین وہان حوریب کے چٹان پر تیرے
آگے کھڑا ہونگا تو اوس چٹان کو ماریو اُس سے پانی نکلے گا تا کہ لوگ پیوین چنانچہ موسیٰ نے

چھ ساعت تک یہ کیفیت رہتی ہے اسکے بعد تدریج پانی اپنی حالت اصلی پر عود کرنا شروع کرتا ہے اور
تقریباً عرصہ چھ ساعت مین حالت اصلی پر عود کر آتا ہے اور تھوڑی زمانہ کے بعد پھر مد شروع ہوتا ہے
اور پھر اُسی طریق پر جزر ہوتا ہے پس اگر فرض کیا جاوے کہ بنی اسرائیل اوس
ساعت مین دریا مین داخل ہوئے کہ جس ساعت مین دریا حالت اصلی پر تھا چونکہ بنی اسرائیل
کے پانو دن مین اور اُنکے بچون اور اُنکے بھیڑ بکریون کے پانو ون مین تاثیر تار برقی کی تو تھی
نہین کہ طرفۃ العین مین ۱۲ میل طی کر گئے ہون پس ظاہر ہی کہ ۱۲ میل کم سے کم چھ ساعت مین
طی کیے ہونگے اور مطابق بیان سابق کے بالضرور تہ دریا مین مد آہی گیا ہوگا پس چاہیے تھا کہ فرعون کے
لشکر سے پیشتر بنی اسرائیل ڈوب جاتے اور اگر عین وقت ختم مد اور شروع جزر کے بنی اسرائیل
دریا مین داخل ہوئے تو چونکہ یہ امر ظاہر ہی کہ جزر مین دریا دفعۃً اپنی حالت اصلی مین نہین آجاتا
بلکہ تدریج تقریباً چھ گھنٹہ مین عود کرتا ہی تب بھی بسبب اسکے کہ ہنوز پانی کی طغیانی بالکل جاتی نہین
رہتی ہی بیشک ۱۲ میل تک کوئی زمین دریا کی گہراوین مین خشک نہین مل سکتی لہذا بنی اسرائیل کا
عبور خشک زمین پر جیسا کہ کتب مقدسہ سے ثابت ہی متعذر اور ممتنع تھا اور بیشک ایسی حالت مین بھی
وہ فرعون کے لشکر سے پیشتر ڈوب گئے ہوتے اور اگر عین حالت مد مین بنی اسرائیل داخل
ہوتے تو اُنکے غرق ہو جانے مین فرعون کے لشکر سے پیشتر کچھ کلام نہین ہو سکتا بر بناے
مرنیچم حیلہ جوار بھاٹہ کا اول ہی سے غلط ہی غرضکہ نجات بنی اسرائیل اور غرق فرعون کو جوار بھاٹہ پر
محمول کرنا ہر طرح پر غلط اور محض بناوٹ سید الطائفہ کی ہی اور بناوٹ بھی صریح البطلان ہی اس
سب تحقیق سے خوب ثابت ہی کہ سید الطائفہ بتقلید ملاحدہ حمقاے فرنگ کے
قرآن مین بھی تحریف کرتے ہین کتب سابقہ انبیاء سے بھی باوجود اس دعوے کے کہ اُن مین
تحریف لفظی نہین ہوئی اختلاف کرتے ہین اور بہت سی باتین ایسی بناتے ہین کہ بالبدیہۃ عقل کے

بنی اسرائیل نے ایسے ایک میدان مین جہان پانی نتھا حضرت موسی عم سے پانی مانگا اور اُنھون نے پروردگار کی حضور مین دعا کی تو یہ حکم ہوا کہ اپنا وہ عصا جسکو دریا پر مارکر دریا کو پھاڑ دیا تھا اس پتھر پر مار چنانچہ اُنھون نے بموجب حکم کے وہ عصا اُس پتھر پر مارا اور اُس پتھر سے پانی کے چشمے بہ نکلے چونکہ یہ امر ممتنعات عقلیہ سے نہین اور کتب مقدسہ سے ثبوت اسکا خوب ظاہر کہ پس انکار سید الطائفہ باتباع وتقلید ملاحدہ فرنگ کے تکذیب قرآن مجید اور جملہ کتب سماویہ اور تکذیب انبیا کی اور تکذیب آیات اللہ کی ہے کہ بجز کسی کافر زندیق اور منافق کے کوئی شخص اُسکا مرتکب نہین ہوسکتا سید الطائفہ نے جسطرح چیرا یہ (اضرب بعصاک البحر) مین طرح طرح کی تحریفات کی ہین اس مین اُس سے زیادہ تحریف پر سرگرم ہین ترجمہ آیہ شریفہ کا یہ لکھتے ہین کہ جبکہ موسی نے اپنی قوم کے لئے پانی چاہا تو ہمنے کہا کہ چل اپنی لاٹھی کے سہارے سے اس چٹان پر اس سے پھوٹ نکلے ہین بارہ چشمے اور پھر صفحہ ۱۱۲ پر بجاے (چل اس چٹان پر) لکھتے ہین یہ کہ اس پہاڑی پر چڑھ چل۔ حالانکہ ایک ترجمہ دوسرے ترجمہ کے برخلاف ہے کہان (چٹان) کہان (پہاڑی) کہان (چلنا) کہان (چڑھنا) کلمۂ (اضرب) مین یہان بھی وہی بحث ہے جو (اضرب بعصاک البحر) مین ہے یعنے (ضرب) بمعنی (رفتن) لازمی ہے اور ناصب (الحجر) نہین ہوسکتا اور بدون صلہ فی الارض کے زمین پر چلنے مین مستعمل نہین ہوسکتا اور اُس سے زیادہ ایک یہ بات ہے کہ پہاڑ پر چڑھنے کے معنی مین تو اصلا لفظ (ضرب) مستعمل نہین ہے اس جگہ تو سید الطائفہ نے بھی ایسی مثال جیسی (اضرب بعصاک البحر) مین ازراہ غلط فہمی کے (اذا ضربتم فی الارض) پیش کی تھی پیش نہین کی پس یہ ترجمہ اُن کا تمامتر تحریف ہے شاید یہان بھی کہینگے کہ (فی) محذوف ہے مگر یہ کہنا اُنکا محض غلط ہے اور صاف مغالطہ ہے اور حسب وجوہ مفصلہ بحث آیہ (اضرب بعصاک البحر) کی قطعا غلط ہے بھلا اُس آیہ مین تو ازراہ غلط فہمی کے آیہ سورہ (طٰہٰ) کو قرینہ ارادہ معنی (رفتن) ٹھیرایا تھا یہان تو وہ بھی نہین

بنی اسرائیل کے بزرگون کے سامنے ہی کیا (سفر العدد باب ۲۰) (۷) خداوند نے موسیٰ کو
خطاب کر کے فرمایا (۸) کہ وہ لاٹھی لے اور تو اور ہارون تیرے بھائی تم دونو جماعت کو
اکٹھا کرو اور اُس چٹان کو جو اُنکی آنکھون کے سامنے ہی کہو وہ اپنا پانی دیگی تو اُنکے لیے چٹان سے
پانی نکالیگا اور اُس جماعت کو اور اُنکے چارپایون کو پینے کو دیگا (۹) چنانچہ موسی نے خداوند
کے آگے سے جیسا اُسکو حکم ہوا تھا اُس لاٹھی کو لیا (۱۰) اور موسی اور ہارون نے جماعت کو
اُس چٹان کے سامنے اکٹھا کیا اور اُسنے اُنھین کہا کہ سنو اے باغیو کیا ہم تمھارے لیے چٹان سے
پانی نکال لاوین (۱۱) تب موسیٰ نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور اُس چٹان کو دو بار اپنی لاٹھی سے
مارا تو بہت پانی نکلا اور اُنکے چارپایون نے پیا (سفر استثنا باب ۸ ۱۵) جو تیرا اُس بڑے
ڈرانے دشت مین رہبر ہوا جہان جلانے والے سانپ اور بچھو تھے اور خشک سالی تھی جہان
پانی نتھا جسنے تیرے لیے چکماک کے پتھر سے پانی نکالا۔ فارسی ترجمہ مین بجاے (چکماک) کے (سنگ
خارا) اور عربی مین (الصوان الصلد) لکھا ہی (زبور ۷۷) (۱۱) تناسوا اعماله الحسنة وعجايبه
التی اراهم (۱۲) العجايب التی صنعها قدام آبائهم بارض مصر فی مزارع صاغان (۱۳) فلق البحر
الاحمر واجازهم فيه واقام المياه كانها فی ازقاق (۱۴) وهداهم فی النهار بالغمامة وفی الليل اجمع
بضياء النار (۱۵) فجر الصخرة فی البرية سقاهم كمن عمق كثير (۱۶) واخرج الماء من الصخرة فجرت المياه
كالانهار (زبور ۷۸ ترجمہ اردو) (۲۰) دیکھو اُسنے چٹان کو مارا ایسا کہ پانی بہ نکلا اور دھارین
پھوٹ چلین (زبور ۱۰۵) (۳۹) ابر را براے پوشش گسترانید و آتش را جہت روشنائی
در شب (۴۱) صخرہ را شگافت و آبہا جاری گردید و در خشکیہا مثل نہر روانہ شدند (نحمیاہ
باب ۹) (۱۵) تو نے آسمان پر سے روٹی دیکر اونھین کھلایا اور چٹان مین سے پانی نکالکر اونھین
پلایا خلاصہ کلام یہ ہی کہ قرآن مجید اور کتب دینی سے بہت مقامات سے صاف ثابت ہی کہ جب

بدون صلہ (فی) کے مستعمل نہین ہوتا نہین ہوسکتا ان سب امور کے سوا ہرگاہ کہ کتب اولین
مین جسکی عدم تحریف پر سید الطائفہ کو باتفاق دیگر نصاریٰ دیہ فرقہ نیچریہ کے اتفاق ہی صاف لفظ انکا
موجود ہی پس معنی (اضرب) کے (رقص) ٹھیرانی صاف غلط اور تحریف جلی ہی **قال** چل اپنی
لاٹھی کے سہارے سے اس چٹان پر اس سے پھوٹ نکلے ہین بارہ چشمے بیشک جان لیا ہر شخص نے
اپنا گھاٹ **قلت** تین کلمہ آیۃ کے جس مین کئی تحریفین ایک تو (اضرب) کے معنے مین جسکا بیان
اوپر ہوچکا (دوسرے) (انفجرت) جو جملہ فعلیہ ہی اسکا ترجمہ کرتے ہین کہ (پھوٹ نکلے ہین) لفظ
(ہین) اس مین بڑھا کر اسکو معنی (فانہ منفجرۃ) کے کر دیا انکو چاہیے تھا کہ جسطرح (قد علم)
کے ترجمہ مین لفظ (ہین) نہین بڑھایا تھا اس مین بھی نہ بڑھاتے یا جسطرح کہ (الق عصاک فلما
راٰھا) کا ترجمہ اسطور پر کیا ہی کہ (اپنی لاٹھی ڈال دے جب ڈالدی تو لاٹھی کو چلتے ہوئے دیکھا)
اور ترجمہ (فالقیہ فی الیم فالتقطہ آل فرعون) کا اسطور پر کیا ہی کہ (جب ڈالدیا تو فرعون کے لوگون نے
اسکو اٹھا لیا) اسیطرح اسکا بھی ترجمہ کرتی کہ (جب موسی نے عصا سے پتھر پر ضرب کی تو پھوٹ
نکلے اس پتھر سے بارہ چشمے) (تیسرے) تحریف حرف (فا) جو (انفجرت) پر داخل ہی اُس کا
ترجمہ بالکل چھوڑ دیا جسطرح ترجمہ (فانفلق) مین چھوڑ دیا ہی (فا) عاطفہ زبان عرب مین واسطے
تعقیب اور سببیت کے ہی جیسا کہ بیان اسکا آیۃ (اضرب بعصاک البحر فانفلق) مین ہوا ہی پس یہ
(فا) جو (انفجرت) پر داخل ہی ناطق ہی اسپر کہ بعد ضرب کے بسبب ضرب کے چشمے جاری
ہوگئے چونکہ سید الطائفہ از راہ مغالطہ کے یہ دعوی کر رہے ہین کہ چشمے پہلے ہی سے جاری
تھے اسلئے اپنے قول باطل کی سرسبزی کے واسطے یہ تحریف کی کہ (فا) عاطفہ سببیہ کا ترجمہ یک
لخت اڑا گئی دیکھو ترجمہ صحیح جو آیۃ کا اسطور پر ہی کہ مار تو اپنے عصا سے اس پتھر کو پس از آن
پھوٹ نکلے اوس پتھر سے بارہ چشمے اسکو ہیر پھیر کرکے اور اسمین تحریفین کرکے کیسا الٹا پلٹا

پس کوئی وجہ نہین کہ ظاہر معنی سے عدول کیا جاوے اور سید الطائفہ کی تحریف کو مان لیا جاوے
علاوہ برآن اگر بفرض محال تسلیم بھی کرلین کہ تقدیر کلام (اضرب فی الحجر) ہی اور معنی (ضرب)
(رفتن) ہین تب بھی سید الطائفہ کا جو یہ مطلب ہو کہ (ہماری ملک مین جا) حاصل نہین ہوتا اسلئے
کہ زبان عرب مین (سر فی الحجر) اور (سر الی الحجر) مین بہت بڑا فرق ہی مثلاً (سرتُ فی مکۃ) کی معنی
یہ ہین کہ (مین مکہ مین چلا پھرا) اور (سرت الی مکۃ) کے یہ معنی ہین کہ (خارج مکہ سے مکہ تک گیا)
پس اگر حضرت موسی اور بنی اسرائیل اُس چٹان کے موقع پر ہی تھے تو دو حال سے خالی نہین
یا تو اُس چٹان مین سے پہلے ہی سے پانی جاری تھا اور بارہ چشمے بہ رہے تھے یا جب حضرت
موسی نے اُس مین قدم رکھا اور اُس مین چلے تو اُنکے چلنے سے اُس مین سے پانی کے بارہ
چشمے جاری ہوگئے شق اول کی غلطی تو خود ظاہر ہی اگر ایسا ہوتا تو چونکہ چشمے پانی کے جاری تھے
حاجت طلب کرنے پانی کی اور اُس پتھر پر چلنے کی کیا تھی پانی تو پیشتر ہی سے بکثرت جاری تھا اور
اگر پیشتر سے پانی جاری نہ تھا مگر جب حضرت موسیٰ نے بموجب حکم خدا ے تعالیٰ کے اُس پتھر پر
قدم رکھا اور اُس پر چلے تب پانی کے چشمے جاری ہوگئے اس صورت مین سب تکلفات اور
تحریفات سید الطائفہ کے صرف نزاع لفظی رہگئی اور محض بیجا اُنھون نے یہ تحریفات کین لاٹھی مارنے
سے نہ سہی قدم رکھنے سے سہی بات تو ایک ہی یعنی معجزہ خرق عادت تو اُس سے بھی خوب ثابت ہوگیا
اور اگر اُس موقع سے کچھ فاصلے پر تھے تو (اضرب فی الحجر) کے معنے (چل اس پتھر مین) صحیح
نہین ہوسکتے ایسی حالت مین تقدیر (فی) کی غلط ہی بجاے تقدیر (فی) تقدیر (الی) کرنے
چاہیے تھی مگر صلہ مین (ضرب) کے جو بمعنی (رفتن) ہی (الی) نہین آسکتا اور ہرگاہ کہ تقدیر
(فی) نہ اُس حالت مین صحیح ہی کہ جس حالت مین موسیٰ عین موقع (حجر) مین ہون نہ اُس حالت مین
صحیح ہی کہ جب اُس موقع سے فاصلہ پر ہون پس فعل (ضرب) بھی بمعنی (رفتن) کہ خود بقول سید الطائفہ کے

قلت کسقدر پیٹ بھر کر جھوٹ لکھا ہی اور کسقدر افترا وورانجا بہ پہلوے آب رود نوند
برپا کیا ہی کہ جسکی کچھ حد نہین نہ خدا کا خوف ہی نہ بندون سے شرم ہی دل مین سمجھ لیا ہی کہ میرے پیرو
جسقدر ہین وہ تو خفت عقل اور بیعلمی کے سبب یقین ہی کر لینگے اور ون سے کچھ مطلب نہین سید الطائفہ
اور اُنکے اتباع کا حال طابق النعل بالنعل مطابق فرعون فرعونیون کے ہی فاستخف قومہ فاطاعوہ انہم کانوا
قوما فاسقین حقیقت حال یہ ہی کہ بنی اسرائیل نے بعد عبور دریاے شور کے دو مقام پر پانی نہ پایا
ایک بیابان (سور) مین وہان سے تو کوچ کرکے (مرہ) مین آئے اگرچہ وہان پانی تھا مگر چونکہ
تلخ تھا اُسکو پی نہ سکے اُس مقام پر خدا تعالی نے حضرت موسیٰ کو ایک درخت بتایا کہ اُسکے پانی مین
ڈالنے سے کڑوا پانی میٹھا ہوگیا وہان سے کوچ کرکے (ایلم) مین آئے جہان بارہ چشمے اور ستر
درخت خرما کے تھے (ایلم) سے کوچ کرکے بیابان (سین) مین آئے اور وہان سے کوچ کرکے
بمقام (رفیدیم) کے آئے یہ (رفیدیم) دوسری جگہ ہی جہان پانی نتھا اس مقام مین بنی اسرائیل
نے شکایت پانی کی کی اور موسیٰ نے پانی کے لیے دعا کی اور حکم ہوا کہ (اضرب بعصاک الحجر)
یہ مقام (رفیدیم) ہی جسکا توریت اور قران مین ذکر ہی کہ (اذ استسقے موسیٰ لقومہ فقلنا اضرب بعصاک
الحجر) سید الطائفہ کا کذب فاحش ہی کہ مقام دوم کے واقعہ کو مقام اول کا واقعہ قرار دیا ہی حالانکہ
مقام اول یعنے (ماراہ) مین پانی موجود تھا مگر تلخ تھا اور بسبب ایک درخت کے ڈالنے کے شیرین
ہوگیا تھا بعد شیرین ہوجانے پانی کے اُس مقام پر کچھ شکایت پانی کی نتھی اور مقام (ایلم) مین میٹھے
پانی کے بارہ چشمے موجود تھے وہان کچھ شکایت پانی کی ہو ہی نہین سکتی (ایلم) سے
کوچ کے بعد مقام (رفیدیم) مین البتہ پانی نتھا اور وہان یہ واقعہ وقوع مین آیا اب ہم واسطے
اعلان کذب و افتراے سید الطائفہ کے توریت کی (کتاب خروج) کے باب (۱۵) کے (۲۲) درس
سے باب (۱۷) کے درس (۸) تک مختصر انقل کرتے ہین باب (۱۵) (۲۲) پس موسیٰ

ہی اور کلام فصیح کو کیا ردی بنا یا ہی **قال** پہاڑی ملک کو اہل عرب حجر کہتے ہین جیسے عرب الحجر یعنی عرب کا پہاڑی حصہ **قلت** بالکل جھوٹ اور سرا پا افترا ہی اس معنی مین اگر کسی عرب عربا کے کلام مین دیکھا ہی تو اُسکے سند مین اُس کلام کو نقل کیون نہین کیا بدون اسکے تو ایسا بے سند قول اصلا لایق التفات کے نہین ہوسکتا **قال** اسیطرح فاضرب بعصاک الحجر مین لفظ حجر کا استعمال ہوا ہی **قلت** (ایک) تحریف لفظی تو یہ کی کہ (اضرب) کی جگہہ (فاضرب) لکھدیا (دوسری) معنوی تحریف یہ کی کہ (حجر) کو جو بمعنی (پتھر) ہی بمعنی (پہاڑی ملک) کے کردیا (تیسری) تحریف (اضرب) کے معنے مین کیے خوب تفسیر لکھنے بیٹھے کہ تین کلمہ اور اُن مین علاوہ اور تحریفات کے جنکا ذکر اوپر ہوا تین تحریفین علاوہ بران کتب مقدسہ انبیاء بنی اسرائیل کو دیکھو اُس مین صاف لفظ (پتھر) اور (سنگ خارا) اور (چکماک کا پتھر) اور (صوان الصلد) لکھا ہی کسی کتاب مین (پہاڑی ملک) کا نام ونشان بھی نہین **قال** بحر احمر کے شاخ کے عبور کے بعد ایک وادی ملتا ہی جسکا قدیم نام ایتام ہی وہان پانی نہین تھا توریت سے معلوم ہوتا ہی کہ وہان ایک چشمہ تھا جسکا پانی نہایت تلخ تھا اور پی نہین سکتے تھے اسلئے اُسکا نام مرہ رکھا ہی حال کے سیاحون نے بھی وہان ایک چشمہ پایا ہی جسکو وہ مرہ خیال کرتے ہین یہی مقام ہی جہان بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے پانی مانگا تھا اس مقام کے مابین پہاڑیان ہین جنکی نسبت خدا نے موسیٰ سے کہا کہ فاضرب بعصاک الحجر یعنی اپنی لاٹھی کے سہارے سے اس پہاڑی پر چڑہ چل اس پہاڑی کے پرے ایک مقام ہی جسکو توریت مین ایلم لکھا ہی وہان بارہ چشمے جاری تھے جسطرح پہاڑی ملک مین پہاڑون یا چٹانون کی درارون سے جاری ہوتے ہین جنکی نسبت خدا نے فرمایا کہ فانفجرت منہ اثنا عشرۃ عینا یعنی اُس سے پھوٹ نکلے ہین بارہ چشمے اگر ہم توریت کی عبارت پر یقین کرین تو اُس سے بھی یہی پایا جاتا ہی کہ بعد ازان بہ ایلم آمدند ودرانجا دوازدہ چشمہ آب یافتند وہفتاد درخت خرما بود

درخت تھے اور جہان ڈیرے کیے اور ایلیم سے کوچ کرکے دریاے قلزم پر ڈیرے کئے
اور دریاے قلزم سے کوچ کرکے دشت سین کو خیمہ گاہ کی اور دشت سین سے کوچ کرکے
دفقہ مین ڈیرے کیے اور دفقہ سے کوچ کرکے الوس مین خیمہ کئے اور الوس سے چلکر رفیدیم
مین آ پڑے وہان قوم کے پینے کو پانی نتھا الخ اب تو کچھ شک اسمین نہین ہا کہ یہ واقعہ پتھر سے
چشمون کے جاری ہونے کا ایلم مین جہان بارہ چشمے اور ستر درخت کھجور کے تھے نہین بلکہ یہ واقعہ
رفیدیم کا ہی جہان مقام ایلم سے دو کوچ کے بعد ہو چکے تھے اور جہان پانی بالکل نتھا اور عصا کے
مارنے سے بارہ چشمے جاری ہوگئے تھے سید الطائفہ نے محض از راہ کذب و افترا دیدہ و دانستہ
اُسکو واقعہ ایلم قرار دیا ہے اور رفیدیم سے کہین کوچ نہین ہوا تھا کہ اُسجگہ عمالقہ چڑھ آئے اور
سید الطائفہ کی بیباکی تو دیکھو باوجود اسکے کہ توریت سے یہ واقعہ رفیدیم کا اور جاری ہونا پانی
کے چشمون کا بعد مارنے عصا کے پتھر پر صاف و صریح مثل شمس نصف النہار روشن ہے تسپر حوالہ
توریت کا دیتے ہین ع چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد * اور یہ جو لکھتے ہین کہ اگر ہم
توریت کی عبارت پر یقین کرین الخ چونکہ بہت اصرار سے تبئین الکلام اور دیگر چند تحریرات مین
باتفاق صنادید نیچریہ کے یہ دعوی کرچکے ہین کہ کتب سابقہ مین تحریف لفظی نہین ہوئی پس اب
جو توریت کی عبارت پر شک کرتے ہین تو وجہ اسکی بجز اسکے کچھ نہین کہ مطلب یہ ہے کہ عبارات کتب
مقدسہ کے اگر مطابق مزعومات ملاحدہ فرنگ کی ہوگی تو ہم یقین کرینگے ورنہ نہین **قولہ**
فاضرب بعصاک الحجر یعنی اُس لاٹھی کے سہارے اس پہاڑی پر چڑھ چل **اقول** نہ (حجر) کے
معنی کلام عرب مین پہاڑی کے ہین بلکہ بڑے پہاڑ کو (جبل) اور چھوٹی پہاڑی کو (قنہ) کہتے ہین
نہ (ضرب) کے معنی (پہاڑ پر چڑھنے) کے بلکہ پہاڑ پر چڑھنے کی معنی مین یہ الفاظ موضوع ہین
(فرع) او (تفریع) اور (صعود) اور (ستو) بہ صلہ الی اور (تسانید) اور (استباد) اور (اسناد)

اسرائیلیان را از دریاے احمر کوچانید و به بیابان سور رفتند و سه روز در بیابان راهی شده
آب نیافتند (۲۳) و بماره آمدند و آب ماره نتوانستند نوشید چونکه تلخ بود (۲۴) و قوم
بموسی شکایت کرده گفتند چه خواهیم نوشید (۲۵) و او بخداوند استغاثه نمود و خداوند باو درختی
نمود و آن درخت را در آب انداخت که آب شیرین شد (۲۷) بعد ازان به ایلم آمدند در انجا دوازده
چشمهٔ آب و هفتاد درخت خرما بود و در انجا به پهلوے آب اردو زدند (باب ۱۶) - (۱) پس از
ایلم کوچیدند و تمامی جماعت اسرائیل به بیابان سین که میان ایلم و سینی است در روز پانزدهم ماه
دوم بیرون آمدن شان از مصر آمدند (باب ۱۷) - (۱) تمامی جماعت بنی اسرائیل از بیابان سین
موافق فرمان خداوند کوچیدند و در رفیدیم اردو زدند در انجا آب نبود (۲) قوم بموسی شکایت
نموده گفتند که ما را آب بدهید (۳) در انجا قوم تشنه شدند (۵) خداوند بموسی گفت که در پیش قوم
بگذر و بعضی از مشائخ بنی اسرائیل همراهت بگیر و عصائیکه بدان نهر را زده بودی بدست گرفته
روانه شو (۶) اینک من در انجا برابر تو بکوه حوریب می ایستم و صخره را بزن که آب ازان جاری
خواهد شد و موسی در حضور مشائخ اسرائیل چنین کرد (۷) و اسم آن مکان مسا و مریبا نهاد (۸)
پس عمالیق آمده با بنی اسرائیل در رفیدیم جنگ نمودند کتاب الاعداد باب (۳۳) مین لکھا ہے
کہ موسی نے خداوند کے حکم کی بموجب کوچ بکوچ انکے منزلون کو قلمبند کیا جنکا بیان یہ ہے کہ پہلے
مہینے کی ۱۵ تاریخ عید فصح کے دوسرے دن رعمسیس سے روانہ ہوے رعمسیس سے کوچ کرکے
سکات مین ڈیرے کیے اور سکات سے ایتام مین آپڑے پھر ایتام سے کوچ کرکے فی الحیرات کو
پھرے اور مجدال کے سامنے ڈیرے کیے پھر فی الحیرات سے کوچ کیا اور دریا کے بیچ سے
گذر کر بیابان مین داخل ہوے اور دشت ایتام مین تین کوچ کرکے آئے اور ماراہ مین ڈیرے
کیے اور ماراہ سے کوچ کرکے ایلیم مین آئے اور ایلیم مین پانی کے بارہ چشمے اور خرما کے ستر

لائی جاتی اور اگر پہاڑ کی جڑ مین سی جاری ہوتے تو اُسکو بلفظ (حجر) تعبیر کرنا سرا سر خلاف لغت ہی علاوہ
بران اگر پہاڑی کی جڑ مین سی وہ چشمے جاری ہوتے تو پھر سہارے کیلئے لٹھی کے پہاڑ پر چڑھا جیسا کہ زعم سید
الطائفہ کا ہی محض بیہودہ اور حرکت لغو قرار پاتی ہی کیونکہ جب کہ پہاڑی کی جڑ مین موجود تھا تو پہاڑی پر چڑھنے کی
لاٹھی کے سہارے سے کیا ضرورت تھی علاوہ بران اس تقدیر پر کہ معنی (اضرب بعصاک الحجر) کے یہ ہین کہ
(اس پہاڑی پر چڑھ چل) جیسا کہ زعم باطل سید الطائفہ کا ہی چونکہ ضمیر غائب مجرور (منہ) جو (فانفجرت منہ)
مین ہی وہی پہاڑی کی طرف راجع ہی تو معنی آیۃ کی مطابق زعم سید الطائفہ کے یہ ہوسے کہ (اس پہاڑی پر چڑھ چل
بس پھوٹ نکلے اُس پہاڑ سے بارہ چشمے) اس حالت مین خود اسی پہاڑی سے جاری ہونا چشمون کا ضروری
قرار پاتا ہی حالانکہ سید الطائفہ کی اس قول سی کہ (اُس پہاڑی کے پرے ایک مقام ہی جسکو توریت مین ایلم
لکھا ہی اور مقام مرہ سی جہان کا یہ قصہ سید الطائفہ قرار دیتی ہین ایک کوچ کی بعد مسافت پر واقع ہی وہان
بارہ چشمے تھے جنکی نسبت خدا نے فرمایا کہ فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا یعنی اوس سی پھوٹ نکلے ہین بارہ
چشمے) صاف عیان ہی کہ خود اُس پہاڑی سی بارہ چشمے نہین جاری ہوے تھے بلکہ ایک کوچ کے بعد کے
جو مقام (ایلم) تھا وہان بارہ چشمے جاری تھے چونکہ یہ امر صریح خلاف قران مجید اور کتب سابقہ کے
ہی پس صاف ظاہر ہی کہ سید الطائفہ بتقلید ملاحدہ فرنگستان کے قران کی تحریف کی تدبیر تو بہت کرتے
مین مگر وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون سر مقام پر انکی اس نیت کو آشکارا کر دیتا ہی پھر معنی
حرف (با) کے جو یہ گھڑے ہین کہ (سہارے سے) یہ بھی غلط ہین مفصلا بیان اسکا آیہ (اضرب
بعصاک البحر) مین ہو چکا اور جو کلام کہ اُس آیہ مین بعد تسلیم سب خرابیون معانی سید الطائفہ کی نسبت
(با) تعدیہ کی ہی یہان بھی وہی ہی یعنی بعد تسلیم اُن غلطیون سید الطائفہ کی معنی اس آیہ کی یہ ہوتی ہین کہ (لیجا اپنے
عصا کو اُس پتھر مین پس جب لیگئے موسی عصا کو تو پھوٹ نکلے اُس پتھر سے بارہ چشمے) سید الطائفہ نے
دونون آیتون مین تحریفات تو حد سی زیادہ کین مگر (با) استعانت جو کلمہ (عصا) پر اور (فا) عاطفہ سببیہ یا جوا

اور ثعالبی کا قول ہی کہ ہر گاہ بر کوہ برآیند (توکل فی الجبل) گویند (از باب تفعّل) اور ترجمہ (حجر) کا جو (پہاڑی) کیا ہی خود اُنکے قول کے بھی خلاف ہی خود سید الطائفہ نے پیشتر یہ لکھا ہو کہ پہاڑی ملک کو عرب حجر کہتے ہین جیسے عرب الحجر یعنے عرب کا پہاڑی حصہ یہان برخلاف اُسکے حجر کے معنے پہاڑی ٹھیراتے ہین کہان (پہاڑی حصہ) کہان (پہاڑی) پھر توریت کے (سفر عدد) کے باب (۲۰) درس (۸) سے ثابت ہی کہ وہ چٹان موسیٰ ع اور سب بنی اسرائیل کے سامنے پڑی تھی اور اصلا وہان پانی نتھا کسی بلند پہار یا پہاڑی یا کسی اور حصہ ملک مین نتھے کہ خیمہ گاہ سے اُسیر لاٹھی کے سہارے سے چڑھنا پڑے **قولہ** وہان بارہ چشمے پانی کے جاری تھے جسطرح پہاڑی ملک مین پہاڑونکی جڑ یا چٹانون کی درارون مین سے جاری ہوتے ہیز

اقول وہ بارہ چشمے (ایلم) مین تھے اور یہ واقعہ (ایلم) سے دو کوچ کے بعد کا مقام (رفیدیم) مین واقع ہوا اور چونکہ (رفیدیم) سے کسی اور حصہ ملک مین کوچ نہین ہوا تھا بس اگر وہ چشمے اُسی حصہ ملک مین جاری ہوتے تو حاجت پانی مانگنے کی کیا تھی علاوہ بران (فا) (فانفجرت) جیسا کہ پیشیر مصرح ہوچکا ہی اور جملہ (انفجرت) جو فعلیہ ہی اور حدوث پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ علم معانی مین مبین ہوچکا ہی عین دلیل اسکی ہی کہ قبل از ضرب عصا کے وہان اصلا پانی نتھا بلکہ بعد ضرب عصا اور بسبب ضرب عصا کے چشمون کا جاری ہونا حادث ہوا تھا علاوہ بران خود آیۂ شریفہ سے ظاہر ہی کہ یہ بارہ چشمے موافق دستور کے نہین پھٹ نکلے تھے کیونکہ بقول سید الطائفہ کے دستور یہ ہی کہ پہاڑ دن کی جڑ مین سے یا چٹانون کی درارون مین سے جاری ہوتے ہیز اور یہ چشمے نہ کسی پہاڑ کی جڑ مین سے نکلے تھے نہ چٹانون کی درارون مین سے بلکہ خاص ایک پتھر سے پھٹ نکلے تھے (فانفجرت منہ) مین جو ضمیر واحد مجرور ہی بطرف (حجر) کے راجع ہی اگر چند چٹانون کی درارون مین جاری ہوتے تو ضمیر مؤنث بسبب ہونے کئی پتھرون کے

علیکم انہ ہو التواب الرحیم (ترجمہ) اور جبکہ موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم تم نے سبب
بچھڑا بنانے کے اپنی جانون پر ظلم کیا پس توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے پس قتل کرو
اپنے آپ کو یہ بہتر ہی تمھارے حق مین تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک پھر تمھاری توبہ قبول کیا
خدا تعالی نے بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہی **اقول** یہ بات کہ بچھڑا کسنے بنایا
اور کیونکر بنا سورہ طہ مین ہی اسجگہ مفصلاً اسکا ذکر نہین مختصرا یہ ہی کہ جب حضرت موسی علیہ السلام
چالیس دن کے لیے کوہ طور سینا پر گئے تو انکی غیبت مین یہ ماجرا واقع ہوا اور جب انھون نے آکر
دیکھا کہ بہت دھوم دہام سے گوسالہ پرستی ہوئی تو بہت ناخوش اور از بس رنجیدہ ہوے اور
آخر کار اس حرکت قبیحہ کے پاداش مین یہ حکم ہوا کہ تمھاری توبہ یہی ہی کہ تم ایک دوسرے کو
قتل کرو چنانچہ اول روز کئی ہزار آدمی اسیطور پر مقتول ہوئے دوسرے روز حضرت موسی نے
جناب باری مین بہت تضرع اور زاری کی تو جسقدر قتل ہو چکا تھا اسی پر اکتفا فرمایا گیا اور
باقی ماندگان کو اُس عقوبت سے معاف کیا گیا چنانچہ سفر خروج باب ۳۲ توریت مین بھی بیان
اس واقعہ کا اسطور پر ہی (۲۶) تب موسی لشکرگاہ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہا کہ جو
خداوند کی طرف ہو سو میرے پاس آوے تب سب بنی لاوی اُس پاس جمع ہوئے (۲۷) اور
اُسنے اُنھین کہا کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہی کہ تم مین سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندھے
اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک تمام لشکرگاہ مین گذرتے پھرو اور ہر مرد تم مین سے
اپنے بھائی کو ہر ایک آدمی اپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے (۲۸) اور
بنی لاوی نے موسی کے کہنے کی موافق کیا چنانچہ اوسدن لوگون مین سے قریب تین ہزار مرد
مارے پڑے (۲۹) اور موسی نے کہا کہ آج خداوند کے لیے اپنے تئین مخصوص کرو ہر ایک
اپنے بیٹے اور بھائی پر حملہ کرے تاکہ وہ تمھین آج ہی برکت دیوے یا در آج اپنے اوپر برکت لاؤ

جو کلمہ (انفلق) اور (انفجرت) پر داخل ہی انکے سبب سی سب بیفائدہ ہوگئین اور صاف ظاہر ہو گیا کہ
واسطے سرسبزی اقوال ملاحدہ فرنگ کی کتب الٰہیہ مین تحریفات کی ہین **قال** یہ مقام اب بھی
موجود ہی اور سیاحون نے دیکھا ہی مگر وہان پانی کے چشمے نہین بہتے کیونکہ پہاڑی چشمے انقلاب زمانہ
سی سوکھ جاتے ہین **قلت** مقام تو موجود ہی مگر وہ پہاڑی چشمے نتھے پہاڑی چشمے تو (ایلم) مین تھے
جنکے جریان کا نشان ابتک موجود ہی چنانچہ خود سید الطائفہ نے عبارت آئین اشتبلی کی نقل کی ہی اسمین سے
موجود ہونا نشان جریان کا ثابت ہی اور چونکہ بارہ چشمے (رفیدیم) مین قدرۃ کاملہ سے ایک چٹان سے
بطور خرق عادت کی ضرب عصا سی بہ نکلے تھے اور سید الطائفہ کی بڑے مقدس پولوس کی بقول وہ چٹان
بنی اسرائیل کی ساتھ ساتھ بیابان مین بہتی تھی اور ہر جگہ پانی دیتی تھی اونکا نشان باقی نہین رہ سکتا
دیکھیے باب (دسوان) نامہ (اول) (پولوس) بنام (اہل قورنتیون) اسمین لکھا ہی کہ مین نہین چاہتا کہ
تم اس سے واقف نہو کہ ہمارے باپ دادی سب بادل کی نیچے تھے اور سب سمندر مین سے گذر گئی اور سبھون نے
اُس بادل اور سمندر مین موسیٰ کا تبسمہ پایا اور سبھون نے ایک ہی روحانی خوراک کھائی اور ایک ہی
روحانی پانی پیا کیونکہ اُنھون نے اُس روحانی چٹان سی جو اُنکے ساتھ چلی پانی پیا اس مقام پر صاحب
(تنقیح البیان) لکھتے ہین کہ ترجمہ قرآن بحروف رومن مطبوعہ مشن پریس الہ آباد سنہ ۱۸۴۴ء
حاشیہ علماء نصاری صفحہ ۳۸ مین لکھا ہی کہ افراہیم سریانی کی توریت مین لکھا ہی کہ یہ وہی پتھر ہی کہ بنی اسرائیل
کے پیچھے پیچھے جاتا تھا اور جہان جہان مقام کرتے تھے بارہ چشمون سی انھین پانی دیتا رہا انتہی اس توریت
اور ان (پولوس) نے جنکو مقدس کہتے کہتے آپ لوگونکی زبان سوکھتی ہی اور آپ لوگون کی اعتقاد مین از بس
مقدس اور راست باز ہین اُنھون نے تو آپ کے سر پر یہ ایک سخت پتھر توڑا کہ مصداق مثل سائر
خوب کا (رسیت بحجر الارض) بنا دیا بری شکل بالائے شکل پڑی (سنگ آمد و سخت آمد) **قال الله تعالیٰ**
واذ قال موسیٰ لقومہ یاقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب

قرار دی ہے اور جایز ہے یہ کہ ہووے اُنکی توبہ کا تمام ہونا اسوقت ہون گے یہ معنی کہ پس توبہ کرو پس توبہ کی تتمہ قتل کرو بطور تتمہ اپنی توبہ کے اور یسیر (فا) متعلق ہے ایک محذوف کے ساتھہ اور اس سے خالی نہین کہ یا تو وہ محذوف موسیٰ کے قول سے ملا ہوا ہو پس ایسی صورت مین ایک شرط محذوف سے متعلق ہوگا گویا کہ کہا یہ کہ اگر تم ایسا کروگے تو تحقیق توبہ تمھاری قبول کریگا اور یا ہووے خطاب اللہ کا اُن کو التفات کے طریقہ پر پس تقدیر یہ ہوئی پس تمنے وہ کیا جسکا تمکو موسیٰ ع نے حکم دیا تھا پس توبہ تمھاری قبول کی تمھارے پیدا کرنے والے نے تفسیر مجمع البیان مین ہے فتوبوا الی بارئکم جعل توبتہم الندم مع العزم وقتل النفس جمیعا وہہنا اضمار اختصار کانہ لما قال لہم فتوبوا الی بارئکم قالوا کیف قال فاقتلوا انفسکم قولہ تعالی فتاب علیکم ہہنا اضمار تقدیرہ ففعلتم ما امرتم بہ فتاب علیکم اذ قتلتم انفسکم فتاب علیکم ای قبل توبتکم وفی ہذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ یجوز ان یشترط فی التوبۃ سوی الندم ما لا یصح التوبۃ الا بہ کما امروا بالقتل یعنی ندامت مع العزم وقتل النفس دونو کو بالاجتماع اُنکے توبہ قرار دیا اور اسجگہ اضمار اختصار ہے گویا کہ جب اُنکو یہ کہا گیا (فتوبوا الی بارئکم) تو اُنھون نے کہا کہ کیونکر یعنی کیونکر ہم توبہ کرین فرمایا (فاقتلوا انفسکم) یعنی اپنے نفسون کو قتل کرو (قولہ تعالی فتاب علیکم) اسجگہ اضمار ہے تقدیر اُسکی یہ ہے (ففعلتم ما امرتم بہ فتاب علیکم اذ قتلتم انفسکم فتاب علیکم ای قبل توبتکم) یعنی تمنے وہ کیا جسکا تمکو حکم دیا گیا تھا پس قبول کی توبہ تمھاری یا پس تمنے قتل کیا انفس اپنے کو پس قبول کی توبہ تمھاری اور اس آیۃ مین دلالۃ ہے اسپر کہ جایز ہے یہ کہ شرط لگائی جائے توبہ مین سوائے ندامت اور چیز کی جسکے بغیر توبہ صحیح نہ سمجھی جاوے جیسے وہ لوگ قتل پر مامور ہوئے غرضکہ ان سب بیانات سے یہ بخوبی ثابت ہے کہ (فا) (فتوبوا) (فا) سببیت ہے اور (فا) (فاقتلوا) (فا) تعقیب متمم توبہ ہے اور (فا) (فتاب علیکم) وہی (فا) فصیحہ ہے جسکے پیشتر معطوف علیہ ہمیشہ محذوف ہوتا ہے اور تفصیل اُسکی بحث (فانفلق) اور (فانفجرت) مین مذکور ہو چکی ہے چونکہ حرف (فا) ترتیب ذکری بھی

(۳۰) اور دوسرے دن صبح کو یون ہوا کہ موسی نے لوگون سے کہا کہ تمنے بڑا گناہ کیا اور اب
مین خداوند کے پاس جاتا ہون کہ شاید مین تمھارے گناہ کا کفارہ کر دون (۳۱) چنانچہ موسیٰ خداوند
کے پاس پھر گیا اور کہا کہ ہاے ان لوگون نے بڑا گناہ کیا کہ اپنے لیے سونے کا معبود بنایا
(۳۲) اور اب کاش کہ تو اونکا گناہ معاف کرتا مگر نہین تو مین تیری منت کرتا ہون کہ مجھے
اپنے دفتر سے میٹ دے (۳۳) اور خداوند نے موسی سے کہا کہ جسنے میرا گناہ کیا مین اُسکو
اپنے دفتر سے میٹ دونگا (۳۴) اور اب تو روانہ ہو کے لوگون کو جہان مین نے تجھے کہا ہے لیجا
الخ بعد اس تصریح کے ظاہر ہوا کہ اس معاملہ مین مضمون توریت اور قرآن مجید کا باہم مطابق ہے
آیۂ کریمہ فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم مین جو فاء عاطفہ فاقتلوا پر داخل ہے عطف مفصل ہے اوپر
مجمل کے جسکو اصطلاح علماء عربیہ مین ترتیب ذکری کہتے ہین مثالین اسکی فازلہما الشیطان عنہا فاخرجہما
مما کانا فیہ (البقرۃ) فقد سألوا موسی اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ (النساء) نادی نوح ربہ
فقال رب ان ابنی من اہلی (ہود) توضأ فغسل وجہہ ویدیہ ومسح راسہ ورجلیہ صاحب کشاف
اس آیۃ کی تفسیر مین یہ لکھتے ہین فان قلت ما الفرق بین الفاءات قلت الاولی للتسبب لا غیر لان الظلم
سبب التوبہ والثانیۃ للتعقیب لان المعنی فاعزموا علی التوبۃ فاقتلوا انفسکم من قبل ان اللہ جعل توبتہم قتل
انفسہم ویجوز ان یکون القتل تمام توبتہم فیکون المعنی فتوبوا فاتبعوا التوبۃ القتل تتمۃ لتوبتکم والثالثۃ متعلقۃ بمحذوف
ولا یخلوا اما ان ینتظم فی قول موسیٰ لہم فیتعلق بشرط محذوف کانہ قال فان فعلتم فقد تاب علیکم واما ان یکون
خطابا من اللہ تعالی لہم علی طریقۃ الالتفات فیکون التقدیر ففعلتم ما امرکم بہ موسی فتاب علیکم بارئکم
یعنی پس اگر کہے تو کیا فرق ہے درمیان فاؤن کے کہتا ہون مین کہ پہلے فاء واسطے تسبب کے ہے
دوسری واسطے اسلیے کہ ظلم سبب توبہ کا ہے اور دوسری فاء واسطے تعقیب کے ہے اسلیے کہ معنی یہ ہین کہ
پس تیار ہو تم توبہ کرنے پر پس قتل کرو اپنے نفس کو باسوجہ سے کہ اللہ تعالی نے اُنکی توبہ قتل نفس

ہین کہ ذلکم خیر لکم عند بارئکم یعنی یہ قتل تمھارے حق مین تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہت بہتر ہے باوجود ان تصریحات کے جو سید الطائفہ یہ کہتے ہین کہ یہ حکم خدا کا نتھا خود حضرت موسیٰ نے غصہ مین یہ الفاظ کہے تھے صریح کذب و افترا ہے ظاہرا منجملہ اعتقادات خبیثہ سید الطائفہ النیچریۃ ایک یہ بھی ہے کہ ایسے ایسے انبیاء اولوالعزم صاحبان شریعت اللہ تعالی پر جھوٹ بھی بولا کرتے ہین چونکہ خود سید الطائفہ النیچریۃ جھوٹی باتین بنا بنا کر اُنکو اللہ تعالی کیطرف منسوب کرتے ہین اسیطرح پر اُنھون نے ذوات مقدسہ کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا ہے ؎ ای شدہ توصبح کاذب را رہین ✤ صبح صادق را تو ہم کاذب مبین ✤ جملہ عالم زین سبب گمراہ شد ✤ کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد ✤ انبیا را ہمچو خود پنداشتند ✤ ہمسری با اولیا برداشتند ✤ سید الطائفہ کی تکذیب پر علاوہ تصریحات کتب مقدسہ کے ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ایک تو بنی اسرائیل مرتکب جرم شرک گوسالہ پرستی کے ہوئے دوم جب حضرت موسیٰ نے حکم قتل کا دیا تو اگر بقول سید الطائفہ اُسکا امتثال لازم نہوا تو یہ دوسرا جرم عدول حکمی عاید ہوا یک نشد دو شد باوجود جرائم متواتر کے خصوصاً ایسے جرم فخیم یعنی شرک کے کہ جسکی نسبت نص صریح وارد ہے کہ ان اللہ لایغفران یشرک بہ سب جرائم سے بری ہوگئے اگر سید الطائفہ یہ کہین کہ بموجب حکم توبوا الی بارئکم اُنھون نے جرم شرک سے توبہ کی تھی اور توبہ مشرک کی بھی مقبول ہے اسلئے اُنکا جرم معاف کیا گیا تو ہم یہ کہینگے کہ توبوا الی بارئکم اور فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم ایک ہی سلک مین منسلک ہین اور فاقتلوا انفسکم تفصیل ہے توبوا الی بارئکم کی جیسا کہ اوپر مصرح ہو چکا ہے پس اگر قتلوا انفسکم خدائیتعالی کا حکم نتھا اور حضرت موسیٰ نے غصہ مین اگر اپنی طرف سے کہکر خدا کی طرف منسوب کر دیا تھا تو توبوا الی بارئکم کا بھی یہی حال سمجھنا لازم ہے یعنی اگر اقتلوا انفسکم حکم ایجابی اور حکم خدا کا نہین تو حکم توبوا الی بارئکم بھی حکم خدا و حکم ایجابی نہین ہو سکتا اور جب توبہ واجب نہین تو لازم آیا کہ بغیر توبہ کے ہی جرم شرک کی مغفرت ہو گئی

کلمہ (فاقتلوا) پر داخل ہے اُسے اور بھی تصریح توریت اور تفسیر مفسرین سے بخوبی ثابت ہے کہ امتثال حکم اقتلوا حسب مراد وقوع مین آیا اور وہی باعث قبول توبہ کا ہوا پس اب ہم اقوال سید الطایفہ النیچریہ پر نظر کرتے ہین کہ کچھ قابل اعتبار کے ہین یا نہین **قال** اس آیتہ سے یہ بات نہین پائی جاتی کہ بنی اسرائیل مین سے کسی ایک نے بھی اپنے آپکو مار ڈالا تھا **قلت** قول اللہ تعالےٰ کا فاقتلوا انفسکم یعنی پس قتل کرو اپنی جانون کو دو امر کا محتمل ہے ایک یہ کہ اپنے آپ کو آپ قتل کرو دوسرا یہ کہ بعض لوگ بعض کو قتل کرین اگرچہ بعض مفسرین احتمال اول کی طرف گئے ہین مگر کچھ ثبوت اسکا نہین بلکہ برخلاف ہے تصریح توریت اور دیگر روایات کے جو اس باب مین منقول ہین پس احتمال ثانی ہی متعین ہے اور یہی قول ہے اکثر مفسرین کا امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین قوله تعالى فاقتلوا انفسكم معناه ليقتل بعضكم بعضا وهو كقوله في موضع آخر ولاتقتلوا انفسكم ومعناه لايقتل وقيل في قوله تعالى لولا اذ سمعتموه ظن المومنون والمومنات بانفسهم خيرا اى بامثالهم من المومنين وكقوله فسلموا على انفسكم اى ليسلم بعضكم على بعض یعنے (فاقتلوا انفسکم) کے معنی یہ ہین کہ قتل کرے بعض تمھارا بعض کو اور وہ مثل قول اللہ تعالی کے ہے جو دوسری جگہ ہے (ولاتقتلوا انفسکم) اور معنی اُسکے یہ ہین کہ نہ قتل کرے اور کہا گیا ہے قول اللہ تعالی مین (لولا اذ سمعتموه ظن المومنون والمومنات بانفسهم خيرا اى بامثالهم من المومنين) یعنی (بانفسهم) اسے مراد یہ ہے کہ اپنی مثل مسلمانون سے اور مثل قول اللہ تعالی کے (فسلموا على انفسكم) یعنی سلام کرے بعض تمھارا بعض پر بہرحال حکم ایجاب قتل کا اور اوسکی امتثال مین حسب وجوہ مرقومہ بالا کچھ شک و شبہ نہین **قال** کیونکہ یہ کہنا کہ مار ڈالو اپنے آپ کو حضرت موسی کا قول ہے بنی اسرائیل پر خود حضرت موسی کے غصہ کے یہ الفاظ ہین خدا نے اُنکو اپنے تئین آپ مار ڈالنے کا حکم نہین دیا تھا **قلت** توریہ کی عبارت ہم نے اوپر نقل کی ہے اُسمین منص صریح یہ حکم خدا کا موجود ہے قرآن مجید مین صاف و صریح یہ کلمات

کے کلام پر قیاس کرنا یہ بھی ایسا امر ہی کہ بجز سید الطائفہ کے کوئی صاحب یہان اُسکو روا نہین رکھ سکتا یہان ایک امر اور بھی بحث طلب ہی یعنی توریت مین لکھا ہی وقف موسی بباب العسکر فقال من کان للہ یقبل الی فاجتمع الیہ جمیع بنی لاوی فقال لہم کذا قال اللہ الہ اسرائیل یتقلد کل رجل سیفہ وامضوا وارجعوا من باب الی باب فی المعسکر ویقتل کل رجل منکم من عبد العجل وان کان اخاہ او صاحبہ او قرابتہ فصنع بنی لاوی کما امرہم موسی فوقع من القوم فی ذلک الیوم شبیہ ثلاثۃ آلاف رجل الخ (ترجمہ عربیہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء) ایستاد موسی بر در لشکرگاہ آمد وگفت ہر کہ باشد از لشکر خدا بسن باید پیش آید بسوی من پس قبول رفت کرد بسویش بنو لاوی ہمگی شان پس گفت بایشان ہمچنین میگوید پروردگار خدای اسرائیل تا بیاویزد ہر مرد از شما شمشیرش در روند از دری تا دری و جولان کنند لشکر باید کہ بکشند از شما برادرش و یارش و خویشانش را پس کردند بنو لاوی چنانچہ فرمود موسی شان پس کشتہ شد از شعب در آن روز مثل از سہ ہزار مرد (ترجمہ فارسی از عربی کہ از عبرانی در عہد ہارون رشید در بغداد ترجمہ شدہ بود) اُردو ترجمہ کی نقل ہم اوپر کر چکے ہین الغرض ان تراجم سے یہ بات ثابت ہی کہ حکم قتل کا خدا ے تعالیٰ نے صادر فرمایا تھا اور وہی قتل اُنکی گناہ کا کفارہ تھا سید الطائفہ کہتے ہین کہ خدا ے تعالیٰ نے حکم قتل کا نہین دیا تھا بلکہ خود موسی عم نے غصہ مین آکر بموجب محاورہ اُردو زبان کے یہ الفاظ کہے تھے اور بدون قتل گناہ اُنکا معاف کیا گیا تھا چونکہ یہ قول سید الطائفہ کا مناقض مضمون توریت کے ہی پس دو حال سے خالی نہین یا تو یہ قول سید الطائفہ کا غلط ہی یا توریت مین تحریف ہوئی اس صورت مین سید الطائفہ کو یا تو اپنی اس غلط گوئی کا اقرار کرنا چاہیے یا وہ مسئلہ جسپر تمام فرقہ نیچریہ کا اتفاق ظاہر کیا جاتا ہی کہ لا تحریف فی الکتب المقدسۃ اُسکی بطلان کا اقرار کرنا واجب ہی

قال اللہ تعالی وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوسٰی لَنْ نُؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (ترجمہ) اور جبکہ کہا تم نے کہ اے موسیٰ ہم تیری باتون پر یقین نہ کرینگے تا وقتیکہ ہم اللہ تعالیٰ کو عیانًا دیکھ نہ لینگے

اور اگر توبوا الی بارئکم حکم ایجابی ہے تو چونکہ فاقتلوا انفسکم اُسکی تفصیل تتمہ ہے تو وجوب فاقتلوا انفسکم مین بھی کچھ شک و شبہ نہین اور تتمہ توبہ کی بدون اقتلوا انفسکم کے حسب تصریح مرقومہ بالا کے متصور نہین **قال** یہ مطلب اس آیہ کے پچھلے حصے سے جسمین معاف کرنیکا ذکر ہے پایہ صاف ہو جاتا ہے کیونکہ جن لوگون نے گوسالہ پرستی کی تھی اُنھین کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ پھر خدا نے تمکو معاف کیا **قلت** یہ سب تقریر سید الطائفہ کی بنا رفاسد علی الفاسد یعنے مبنی ہے اور پر اس بنا رغلط کے کہ حضرت موسی ع نے بغیر حکم خدا کے اپنی طرف سے یہ حکم دیا کہ توبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم اور فساد اس قول کا ہم اوپر ثابت کر چکے ہین تاب علیکم کے معنی یہ نہین کہ بغیر توبہ کے جرم شرک کو معاف کر دیا بلکہ معنی یہ ہین کہ تمھاری توبہ قبول فرمائی اور ظاہر ہے کہ قبول توبہ کو وجود توبہ لازم ہے اور چونکہ توبہ اُنکی حسب تصریح آیہ سابق کے قتل نفس ہے جسکے بدون اُسکے توبہ تمام نہین ہو سکتی پس جملہ اخیرہ آیہ کا صاف صریح خلاف مدعای سید الطائفہ اور مبطل اُنکے دعوے کا ہے **قال** یہ کہنا حضرت موسی کا کہ مار ڈالو ایسی طرحکا ہے جیسے کوئی بزرگ کسیکو نفرین کرتے وقت کہے ڈوب مرا ایسا کرنے سے تو تیرا مرجانا بہتر ہے **قلت** سید الطائفہ کے اس عیب اور مغالطہ پر ہم بہت مقامات مین تنبیہ کر چکے ہین کہ کلام تو زبان عرب مین ہے سید الطائفہ اُسکے معنی برخلاف لغت عرب کے ٹھیراتے ہین اور اُسپر اردو زبان کے محاورہ کی سند لاتے ہین حالانکہ یہ بات ہرگز قابل قبول نہین ہر زبان کا محاورہ علیحدہ ہوتا ہے ایک زبان کی محاورہ سے دوسری زبان کے کلام پر استدلال کرنا صراحتًا دھوکا دینا ہے پھر ایک طبعزاد مثال جو محاورہ اردو کی بناکر پیش کی ہے اُسکا سیاق بھی مطابق توبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم کے نہین اس مثال مین یہ کہان ہے کہ خدا کے سامنے توبہ کر اس مثال مین یہ کہان ہے کہ تیرا مرجانا خدا کے نزدیک بہتر ہے پھر انبیاء ع اور خدا کی کلام کو عوام الناس

پردہ پڑجاوے اوریہ موٹی بات کہ اُنکے صاحبان عقل کا علی الخصوص جنکی عقل درجہ کمال کو پہونچی ہو
مثل انبیا اور اولیا کے ہرگز نہیں ہوتا یہ عادت البتہ سخیف الرائے لوگون کی ہی مثل سید الطائفۃ السنیۃ
کے کہ غلبہ شوق تقلید حمقاء فرنگ مین اُنکی عقل پر ایسا پردہ پڑگیا ہی کہ رطب یابس غلط سلط جو کچھ
زبان پر آتا ہی کہنی نکہنی کہہ اُٹھتے ہین عیاذاً باللہ اگر انبیا کا ایسا حال ہو کہ کسی وقت مین اُنکی عقل پر
ایسا پردہ پڑجایا کرے کہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز کہنے لگین تو سب اقوال و افعال اون کے
ساقط الاعتبار ہو جاوین الغرض ایسا بیہودہ بے اصل جواب ہماری استدلال مین کسیطرح پر خلل انداز
نہین ہوسکتا اور کوئی صاحب ایمان معتزلہ اور شیعہ مین سے بھی اسکو تسلیم نہین کرسکتا پھر ہم یہ کہتے ہین
کہ شوق دیدار جناب موسی ع کو جو قسم دوم سے قرار دیا ہی اسکی کیا وجہ ہی قسم اول کیون نہین قرار دیا
اسلیئے کہ اوصاف او حال کا سُنا کچھ مخصوص اسی کے ساتھ نہین کہ غیرون ہی سے سُننے بلکہ خود صاحب
اوصاف اور صاحب حال سے سُننے سے بھی بغیر دیکھنے صاحب حال اور صاحب اوصاف کے
پیدا ہوسکتا ہی پھر بیان وہ خاص ذوق و شوق کیا تھا کہ جسکے سبب سے ایسے اعلم العلما اور اکمل
العقلا کی عقل پر پردہ پڑگیا اور علم سب کا جہل ہو گیا اور پھر اس امر کو ثابت کرنا چاہی کہ پیدا ہونا
ایسے ذوق و شوق کا کہ جس سے زوال عقل اور جہل خصوصاً جہل ذات و صفات باریتعالی ہو کہ اشنع
القبائح ہی لازم آوے انبیاء کے حق مین جائز ہی حاشا وکلا ذلک ظن الذین کفروا **قال** بنی
اسرائیل نے بھی خدا کا دیکھنا چاہا مگر یہ اونکا سوال تیسری قسم کا تھا وہ موسیٰ کی اس بات پر کہ
خدائے پروردگار عالم موجود ہی اور اُسنے موسی کو اپنا پیغمبر کیا ہی یقین نہین لاتے تھے **قلت**
یہ بات کہ بنی اسرائیل خدا پر یقین نہین کرتے تھے قطعاً غلط ہی اُنکی تو عورتین بھی وجود پروردگار
عالم کی قائل تھین دیکھو باب ۱۵ سفر خروج خصوصاً درس ۲۰ باب مذکور کا جس مین مریم نبیہ ہارون
کی بہن نے سب عورتون کے ساتھ خداوند عالم کی مناجات کی۔ ہے ہان یہ بات تھی کہ احکام جو موسیٰ ع

پھر تم کو لے لیا عذاب مہلک نے اور تم دیکھتے تھے پھر جلا اُٹھایا ہم نے تمکو تمھارے مرنیکے بعد تاکہ تم شکر کرو اس آیۃ مین سید الطائفۃ النیچریہ نے کئی کلمون مین تحریف کی ہے (اول) یہ کہ صاعقہ کے معنی گرج اور کڑکڑاہٹ ہین یعنے موت اور عذاب مہلک نہین (دوم) بعث کے معنی زندہ کرکے اُٹھانا نہین (سوم) موت کے معنی مردن نہین بلکہ مثل مردن ہین ان امور کو ہم بعد کو بیان کرینگے اول سید الطائفہ کی ایک اختباط کا بیان کرتے ہین کہ اس آیۃ کے بیان مین **کہتے ہین** کہ انسان کے دل مین کسی چیز کے دیکھنے کی خواہش تین طرح پیدا ہوتی ہے (۱) اُسکا حال اور اوصاف سُننے سے (۲) یا دل مین کسی خاص قسم کا ذوق وشوق پیدا ہونے سے (۳) یا اُسکا حال کہنے والے کی بات پر یقین کرنے سے موسی کو خدا کے دیکھنے کا شوق ہوا مگر وہ شوق دوسری قسم کا تھا کہ جسکے غلبہ مین انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور ہونی نہونی بات کہہ اُٹھتا ہے **قلت** اس امر مین کلام کرنا تھا تو سورہ اعراف کی اس آیۃ مین کلام کرتے (رب ارنی انظر الیک) چونکہ یہ واقعہ دوسرا ہے اور یہان بنی اسرائیل کی فسادہ کا بیان ہے نہ موسی ع کے شوق دیدار کا پس یہان یہ لکھنا سید الطائفہ کا محض خبط ہے مگر چونکہ اُنھون نے یہ بحث خود بے محل چھیڑی ہے ہمکو اسکا جواب دینا اس محل مین بے محل نہین مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ علم کلام کا ہے کہ رویۃ جناب باری تعالی کی آنکھون سے ممتنع ہے یا جائز اہل سنۃ وجماعۃ کہ جنسے سید الطائفہ کو قاطبۃ عداوۃ ہے اُسکے جواز کے قائل ہین اور اُسپر ہماری ایک دلیل مستحکم یہ ہے کہ اگر جائز نہوتا تو موسی ع سا پیغمبر الوالعزم صاحب شریعۃ اعلم العلما اُسکی کیون درخواست کرتے اسلیئے کہ جو شی متصور الوجود ہی نہین اُسکی درخواست تو عین جہالت ہے معتزلہ وشیعہ جو اس مسئلہ مین ہمسے خلاف کرتے ہین اُنھون نے بھی اس دلیل کی کچھ توجیہات کیکہ جو بدیہی البطلان ہین کی ہین مگر چونکہ دونو فرقہ علم وعقل رکھتے ہین اسلیے یہ توجیہہ جو سید الطائفہ نے کی ہے جو تمامتر بے عقلی اور بے علمی اور بے ادبی پر مبنی ہے کسی نے نہین کی لہذا ہم سید الطائفہ کے جواب مین کہتے ہین ایسی چیز کا شوق کہ جسکا حصول ممتنع ہو اور اُسکے غلبہ مین عقل پر

جزء کے آٹھوین اور ساتوین رکوع کو انسے یہ امر بوضاحت تمام ثابت ہی اور جسقدر صیغہ ان آیات مین اور جسقدر ضمائر ہین سب صیغہ او ضمائر واحد ہی کے ہین جو خاص حضرت موسی کی طرف راجع ہین چونکہ اس آیۃ مین کہ جسمین بیان کلام ہی حضرت موسیٰ کی رویۃ طلب کرنے کا کچھ ذکر نہین لہذا اس مقام پر ہم زیادہ تر اس مین کلام کو طوالت نہین دیتے ہان سورہ اعراف تک اگر سید الطائفہ پہونچے اور وہان کچھ کلام کیا تو اس مقام مین بالاستیعاب اس بحث کو لکھا جاویگا اسوقت ہم اُن ہی امور مین جن مین سید الطائفہ نے کلمات قران مین تحریف کی ہی گفتگو کرتے ہین اللہ المستعان **قال** صاعقہ کے معنے لغت مین موت کے بھی ہین اور عذاب مہلک کے بھی ہین **قلت** قاموس مین ہی کہ الصاعقۃ الموت وکل عذاب مہلک مطلب یہ ہی کہ صاعقہ کے دو معنی ہین ایک خود موت دوسرے عذاب مہلک یعنی عذاب جو موجب موت ہو اسی بنا پر مفسرین کے کلام (اخذتکم الصاعقۃ) مین دو قول ہین ایک یہ کہ لے لیا انکو موت نے دوسرا قول یہ کہ لے لیا تمکو ایسے عذاب نے جو موجب تھا تمھاری موت کا الغرض اُنکی موت مین کسیکو اختلاف نہین امام فخر الدین رازی لکھتے ہین للمفسرین فی الصاعقۃ قولان الاول انہا ہی الموت الثانی ہو قول المحققین ان الصاعقۃ ہی سبب الموت ولذلک قال فی سورۃ الاعراف فاخذتہم الرجفۃ واختلفوا فی ان ذلک السبب ای شیٔ کان علی ثلثۃ اوجہ احدہا انہا نار وقعت من السماء فاحرقتہم ثانیہا صیحۃ جاءت من السماء ثالثہا ارسل اللہ تعالی جنودا سمعوا بحسہا فخروا صعقین میتین اما قولہ تعالی لعلکم تشکرون فالمراد انہ تعالی انما بعثہم بعد الموت فی دار الدنیا لیکلفہم ولیتمکنوا من الایمان ومن تلافی ما صدر عنہم من الجرائم (یعنی) مفسرین کے صاعقہ کے معنی مین دو قول ہین اول یہ کہ وہ موت ہی دوسرے اور وہ قول محققین کا ہی کہ صاعقہ سبب موت ہی اور اسی لئے فرمایا ہی سورہ اعراف مین فاخذتہم الرجفۃ اور اختلاف کیا ہی مفسرین نے اسمین کہ سبب کو کیا چیز ہی تین وجہ پر اول یہ کہ وہ آگ ہی کہ اُتری آسمان سے پس جلا دیا اُسنے اُنکو دوسری یہ کہ وہ آواز سخت ہی کہ آسمان سے آئی

کی وساطت سے صادر ہوتے تھے باوجود اقرار نبوت کے اُن پر یقین نہین کرتے تھے اور حبسطرح سید الطائفہ بعض فرمانون کی نسبت یہ کہتے ہین کہ خدا کا حاکم تھا موسی نے اپنی طرف سے بنا کر کہدیا تھا اسیطرح یہ وہ بھی ازراہ قساوت وشقاوت کے اُن احکام کی بجاآوری مین سے تابی تھے در باوجود مشاہدہ معجزات قاہرہ اور دلائل باہرہ کے بار بار سرکشی اور منازعت سے پیش آتے تھے و رجان بوجھ کر جھگڑا کرتے تھے اور حیلہ حوالہ کرتے تھے **قال** اور اسی بنا پر اُنھون نے کہا تھا کہ ہمین خدا کو دکھادے جب تک ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھ لینگے تجھ پر ایمان نہ لاوینگے حضرت موسی اپنے شوق کے سبب سے جس مین انسان کو ذہول ہو جاتا ہی بھول گئے کہ خدا ان آنکھون سے دکھائی نہین دیسکتا اور بنی اسرائیل نے اپنی حماقت سے یہ چاہا کہ علانیہ خدا کو ہم دیکھ لین اور یہ نہ سمجھے کہ نہ خدا اپنے تئین کسیکو دکھا سکتا ہی اور نہ خدا کو کوئی دیکھ سکتا ہی **قلت** نسبت موسیؑ کی جو کچھ لکھا ہی اُسکا بطلان قول سابق مین ہو چکا اور بنی اسرائیل کی نسبت جو کچھ لکھا ہی اُسکی نسبت ہم یہ کہتے مین کہ صرف جہالت ہی تھی بلکہ بجاآوری احکام توریت مین ایسے ایسے حیلہ کرتے تھے

اس واقعہ اور واقعہ رب ارنی انظر الیک الآیہ کو جو سورۂ اعراف مین مذکور ہی سید الطائفہ نے ایک سمجھا ہی جار اللہ مخشری اور دیگر چند اہل اعتزال نے بھی ایسا ہی سمجھا ہی مگر یہ بڑی غلطی ہی یہ واقعہ اور ہی اور وہ واقعہ اور ہی اور تفصیل اُسکی کتب کلامیہ در کشف کشاف اور دیگر حواشی کشاف اور تفسیر کبیر مین مرقوم ہی اور خود قرآن مجید سے ثابت ہی کہ دونو واقعہ ازمنہ مختلفہ کے ہین کیونکہ سورۂ اعراف سے یہ بات ثابت ہی کہ طالب رویۃ حضرت موسیؑ کا واقعہ اُسوقت کا ہی کہ جب وہ الواح دینے کے واسطے کوہ طور پر بلائے گئے تھے اور حضرت ہارون کو قوم پر اپنا خلیفہ کرکے تنہا تشریف لیگئے تھے اور جب وہان سے پھرے تو تمام قوم کو گوسالہ پرستی کرتے ہوئے دیکھا اور نہایت پیچ وتاب غصہ مین آکر وہ الواح جو لائے تھے ڈالدین اور ہارونؑ سے مواخذہ فرمایا دیکھو یون

یعنی اور نشانی ہے اُبیچ قصہ ثمود کے جبکہ کہا گیا اُنسے کہ تمتع حاصل کرو تم ایک مدت معین تک پس سرتابی کی اُنھون نے فرمان پرور دگار اپنے سے پس لے لیا اُنکو صاعقہ نے اور وہ دیکھتے تھے فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود (حم سجدہ) یعنی پس اگر مونھ موڑین وہ پس کہہ کہ ڈرایا مین نے تمکو صاعقہ سے مانند صاعقہ عاد وثمود کے دیکھو ان سب آیات مین کلمہ صاعقہ ہے اور سب آیات مین عذاب مہلک ہی مراد ہے اور مساق آیۃ مانحن فیہ اور مساق آیہ سورہ ذاریات کا ایک نمط پر ہے صرف ضمائر خطاب و غیبت کا فرق ہے اور آیہ سورہ نسا مین (فقد سالوا موسی اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ فاخذتہم الصاعقۃ بظلمہم) یہ فرق بھی نہین اسیطرح جیسے سورہ اعراف مین بھی (اخذتہم الرجفۃ) بضمیر غیبت واقع ہے پس جو مراد کلمہ صاعقہ سے اُن واقعات مین ہے وہی یہان بھی ہے والقران یفسر بعضہ بعضاً **قال** اور صَعِق بکسر العین کے معنی ہین مُغشی علیہ یعنے بیہوش کیا گیا **قلت** اولا تو اسکے یہان لانے سے کیا فائدہ ہے ظاہرا یہ خیال خام دماغ مین پیدا ہوا کہ صاعقہ کو صَعِق بکسور العین سے لیکر اُسکے معنی بیہوش کرنے والی چیز کے ٹھیرادین لیکن چونکہ لغات عربیہ اور قواعد تصریف اور اشتقاق لغات سے محض ناواقف ہین اور میزان منشعب تک بھی استعداد نہین رکھتے یہ نہ سمجھے کہ صَعِق بکسور العین جو بمعنے غشی علیہ کے ہے وہ خود لازمی ہے اور اُس سے اشتقاق صاعقہ کا بمعنی بیہوش کرنے والی چیز کے کہ معنی متعدی ہے نہین ہوسکتا ان معنی مین کلمہ مصعقہ کا البتہ استعمال ہوسکتا ہے نہ صاعقہ کا کیونکہ جب تعدیہ صعق بکسر العین کا مقصود ہوتا ہے تو ہمزہ تعدیہ کا اُسپر لاتے ہین اور کہتے ہین اَصعقہ غیرہ یعنی مجرد کے ابواب سے خارج کرکے مزید فیہ کے باب افعل یفعل افعالا مین لے آتے ہین کما قال شاعرہم ؎ تری النعرات الزرق تحت لبانہ ٭ اُحاد و مثنی اصعقتہا صواہلہ ٭ پھر غشی علیہ کا جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ بیہوش کیا گیا یہ بھی مبنی اسپر ہے کہ ہنوز جناب والا کو فعل لازمی اور فعل متعدی کے مجہول مین اصلا تمیز نہین یہ ترجمہ جو کیا ہے متعدی سے

تیسری یہ کہ اللہ تعالی نے ایک لشکر بھیجا اُسکی آواز اُنھون نے سُنی پس اوندھے گرے وہ بیہوش
مردہ اور قول اللہ تعالی کا لعلکم تشکرون پس مراد یہ ہی کہ اللہ تعالی نے زندہ کیا اُنکو بعد موت کے
دنیا مین تاکہ مکلف کرے اُنکو اور تاکہ قدرت پاوین وہ ایمان لانے کی اور اس چیز کی تلافی کی جو اُن سے
از قسم جرایم ہوئے تھے **قال** مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اس عذاب سے کوئی ہلاک ہوئے بغیر رہے ہی
نہین **قلت** جب خود سید الطائفہ اقرار کرتے ہین کہ ایک معنی صاعقہ کے عذاب مہلک ہین
یعنی ایسا عذاب جو معذبین کو ہلاک کر دے پس یہ کہنا اُنکا کہ اس سے یہ لازم نہین آتا الخ نہایت
عجیب ہی اگر صاعقہ کے معنی یہ ہوتے کہ عذاب محتمل الاہلاک یا مظنون الاہلاک تو البتہ یہ قول اُنکا
گنجایش رکھتا تھا لیکن چونکہ ایسا نہین پس یہ قول اُنکا صریح غلط ہی **قال** اور عذاب یا بلا آنے کی
سنسناہٹ اور گڑگڑاہٹ کڑک کے معنی بھی آئے ہین **قلت** قاموس سے یہ امر ثابت ہو گیا ہی
کہ ایک معنی صاعقہ کے ہر قسم کے عذاب مہلک کے ہین خواہ وہ کسی طرح پر ہو خواہ کڑک سے ہو خواہ
سنسناہٹ سے ہو خواہ آگ کے جلا دینے سے ہو مطلق عذاب یا مطلق گڑگڑاہٹ یا سنسناہٹ
وغیرہ کو جس مین ہلاکت نہو صاعقہ نہین کہہ سکتے **قال** اور بجلی اور آسمان پر سے گرنے والی آگ کے
معنی بھی ہین **قلت** مقام تعذیب مین جب یہ لفظ مستعمل ہو گا خواہ اُسکی کچھ ہی معنی ہون بالضرورۃ
ہلاکت اُسکو لازم ہو گی ہمارے قول کی تائید کیواسطے اگرچہ تصریح اہل لغت ہی کافی ہی مگر ہم خود
قرآن مجید سے بھی اپنے قول کو ثابت کرتے ہین قولہ تعالی واما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی علی الہدی
فاخذتہم صاعقۃ العذاب الہون بما کانوا یکسبون ونجینا الذین آمنوا (حم سجدہ) یعنی اور رہی پر ثمود پس
راہ دکھائی ہمنے اُنکو پس اختیار کیا اُنھون نے نابینائی کو ہدایت پر پس لے لیا اُنکو صاعقہ عذاب
خواری کے نے بسبب اُس چیز کے کہ کرتے تھے وہ اور نجات دی ہمنے اُن لوگون کو جو ایمان
لائے وفی ثمود اذ قیل لہم تمتعوا حتی حین فعتوا عن امر ربہم فاخذتہم الصاعقۃ وہم ینظرون (ذاریات)

کیا کیا تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ اولم یر الذین کفروا ان السموات و الارض کانتا رتقا
ففتقناہما یعنے آیا نہ دیکھا اُن لوگون نے جو کافر ہوے کہ آسمان و زمین تھے وہ دونو بستہ پس
کھولا ہمنے اُن دونو کو دور نہ جاسیے موت ہی کی نسبت فرمایا ہی ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد
رائیتموہ وانتم تنظرون اس آیہ مین دو کلمہ موجود ہین جو موت کے دیکھنے کے معنی مین ہین ایک
(رائیتموہ) جو رویۃ بصر سے ہی دوسرا وہی کلمہ جو اس آیہ مین ہی یعنی (وانتم تنظرون) پس جس
اعتبار سے اُس آیہ مین بہ نسبت موت کلمات (رائیتموہ) اور (انتم تنظرون) وارد ہی اُسی اعتبا
سے یہان بھی واقع ہی پھر آیہ سورہ (ذاریات) مین نسبت قوم ثمود کے جنکے مرجانے مین کچھ شک و
شبہ نہین یہی کلمات ہین (فاخذتہم الصاعقۃ وہم ینظرون) پس جس اعتبار سے وہان (وہم ینظرون)
واقع ہی اُسی اعتبار سے یہان بھی (وانتم تنظرون) وارد ہی اسیطرح یہی قول شاعر ؎
اذا علقت قرنا خطاطیف کفہ ✤ رای الموت بالعینین اسود احمرا ✤ لہذا یہ دلیل عدم ارادہ موت
کی جو سید الطائفہ نے لکھی محض بے اصل ہی اور اس سے مدعا اُنکا ثابت نہین ہوسکتا بلکہ کلمہ وانتم
تنظرون بڑی عمدہ دلیل ہی اوپر ثبوت اور وقوع موت اور دفع شبہ غشی کے کیونکہ ہم اوپر
لکھ چکے ہین کہ اس کلمہ اور اُسکے مماثل کلمات کا استعمال زبان عرب مین یقینیات مین ہوتا ہی بلا
لحاظ رویۃ بصر اور نظر کے پس جسطرح (رائیتموہ (اور) وانتم تنظرون) کا یہ مطلب ہی کہ جس موت کی
تم تمنا کرتے تھے قبل اُسکے آنے کے اب وہی موت یقیناً بغیر کسی شک و شبہ کے پیش آئی اسیطرح
یہان بھی ہی کہ موت نے تمکو لے لیا اور اُسکے موت ہونے مین کسیطرح کا شک و شبہ اور احتمال
کسی اور چیز کا نہین اور یہی طرح آیہ سورہ (ذاریات) اور شعر شاعر کا حال ہی پس کلمہ (وانتم
تنظرون) دلیل تحقق موت کی ہی نہ برعکس جیسا کہ سید الطائفہ نے سمجھا ہی **قال** امام
فخر الدین رازی بھی فرماتے ہین کہ یہان صاعقہ کے معنی موت کے نہین ہین کیونکہ موت کی

جھوا کا ہی غشی علیہ کا ترجمہ یہ ہی کہ غشی طاری ہوئی اُسپر یعنی بیہوش ہوگیا نہ یہ کہ بیہوش کیا گیا
پھر صعق ہی اور صاعقہ ذوالزیادہ ہی اور زبان عرب کا یہ قاعدہ ہی کہ مجرد پر جو کچھ زیادتی
الفاظ مین کی جاتی ہی تو معنی مین کسی قسم کی زیادتی مقصود ہوتی ہی پس ضرور نہین کہ جو معنی مجرد کے
ہون وہی معنے بغیر کسی زیادتی کے مزید فیہ کے بھی ہون مگر ان امور کا لحاظ تو اُس شخص کو ہو سکتا ہی
جو علوم عربیہ سے واقف ہو اور امثال سید الطائفہ کہ کسی قسم کی استعداد علوم عربیہ مین نہین رکھتے
ایسے ایسے امور پر لحاظ رکھنے سے معذور ہین اور از راہ بوالہوسی اور اشاعۂ فساد کے دین اسلام
مین تفسیر قرآن پر مستعد ہوے ہین ثانیاً یہ جو کہتے ہین کہ صعق بکسر العین کے معنے ہین غشی علیہ اسکا
حاصل یہ ہی کہ اُسکے معنی (مات) (مرا) (مُرد) نہین مگر یہ بھی غلط ہی بمعنی مرد (مرا) کے بھی آتا ہی
جیساکہ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض (سورۂ زمر) مین بمعنے (مات) کے ہی **قال**
اب دیکھنا چاہیے کہ اس جگہ فاخذتکم الصاعقۃ کے کیا معنی ہین **قلت** اسی سیاق پر سورہ ذاریات
مین واقع ہی صرف اتنا فرق ہی کہ وہان (اخذتہم الصاعقۃ) ہی یہان (اخذتکم الصاعقۃ) ہی پس جو معنے
وہان ہین یہان بھی وہی ہین والقران یفسر بعضہ بعضا اور چونکہ وہان بالاتفاق یہی معنے ہین کہ لیلیا
اُنکو موت نے یا عذاب مہلک نے بس یہان بھی یہی معنی ہین کہ لے لیا انکو موت یا عذاب مہلک
نے علاوہ بران از روے لغت کے بھی خالی ان دونون معنون سے ہونا نہین چاہیے بہرحال
دونو معنون مین سے جو معنی ہونگے مرجانا انکا ہر ایک معنی پر ثابت ہوگا **قال** موت کے معنے تو
یہان ہو نہین سکتے اسلئے کہ انتم تنظرون کا مطلب غلط ہو جاتا ہی کیونکہ موت کی نسبت وانتم تنظرون
نہین کہہ سکتے **قلت** یہ تو ناواقفی ہی سید الطائفہ کی اسالیب کلام عرب سے جب کسی امر کے
وقوع مین کچھ شک و شبہ نہین رہتا تو اُس مقام پر یہ الفاظ یا انکے مرادف بولے جاتے ہین اور
نظائر اسکی کلام عرب مین بہت ہین الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل یعنے آیا نہین دیکھا تو نے

بہول گئے کہ خدا ان آنکہون سی وکہائی نہین دیسکتا اس بناپر وہ طالب دیدار ہوی تہی
اور یہ واقعہ اور واقعہ سورہ اعراف جسمین موسیٰ کو تنبیہ ہوی ہی ایک ہی ہی) ان مقدمات سے
ظاہر ہی کہ بنی اسرائیل تو ایک بڑی جرم فخیم یعنی اشد کفر کے کہ اس سی بڑہکر کوئی جرم نہین مرتکب
ہوی اور جناب موسیٰؑ صرف ایک جرم خفیف یعنی ذہول اور بہول کی کہ خفیف ترین جرمون کا ہی
مرتکب ہوی حضرت موسیٰؑ کو بپاداش اُن کے جرم کے سزا غشی کی ہوی اگر بنی اسرائیل کو بہی
وہی سزا دیجاتی تو لازم آتا کہ بڑی جرم اکبر الکبائر ظلم عظیم اور جرم خفیف کی دونو کی ایک ہی
سزا دی گئی اور کفر اور ذہول کی سزا مین کچہ خیال سنگینی اور خفت جرم کا نہ فرمایا گیا اور یہ
ہر آئینہ خلاف عدل ہی لہذا مقتضای عدالت یہی تہا کہ ہر ایک کو بلحاظ اُسکے جرم کی سزا دیجاوے چنانچہ
ایسا ہی ہوا کہ موسیٰؑ کو صرف غشی کی سزا اور قوم کو بلحاظ اُنکی جرم کے سزای موت دی گئی اور اسی
سبب سے دونو سزا اونکی تعبیر مین کلمات متغایرہ لائے گئے کہ حضرت موسیٰ کی بہ نسبت کلمہ (صعق)
جو بمعنی غشی کے ہی فرمایا اور بہ نسبت قوم کے کلمہ (الصاعقہ) کا جسکے معنی (موت)
یا (عذاب مہلک) ہین لایا گیا تاکہ بالمطابقہ اس امر پر دلالت کرین کہ سزا دونو کی ایک نہین
بلکہ جس طرح دونو جرم سنگینی اور خفت مین متفاوت ہین اسی طرح حسب اقتضای عدالت کے
سزا بہی متفاوت ہی کوئی شخص ہماری اس استدلال کو یہ نہ سمجہے کہ یہ ہماری حجت ہمارے
اعتقاد کی موافق ہی بلکہ ہمنے یہ حجت الزامی پیش کی ہے واسطے ابطال دعاوی سید الطائفہ کے
قال سورہ اعراف مین صاعقہ کی جگہہ رجفہ فرمایا ہے **قلت** اس سی سید الطائفہ کا
کیا مطلب حاصل ہوا کیا اُن کے نزدیک (رجفہ) کا فرمانا مستلزم اسکا ہی کہ (صاعقہ)
سی مراد موت نہین اگر یہ بات ہی تو اُنکی حال پر بڑا افسوس ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنہون نے پورا

قرآن پڑہا بہی نہین سورہ (حم سجدہ) مین بہ نسبت ثمود کی یہ ہی واما ثمود فہدینہم فاستحبوا العمی

نسبت منظرون نہین آسکتا **قلت** پس اسی استعداد پر تفسیر قرآن لکھنے میٹھے ہو جب کچہ
بن نہین آئی تو امام فخر الدین رازی کے قدمون پر گر پڑے اور آیۃ کتاب اللہ ولقد کنتم تمنون
الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون کو پس پشت پہینکدیا اور آیۃ سورہ ذاریات
پر بہی کچہ خیال نہین کیا کہ وہ بہی انہین کلمات سے بنسبت ثمود کے کہ جنکو مر جانا نہین کچہ شک
نہین وارد ہی **قال** اور اسکے سوا رخدا نے سورہ اعراف مین فرمایا ہی کہ خر موسیٰ صعقا اور پہر
فرمایا فلما افاق اور افاقہ موت سے نہین ہوتا بلکہ غشی سے ہوتا ہی **قلت** یہ استدلال بہی
غلط صریح ہی بچند وجہ (اول) یہ کہ یہ بات ہی غیر مسلم ہی کہ یہ واقعہ اور وہ واقعہ جسکا ذکر سورہ
اعراف مین ہی ایک ہی پس ایک واقعہ کی حالات کو دوسری واقعہ کے حالات قرار دینا صریح
غلطی ہی (دوم) یہ کہ یہان قوم موسیٰ کا حال بیان فرمایا ہی اور سورہ (اعراف) مین حال خود
جناب موسیٰ کا بیان ہی پس جناب موسیٰ کی حال کو حال قوم قرار دینا کتنی بڑی غلطی ہی (سوم) یہان
کلمہ (الصاعقۃ) ہی اور وہان (صعقا) ہی اور دونو کی معنی مین بہت بڑا فرق ہی (صاعقہ) بمعنی
(موت) یا (عذاب مہلک) کے اسم ہی (صعق) بروزن (کتف) صفۃ ہی مثل (برق) و (فرح)
کے اور اسم (اور صفۃ مین لفظا اور معنی بہت بڑا فرق ہی پس دو کلمہ مختلف المعنی کو مرادف قرار دیکر
استدلال کرنا انتہا درجہ کا مجادلہ اور محض شاغبہ بلکہ مغالطہ ہی اب ہم بعد فرض کرنے چند
مقدمات ممہدہ سید الطائفہ کی اسپر استدلال کرتے ہین کہ کلمہ (صاعقہ) جو اس آیۃ مین ہی اسکے
معنی و مراد (غشی) کے جو معنی (صعق) کی ہین نہین ہوسکتی بلکہ اسکی معنی بلاشک وشبہ (موت)
ہی ہین یا (عذاب مہلک) ہین بیان اس کا یہ ہی کہ سید الطائفہ لکھتے ہین کہ بنی اسرائیل
اس بات پر یقین نہین لاتی تہی کہ خدا پروردگار عالم موجود ہی اور اسنے موسیٰ کو اپنا پیغمبر کیا ہی
اور اس بناپر انہون نے کہا تہا کہ ہمین خدا کو دکہادی اور حضرت موسیٰ اپنی شوق کی سبب

شبہات سید الطائفہ مین سے ایک شبہ بھی وارد نہین ہوتا اسی سبب سے اس تقدیر پر

سید الطائفہ ایک حرف بھی زبان پر نہ لاے اور دم بخود ہو رہے واللہ یحق الحق بکلماتہ ولو کرہ

المبطلون اب ہم اُنکی تحریف کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور اُنکے اقوال کو اُنھین کے دلائل پیش

کی ہوئی سے رد کرتے ہین و اللہ الہادی الی الحق والصواب **قال** غرضکہ اس جگہ

صاعقہ کے معنی موت کے نہین ہین بلکہ ٹھیک معنی گرج اور گڑگڑاہٹ کے ہین خواہ وہ گرج

بجلی کی ہو خواہ گڑگڑاہٹ بادل کی ہو یا کسی آتشین پہاڑ کی **قلت** (اول) تو خود یہی کہنا

کہ (صاعقہ) کے معنی (موت) کے نہین حسب تصریحات مرقومہ بالا مردود ہی (ثانیا)

(صاعقہ) کا معنی (موت) نہونا مستلزم اسکا نہین ہوسکتا کہ (صاعقہ) کے معنی گرج اور گڑگڑاہٹ

کے خصوصا بجلی یا بادل یا کسی آتشین پہاڑ کے ہون کیونکہ محتمل ہی کہ معنی (عذاب مہلک) کے ہو

جیسا کہ اکثر مفسرین کا قول ہی (ثالثا) (صاعقہ) کے معنی نہ بجلی کے گرج کے ہین نہ بادل کے

گڑگڑاہٹ کے نہ کسی آتشین پہاڑ کے اور بجلی کی گرج تو ایک غلط لفظ بولے ہین بجلی مین گرج

کہان ہی (رابعا) ہم اُنھین کی وجوہ پیش کین ہوئین سے اُنکی گرج اور گڑگڑاہٹ کو رد کرتے ہین

(وجہ اول) (صاعقہ) کے معنی گرج اور گڑگڑاہٹ کے تو یہان ہو ہی نہین سکتے اسلیئے کہ (وانتم

تنظرون) غلط ہو جاتا ہی کیونکہ گرج اور گڑگڑاہٹ نظر نہین آتا بلکہ ادراک اُسکا حاسہ سمع سے

متعلق ہی نہ حاسہ بصر سے (وجہ دوم) اللہ تعالی نے سورہ اعراف مین بجاے (صاعقہ)

(رجفہ) فرمایا ہی جسکے معنی زلزلہ شدید کے ہین نہ گرج اور گڑگڑاہٹ کے غرضکہ اس جگہ (صاعقہ)

کے معنی گرج اور گڑگڑاہٹ کے نہین ہین بلکہ ٹھیک معنی (موت) کے ہین یا (عذاب مہلک)

کے فرمائیے جناب سید الطائفہ یہ کیا ہوا کیسی دلیلین پیش فرمائی تھین کہ اُلٹی ازار گلے مین

آئی آپ ہی کے دلائل نے آپ کا کام تمام کیا مثل مشہور صادق آئی من حفر لغیرہ جُبًّا

علی الهدی فاخذتهم صاعقۃ العذاب الهون بما کانو یکسبون (سورہ ذاریات) مین ہی و فی ثمود اذ قیل لهم تمتعوا حتی حین فعتوا عن امر ربهم فاخذتهم الصاعقۃ وهم ینظرون (حم سجدہ) مین فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ عاد و ثمود ہی اُنھین کی نسبت بجاے (صاعقہ) کے کلمہ (رجفہ) بھی واقع ہی فاخذتهم الرجفۃ فاصبحوا فی دارهم جاثمین (اعراف) خلاصہ مقصود یہ ہی کہ چونکہ ہر ایک جگہ مقصود اونکے ہلاک کرنے اور مار ڈالنے کا بیان ہی پس کسی جگہ بلفظ (صاعقہ) یعنی خود بلفظ (موت) کے بیان کیا ہی اور کسی جگہ اُس عذاب کے لفظ جو موجب موت و ہلاک ہوا ہی بیان ہوا اسیطرح پر قوم موسیٰ ع کے ہلاک کا بیان ہی کہ بعض آیات مین بلفظ (موت) اور کسی آیہ مین بلفظ عذاب موجب موت بیان فرمایا ہی اسیطرح پر قوم عاد کا حال ہی کہ کہین تو اُنکی نسبت یہ فرمایا ارسلنا علیهم الریح العقیم ما تذر من شیء اتت علیه الا جعلته کالرمیم (ذاریات) یعنی بھیجی ہمنے اُن پر ایک ہواے خیر نہ چھوڑے کسی چیز کو کہ گذرے اُسپر مگر کر دی اُسکو مانند ہڈی بوسیدہ کے اما عاد فاهلکوا بریح صرصر عاتیۃ (حاقہ) یعنی اور پر عاد پس ہلاک کیے گئے وہ ساتھ ہوا سخت حد سے گذری ہوئی کے بعض جگہ یہ فرمایا فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود پس ظاہر ہوا کہ بعض آیات مین واقع ہونا کلمہ (رجفہ) کا بہ نسبت قوم موسیٰ ع اور قوم عاد و ثمود کے مانع اسکا نہین کہ اُنکی نسبت جہان کہین کلمہ (صاعقہ) وارد ہی اُس سے (موت) مراد لیجاوے یہان تک کلام اس تقدیر پر تھا کہ (صاعقہ) کو بمعنی (موت) لیا جاوے سید الطائفہ نے جسقدر بہ نسبت اوسکے ممنوع ہونے کے اپنی دانست مین دلیلین پیش کین ہماری تحقیقات مرقومہ بالا سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ سب کی سب پوچ اور رکیک ہین ایک بھی قابل اسکے نہین کہ اُسپر التفات کیا جاوے اور سب کی سب یا تو مغالطہ ہین یا مبنی اُوپر نا واقفی کے اسالیب کلام عرب سے ہین اب ہم دوسری تقدیر یعنے یہ بات کہ معنی (صاعقہ) کے (عذاب مہلک) لیے جاوین اس تقدیر پر تو

موت) کی ساتہ جہان ذکر (بعث) کا آتا ہی جیسا کہ اس آیہ مین ہی وہان تو مرنیکی بعد زندہ
ہوکر اٹھنا ہی مراد ہوتا ہی اور اکثر جگہہ ایسا ہی ہی کہ وہان بغیر ذکر (موت) کے لفظ (بعث)
کا آیا ہی اور زندہ ہوکر اٹھنا ہی مراد ہی اور امام فخر الدین کا قول جو یہان بطور سند لائی ہین
اسکی نقل مین خیانت کی ہی وہ تو تمامتر موید ہمارے اس دعوی کا ہی کہ جب (بعث) کا لفظ
(موت) کی ساتہ آتا ہی وہان مراد مرنے کے بعد زندہ ہوکر اٹھنا ہی مقصود ہوتا ہی اور استدلال
سید الطائفہ کا انکی قول سی مصداق مثل مشہور کا ہی کہ استغاث بمالیست اسلئی کہ وہ لکھتے ہین
اعلم انہ انما قال ثم بعثناکم من بعد موتکم لان البعث قد یکون لا بعد الموت مطلب انکا یہ ہی کہ (من بعد موتکم)
جو یہان فرمایا اس کا فائدہ یہ ہی کہ یہ (بعث) اور کسی قسم کا (بعث) مثل بیداری کی بعد خواب
کی نہین ہی بلکہ مرنی کی بعد جی اٹھنا مقصود ہی یعنی اور کسی قسم کے (بعث) کی احتمال کا قطع کرنا مقصود ہے
چنانچہ اسی مدعا پر تفسیر بیضاوی مین تصریح ہی وہ لکھتے ہین وقید البعث بالموت لانہ قد یکون عن
اغماء او نوم کقولہ ثم بعثناہم ابن تجید محشی بیضاوی اسکی شرح مین لکھتے ہین کہ یعنی کان الظاہر
ان ذکر البعث یغنی عن ذکر القید وہو قولہ من بعد موتکم لان من المعلوم ان البعث یکون بعد الموت
فبین فائدۃ التقیید بہ بان البعث لا یلزم ان یکون بعد الموت اذ قد یقال للانتباہ بعد النوم
والافاقۃ بعد الغشی فقیدہ بتعیین المراد من معانیہ الثلاثۃ یعنی تہا یہ امر ظاہر کہ ذکر (بعث)
کافی ہو اگر تہا قید کی ذکر سے اور وہ (قید) قول اللہ تعالی کا ہی (من بعد موتکم) اسلئی کہ
معلوم ہی کہ (بعث) ہوتا ہی موت کے بعد پس بیان کیا تقیید کی فائدہ کو اسکی ساتہ اس طور پر کہ ضرور
نہین کہ (بعث) بعد موت کی ہی ہو اسلئی کہ (بعث) کبہی بولا جاتا ہی واسطی بیدار کرنیکی خواب کی بعد اور
واسطی افاقہ کی غشی کی بعد پس مقید کیا اسکو واسطی متعین کرنی اس مراد کی تینون معنون سی ہرگاہ کہ
یہ امر متحقق ہوا کہ قول اللہ تعالی کا (من بعد موتکم) فائدہ متعین ہونی معنی جی اٹھنی کا بعد موت کے

وقع فیہ منکیا اور مضمون آیہ کریمہ یخزلون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار
کا جناب کی حال پر کیسا ٹہیک منطبق ہوا **قال** یہ کہا جا سکتا ہی کہ جبکہ اسی آیت مین ہی کہ
(ثم بعثناکم من موتکم) تو یہ ایک قوی ثبوت اس بات کا ہے کہ یہان صاعقہ کے معنی موت کے
ہین۔ مگر مفسرین اور خصوصاً امام فخر الدین رازی اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ کبہی بعث کا اطلاق
لابعد موت پر بہی ہوتا ہی جیسے کہ خدا نی فرمایا ہی کہ فضربنا علی اذانہم فی الکہف سنین عدداً ثم بعثناہم
پس بعثنا کی لفظ سی تو صاعقہ کی معنی موت کے لینی پر استدلال نہین ہو سکتا **قلت** اگر یہ کلمات
(ثم بعثناکم من بعد موتکم) نہو تو تب بہی مطابق تحقیقات مرقومہ سابقہ کی ایک ذرہ بہی شک و شبہ
اس مین نہین رہا تہا کہ (صاعقہ) کے معنی یا (موت) ہین یا (عذاب مستلزم و موجب موت) ہین
لیکن قولہ تعالیٰ (ثم بعثناکم من بعد موتکم) دوسری دلیل مستقل اسپر ہے کہ وہ لوگ یقیناً
مرگئے تہے اور دو کلمہ آیہ مین اُسپر دلالت کرتے ہین ایک تو کلمہ (موت) جو اُنکی طرف مضاف
ہی جسکی تحقیق قول آیندہ مین آویگی دوسرا کلمہ (بعثنا) بیان اس کا یہ ہی کہ جب کلام عرب مین لفظ
(بعث) کا مقارن (موت) کو بولا جاتا ہے تو ہمیشہ اُس سے مراد زندہ کرنا بعد مر جانے کے
ہوتی ہی چنانچہ یہان بہی یہی مراد ہی اسکی سند پر مین بہت سی کلام عرب کو پیش کر سکتا ہون مگر
بخوف اطناب صرف چند آیات قرآن مجید ہی کی سند پر اکتفا کرتا ہون والسلام علی یوم ولدت ویوم
اموت ویوم ابعث حیا (مریم) سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا (مریم) ولئن قلت
انکم مبعوثون من بعد الموت لیقولن الذین کفروا ان ہذا الا سحر مبین (ہود) وکانوا یقولون اذا متنا
وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون (واقعہ) الذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وہم یخلقون
اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (نحل) اقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت
(نحل) ان سب آیات مین (بعث) سے زندہ ہونا مر جانے کے بعد مراد ہی سوا انکے اور بہت سی آیات ہین الزمن

قال انھون نے فرمایا کہ محققین کا قول یہ ہی کہ صاعقہ سے مراد تو سبب موت ہی اور موت کے معنی موت ہی کے ہین **قلت** آپ تفسیر کبیر کا مطلب بسبب ناواقفی کے عبارات عربیہ سے کچھ نہین سمجھے وہ لکھتے ہین ان الصاعقۃ ہی سبب الموت (صاعقہ) جو آیہ مین ہی اُسکے معنی اُنھون نے نفس (موت) کے نہین ٹھیرائے بلکہ عموما (عذاب مہلک) کے قرار دیے ہین اور چونکہ وہ عذاب خواہ (رجفہ) ہو خواہ (آتش آسمانی) ہو خواہ (لشکر غیبی) ہو سبب موت ہی اسلئے وہ لکھتے ہین کہ ان الصاعقۃ ہی سبب الموت پوری عبارت تفسیر کبیر کی ہم پیشتر نقل کر چکے ہین معلوم نہین ہوتا کہ سید الطائفہ کو اس پر کیا اعتراض ہی اگر یہ اعتراض ہی کہ مار ڈالنا کسی شخص یا کسی قوم کا کسی قسم کی تعذیب سے ممکن نہین اور اللہ تعالی اُسپر قادر نہین تو یہ اُنکا انتہا درجہ کا کفر ہی اور اگر یہ اعتراض ہی کہ مارنے کے بعد جلانا ممتنع اور اللہ تعالی اُسپر قادر نہین تو یہ بھی صریح کفر اور زندقہ ہی اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا قائل ہونا اور پھر اُسکو امور ممکنہ پر قادر نہ سمجھنا اس سے زیادہ بڑھکر کوئی حماقت نہین

قال مگر میری سمجھ مین خدا ے پاک کا کلام ایسا بودا نہین ہی بلکہ جیسا کہ اُسکا قانون قدرت مستحکم اور مضبوط ہی ویسا ہی اُسکا کلام مضبوط ہی **قلت** اسمین تو شک نہین کہ خدا کا کلام باعتبار معانی نظم عبارت و فصاحت و بلاغت کے ایسا جید ہی کہ حد اعجاز کو پہونچگیا ہی مگر آپ اُسکو تاویلات رکیکہ اور تحریفات جلیہ کرکے ایسا بودا ٹھیرائے دیتے ہین کہ جو وت فصاحت و بلاغت تو درکنار فصحا کی نظر مین آپکی تاویلات و تحریفات کے تسلیم کی بعد ملحق باصوات حیوانات ہوا جاتا ہی اور درحقیقت مطلب بھی آپکا دربردہ یہی ہی کہ اس معجزہ باقیہ کو کہ تیرہ سو برس سے منکرین کو بھی مسلم چلا آتا ہی جس طرح بن پڑے خراب کردین اب ہاکلام قدرۃ کاملہ مین وہ بھی آپ کی نزدیک ایسی بودی اور ناقص ہی کہ ممکنات عالم بھی اُسکے تحت مین داخل نہین اور قانون قدرت تو آپ کا ایک عذر باطل ہی قدرت اُسکی بے انتہا ہی اور جس چیز کی کچھ حد و انتہا نہین وہ محصور نہین ہوسکتی ملحدین اور جہلاء فرنگ کی

دیتا ہی اور اس کلمہ سے احتمال اِفاقہ اور بیداری کا قطع ہوگیا پس کلمہ (صاعقہ) بہ نسبت تحقیق موت کے
مفسر ہوگیا کہ بموجب قاعدۂ مبرہنہ اصول فقہ کے اب اُسمین گنجایش کسی تاویل اور احتمال کی نہ رہی اور
سب عذرات سید الطائفہ کے باطل اور مردود ہوگئے آپ پر واجب تھا کہ اپنے کلام کی تائید کے
واسطے ایسی سند پیش کرتے کہ جس مین لفظ (بعث) مقارن لفظ (موت) ہوتا اور مراد زندہ کرنا
ہوتا مگر آپ ایسی سند لانے سے قطعاً عاجز رہے اور سند قصہ اصحاب کہف کی جو پیش کی اُسمین اصلا لفظ
(موت) نہین پس وہ کسیطرح آپکے مفید مدعا نہین **قال** رہا لفظ موت کا اسکی نسبت مفسرین نے
نہایت سہل رستہ اختیار کیا ہی جو ہمکو نہایت مشکل اور پیچدار معلوم ہوتا ہی **قلت** اسکے تو آپ بھی
قائل ہین کہ حقیقی معنے موت کے مرنا ہین اور وہی معنی مفسرین نے اختیار کیے ہین اور چونکہ مفسرین
رحمۃ اللہ علیہم علوم عربیہ اور ادبیہ اور علوم دینیہ مین دستگاہ کامل رکھتے ہین اور اللہ تعالی نے اُنکو عقل
سلیم عطا فرمائی ہی اور تصدیق قران کے کرتے ہین اسلئے اُنکو طریق معنی قرآن کا البتہ سہل ہی
من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسریٰ ہان آپ کو بسبب جہل کے علوم عربیہ اور ادبیہ اور
علوم دینیہ سے اور کوتاہی عقل اور تکذیب آیات کے سہل طریق مشکل ہی من کذب بالحسنی فسنیسرہ للعسریٰ
اور سب سے زیادہ وجہ مشکل اور پیچدار نظر آنے کی یہ ہی کہ آپ بہ تقلید حمقاء فرنگ کے درپے
اعوجاج اُس کلام پاک کے ہین جسکی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہی قرآناً عربیاً غیر ذی عوج اگر آپ بھی
تقلید حمقاے فرنگ سے دست بردار ہو کر ایمانداری اور دیانت سے اُس کلام کو دیکھین تو مثل
مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کے آپ کو بھی طریقہ استخراج معانی کا کچھ مشکل اور پیچدار نظر نہ آوے لیکن
یہ بات توفیق خداوندی پر منحصر ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء **مثنوی**

اذکروا اللہ کار ہر اوباش نیست ارجعی بر پای ہر قلاش نیست پیل باید تا بخسپد اوستان
خواب بیند خطۂ ہندوستان خر نہ بیند ہیچ ہندوستان بخواب خر ز ہندستان نکردست اغتراب

جب وہ وجوہ ہی فاسد ہین تو یہ قول بھی آپ کا محض غلط اور بنا ر فاسد علی الفاسد ہی اور یہ جو لکھتی ہین
کہ (موت) کے معنی ہم مثل مردے کے ہوجانے کے لیتے ہین اسیکا نام تو تحریف ہی (موت)
کے معنی (لغت) مین (بیہوشی، مثل مردہ کے ہوجانا) نہین اور کوئی دلیل امتناع معنی حقیقی
کی نہین اور جو جو وجوہ آیندہ آپنے لکھی ہین سب کی سب غلط اور از قسم اباطیل اور مغالطہ کے
ہین علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ ہمنے فرض کیا کہ (صاعقہ) کے معنی (موت) نہین مگر اس سے یہ
کیونکر لازم آیا کہ (موت) کے معنی (مثل موت) لیے جاوین اور حقیقی معنی اُسکے متروک
کر دیئے جاوین چونکہ (صاعقہ) کو اگر خود (موت) بھی نہٹیرایا جاوے تو خالی اس سے تو نہین
کہ وہ (سبب موت) ہی یہی کلمہ (صاعقہ) ہے کہ نسبت اہلاک قوم عاد و ثمود وارد ہی فعتوا عن امر ربہم
فاخذتہم الصاعقۃ وہم ینظرون (ذاریات) انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود (حم سجدہ)
حالانکہ اُن دونو قومون کے ہلاک ہونے مین کسیطرحکا شک و شبہ نہین بس اگر کلمہ (صاعقہ)
مستلزم عدم (موت) کا ہوتا تو نسبت قوم ہاے ہلاک شدہ کے اُسکا استعمال کیونکر روا ہوتا
اور ہمنے یہ بھی فرض کیا کہ (بعث) کا اطلاق (لا بعد الموت) پر بھی آتا ہی لیکن اس مین بھی تو شک و شبہ
نہین کہ بمعنی زندہ کرنے بعد موت کے بھی کثیر الاستعمال ہی اور جبکہ یہ امر مسلم الثبوت ہی کہ کلمہ (صاعقہ)
مستلزم عدم موت کا نہین اور کلمہ (بعث) کا استعمال معنے زندہ کرنے مین بہت ذایع و شایع ہی
بس صریح لفظ (موت) کو اُسکے اصلی اور حقیقی معنی سے ہیر پھیر کرکے ایک اور معنی مین مستعمل کرنا اسیکا
نام تحریف ہی اب ہا استدلال سید الطائفہ کا سورۂ (اعراف) سے سو حال اُسکا یہ ہی کہ درحقیقت وہ
استدلال آیۂ شریعہ سے نہین بلکہ اُس آیۃ کے معنی مین تحریف کرکے جو ترجمہ کیا ہی اُس ترجمہ محرفہ سے
استدلال ہی اور درحقیقت اُس ترجمہ محرفہ سے بھی استدلال صحیح نہین ہوسکتا بیان اُسکا یہ ہی (اولاً)
آیۃ کا ترجمہ جو یہ لکھتے ہین کہ (یعنی بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی جو خدا کے دیکھنے کے لیے گئی تھے

تقلید سے آپنے بھی اللہ تعالی کی قدرت کو اپنی جہالت کے سبب سے پابند اپنے قواعد متوہمہ
او رمتخیلہ او رباطلہ کا او رغیر محصور کو محصور ٹھیرا دیا ہی وما قدروا اللہ حق قدرہ **قال** جب کہ ہمکو
یہ ثابت ہوگیا کہ (صاعقہ) کے معنی موت کے نہین بلکہ اس مقام پر ہوبھی نہین سکتے او ربعث کا
اطلاق لابعدالموت پربھی آتا ہی تو ہم لفظ موت کو اُسکے حقیقی معنون پر یعنے بدن سے جان نکل جانے پر
اطلاق نہین کرسکتے بلکہ مردے کی مانند ہوجانے پر اطلاق کرتے ہین او راسکی دلیل خود قران مجید
مین موجود ہی اسلئے کہ جو واقعہ اس مقام پر بیان ہوا ہی وہی واقعہ سورہ اعراف مین بھی آیا ہی اور
وہان یہ فرمایا ہی کہ فلما اخذتہم الرجفۃ قال رب لو شئت اہلکتہم من قبل وایای یعنے بنی اسرائیل مین سے
ستر آدمی جو خدا کے دیکھنے کے لیے گئے تھے ڈر کے مارے کانپنے لگے تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ
اے پرورد گار اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی اُنکو اور مجکو مار ڈالتا اس سے صاف پایا جاتا ہی
کہ اُنکے مرنے تک کی نوبت نہ پہونچی تھی یا بیہوش ہوگئے تھے یا اُنکی حالت مردے کی سی ہوگئی
تھی او راسی سبب سے یہان اُنپر مردہ کا اطلاق کیا گیا ہی **قلت** وجہ ثبوت جسقدر آپنے
صاعقہ کے موت کے معنی ہونے پر پیش کی ہی اُسکا حال تو اوپر معلوم ہوچکا کہ محض آپکی بناوٹ
اور مغالطہ ہی بلکہ ہم خود آپ ہی کے دلائل سے ثابت کرچکے ہین کہ بلاشبہ وشک (صاعقہ) سے
مراد (موت) یا (عذاب مہلک) ہی ہی پس یہ کہنا آپ کا کہ (صاعقہ) کے معنی (موت) کے
نہین باطل ہی اور ہم یہ بھی ثابت کرچکے ہین کہ لفظ (بعث) جب قرین (موت) آتا ہی تو بلاشبہ و
شک اُس سے مراد جلا کر اُٹھانا مقصود ہوتا ہی جیسا کہ یہان ہی پس قول آپکا کہ بعث کا اطلاق
لابعدالموت پربھی آتا ہی کچھ مفید آپکے نہین آپ کو ایسی دلیل پیش کرنی لازم تھی کہ (بعث کا
لفظ مقارن (موت) واقع ہوا ہو اور وہان مراد زندہ کرنا نہو مگر یہ آپسے نہوسکا پس آپکی سب بناوٹ
بیکار ہی اور جن وجوہ باطلہ کی بنا پر آپ یہ کہتے ہین کہ لفظ (موت) کو ہم معنی حقیقی پر اطلاق نہین کرسکتے

اس سے پایا جاتا ہے الخ ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے یہ بات کیونکر پائی جاتی ہے آیات سورۂ اعراف کی
نہ بعبارۃ النص اس مدعا پر دلالت کرتی ہین نہ بدلالۃ النص باشارۃ النص باقتضاء النص چونکہ کسی قسم
کی دلالت نہیں پس یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ اس سے پایا جاتا ہے محض غلط ہے اگر (اخذتہم الرجفۃ) یا
(اخذتہم الصاعقۃ) اس پر دلالت کرتا کہ وہ اس عذاب سے مرے نتھے تو البتہ یہ کلمات معارض نص
صریح (من بعد موتکم) کے ہو سکتے اُسوقت البتہ واسطے تطبیق اور رفع تعارض دونوں آیتوں کے
حاجت اسکی واقع ہوتی کہ کلمہ (موت) کے اصلی معنے مراد نہ لیے جاوین یا اُن آیات کی کچھ تاویل کیجاوے
لیکن چونکہ وہ کلمات اصلا عدم موت پر دلالت نہین کرتے بلکہ بحسب جو مذکورہ وقوع موت پر دلالت
کرتے ہین پس کوئی وجہ اسکی نہین کہ (موت) کے معنی کو بدلا جاوے اور محمول اوپر غشی یا مثل
مردہ ہوجانے کے کیا جاوے بلکہ بموجب ضابطہ کلیہ مبرہنہ اصول فقہ کے (متی امکن الحقیقۃ سقط المجاز)
بالبتہ واجب ہے کہ (موت) کے معنی حقیقی یعنے (مرجانا) ہی ٹھیر لیئے جاوین اور قول جناب موسیٰ ع کا
لوشئت اہلکتہم من قبل وایای بھی کچھ مفید مدعاے سید الطائفہ نہین بلکہ تماتر اُنکے مدعا کے خلاف ہے
جب وہ لوگ ہلاک ہو گئے تو حضرت موسیٰ کو یہ خیال ہوا کہ مین بنی اسرائیل کو کیا جواب دونگا وہ قوم
ازبسکہ قاسی القلب اور بدگمان اور بداعتقاد مین مجھ سے بہت جھگڑا کرینگے کہ ہمارے بزرگون کو
توہلاک کرنے کو لے گیا تھا اسلیے اُنھون نے یہ دعا کی اور کلمہ (اہلکتہم من قبل) صاف دلیل اسکی ہے
کہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے تھے یعنے اسوقت مین جو تونے انکو ہلاک کیا اس مین بنی اسرائیل مجھ پر
بڑا الزام لگادینگے تیرے ارادہ اور مشیئت کی کوئی چیز مانع نتھی اگر تو چاہتا تو پیشتر اس ہلاکت کے
وقت سے اُنکو اور مجکو ہلاک کر دیتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر اُسوقت وہ ہلاک نہوے ہوتے اور اُنپر
غشی مثل غشی حضرت موسیٰ کے طاری ہوتی تو اسقدر فریاد جناب موسیٰ ع کی کسطرح خیال مین نہین
آسکتی کہ از قسم قبل از مرگ واویلا ہے غرضکہ کلمہ (اہلکتہم) نے تمام تحریفات سید الطائفہ کو باطل کر دیا اگر

ڈر کے مارے کانپنے لگے) بالکل غلط ہے قرآن مجید مین تو یہ کلمات ہین واختار موسی قومہ سبعین رجلا
لمیقاتنا اسکے معنی یہ ہین کہ چھانٹے موسیٰ نے اپنی قوم مین سے ستر آدمی ہمارے وعدہ کے وقت کی
لیئے اس آیۃ مین اصلا یہ نہین کہ حضرت موسیٰ اُن ستر آدمیون کو خدائے تعالی کے دکھلانے کے لیۓ
لیگئے تھے اور یہ کیونکر ہوسکتا تھا اسلئے کہ اس سے پیشتر خود حضرت موسیٰ جو طالب دیدار ہوئے تھے
اُنکو جواب (لن ترانی) مل چکا تھا باوجود اسکے ہرگز ممکن نتھا کہ پھر بھی جناب موسی ایسی جرأت کرتے
کہ ستر آدمیون کو خدا کے دکھانے کے واسطے لیجاتے اور بالفرض اگر یہ واقعہ واقعہ (لن ترانی)
سے پیشتر ہوتا تو بعد اسقدر تنبیہ اور تہدید کے دوبارہ (رب ارنی انظر الیک) زبان پر نہ لاتے بس لکھنا
سید الطائفہ کا کہ یعنی بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی خدا کے دیکھنے کے لیئے گئے تھے محض غلط اور
بالکل افترا ہے (ثانیا) یہ جو لکھتے ہین کہ (ڈر کے مارے کانپنے لگے) یہ بھی کسی آیۃ کا ترجمہ نہین بلکہ ایک
طبعزاد تحریف ہے اللہ تعالیٰ کا کلام پاک یہ ہے فلما اخذتہم الرجفۃ اسکے معنے یہ ہین کہ جب لے لیا اُنکو
(رجفہ) نے،، اسکے یہ معنی نہین کہ (ڈر کے مارے کانپنے لگے) اب دیکھنا چاہیئے کہ کلمہ (اخذتہم الرجفۃ)
یا (اخذتہم الصاعقۃ) جہان جہان قران مین آیا ہے اُس سے کیا مراد ہے آیا ہلاک کر دینا مقصود ہے یا
محض کانپنا ہی بدون ہلاک کے مقصود ہے سورۂ اعراف مین ہلاک قوم ثمود کو انھین کلمات سے تعبیر فرمایا ہے
(فاخذتہم الرجفۃ) (حم سجدہ) مین ہے (اخذتہم صٰعقۃ العذاب الہون) (ذاریات) مین ہے (اخذتہم الصٰعقۃ
وہم ینظرون) قوم شعیب ع کے ہلاک کی نسبت بھی یہی کلمات ہین (اخذتہم الرجفۃ) (اعراف) و (عنکبوت)
سورۂ (حجر) مین قوم لوط کی نسبت اور اصحاب الحجر کی نسبت ہے (اخذتہم الصیحۃ) سورہ (مومنون) مین ہے
(فاخذتہم الصیحۃ) چونکہ ان سب مواقع مین یعنے جہان جہان (اخذتہم الرجفۃ) یا (اخذتہم الصاعقۃ) واقع
ہوا ہے اُن سب مواقع مین اُس سے ہلاک ہی کر دینا مقصود ہے پس یہان اُن معنے سے باوجود
دیگر تائیدات کے انحراف کرنا اور غلط معنی پر محمول کرنا صراحۃ تحریف ہے (ثالثا) یہ جو لکھتے ہین کہ

سکرات موت کے ساتھ حالت خوف کو تشبیہہ یا ہی غشی کو بمعنی (موت) نہین فرمایا گیا اور جب یہ
بات متعین ہوئی کہ یہان بھی معنی (موت) کے (مرنا) ہی ہین تو آپ کا کیا مطلب حاصل ہوا الغرض عجیب
حال ہی سید الطائفہ کا کہ ان حق ہین واسطے تائید جہلا و سفہا فرنگ کے یہانتک مصروف ہین کہ
مصداق شعر شاعر کا اپنے آپ کو بنا لیا ہی ؎ مرد نادان در سخن باشد دلیر * زانکہ آگہ نیست
از بالا و زیر * مگر بحکم الحق یعلو ولا یعلی کوئی بات بن نہین پڑتی **قال** موت کے لفظ کا نہایت وسیع
معنون مین استعمال ہوتا ہی **قلت** اگر مراد یہ ہی کہ معنی حقیقی اُسکے بہت وسیع ہین تو غلط محض ہی
اور اگر مراد یہ ہی کہ باعتبار مجاز کے بہت معنون مین مستعمل ہوتا ہی تو تخصیص لفظ موت کی بیجا ہی ایسا کونسے
لفظ کسی زبان مین نہین کہ اُسکو مجازاً بہت سی معنی مین مستعمل نہ کر سکین مگر ارادہ مجاز کیواسطے دلیل
امتناع ارادہ حقیقت کی ضرور ہی **قال** امام فخر الدین رازی اور صاحب تفسیر ابن عباس نے سورہ
زمر کی ۴۲- آیت مین لفظ موت کو بمعنی نوم قرار دیا ہی اور (حین موتہا) کی تفسیر (حین منامہا)
کی ہی **قلت** محض نافہمی سید الطائفہ کی ہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین المسئلۃ الثانیۃ
المقصود من الآیۃ انہ تعالی یتوفی الانفس عند الموت و عند النوم الا انہ یمسک الانفس التی قضی علیہا
الموت و یرسل الاخری وہی النائمۃ الی اجل مسمی ای الی وقت ضربہ لموتہا فقولہ تعالی اللہ یتوفی
الانفس حین موتہا یعنی انہ تعالی یتوفی الانفس التی نامت و ماماتت عند منامہا و قولہ تعالی فیمسک التی
قضی علیہا الموت یعنی ان النفس التی یتوفاہا عند الموت یمسکہا ولا یردہا الی البدن و قولہ یرسل الاخری
الی اجل مسمی یعنی ان النفس التی یتوفاہا عند النوم یردہا الی البدن عند الیقظۃ وتبقی ہذہ الحالۃ الی اجل
مسمی و ذلک الاجل ہو وقت الموت فہذا تفسیر لفظ الآیۃ وہی مطابقۃ للحقیقۃ یعنی مقصود آیۃ کا یہ ہی کہ
اللہ تعالی قبض کر لیتا ہی جانون کو بروقت خواب کے اور بروقت موت کے مگر روکے رکھتا ہی
اُن جانون کو جنپر موت کا حکم کیا اور چھوڑ دیتا ہی دوسری کو جو سوتی ہی ایک وقت معین تک یعنی

ہلاک نہوے ہوتے بلکہ غش مین آئے ہوتے تو یہ کہتے کہ اگر تو چاہتا تو پیشتر سے اُنپر غشی طاری کرتا نہ یہ کہ ہلاک ہم کہتے **قال** علاوہ اسکے حضرت موسی پر پروردگار کی تجلی ہوئی تھی جسکے سبب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا وہان یہ لفظ ہین (وخر موسی صعقا) یعنی موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑا **قلت** ہم نہین سمجھتے کہ اسکے بیان لانے سے کیا مقصود ہی آیا یہ مراد ہی کہ قوم اور موسیٰ ع کا سب امور مین ایک سا حال ہونا چاہیئے اگر یہ بات ہی تو کمال نادانی سید الطائفہ کی ہی حضرت موسی ع مرتبہ نبوۃ پر مشرف ہوے تھے اس بنا پر لازم آتا ہی کہ قوم کی قوم سب نبوۃ پر مشرف ہون علاوہ بران یہ دوسرا واقعہ ہی یہان کلمہ (صعقا) واقع ہی وہان کلمہ (صاعقہ) ہی اور ہم پیشتر بیان کر چکے ہین کہ دونو کلمون کے معنی مین بہت فرق ہی بنی اسرائیل پر بسبب ارتکاب جرم عظیم کے یہ عذاب نازل ہوا تھا چنانچہ خود سید الطائفہ بھی اسکا اقرار کرتے ہین اور قران مجید مین اُنکی نسبت سورہ (نسا) مین ہی (فاخذتہم الصاعقۃ بظلمہم) کلمہ (بظلمہم) اُنکے کفر و شرک پر دلیل ہی بمقتضاے ان الشرک لظلم عظیم بر خلاف طلب حضرت موسیٰ ع کہ ہمارے عقیدہ کی بموجب کسی جرم کے مرتکب نہین ہوئے تھے بلکہ وہ ایک شی ممکن کے طالب ہوے تھے اور بقول سید الطائفہ کے اُنکو ذہول ہو گیا اور اُنکی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا بہرحال دونو طلبون مین بہت بڑا تفاوت ہی علاوہ بران یکیسی بڑی نادانی سید الطائفہ کی ہی کہ قوم کی تعذیب اور موسیٰ کی تجلی کو ایک سا سمجھتے ہین اور مفصل بحث اسکی اوپر ہو چکی ہی **قال** خود خدا تعالے نے خوف کی حالت کو موت کی بیہوشی کی حالت سے تشبیہ دیا ہی فاذا جاء الخوف رایتہم ینظرون الیک تدور اعینہم کالذی یغشی علیہ من الموت (احزاب) **قلت** یہ ایک عجیب دلیل ہی سید الطائفہ کی اسپر کہ یہان (موت) سے بیہوشی مراد ہی اور اسکی سند مین آیہ سورہ (احزاب) کا لانا یہ سب سی زیادہ عجیب ہی فرمایئے جناب سید الطائفہ اس آیہ مین جو کلمہ (موت) واقع ہی اُسکے معنی (مرنے) کے ہین یا غشی اور بیہوشی کے کوئی نہین کہسکتا کہ (موت) سے مراد غشی اور بیہوشی ہی کیونکہ حالت

بد دعا رہے حق مین منافقین کے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو ایسی قوۃ اور ایسا اعزاز کامل بخشے کہ جسکے سبب تمہارا غیظ یہانتک بڑہے کہ تم اوس غیظ کے سبب مرجاؤ چنانچہ صاحب کشاف اسکی تفسیر مین لکہتے ہین فانہ دعاء علیہم بان یزداد غیظہم حتی یہلکوا بہ والمراد بزیادۃ الغیظ زیادۃ ما یغیظہم من قوۃ الاسلام و عز اہلہ و ما لہم فی ذلک من الذل والخزی والتبار یعنی پس تحقیق یہ بد دعا رہے اونپر اسطور پر کہ زیادہ ہووے اونکا غیظ یہانتک کہ وہ ہلاک ہو جاوین اوس غیظ مین اور مراد غیظ کی زیادتی سے زیادتی اوس چیز کی ہے جو اونکو غصہ مین ڈالے اسلام کی قوت اور مسلمانون کی عزت سے اور ذلت اور محتاجی اور خواری اور ہلاکی سے جو اونکو یعنی کفار کو ہے انتہیٰ امام فخرالدین رازی نے بہی اسکے مطابق لکہا ہے سوا اسکے ایک اور طور پر بہی اسکی تفسیر کی ہی اور وہ یہ ہے کہ وایضا فانہ دعاء علیہم بالموت قبل بلوغ ما یتمنون یعنی بد دعا ہے اونکو اونکے مرجانے کے قبل اسکی کہ وہ اپنی مراد کو پہونچین سید الطائفہ نے جو آیۃ کے یہ معنی گھڑے ہین کہ اپنے غصہ مین مبتلا رہو اونہون نے کچہہ بھی مطلب آیۃ کا نہین سمجہا اور غلط معنی از راہ کج فہمی اور ناواقفی کے علم زبان عرب سے لکہدے کلمہ موت یہان اپنے حقیقی معنی مین ہی مستعمل ہے **قال** ڈہی ہوے شہر غیر آباد فصل یا فصل گذری ہوئی زمین پر بہی موت کا استعمال ہوتا ہے **قلت** ہمکو اوسوقت بیان کرنا اسکا ضرور نہین کہ طرق اس استعمال کا کیا ہے آیا از روئے حقیقۃ ہو یا مجاز کے صرف اسوقت اسقدر لکہنا کافی ہے کہ آیۃ مانحن فیہ مین یہ معنی صحیح ہو سکتے ہین یا نہین اور ظاہر ہے کہ نہین ہو سکتے پس جو معنی کہ اس آیۃ مین صحیح ہی نہین ہو سکتے پس تذکرہ اونکا اس آیۃ کی بحث مین محض مشاغبہ ہے **قال** بے جان بامعدوم شئی پر بہی موت کا لفظ بولا جاتا ہے **قلت** ہماری اور سید الطائفہ کی تشریحات سے بالاتفاق یہہ امر تو خوب

اُسوقت تک جو اُسکی موت کے لیے معین کیا ہی بس معنی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے یہ ہین کہ اللہ تعالی قبض کرلیتا ہی اُن جانون کو جو سوگئی ہین اور مرے نہین بر وقت اُنکے سونے کے اور معنی یمسک التی قضی علیہا کے یہ ہین کہ جن جانونکو موت کے وقت قبض کرتا ہی اُنکو روک لیتا ہی اور اُنکے ابدان کی طرف نہین پھیر دیتا اور معنی یرسل الاخری کے یہ ہین کہ جس جانکو بر وقت خواب کے قبض کرتا ہی پھیر دیتا ہی بر وقت بیداری کے اور یہ حالت باقی رہتی ہی ایک وقت معین تک اور یہ وقت معین وقت اُسکے مرجانے کا ہی اور یہ ہی تفسیر کلمات آیہ کی اور مطابق حقیقت واقعی کے ہی سید الطائفہ عبارت تفسیر کبیر کو مطلقًا نہین سمجھے اُسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالے جانون کو دونو حالتون مین یعنے حالت نوم اور حالت موت مین قبض کرلیتا ہی پس وہ جان جسکو قبض کرتا ہی سونے مین اُسکو پھیر دیتا ہی اور جو جان کہ نہین مری ہی اُسکو قبض کرلیتا ہی اور اُسکو نہین پھیرتا مگر عبارت مین کسیقدر اجمال ہی صاحب کشاف کی عبارت کا اُنھون نے خلاصہ لکھا ہی چنانچہ یہ مضمون اول عبارت مین بہت مصرح کیا ہی اور کشاف مین بہت صاف صاف بیان کیا ہی اور خود قرآن مجید مین جو یہ عبارت ہی کہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا اس سی صاف ظاہر ہی کہ حین موتہا سے مراد خواب نہین کیونکہ اُسکے معنی یہ ہین کہ اللہ قبض کرتا ہی جانون کو بر وقت موت کے اور جو جان کہ نہین مری اُسکو بر وقت موت کے اور جب خود آیہ سے ظاہر ہی کہ مراد موتہا سے خواب نہین تو ظاہر ہی کہ تفسیر اُسکے خلاف نہین ہوسکتی اور تفسیر ابن عباس مین مطابق نقل صاحب کشاف کے صرف تفصیل روح اور نفس کی ہی اُسمین بھی تفسیر (موتہا) کی (منامہا) نہین

قال اور قرآن مجید مین رنج مین پڑے رہنے پر بھی موت کے لفظ کا استعمال ہوا ہی جہان سورہ آل عمران مین فرمایا ہی کہ قل موتوا بغیظکم یعنی اپنے غصہ مین مرجاؤ یعنی اُسمین مبتلا رہو **قلت** یہ دوسرا یعنے طبعزاد سید الطائفہ کا از قسم تحریف ہی (موتوا) اپنے معنی حقیقی ہی مین مستعمل ہی اور (موتوا بغیظکم)

اور کلمۂ (موتوا) معنی مرجانے مین ہی مستعمل ہے چھٹا عذر بلاد خراب شدہ اور زمین بنجر کا
پیش کیا اوسکا حال بہی اوپر مذکور ہوچکا کہ آیۂ مانحن فیہ مین بالاتفاق وہ معنی مقصود
نہین ہوسکتے **ساتوان** عذر اطلاق کا اوپر شی معدوم کے پیش کیا اوسکا حال بہی
متحقق ہوچکا کہ یہ معنی یہان مراد نہین ہوسکتے **آٹھوان** عذر اطلاق کا اوپر بیجان
چیزون کے پیش کیا چونکہ یہہ عذر خود مبطل تمام مزخرفات سید الطایفہ کا ہے ہمنے بہی اسکو
تسلیم کیا پس ہرگاہ لفظ (موت) ازروئے حقیقت معنی مرجانے پر نص صریح اور
زبان عرب مین ان معنی مین نہایت کثیر الاستعمال ہے اور سید الطائفہ نے جسقدر عذرات پیش
کیئے ہین اکثر اونمین محض مغالطات و مشاغبات بے اصل ہین اور بعض اونمین خود مبطل
اونکے مدعا کے ہین علاوہ بران اگر کہین بسبب وجود قرینہ کے مجازاً کسی اور معنی مین مستعمل
بہی ہوا تو چونکہ اس آیہ مین کوئی دلیل عدم امکان ارادۂ حقیقت کے نہین تو یہہ کہنا
اونکا (جہانتک غور کی جاتی ہے (الی قولہ) استدلال نہین ہوسکتا) ایسی بات ہے
کہ اگر انصاف کی روسے وہ خود بہی غور فرماوین تو اپنے دلمین اس کہنے پر بہت ہی شرماوین
اور پہر ایسے واہیات عذرات زبان پر نہ لاوین **قال** یہہ تمام واقعات موسی اور
بنی اسرائیل پر سینا کے مقام مین گذرے تھے وہان ایک سلسلہ پہاڑون کا ہے جسکو طور سینا
یا طور سینین کہتے ہین اور کبہی طور بہی اوسکا نام لیتے ہین **قلت** تمام سلسلۂ پہاڑون
کا نام طور سینا یا طور سینین نہین بلکہ اوس سلسلہ کا ایک جزء ہے جسکو طور سینا اور
طور سینین اور طور کہتے ہین جسطرح پر ہندوستان کی حد شمال مین ایک سلسلہ پہاڑون کا ہے
کہ جسکے قطعات علیحدہ علیحدہ نامون سے مشہور ہین **قال** کچھ شبہہ نہین ہوسکتا
کہ حضرت موسی کے زمانہ مین وہ کوہ آتش فشان تھا **قلت** یہہ عادت سید الطائفہ کی

واضح ہے کہ کلمہ موت سے اس آیۃ مین عدم یا معدوم ہونا تو مراد نہین ہو سکتا باقی رہا بے جان ہونا اسکی ہم خود مدعی ہین اور یہ امر تمامتر مبطل فرخرفات سید الطایفہ کا ہے **قال** غرضکہ جہانتک غور کیا جاتا ہے اس مقام پر لفظ متوفیکم سے جو قران مجید مین آیا ہے اون لوگون کے فی الحقیقت مرجانے پر استدلال نہین ہو سکتا **قلت** کلمہ موت بالمطابقۃ بموجب معنی حقیقی کے مرجانے پر دلیل قطعی ہے اور کلام عرب مین ان معنی مین ایسا کثیر الاستعمال ہے کہ بیشمار نظیرین اسکی موجود ہین مگر بنظر خوف تطویل مین چند سندین اوسکی پیش کرتا ہون قران مین سورۂ (آل عمران) مین ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سورۂ (عنکبوت) مین ہے کل نفس ذائقۃ الموت سورۂ (بقرہ) مین ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الآیہ سورہ (آل عمران) مین ہے لا تموتن الا وانتم مسلمون **شعر** اذا مت فانعینی بما انا اہلہ ✦ وشقی علی الجیب یا ام معبد ✦ اور سید الطائفہ نے اوسکی عدم ارادہ کے اثبات کے واسطے **ایک** عذر تو بربنائے کلمہ (رجفہ) کو پیش کیا کہ محض بے اصل تہا اور رد اوسکا بخوبی ہو چکا **دوسرا** عذر باطل بربنائی خر موسی صعقا پیش کیا وہ بہی تمامتر بے اصل قرار پایا **تیسرا** عذر سورۂ (احزاب) کی بنا پر پیش کیا اوس آیۃ سے بخوبی ہمارا ہی مدعا ثابت ہوا کہ موت کا کلمہ اوس آیۃ مین بمعنی مرنے کے ہی ہے **چوتہا** عذر آیۃ سورۂ (زمر) مین جو کلمہ موت واقع ہے اوسکی نسبت لکہا کہ تفسیر امام فخر الدین رازی اور تفسیر ابن عباس مین اسکی معنی (نوم) یعنی سونے کے لکہے ہین سو ہمنے ثابت کر دیا کہ محض نافہمی سید الطایفہ کی ہے اون تفسیرون مین ہرگز ایسا نہین **پانچوان** عذر بربنا (موتوا بغیظکم) پیش کیا اوسکی نسبت بہی ہمنے خوب طرح پر ثابت کر دیا کہ یہ عذر مبنی بر نافہمی اور بے علمی اور جہل سید الطایفہ کے ہے

قابل این نعمت نیستند در آخرة کہ از لوث دار حابس پاک خواہید شد خواہید دید کہ رویۃ اخروی نصیب عوام مومنین است در رویۃ دنیوی بجا ماندن درگاہ ملکہ باخص الخواص مشکل پیغمبر آخر الزمان علیہ الف الف الصلوۃ والف الف سلام اور چونکہ بقول سید الطائفہ کے وہ پہاڑ آتش فشان تھا او آتش فشان پہاڑونکا حال جو کچھ ہے وہ کوئی عجائبات سے نہین ایک معمولی بات ہے اوس سے تو بدرجہا زائد عجائبات وہ دیکھہ چکے تھے کہ اونکی نظرون کے سامنے بحر قلزم پہٹگیا اور پانی کے تودہ کوہہاے عظیم کی برابر اونکے دائین بائین کھڑی ہوگئی اور وہ خشکی مین اون تودون کے درمیان عین قعر دریا مین ہوکر نکل گئے عصا کی کیفیت دیکھہ چکے تھے کہ اژدہا ہوکر ساحرون کی لاٹھیون اور رسیون کو نگل گیا مقام رفیدیم مین ایک سنگ خارا سے بارہ چشمے پانی کے جاری کردئے ان عجائبات کے مقابلہ مین ایک ایسے امر کو کہ دستور مستمر کے موافق ظہور اوسکا ہمیشہ ہوا رہتا ہے وہ لوگ کسطرح پر عجائبات اور کرشمہ سمجہہ سکتے تھے اور ایسا امر معمولی کہ اوس مین موسی علیہ السلام کی نہ کچھہ خصوصیت ظاہر ہوتی ہے نہ اونکی عظمت نہ اونکی نبوۃ و تقرب پر دلالت کرتا ہے کسطرح پر باعث اسکا نہین ہوسکتا کہ وہ اپنے اس مقولہ کفریہ سے کہ (لن نومن لک) رجوع کرین بلکہ یہ امر تو موجب ازدیاد کفر اور بدگمانی کا تھا کہ قوم کو دہوکا دیا خدا اسکے دکھانے کا تو اظہار کیا اور کوہ آتش فشان مین لیجاکر اونکی مٹی خراب کی اور کیا سید الطائفہ کے نزدیک وہ لوگ سب کے سب اندہے بہرے نادان ایسے مسلوب الحواس تھے کہ رعد سے نہ گڑگڑاہٹ کی آواز سنی نہ آگ کے شعلے دیکھے نہ آگ کی گرمی اونکو محسوس ہوئی اپنی موت اونکو نظر نہ آئی یہانتک کہ اوس مقام سے کہ جہان سے یہ امور محسوس ہو سکتے تھے آگے تک بڑہے چلے گئے یہانتک کہ ایسے قریب پہونچ گئے کہ مرنے تک کی نوبت

کیجب دیکھتے ہین کہ تاویلات اور تحریفات اونکی بالبداہتہ فاسد ہین اور اصلا قابل قبول کے نہین تو طریقہ توہم پرستی اور بادبدستی کا اختیار کرتے ہین چنانچہ یہان بہی وہی طریقہ اختیار کیا اور توہم پرستی اور بادبدستی شروع کی ہم یہ کہتے ہین کہ یہہ قول اونکا بالکل غلط ہے کوہ طور بالیقین نہ کبہی آتش فشان ہوا نہ اب ہے اور ممکن ہی نہین کہ وہ اوس زمانہ مین آتش فشان ہو **قال** جب بنی اسرائیل نے حضرت موسی سے کہا کہ ہم علانیہ خدا کو دیکہنا چاہتے ہین تو وہ بجز اوسکے قدرۃ کاملہ کے ایک عظیم الشان کرشمہ کے اونکو نہین دکہا سکتے تھے بس وہ اونکو قریب اوس پہاڑ کے لیگئے جسکی آتش فشانی اور گڑگڑاہٹ اور زور وشور کی آواز اور پتہرون کی آواز کے خوف سے بیہوش ہوگئے **قلت** بیان واقعات مین کسقدر مغالطہ کو کام مین لارہے ہین قران مجید مین یہ کلمات ہین لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ یعنی ہم تجہپر ایمان نہ لاوینگے جبتک اللہ کو عیانا نہ دیکہہ لینگے اس گستاخی اور کفر کی سزا مین اونپر یہ عذاب نازل ہوا تہا اگر یہ کہتے کہ ہم خدا کو دیکہنا چاہتے ہین تو اونپر یہ عذاب نازل نہوتا بلکہ حضرت موسی اونکو سمجہا دیتے کہ تم خدا کو اس دار دنیا مین نہین دیکہہ سکتے جیسا کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی کو سمجہا دیا تہا کہ (لن ترانی) زبدۃ المفسرین المتاخرین مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس مقام مین لکہتے ہین کہ حق تعالی غضب فرمود بدو وجہ اول آنکہ گفتند کہ بگفتہ حضرت موسی باور نخواہیم کرد حالانکہ رسول مصدق بالمعجزات را باور نداشتن ہیچ کفرست علی الخصوص در مقام حضور وسماع کلام دوم آنکہ حتی نری اللہ جہرۃ گفتند اگر میگفتند کہ ما آرزومند رویۃ او تعالی ہستیم ما را دیدار خود نماید محل غضب نمیشدند زیرا کہ رویۃ او تعالی در دنیا نیز محال نیست و در طلب آن عذاب وعقاب نہ جوابش ہمین قدر بود کہ شما

بطور سخن تکیہ کے زبان پر چڑہا ر کہا ہے محل بے محل اوسکو بولے جاتے ہین یہ واقعہ
تین جگہہ قرآن مجید مین مذکور ہے اس سورۃ مین (فاخذتکم الصاعقۃ) سورۂ (اعراف)
مین ہے (اخذتہم الرجفۃ) سورۂ (نسار) مین ہے (فاخذتہم الصاعقۃ بظلمہم)
ان تینون جگہہ فعل (اخذ) کو منسوب بطرف اپنے نہین کیا بلکہ دو مقام مین مسند الیہ
فعل (اخذت) کا (صاعقہ) ہے اور ایک جگہہ (رجفہ) ہے باینہمہ سید الطائفہ
جو یہ کہتے ہین کہ اپنی طرف منسوب کیا ہے مبنی بر نا واقفیت ہے البتہ (بعثنا) مین اسناد
(بعث) کی اپنی طرف فرمائی ہے سو فی الحقیقت اسناد اوسکی کسی اور کی طرف حقیقتًا
یا مجازًا نہین ہو سکتی یہہ (بعث) متعلق صرف قدرۃ کاملہ غیر محصورہ ہی سے ہے جو
کسی قانون قاعدہ مین محصور نہین **قال** اس بات کے آثار کہ کوہ سینا درحقیقت آتش
فشان تہا اتبک پائے جاتے ہین اور ہر شخص اب بہی جاکر دیکھہ سکتا ہے **قلت**
غلط بات ہے بلکہ برعکس اسکے آثار موجود ہین کہ جن سے ہر شخص یقین کر سکتا ہے کہ یہہ پہاڑ
کبہی آتش فشان نہین ہوا اور ہمارے پاس بہت دلیلین اسپر موجود ہین کہ وہ پہاڑ کبہی
آتش فشان نہین ہوا اور وہ آثار جو اسپر دلالت کرتے ہین کہ وہ پہاڑ کبہی آتش فشان
نہین تہا ایسے موجود ہین کہ ہر شخص اونکو دیکھہ سکتا ہے اور دیکھہ بہی آئے ہین مگر مشکل
تو یہ ہے کہ سید الطائفہ دیکہنے والون کو متہم کرتے ہین کہ بپاس مذہب ایسا کہتے ہین
اس سے بہتر یہ ہے کہ خود سید الطائفہ تکلیف کو گوارا کرین اور مولوی مہدی علی اور مولوی
مشتاق حسین اور منشی چراغ علی کو بہی جو بڑے اکابر نیچریہ مین سے ہین ہمراہ لیجاوین
ہمارے پاس بہت دلیلین اسپر موجود ہین کہ کوہ طور پر جو شعلہ آتش حضرت موسی عم
کو دکہائی دیا تہا اور ایک زمانہ دراز کے بعد جو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا تہا منشار

پہونچیگی حال اون لوگون کا توریتہ کی (۱۷) باب سفر خروج سے ظاہر ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر موسی عم سے جھگڑا کرتے تہے مقام رفیدیم مین جو پانی نملا تھا تو موسیٰ عم سے جھگڑنے لگے تھے کہ تو ہم کو مصر سے مار ڈالنے کے لئے نکال لایا ہے اور موسی عم کو سنگسار کرنے پر مستعد ہو گئے تھے پس کسطرح عقل سلیم باور نہین کرتی کہ ایسے لوگ موسی عم کے کہنے سے دیدہ و دانستہ آتش فشان پہاڑ کے قریب اپنی جان کہونے کو چلے جاتے اور اون سے یہ جھگڑا نہ کرتے کہ ہمنو اللہ تعالی کے دیکہانے کے تجہسے خواہان تھے تو ہمین اس آتش فشان پر مار ڈالنے کے واسطے لئے جاتا ہے علاوہ بران ہم تو یہ کہتے ہین کہ یہہ معاملہ جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا عقوبت اور تعذیب تہی سید الطایفہ کہتے ہین کہ کرشمہ دکہایا گیا تہا چونکہ کرشمہ کا دکہانا از قسم تعذیب نہین دیکھو بہت سے کرشمہ اس سے بیشتر جو اونکو دکہائے گئے تھے اونمین ایک بھی از قسم تعذیب نہین پس اب تحقیق اسکی لازم ہے کہ آیا یہ معاملہ درحقیقت تعذیب تہا یا نہ تہا قران مجید کے کلمات سورہ (البقرہ) کی (اخذتکم) اور تمام آیات سورہ (اعراف) اور سورہ (النساء) کی اور سیاق کلام دلیل قاطع ہین اسپر کہ یہہ معاملہ تعذیبًا ہوا نہ از قسم کرشمہ دکہانے کے الغرض ان سب امور پر لحاظ کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہی کہ سید الطایفہ بپاس تقلید ملحدان فرنگ کے یہ بناوٹ کر رہے ہین او حقیقت واقعی وہی ہے جو قران مجید سے ظاہر ہے کہ جب اونہون نے وہ گستاخی کی اور کلمہ کفر کہنے لگے تو خدای تعالی نے اونکو اوسکی سزا مین ہلاک کیا **قال** خدای تعالی اون تمام کامون کو جو اوسکے قانون قدرۃ سے ہوتے ہین خود اپنی طرف منسوب کرتا ہے اسیطرح ان واقعات عجیبہ کو بہی اوس نے اپنی طرف منسوب کیا ہے **قلت** عجب حال ہے سید الطایفہ کا کہ ایک لفظ قانون قدرۃ

کو خوش قسمتی سے ملگیا ہے اور صفحہ (۱۰۱) پر اوسکے حوالہ سے بہ نسبت بحر قلزم کے گفتگو
کی ہے اوسیکو ملاحظ فرمائے اوسکو اسوقت کیون نہین پیش فرماتے کیا وہ خوش قسمتی اسوقت
مین مبدل بہ بدقسمتی ہوگئی کہ اوس نے بھی اس پہاڑ کو آتش فشان نہین لکھا وجہ یہ ہم
کتاب اقوم المسالک مرتبہ سید خیرالدین وزیر ٹونس جسکا ترجمہ خلیفہ محمد حسن وزیر ریاست پٹیالہ
نے زبان عربی سے اردو مین باہتمام خود سید الطایفہ کرایا ہے اور اپنے خرچ سے چھپوا کر
حق تالیف خزینۃ البضاعۃ مدرسہ سید الطایفہ مین پیش کیا ہے اوسیکو ملاحظ فرمائے اوسمین
بھی تمام ایشیا مین صرف ایک پہاڑ کا آتش فشان پایا جانا مرقوم ہے جسکو بیشان کہتے ہین
اور حدود چین مین واقع ہے اس سلسلہ کے پہاڑون مین کسی پہاڑ کو بھی آتش فشان نہین لکھا
یہ امر نہایت مستبعد اور صریح خلاف عقل کے ہے کہ کوئی پہاڑ آتش فشان ایسے مقام پر ہو
جیسے مقام پر یہ پہاڑ واقع ہے اور کوئی ایک شخص بھی اوس سے واقف نہو سید الطایفہ
اپنے دعوی کی تائید مین حال سیاحت کپتن اسٹینلی کا لکھتے ہین کہ ایک بہت بڑا عالم
شخص یعنی کپتن اسٹینلی حالمین بطور سیاحت اوس وادی مین گئے تھے جہان سے حضرت موسی
اور بنی اسرائیل نے گذر کیا تھا اونہون نے اس پہاڑ کا حال اسطرح پر لکھا ہے
کہ چٹانون کی راہ سے جو بطور زینہ کے بنی ہوئی تھین ہم ایک وادی مین پہونچے جو سرخ
پتھر کے پہاڑونکے درمیان تھا یہان پر عجیب غریب پہاڑ دیکھنے مین آئے جنکے دیکھنے سے
معلوم ہوتا تھا گویا سرخ سیاہ مادہ کی گرم نہرین اونپر بہتی ہین درحقیقت آتشی مادہ
اون پر بہ آیا تھا جب کہ وہ زمین سے اوٹھے تھے یہہ راستہ ایسی جگہہ ہو کر گذرتا
تھا جہان بجز جلے ہوئے مادون اور خاکستہ کے اور کچھہ نہ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے کسی تھیار ڈھالنے کے کارخانہ مین ڈھیر ہوتے ہین یہان اکثر ایسی چیزین دیکھنے

اوسکا آتش افشانی پہاڑ کی نہتہی وجہ اول یہہ کہ آتش فشان پہاڑون پر یا انکے قریب کوئی درخت نہین ہوسکتا حالانکہ جب حضرت موسی عم نے وقت مراجعت کی مدین سے اوس جگہہ شعلہ آتش کا بہڑکتا ہوا دیکہا تہا تو اوس کے قریب ایک درخت تہا جسکی طرف سے اونکو ندا غیبی آئی تہی انی انا اللہ لا الہ الا انا الآیہ دیکہو سورۂ (طہ) اور سورۂ (قصص) توریت کو (۳) باب خروج کی (۲) درس مین بہی یہہ ہے کہ موسی نے نگاہ کی تو کیا دیکہتا ہے کہ ایک بوٹا آگ مین روشن ہے اور وہ جل نہین جاتا اس سے خوب ثابت ہوگیا کہ کوہ طور اوسوقت بہی آتش فشان نہ تہا اسلیئے کہ کوہ آتش فشان کی ہمین وقت بسا افروختگی مین درخت کی تو کیا حقیقت ہے پتہر اور دیگر اجزائے ارضی بہی گداختہ ہوکر بہ نکلتے ہین وجہ دوم یہہ کہ خود سید الطائفہ لکہتے ہین کہ وہ ستر آدمی قریب اوس پہاڑ آتش فشان کے تہے اور یہہ بہی کہتے ہین کہ وہ لوگ کانپنے بہی لگے تہے مرے نہ تہے حال آنکہ کوہ آتش فشان کے مشتعل ہونے کے وقت مین فاصلۂ بعید تک زندہ رہنا کسی جاندار کا نہایت مستبعد ہے بلکہ عادۃً غیر ممکن معلوم ہوتا ہے اگر وہ کوہ آتش فشان تہا تو عین وقت آتش فشانی مین وہ لوگ باوجود اسقدر قرب کے کیونکر زندہ رہے ہرجگہہ پر قانون قدرۃ بگہارتے ہین یہان اوسکو کیون بہول گئے یہان بہی یہ کہنا لازم تہا کہ زندہ رہنا اونکا برخلاف قانون قدرۃ کے ہے بیشک وہ لوگ مرہی گئے تہے وجہ سوم باوجودیکہ متعلق فن جغرافیہ کے ہر قسم کی نہردن اور ندیون اور کیفیت زمین اور پہاڑون وغیرہا کی بہت تحقیقات ہوئی ہے زمانہ سابق مین بہی تحقیقات ہوتی رہی ہے اور حال مین بہی لیکن کسی محقق جغرافیہ یا کسی مورخ نے اس پہاڑ کو آتش فشان نہین لکہا وہ جغرافیہ مرتبہ بطلیموس جو سید الطائفہ

خاکستر یہان جمع ہو گئے ہین اور واقع مین بہی اون مقامات مین کوئی آتش فشان پہاڑ
سابق مین تہا نہ اب ہے حالانکہ کوہ طور ابتک موجود ہے فقرۂ اول کی نسبت خود کپتین
اسٹینلی لکہتے ہین کہ وقت ابتدا اوسکے اوٹہان کی علامت تہی اور نسبت اون ڈہیرون کے
بہی وہ لکہتے ہین کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہتہیارونکے بنانی کے کارخانہ کے ڈہیر
ہوتے ہین اور چونکہ یہہ امور متعلق معاینہ کے ہین اونکی ہیت اور صورت کے دیکہنے والے
کی رائے بہ نسبت نہ دیکہنے والون کے زیادہ تر لایق وثوق کے ہے چنانچہ خود کپتین
اسٹینلی اس باب مین بعد معاینہ کے اپنے رائے بہت وثوق کے ساتہہ یہہ لکہتے
ہین کہ نیا آدمی یعنی ناواقف حالات کو یہہ آتش فشان سے آثار آتش فشان
پہاڑ کے تصور کرے لیکن یہہ غلط فہمی اوسکی ہے اور اوس غلط فہمی کے وجوہ بہی
اونہون نے لکہے ہین پس جبتک کہ وجوہ قوی ایسے شخص معاینہ کرنے والے کی رائے
کی رد پر اور اوسکے وجوہ کے ابطال پر قایم نہون تب تک جو کچہہ اوسکی رائے ہی تر لایق
قابل قبول کے ہے ہان اگر وہ شخص قابل اعتماد نہین تو شروع ہی سے اون واقعات اور
حالات کو جو اوس نے لکہے ہین تسلیم کرنا لازم نہین مگر یہہ بات نہین ہوسکتی کہ جو حالات
اوس نے لکہے ہین اونکو تسلیم بہی کرتے جاوین اور اوسکو معتمد بہی ٹہیراتے جاوین یا نہیہ
اوس نے جو بعد معاینہ حالات کے رائے لکہی ہے اور بوجوہ اوس رائے کو موجہ کیا ہے
اوسکو بغیر کسی وجہ موجہ کے غلط ٹہیرایا جاوے سید الطایفہ رائے کپتن اسٹینلی کی نسبت
صرف یہہ عذر کرتے ہین کہ وہ پادری اور عیسائی مذہب کے پیشوا ہین عیسائیون کا یہ
عقیدہ ہے کہ درحقیقت خدا ہی آگ کی صورت مین پہاڑ پر اوترا تہا اسلئے اونہون نے
اس پہاڑ کو آتش فشان کہنے سے بچایا ہے **قلت** یہہ تو ایک زبردستی کا الزام ہے

مین آئین جنکو کوئی نیا آدمی آتش فشان پہاڑ کے آثار تصور کرے لیکن یہہ غلط فہمی ہے
جلے پہاڑونکی مانند جو بڑے بڑے ڈہیر معلوم ہوتے ہین وہ صرف لوہے کے ریزے ہین
جو بہربہری پتہرون کی بناوٹ مین ملی ہوئے ہین سرخی مائل پتہر کی چٹانون مین جو آتشی
عمل کے آثار پائے جاتے ہین وہ اونکی ابتدائے اوٹہان سے متعلق ہین نہ کسی بعد کے انقلاب
سے ہر جگہہ پانی کے عمل کے آثار ہین آگ کے کہین نہین **قلت** بہ نسبت اس استدلال کے
ہمکو (اول) تو یہی کلام ہے کہ ہمکو سید الطائفہ کی نقل پر اطمینان نہین جب کہ وہ معروف
کتابون کی نقل مین بد دیانتی کرتے ہین اور تراجم عبارات عربیہ مین حد سے زیادہ خیانت کو
کام مین لاتے ہین تو ایسی کتاب کی نقل مضمون اور ترجمہ مین کب چوکینگے خصوصاً اس عبارت
مین کہ (اوس وادی مین گئے تھے جہان سے حضرت موسی او رنبی اسرائیل نے گذر کیا تھا)
دثانیاً) جن عبارات سے وہ استدلال کرتے ہین ظاہرا یہی ہین (۱) درحقیقت آتشی مادہ
اونپر یہہ آیا تہا (۲) یہہ راہ ایسی جگہہ ہوکر گذرتا تہا جہان بجز جلے ہوئے مادون اور
خاکستر کے اور کچھہ نہ تہا مگر ان دونون فقرون سے کچھہ ثبوت آتش فشانی کوہ طور کا نہین ہے
(اولاً) تو کیتن اسٹینلی نے جو کچھہ لکھا ہے اوسمین کوہ طور کا حال نہین لکھا جسکو سید الطائفہ
کوہ آتش فشان قرار دیتے ہین بلکہ ایک ایسے میدان کا حال لکھا ہے کہ جس مین بہت سے
ٹیلے متفرق خاکستر اور جلے ہوئے مادہ کی پائے جاتے تھے حالانکہ یہہ کیفیت اثر آتش فشانی
پہاڑ کی نہین ہوتی اگر وہ آتش فشان پہاڑ کے پتہرون کے خاکستر ہوتے تو تمام وادی مین
پہیلے ہوئے ہوتے ہم ہندوستان مین بہی اس قسم کے ڈہیر ہردوار سے آگے بڑہکر دیکھتے ہین
کہ پرانی پزاوون کی مانند ڈہیر کے ڈہیر پڑے ہین مگر اون سے اسپر استدلال نہین
ہوسکتا کہ اس مقام پر کبھی کوئی آتش فشان پہاڑ تہا یا کسی آتش فشان پہاڑ کے

(۱۷) مین ہے کہ بنی اسرائیل پہاڑ کے نیچے کہڑے ہوئے ورس (۲۰) مین ہے کہ خداوند نے موسیٰ کو پہاڑ کی چوٹی پر بلایا ورس (۲۴) مین ہے خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ چل نیچے جا اور تجھکو پہاڑ اوپر آنا ہوگا تو اور ہارون تیرے ساتھہ اب فرماے سید الطائفہ نیچر یہہ کیسی آتش فشانی تہی کہ عین آتش فشانی مین بنی اسرائیل پہاڑ کے نیچے کہڑی رہے اور حضرت موسیٰ اور ہارون عین آتش فشانی مین اوس پہاڑ پر چڑہ گئے اور صحیح و سالم رہے یہان نیچر کا سبق کیون بہول گئے علاوہ بران اسکے جواب مین جو جناب سید ناصر الدین ابو المنصور امام فن مناظرہ اہل کتاب نے تنقیح البیان مین لکہا ہے اوسی کی نقل کی جاتی ہے کہ وہ اونکے رد کے واسطے کافی ہے کچہہ حاجت زیادہ لکہنے کی نہین وہو ہذا (خانصاحب بہادر کی سمجہ کو کیا کہنا چاہیئے کو وہ آتش فشان مین جو کچہہ ظاہر ہوتا ہے پہاڑ سے ظاہر ہوتا ہے مگر کبہی نہ سنا ہوگا کہ کوئی پہاڑ آتش فشان بادل کو گرجا سکے اور بجلیان چمکا سکے اور قرنا کی آواز مین سُر نکالے کیا شعلہ سے پتہر ٹکرا کے موسیقار بن جاتی تہے اسکے سوا ایسی حالتمین کو وہ آتش فشان کے قریب کوئی نہین رہتا ہے کیونکہ دس میل اور پندرہ میل تک پتہر پگہلا ہوا بہ جاتا اور دور دور تک پتہر اوڑ کر گرتے ہین مگر وہان تو ایک سنگریزہ بہی نہ اوڑا نہ پتہر پگہلکر بہا اور نہ بنی اسرائیل خیمہ گاہ سے بہاگے (نہ اون ستر آدمیون کو بچا سکے کہ وہ بقول سید الطائفہ ڈر کے مارے کانپنے لگے کچہہ صدمہ پتہرون اور آگ سے پہونچا) آپ نے نہ وہ پہاڑ دیکہا ہے نہ سرخی مائل پتہر پہاڑ کو کسی بعد کے انقلاب کی شناخت کیا ہو سکتی ہے (مراد یہ ہے کہ دیکہنے والا تو حالت موجودہ کی کیفیت کو ابتدا اراوٹہان بتاتا ہے اور آپ اوس کو انقلاب مابعد بیان کرتے ہین ان دونون باتون مین سے انقلاب مابعد کے متعین کرنے کی کوئی وجہ

اونہون نے کوئی بات آتش فشانی کی جب نہین پائی بلکہ قراین قویہ اوسکی نفی پر پائے تب اونہون نے یہ لکہا کہ ایسے آثار کو آثار آتش فشانی سمجہنا غلط ہے اگروہ اپنے مذہب کی تائید کرتے توصاف یہ لکہدیتے کہ خداوند کے جلال سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا ہے مگر اونہون نے اپنی تقریر مین کچہہ پاس مذہب نہین کیا اور نہایت منصفانہ راے لکہی ہے **قال** کپتن اسٹینلی کے یہ تاویل کہ وہ نشانیان اوس پہاڑ کی بناوٹ کی ہین صحیح نہین ہوسکتی **قلت** کپتن اسٹینلی نے کوئی تاویل نہین کی اور اونہون نے جو لکہا ہے کہ یہہ علامت ابتدا اوٹہان کی ہے اوسکی عدم صحت پر سیدالطائفہ کے پاس کیا دلیل ہے اور جو کیفیت واقعی اونہون نے لکہی ہے اگر اوسکو واقعی سمجہا جاے تو فی الحقیقت وہ آثار آتش فشانی پہاڑ کے ہرگز نہین اونکو دلیل آتش فشانی کا سمجہنا محض غلط کاری ہے پہر وہ یہ بہی لکہتے ہین (جلے پہاڑون کی مانند جو بڑے بڑے ڈہیر معلوم ہوتے ہین وہ صرف لوہے کے ریزے ہین جو بہربہرے پتہرون کی بناوٹ مین ملے ہوئے ہین ہرجگہہ پانی کے عمل کے آثار ہین آگ کے کہین نہین) ان وجوہ کا سیدالطائفہ کے پاس کچہہ جواب نہین پس جو کچہہ سیدالطائفہ نے بہ نسبت تحریر کپتن اسٹینلی کے لکہا ہے محض حکومت طلبی ہے اور ایک بات بہی لایق تسلیم کے نہین **قال** خود توریت مین جو کچہہ اوس پہاڑ کی نسبت لکہا ہے (اگر صحیح تسلیم کیا جاوے) تو کچہہ شبہہ نہین کہ وہ آتش فشان پہاڑ تہا کتاب خروج باب نوزدہم مین لکہا ہے کہ بوقت طلوع صبح رعدہا وبرقہا وغمامۂ مظلمہ بالاے کوہ نمایان شد وآواز کرنا بحدے شدید شد کہ تمامی قومی کہ در اردو بودند لرزیدند وتمامی کوہ سینا را دود فراگرفت ودودش مثل دود تنور متصاعد بود وتمامی کوہ متزلزل شد **قلت** خود اوسی باب کے ورس

دوسرے جو جبل کسترین کہلاتی ہے متواتر روایتون سے یہہ ثابت ہوا کہ یہی سینا
ہے جسپر شریعت نازل ہوئی لیکن ایک مشکل یہہ ہے کہ جبل موسی کے آس پاس کوئی
ایسا میدان نہین ہے جسمین چہہ لاکہہ آدمی بخوبی ڈیرہ کر سکین اسی سبب سے ایک
مشہور عالم ڈاکٹر کیٹو صاحب نے یہہ گمان کیا کہ جبل موسی اصل سینا نہین ہے اوسکی
سمجہ مین یہہ بات ہے کہ ایک دوسرا پہاڑ جبل سربعال نامی اصلی سینا ہوگا جسکے ثبوت
مین وہ یہہ دلیلین پیش کرتا ہے کہ جبل سربعال جبل موسی کی برابر بلند ہے اور مصری
مسافرون کو یہی پہلے نظر آتا ہے سامنے اوسکے ایسا میدان ہے کہ بیس لاکہہ آدمیونکی
ڈیرہ کرنے کی جگہہ ہے زمانہ قدیم مین کوہ سربعال کی بڑی تعظیم تہی اور اوسکے کئی متفاموںپر
پورانے حرفون کے جو کسی سے نہین پڑہے گئے کتبے ہین اور جبل موسی پر ایسا ایک ہی
نہین جانے کے واسطے اوسپر سیڑہیان بہی بنی ہوئی ہین سوا اسکے جو وادی اوسکے
درمیان مین ہے اوسکو وادی فاران آجکل کہتے ہین چنانچہ برک بروٹ صاحب نے
بہی فرمایا کہ اگلے زمانہ مین حاجیون نے کوہ سربعال کو کوہ سینا سمجہا ہوگا اوسکے سوا
کیٹو صاحب یہہ کہتے ہین کہ فاران اور سینا ایک ہی کوہستان کا نام ہے اور اوسکے ثبوت
مین حبقوق نبی کی کتاب کا ۳ باب ۳ سند گذرانتے ہین پس جس حال مین کہ وادی
متصل زمانہ قدیم مین فاران کہلائی اغلب ہے کہ زمانہ قدیم مین پہاڑ بہی فاران مشہور
ہوگا کوہ سینا سمندر کی سطح سے آٹہہ ہزار ایک سو چہیاسٹہ فٹ بلند ہے انتہی
جب ابہی اسمین کلام ہے کہ کوہ سینا کون سا پہاڑ تہا تو وہ سے آتش فشان سمجہہ لینا
آپ کی معلومات کا پورا ثبوت ہے یعنی ہنوز یہہ نہین تحقیق ہوا کہ کوہ سینا کون سا
پہاڑ ہے اوسکا آتش فشان ہونا آپ کو تحقیق ہوگیا حالانکہ تحقیق کا ذریعہ یہی تصنیفات

نہین ہے کہ ہم آپ کے قول کو دیکھنے والے کے قول پر ترجیح دین) دیکھنے والا تو اوسے آتشین پہاڑ نہین بتاتا اور وہی دیکھنے والا ہے جسپر آپ کو تکیہ ہے اور آپ بے دیکھے اوسے آتشین پہاڑ ٹہیراتے ہین اسکا کون یقین کریگا اور پتہر کا گداختہ ہونا تو ہم بہی اقرار کرتے ہین لیکن وہ خدا کے کلام کی جبروت کا نشان تہا نہ اثر آتش فشان کیا آپنے قران مین نہین پڑہا ولو انزلنا ہذا القران علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ یعنی اگر ہم اوتارتے یہ قران ایک پہاڑ پر تو تو دیکہتا وہ دبجاتا پہٹ جاتا اللہ کے ڈر سے (علاوہ بران جن ریزون کو پادری کپتان اسٹینلی لوہے کے ریزے بتاتے ہین اگر بالفرض وہ پتہرون ہی کے ریزے ہون تب بہی ہم بالیقین یہہ کہہ سکتے ہین کہ وہ علامت اوس تجلی جبروت کی ہین جسکا بیان آیۃ (فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا) مین ہے خواہ وہ متعلق اسی واقعہ کے ہو خواہ دوسرے واقعہ کے ہو نہ اثر آتش فشانی پہاڑ کا غرضکہ آپ کو آتش فشان ہونا اوس پہاڑ کا کسی اور دلیل سے ثابت کرنا لازم ہے مجرد پایا جانا سنگ ریزون کا آپ کے حق مین کچہہ مفید نہین) اسکے سوا ابہی آپ کو یہہ تو معلوم ہی نہین کہ جس پہاڑ کو پادری کپتان اسٹینلی نے دیکہا ہے وہ طور ہے یا دوسرا الکتاب کے مقامات المعروف مطبوعہ میرزاپور ۱۸۶۱ء صفحہ ۶ و ۷ مین پادری شیرنگ صاحب نے لکہا ہے کہ خدا کا پہاڑ کبہی حوریب کہلایا کبہی سینا اکثر آیتون کے مقابلہ کرنے سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ حوریب تو تمام کوہستان کا نام ہے جسکی فقط ایک چوٹی کا نام سینا کہلایا اور دوسری چوٹی کا فاران اب اگر بحث ہو تو فقط اسی پر کہ سب چوٹیون مین سے کون سی چوٹی وہ ہے جو زمانہ قدیم مین سینا کہلائی دو چوٹی تو مین جو آجکل سب سے زیادہ مشہور ہین ایک جسے اہل عرب الطور یا جبل سینا کہتے ہین

جسکو اوس نے اپنی قدرۃ کاملہ سے بنایا اور پیدا کیا ہم بلا شبہ کہہ سکتے ہین کہ فلما تجلی ربنا علی الجبل فلما تجلی ربنا علی البحر فلما تجلی ربنا علی الانسان فلما تجلی ربنا علی الحمار (فلما تجلی ربنا علی سید الطائفۃ النیچریۃ) فلما تجلی ربنا علی البعوضۃ وما فوقہا فقد وقع کذا

قلت یہہ بات تو ظاہر ہے کہ ہر ایک جزء اجزاء عالم کا مظہر ہے کسی نہ کسی صفت کا صفات کاملہ مین سے مگر سب تجلیات کو جو مظاہر جداگانہ مین ہین یکسان سمجہنا در حقیقت یکسان سمجہنا حمار اور اون سب کا ہے جنپر تجلی کا ذکر ذیل قول سید الطائفہ مین ہوا شاید اس مساوات پر تو سید الطائفہ بہی رضامند ہونگے اور چونکہ تجدد تجلیات مین بہی کوئی شخص کلام نہین کرسکتا پس اگر علاوہ اوس اثر ظہور ایجاد اور ابقا کے کسی اور طرح تجلی کسی شئ پر واقع ہو جو اوس شئے کی کسی صفت کی تبدیل کے موجب ہو جسطرح پر طور پر واقع ہوئی تو اسمین کسیطرحکا استحالہ نہین ہے البتہ سید الطائفہ جو یہہ لکہتے ہین کہ کسی مادی یا فانی صورت مین نہ خدا آسکتا ہے نہ سما سکتا ہے یہہ صحیح ہے اور ہمارا عین عقیدہ ہے

قال پس ہم توریتہ کے اس لفظ پر کہ خداوند در آتش بران نزول نمود یقین نہین لا سکتے گو کہ مین سٹنیلی کو یقین ہو **قلت** چونکہ اصل کلمات توریتہ مقدس کے جو حضرت موسی پر نازل ہوئے تہے محفوظ نہین اور اب جس زبان مین توریتہ ہے سب تراجم ہین اور ہر قسم کی غلطی اور تحریف کا اونمین احتمال قوی ہے پس ہم الفاظ تراجم پر اس مقام مین یقین نہین کرتے گو کہ سید الطائفہ اور دیگر صنادید نیچریہ عدم تحریف لفظی کے قائل ہون اور وجہ یقین نکرنے کی یہ ہے کہ کلمات قران کے مطابق نہین کیونکہ کلمات قران مین یہہ کہین نہین کہ اللہ تعالی نے آگ مین حلول کیا یا نازل ہوا بلکہ یہان تو ذکر بہی اس قسم کے کلمات کا جو موہم بہی حلول و نزول کے ہون اصلا نہین یہان تو یہی ہے (اخذتکم العمائم)

اہل کتاب ہین اور جب اونہین کو اسکے ثبوت مین اتفاق نہین ہے تو آپ نے کہان
سے معلوم کرلیا کہ یہہ کوہ سینا ہے اور وہ آتش فشان بہی ہے (انتہی مختصراً) مخفی
نرہے کہ اصل بحث تو اسمین تہی کہ جماعۃ بنی اسرائیل جنہون نے یہ بے ادبی اور گستاخی
کی تہی اور یہ کلمۂ کفر زبان پر لائے تھے (لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ) مرگئی تہی
اور بعد مرنے کے پہر اللہ تعالی نے اونکو زندہ کردیا تہا یا غشی اونپر طاری ہوگئی تہی
اور بعد اوس غشی کے افاقہ ہوگیا ہم بدلیل قول اللہ تعالی (اخذتکم الصاعقۃ) اور
(بعثناکم من بعد موتکم) کہ بالتنصیص موت اور زندہ کرنے پر دلالت کرتے ہین شق
اول کے قائل ہین سید الطایفہ کے پاس کوئی دلیل ایسی نہین جو معارض اون کلمات
مستدلہ ہماری کی ہو اونہون نے جو اس مقام مین بحث آتش فشانی پہاڑ کی کی اس
جگہہ یہ بحث محض فضول تہی اس سے کیا حاصل ہوا بطور فرض محال اگر تسلیم کیا جائی
کہ بسبب آتش فشانی پہاڑہی کے یہ صدمہ اوس جماعۃ پر ہوا تب بہی ہمارا ہی مدعا قرین
عقل ہے کیونکہ بروقت آتش فشانی پہاڑ کے یہ کب ہوسکتا ہے کہ کوئی جاندار ایسے
موقع قریب مین کہ جیسے موقع قریب مین وہ جماعۃ بنی اسرائیل کی تہی کہ موسی عم
کی آواز وہ سنتے تھے اور موسی عم کو اپنی آواز سناتے تھے زندہ باقی رہے
پس اس سب فضول بحث سے بہی یہی ثابت ہے کہ وہ جماعۃ مرگئی تہی اور یہی ہے
مدعا ہمارا اس مقام مین واللہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون اور یہ جو کہتے ہین کہ
(توریۃ کی عبارت کو اگر تسلیم کیا جائی) یہہ تو عجیب بات ہے کہ تمام معنادید فرقہ نیچریہ کا
اسپر باصرار اتفاق بہی ظاہر کیا جاتا ہے کہ تحریف لفظی کتب سابقہ مین نہین
ہوئی اور پہر اوس مین شک بہی فرماتے ہین **قال** خدا کی تجلی ہر چیز مین ہے

پر نازل ہوا تہا یا یہودیون کی تحریف ہے اگر شق اول ہے تو آپ کا یقین اوسپر کرنا صریح
کفر ہے کیونکہ اس شق پر صاف یہہ بات ہے کہ اللہ تعالی نے توریت مین اور دیگر کتب انبیاء
مین غلط بیان کیا اور اگر یہودیون کی تحریف ہے تو یہہ مسئلہ متفقہ فرقہ نیچریہ کہ (لا تحریف
فی الکتب المقدسۃ) باطل ہے اب آپکو اختیار ہے چاہے کفر پر راضی ہوجے چاہے
اوس مسئلہ متفق علیہ کو باطل ٹہہرائے اور آپ نے جو ایک دلیل اوسپر یقین نہ کرنے کی
یہہ لکھی ہے کہ جبکہ چالیس برس تک الخ یہہ آپ کی ناواقفی ہے بنی اسرائیل چالیس
برس تک بیابان مین سرگردان رہے اور اونکو اسقدر مدۃ تک پریشان پہرایا گیا یہہ
اونکی نافرمانیونکی سزا اونکو دیگئی تہی یہہ بات نہ تہی کہ خدا کی قدرۃ کاملہ کا بادل راہ بہول
گیا تھا چنانچہ یہہ بات کتاب یوشع بن نون کے پانچوین باب کے چھٹے درس سے بخوبی ثابت
ہے اوسکی یہہ عبارت ہے۔ بنی اسرائیل چالیس برس تک بیابان مین پہرتے رہے
یہانتک کہ وہ سارے جنگی مرد جو مصر سے نکلے تھے ہلاک ہوے اسلیئے کہ وہ خداوند
کی آواز کے شنوا نہوئے اونہین سے خداوند نے قسم کہاکر کہا تہا کہ مین تم کو وہ زمین
نہ دکہاؤنگا جسکی بابتہ خداوند نے قسم کرکے اونکے باپ دادون سے کہا تہا کہ مین تمکو
دونگا۔ اور یہی مضمون سفر عدد کے (۱۴) باب کی (۲۲) و (۲۳) درس مین اور سفر استثنا
کے باب (۱) درس (۳۴) و (۳۵) اور پولوس کے خط باب (۳) فقرہ (۱۷) مین ہے
اور یہی بات قران مجید سے ظاہر ہے فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض
فلا تاس علی القوم الفاسقین (سورہ مائدہ) یعنی وہ حرام ہے انپر سرگردان پہرینگے
زمین مین پس غمگین نہو اس فاسق قوم پر **قال** ہمارے علماء مفسرین نے بھی اپنی
عادت کے موافق یہودیون کی پیروی کی ہے اور اس آیتہ کی تفسیر مین اسی قسم کی

(اخذتہم الرجفۃ) (بعثناکم من بعد موتکم) **قال اللہ تعالی** (و ظللنا علیکم الغمام و انزلنا علیکم المن والسلوی) **قال** توریۃ مین بنی اسرائیل پر بادلون کی چہا دن ہونے کا واقعہ عجیب طرح پر لکہا ہے کہ بادل تمام دن بنی اسرائیل کو راہ بتانے کے لئے اونکے آگے آگے چلتا تہا اور جہان ٹہیرجاتا تہا وہان بنی اسرائیل مقام کرتے تھے اور رات کو وہ بادل روشنی کا ستون ہوجاتا تہا مگر اسپر کیونکر یقین ہوسکتا ہے جب کہ چالیس برس تک بنی اسرائیل کو منزل مقصود تک پہونچنے کا رستہ نہین ملا دیکہو کتاب خروج باب ۱۴ درس ۱۹ و ۲۰ و کتاب خروج باب ۴۰ درس ۳۴ و ۳۸۔

قلت جیسا کہ توریت مین باب ۱۴ و ۴۰ مین لکہا ہے کتاب خروج باب ۱۳ درس ۲۱ مین اور کتاب اعداد و استثنا اور کتاب نحمیاہ نبی اور زبور مین بہی ہے اور فی الواقع یہہ واقعہ ایسا عجیب ہے کہ سب انبیا اوسکا عجیب ہونا بیان کرتے چلے آئے ہین اور ایسا واقعہ خرق عادۃ ہے کہ اوسپر بجز اوسی قادر قدیر کے کہ کوئی شے اوسکی قدرۃ و ارادہ سے باہر نہین ہوسکتی اور کوئی قادر نہین ہے مگر ہم نہین سمجہتے کہ سید الطایفہ اسکا کس بنا پر انکار کرتے ہین اگر بسبب عجیب و غریب ہونے اس واقعہ کے انکار ہے تو سراسر نادانی ہے عجیب ہونا کسی چیز کا اوسکی قدرۃ کا مزاحم نہین ہوسکتا جو کچہہ عالم مین نظر آتا ہے سب عجیب ہی ہے اور اگر بسبب تقلید ملاحدہ فرنگ کے ہے تو صاف لکہنا چاہیئے کہ ہمارے پیشوا اسکا انکار کرتے ہین اونکی تقلید سے ہم بہی انکار کرتے ہین اور مقلد سے مطالبہ دلیل کا نہین چاہیئے او سوقت ہم آپ کو مقلد ملاحدہ سمجہکر آپ سے مطالبہ دلیل نہ کرینگے پہر یہہ بہی فرمائے کہ یہہ مضمون جو توریۃ کے اسفار اور نحمیاہ نبی کی کتاب اور زبور مین ہے یہہ درحقیقت وہی کلام ہے جو اون انبیاء

بادل کا سایہ کرتا رہا درحقیقت یہہ آیۃ بہ نسبت سایہ کرنے کی مؤید ہے توریۃ کے مضمون کی ابن حاجب ح مقدمہ تصریف مین لکھتے ہین وفعّل للتکثیر غالبا نحو غلّقت وقطّعت وجوّلت وطوّفت وموّت المال شارح رضی اسکی شرح مین لکھتے ہین الاغلب فی فعّل ان یکون لتکثیر فاعلہ اصل الفعل تقول ذبحت الشاۃ ولاتقول ذبّحتہا وغلقتُ الباب مرۃ ولاتقول غلّقتہ لعدم تصور معنی التکریر فی مثلہ بل تقول ذبّحت الغنم وغلّقت الابواب وقولک جرّحتہ ای کثرت جراحاتہ وموّت المال اے وقع الموتان فی الابل فکثر فیہ الموت وجوّلت وطوّفت ای اکثرت الجولان والطواف یعنی اغلب باب فعّل مشدد العین مین یہہ ہے کہ ہووی ورسطہ بکثرۃ عمل مین لانے فاعل کے اصل فعل کو یہہ کہہ سکتے ہین کہ ذبحت الشاۃ (یعنی باب فعَل یفعَل سے) بمعنی ذبح کیا مین نے ایک شاۃ کو اور نہین کہہ سکتے ذبّحت الشاۃ (مشدد العین) اور کہہ سکتے ہو غلقتُ الباب مرۃ (بتخفیف العین) اور نہین کہہ سکتے ہو غلّقت الباب مرۃ (بتشدید العین) بسبب نہ متصور ہونے معنی تکریر یعنی بار بار کے انکی مثل مین بلکہ یہہ کہوگے ذبّحت الغنم وغلّقت الابواب (یعنی بتشدید العین) چونکہ غنم گلہ کو کہتے ہین اور ابواب خود جمع ہے اسمین تکرر کے معنی موجود ہین اسلئے یہان عین کلمہ کو مشدد لانا چاہیئے) اور معنی جرّحتہ کے یہہ ہین کہ کثرت سے جراحات کین اور موّت المال یعنی مری پڑی اونٹون مین بس بہت کثرۃ سے پہیلی موت اون مین اور جوّلت اور طوّفت یعنی کثرت سے کی مین نے جولان اور بکثرۃ سے کی مین نے طواف **قال** قران مجید سے بنی اسرائیل کے ساتھہ ساتھہ بادل کا پہرنا نہین معلوم ہوتا اس آیۃ مین صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے

باتین جنکا اشارہ تک اس آیۃ مین نہین ہے بیان کئے ہین **قلت** ذری دل مین
شرمار ومفسرین نے جو باتین لکھی ہین خود قران مجید کے نصوص اور اونہین کتابون کے
حوالے سے لکھی ہین جنکو آپ ہی کتب آلہیہ تسلیم کرکے بہت وثوق کے ساتھ یہہ کہتے
ہین کہ (لاتحریف فی الکتب المقدسۃ) اگر مفسرین نے پیروی کی ہے تو اونہین کتابونکی
کی ہے برخلاف آپ کے کہ اکثر جگہہ تو اپنے مدعا پر اونہین کتابون سے استدلال
کرتے ہین اور جہان کہین اون کتابون کو مخالف قول ملحدین فرنگ کے پاتے ہین
تو بباعث شدۃ تقلید اون ملحدین کے باوجود دعوی عدم تحریف کے اونکو نہین مانتے
پس آپ کے اس طریق عمل سے صاف ظاہر ہے کہ تقلید حمقا و ملحدین کی یہانتک
آپ کے دل مین راسخ ہے کہ اونکے مقابلہ مین خداے تعالی کی بھی نہین مانتے اور
یہہ جو لکھتے ہین کہ جنکا اشارہ تک اس آیۃ مین نہین اسکے جواب مین وہ کہہ سکتے
ہین کہ بلاشبہہ اشارہ اسکا آیۃ شریفہ مین موجود ہے مگر اشارہ فہمی کو علم عربیہ بہت
ضرور ہے آپ علم لغات عرب اور تصاریف کلمات عرب سے محض ناواقف ہین اشارۃ
کلام معجز کو نہین سمجھہ سکتے بیان اوسکا یہہ ہے کہ آیۃ مین (ظللنا) فرمایا ہے جو
باب تفعیل سے ہے (اظللنا) باب افعال سے نہین فرمایا جس سے احتمال اسکا ہوتا
کہ کسی وقت مین بادل آگیا تھا اور چونکہ خواص باب تفعیل مین اغلب یہ ہے کہ یہہ بنا ر
فایدہ اسکا دیتی ہے کہ فاعل فعل بہت کثرۃ کے ساتھہ اوس فعل کو عمل مین لایا پس
معنی (ظللنا) کے یہہ نہین ہو سکتے کہ اللہ تعالی نے کسی روز بادل کا سایہ اونپر
ڈالا بلکہ معنی یہہ ہین کہ بہت کثرۃ سے متواتر بار بار بادل کا سایہ اونپر کرتا تھا پس
اسمین صاف اشارہ ہی اسپر کہ جب تک وہ بیابان مین پھرتے رہے اللہ تعالی اونپر

قانون قدرۃ کے ظہور مین آتے ہین اونکو نہ معجزہ سمجھتے ہین نہ احسان جتلانے یا
ماننے کے قابل جانتے ہین اور اسلئے اسمین بالطبع ایسی باتین شامل کرلیتے ہین جو
قانون قدرۃ سے خارج ہون حالانکہ خداے تعالیٰ نے تمام قران مین جابجا بندون
پراونہین باتون سے اپنا احسان جتلایاہے اور اونہین کو بطور معجزہ کے تبلایاہے
جنکواوس نے اپنی قدرۃ کاملہ سے موافق قوانین قدرۃ کے پیدا کیاہے

قلت اس تقریر پر سید الطائفہ کے بار بار مجھکو ایک شعر یاد آتا ہے ؎
بے خردے چند زخود بیخبر ٭ خردہ گرفتند براہل ہنر ٭ لفظ قانون تو ایک لفظ
لغو ہے ہم بہت مقام پر اسکو لغو ٹہرا چکے ہین قدرۃ قادر مطلق کی کسی حدود واشیاء
ممکنہ مین محصور نہین پہر اوسکو مقید کسی قانون کا ٹہرانا غیر محصور کو محصور ٹہیراتا ہے
کہ از قسم اجتماع ضدین ہے اور حماقت پر ایسی قایل کی دلیل جلی ہے عادۃ کے
موافق جو امر ظاہر ہوتا ہے وہ درحقیقت معجزہ نہین ہنوز سید الطائفہ کو یہہ بہی معلوم
نہین کہ معجزہ کسکو کہتے ہین ؎ بے خردے چند زخود بے خبر ٭ خردہ گرفتند براہل ہنر
اور یہہ جو کہتے ہین کہ نہ احسان جتلانے یا ماننے کے قابل جانتے ہین یہہ تو محض
افترا ہے کون سی چیز ہے عالم مین کہ اوسکی پیدا کرنے یا فنا کرنے یا باقی رکہنے پر
شکر اللہ تعالیٰ کا ادا نہین کیا جاتا پس یہہ کہنا بہی سید الطائفہ کا خالی از جہالت
نہین ؎ بے خردے چند زخود بے خبر ٭ خردہ گرفتند براہل ہنر ٭ **قولہ** حالانکہ
خدائے تعالیٰ نے الخ کتنی بڑی حماقت ہے کہ اس امر پر لحاظ نکیا جاوے کہ انعام
دو طرح پر ہے ایک عام دوسرا خاص ہر ایک کا موقع ہے دیکہو جس موقع
مین عموماً سب آدمیون پر احسان کا جتلانا منظور تہا وہان یہہ فرمایا یا ایہا الناس

اس آیۃ سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت دہوپ اور گرمی کی سختی مین بادل آجانے سے خدا نے اونکی تکلیف کو دور کردیا جسکا بطور احسان ذکر کیا ہے **قلت** بے شک سید الطائفہ کو بسبب جہالت کے زبان عرب سے یہہ بات نہین معلوم ہوسکتی البتہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے جو مہارت تام زبان عرب مین رکھتے ہین یہہ بات معلوم کی ہے اور اسکی تائید اور توثیق پر آیات توریۃ کو نقل کیا ہے اور سید الطائفہ جو یہہ کہتے ہین کہ کسی وقت بادل آجانے سے اونکی تکلیف کو دور کردیا اس انداز پر تفسیر آیۃ کی محض تحریف ہے کسی وقت کے معنون مین ایک کلمہ بہی آیۃ مین موجود نہین بلکہ بحسب تشریح مرقومہ بالا کلمہ (ظللنا) تکریر پر دلالت کرتا ہے اور الفاظ (بادل کے آجانے) بہی صریح تحریف ہے بلکہ یون کہنا چاہیئے (بادل کے لانے سے) اور حاصل معنی آیۃ کے اسطرح پر بیان کرنے چاہیئن کہ (بار بار یا ہر بار واسطے سایہ کے لئے بادل کے لانے سے اونکی تکلیف کو دور کردیا جسکا بطور احسان اور انعام خاص کے ذکر کیا ہے) چونکہ ان سب آیات مین خاص خاص انعامات کا بیان ہے کہ جو خاص بنی اسرائیل پر اون اوقات مین مبذول فرمائے گئے ہین اور ظاہر ہے کہ کسی وقت مین تو ہر کسی پر بادل آجاتا ہے ایسا بادل کا آجانا تو داخل انعامات مخصوصہ بنی اسرائیل نہین پس جو کچھہ سید الطائفہ نے یہان لکھا ہے سب مبنی اسپر ہے کہ وہ اصلا مطلب قران مجید کا کچھہ بہی نہین سمجھے اور لغات عرب اور خاصیت تصاریف سے بالکل جاہل ہین اور باوجود ایسی جہالت کے تفسیر قران کہ جسکے واسطے مہارت تام اسالیب کلام عرب مین بہت ہی ضرور ہے از راہ بوالہوسی کے لکھنے بیٹھے ہین ع زشتی اعمال ما صورت نادر گرفت **قال** بڑی غلطی لوگون کے خیال مین یہہ ہے کہ جوامور موافق

خاص بطور خرق عادت کے مبذول فرمائے تھے لہذا اون احسانات کو یاد دلایا بنی اسرائیل
کی نسبت پیشتر یہہ فرمایا یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم و انی فضلتکم علی العالمین
اس آیہ مین مجملاً اپنے انعام کو جو خاص بنی اسرائیل پر مبذول فرمائے تھے بیان کیا اور پہر
یہہ بہی فرمایا کہ یاد کرو اون فضائل کو جنکی سبب مین نے تم کو فضیلت دی تھی تمام جہانون پر
بعد اوسکے آیات مابعد مین اون انعام اور اون فضائل کی تفصیل بیان فرمائی پس ایسی حالت
مین خود سید الطائفہ ایک ساعت قلاوۂ تقلید حکمای فرنگ کو گردن سے نکالکر فرماوین
کہ آیا مقتضائے مقام اور نیز مقتضائے عقل یہ ہے کہ انعام عام کو جسمین تمام عالم اور بنی اسرائیل
شریک مین یاد کرکے خصوصیت و فضیلت بنی اسرائیل کی نہین اور وقوع اوسکا دستور مستمرہ کی
موافق ہوتا ہے یاد دلایا جاوے یا وہ خاص خاص انعامات اور فضائل کہ جنمین بجز بنی
اسرائیل کے اور کوئی اہل عالم مین سے شریک نہین بیان کیا جاوے کوئی صاحب عقل
شق اول کو پسند نکریگا مگر کیا کیجئے ع انارۃ العقل مکسوف بطوع ہوی ۵
بے خردے چند زخود بے خبر ؛ خردہ گرفتند بر اہل ہنر ؛ **قولہ** تمام قران مجید مین الخ
کتنی بڑی غلطی اور نادانی ہے کہ انعام عام اور انعام خاص مین کچہہ فرق نہ سمجہا جائے
اور جو انعام خاص بطور خرق عادۃ کے مبذول ہوئے ہین باوجود اونکے امکان اور
ثبوت قطعی کے اونکو حد قدرۃ کاملہ سے خارج سمجہا جائے اور اونکی ایجاد سے اوس
قادر قدیر کو عاجز قرار دیا جاوے اور پہر اس حمق و زندقہ کی بنا پر اہل علم و کمال پر زبان طعن
دراز کی جاوے ۵ بی خردے چند زخود بے خبر ؛ خردہ گرفتند بر اہل ہنر ؛ چونکہ
سال بہر مین ایک دو دفعہ بادل کا آجانا تو ایک عام بات ہے اگر چالیس برس مین بسبب
اتفاق بنی اسرائیل کے سر پر بادل کا آجانا مقصود ہوتا تو اسمین خاص بنی اسرائیل کی کیا

اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا
والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم (الی غیرہا من الآیات)
جہان موقع خاص لوگون پر احسان جتانے کا تہا وہان احسان خاص کو یاد دلایا
اہل مکہ کو قصہ اصحاب فیل یاد دلایا مومنین کی نسبت فرمایا بل اللہ یمن علیکم ان
ہداکم للایمان سورہ احزاب مین فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم
اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیہم ریحا وجنودا لم تروہا (الی قولہ تعالی) ورد اللہ الذین کفروا بغیظہم
لم ینالوا خیرا وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا وانزل الذین ظاہروہم
من اہل الکتاب من صیاصیہم وقذف فی قلوبہم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون
فریقا یعنی اے مسلمانو یاد کرو خدا کی نعمت کو اپنے پر جب آئے تم پر لشکر پس بہیجا
ہمنے اونپر ہوا کو اور لشکرون کو کہ نہین دیکہا تمنے اونکو (الی قولہ تعالی) اور رد اللہ
الآیۃ) یعنی اور پہیر دیا کافرون کو ساتہہ غصہ اونکے کے نہ پہونچے وہ بہلائی کو
اور کفایت کی اللہ نے مومنین کیطرف سے قتال کے بارہ مین اور ہے اللہ توانا
غالب اور اوتارا اللہ نے اون لوگون کو جنہون نے مدد اونکی کی تہی اہل کتاب مین
سے اونکے قلعون سے اور ڈالا اونکے دلون مین رعب ایک فرقہ کو تم قتل کرتے
تھے اور اسیر کرتے تھے ایک فرقہ کو " حضرت موسی کو وہ خاص احسان جسکا ذکر
سورہ طہ مین ہے اسیطرح پر حضرت داؤد وسلیمان کو وہ احسانات یاد دلائے جو
خاص اونپر مبذول ہوئے تھے حضرت عیسی کو خاص احسانات تائید روح القدس
اور کلام مہد وکہولت یاد دلائے محمد صلعم کو انا اعطینک الکوثر اور اور چند احسانات
خاص یاد دلائے چونکہ بنی اسرائیل پر بہی بہت بڑے بڑے انعامات اور احسانات

یا بدستور باقی رہی ظاہر ہے کہ سبب نعمت کا جو قیام بنی اسرائیل کا ایسے بیابان مین تھا وہ تو منقطع نہین ہوا پس صرف کلام اسمین رہا کہ باوجود بقار سبب کے وہ نعمت منقطع ہوگئی یا بدستور باقی رہی چونکہ انقطاع بعد ثبوت کے امر مستحدث ہے جب تک انقطاع ثابت نہوگا حالت سابقہ کی بقا مین بحالت بقار سبب کے کوئی کلام نہین ہوسکتا پس یہہ بات بذمہ سید الطایفہ کے ہے کہ انقطاع نعمت کو ثابت کرتے مگر یہہ اونسے نہ ثابت ہوسکا نہ ثابت ہوسکیگا پس جسقدر عذرات اونہون نے اس باب مین پیش کئے ہین سب لغو اور اصلا لایق التفات نہین علاوہ بران ہمنے خود قران مجید سے اور آیات کتب اولین سے بخوبی اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ وہ نعمت اون سے جب تک کہ وہ اوس بیابان مین سرگردان رہے منقطع نہین ہوئے

قال (من وسلوی) من ایک چیز ہے جو بطور ترنجبین ایک خاص قسم کی جہاڑیون پر جم جاتی ہے اور سلوی بٹیر کی قسم کا جانور ہے جو اوس جنگل مین جہان بنی اسرائیل گئے تھے بکثرت پایا جاتا تھا اور وہان وہی اونکی غذا تھی **قلت** وہ من جو بنی اسرائیل کو اللہ تعالی نے دی تہی اوسکو یہہ چیز سمجھنا جسکو آجکل عرب من کہتے ہین غلطی ہے چنانچہ بیان اسکا عنقریب آتا ہے **قال** باقی عجایبات من کے جو توریت مین بیان ہوے کہ جنپر یقین کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے کہ قانون قدرۃ سے انکار کرنا اونکا کچہہ ذکر قران مین نہین **قلت** اب کلام اسمین رہا کہ توریت مین (جسکو سید الطایفہ منزل من اللہ اور خدا کا کلام محفوظ از تبدیل و تحریف کہتے ہین اور تمام فرقہ نیچریہ کا اوسپر اتفاق ظاہر کیا جاتا ہے اور اس کتاب اور تبئین الکلام مین اوسکے غیر محرف ہونے پر اپنے زعم مین دلایل پیش کئے ہین) اور ایک وہمی اور فرضی چیز مین کہ جسکو حمقار فرنگ نے

خصوصیت تھی جو اوسکو بطور خاص انعام کے اونکو یاد دلایا گیا یہہ تو ایسی بات ہے جیسی
کسی حسین کی مدح مین یہہ کہا جاوے کہ ۵ دندان تو جملہ در دہانند ۃ چشمان تو زیر
ابرو انند ٭ **قال** جب بنی اسرائیل بحر احمر کی شاخ کو پار کر گئے جسکا پانی بسبب
جوار بہاٹے کے اوترتا چڑہتا رہتا تھا۔ **قلت** ہم پیشتر ثابت کر چکے ہین کہ ایسے
ایسے قطعات دریا مین جوار بہاٹے کا آنا ہی ممنوع ہے اور بالفرض اگر تسلیم بھی کیا جاوے
تو وقت عبور بنی اسرائیل کا چڑہاؤ کا وقت تھا اور مصریون کے داخل ہونے کا وقت
اوتار کا وقت تھا اگر مطابق قول سید الطائفہ کے عبور بنی اسرائیل اور دخول مصریون
واقع ہوا ہوتا تو معاملہ برعکس ہوتا کہ بنی اسرائیل تو غرق ہو جاتے اور مصری زحمت
نہ اوٹھاتے لیکن چونکہ ایسا نہوا بلکہ برعکس اوسکے وقوع مین آیا تو یہہ ایک مزید
احسان خاص بنی اسرائیل پر تھا پس بالضرورۃ ثابت ہوا کہ سید الطائفہ کے سب اقاویل
محض اباطیل ہین **قال** ایسے وقت مین ابر کا آجانا بلاشبہ بنی اسرائیل کے حق مین
بڑی نعمت تھی **قلت** مجبور ہوکر کچھہ تو راہ پر آئے مگر افسوس ہے کہ تقلید ملاحدہ فرنگ
کی منزل مقصود کی مانع ہوئی فما کانوا لیومنوا بما کذبوا من قبل کذلک یطبع اللہ علی قلوب
الکافرین چونکہ اب سید الطائفہ بھی اسکا اقرار کرتے ہین کہ فی الواقع یہہ نعمت
اللہ تعالی نے خاص بنی اسرائیل پر مبذول فرمائی اور سبب نعمت ہونے بادل کے
آجانے کا بھی اونکی تقریر سے ظاہر ہوا کہ اوس جنگل مین چلنا بیٹھنا مشکل تھا پس
اس نعمت کے ثبوت مین تو کچھہ نزاع نہ رہا اور بادل کے نعمت ہونے کے سبب مین
بھی کچھہ کلام نہ رہا اور سبب وجود بادل کا قیام اوس بیابان تک ہر آئینہ باقی اور
موجود تھا صرف نزاع یہہ رہا کہ بعد ثبوت کے سبب نعمت یا خود وہ نعمت منقطع ہو گئی

ملا تھا پھر اونکا قول نقل کرنے سے آپ کو کیا فایدہ ہندوستان مین ایک قسم کی مٹھائی بنتی ہے جسکو اولا کہتے ہین لیکن کوئی اوسکو وہ اولا جو آسمان سے برستا ہے نہین جانتا اسیطرح عرب لوگ جسے من کہتے ہین ضرور نہین کہ وہ اسرائیلی من ہو دینی و دنیوی تاریخ مصنفہ پادری اگسٹس براڈہیڈ مطبوعہ الہ آباد ۱۸۶۸ع صفحہ ۱۱۳ مین لکھا ہے کہ بعضے لوگ اعتراض کرتے ہین کہ من جو بنی اسرائیل کو ملا کچھ تعجب کا مقام نہین کیونکہ وہانکے ایک درخت سے یہ چیز ملتی ہے لیکن معترض کو سمجھنا چاہئے کہ معجزہ تو ہوا کیونکہ (۱) جو من درخت سے نکلا وہ صرف اون اطراف مین حاصل ہوا لیکن یہ بنی اسرائیل کو بیابان مین ہر کہین ملتا تھا اور (۲) درخت کا من مدۃ تک اچھا رہیگا پر یہ جلدی خراب ہوگیا اور (۳) جو من اسرائیلیون نے پایا وہ سبت کے دن حاصل نہین ہوسکتا تھا انتہی اور لغت کتاب مقدس مطبوعہ میرزا پور ۱۸۶۸ع صفحہ ۲۸۵ مین لکھا ہے کہ وہان البتہ ایک چیز من نامی ہے پر اوس مین اور خدا کی بھیجی ہوئی خوراک مین ہر صورت سے فرق ہے عرب اوسے تین مہینے تک ایک درخت سے جو طرفا کہلایا جاتا ہے بٹورتے پر وہ خاص کرکے جون اور جولائی مین اوسے جمع کرتے جب پانی بہت برستا تب زیادہ من پایا جاتا پر بعض سال مین کچھ نہین ہی وہ اوسے بٹور کر پکاتے اور دو تین برس تک اونکی مشکون مین رکھکر وہ بگڑتا نہین اکیلا وہ اوسے کبھی نہین کہاتے پر مکھن اور شہد کے عوض مین اوسے کام مین لاتے زیادہ کہانے سے نقصان ہوتا کیونکہ اسوقت وہ دوا کے موافق ہے رکھنے سے وہ سخت ہوجاتا پر بٹورتے وقت اوسے کوٹنا جیسا اسرائیلیون نے کیا (گنتی ۱۱ باب ۸) ناممکن ہے سوائے اسکے بر وگ بروٹ ھباب

قانون قدرۃ سمجھہ رکھا ہے اور سید الطائفہ بسبب جہل مرکب کے اونکے معتقد ہوگئے ہین تعارض واقع ہوا ان دونون مین سے کسکو قبول کرنا چاہیے اور کسکو رد کرنا چاہیے سید الطائفہ بسبب ضعف عقل معاد وضعف ایمان کے اوس امر وہمی اور فرضی کو جسکو حمقائے ملاحدہ فرنگ نے قانون قدرۃ ٹہہرا رکھا ہے قبول کرتے ہین اور خدا کے کلام اور احکام کو باوجود اقرار اور اصرار کے اس امر پر کہ وہ من اللہ غیر محرف ہی بمقابلہ اوسکے رد کرتے ہین مگر یہہ اونکا کفر صریح اور زندقہ قبیح ہے باوجود اس اعتقاد کے کہ یہہ توریتہ خدا کا کلام ہے اور اوسمین تحریف نہین ہوئی اوسکو جھوٹا سمجھنا اور حمقائی فرنگ کو سچا سمجھنا نہایت درجہ کا کفر ہے ہرگاہ کہ وقوع ایک امر کا خود مسلمات سید الطائفہ یعنی توریت سے ثابت ہوگیا پھر اوسکو خلاف قانون قدرۃ سمجھنا نہایت درجہ کی حماقت ہے **قال** حال کے سیاحون نے بھی اوس جنگل مین من کو پایا ہے کپتن اسٹینلی لکھتے ہین کہ چشمہ مرہ سے گذر کر دو وادیان دیکھین جسمین سے ایک یقیناً ایلم ہوگی عام صورت اس وسیع میدان کی یہہ تھی کہ ایک ریگستان تھا اور جا بجا پانی کے سے راستہ جیسے کوئی دریا خشک ہوجاتا ہے بنی ہوئے تھے اون وادیون نے راستہ راستہ جاکر عجیب سیاہ وسفید پہاڑ ملتے ہین یہہ بیابان بغیر درخت اور گہاس کے تھا لیکن اون دو وادیون مین جنپر ایلم کا شبہہ ہوتا ہے درخت اور جہاڑیان موجود تہین یہانکے کھجور کے درخت چہوٹے چہوٹے تھے اور یہان پر تمرسک کے درخت بہی تھے جنکے پتون پر وہ شے پائی جاتی ہے جسکو اہل عرب من کہتے ہین انتہی مختصراً اسکے جواب مین امام فن مناظرہ سید محمد ابو المنصور تنقیح البیان مین لکھتے ہین کپتن اسٹینلی نے یہہ نہین کہا کہ یہہ وہی من ہے جو بنی اسرائیل کو چالیس برس تک

تحریر کی ہے کہ سید الطایفہ خود لکھتے ہین کہ اوس بیابان مین اکثر ریگ کا طوفان رہتا ہے اوس بیابان مین بنی اسرائیل کو تکلیف ہوئی ہوگی خصوصا اسوجہ سے کہ ریت ہی بھوبھل کی مانند گرم ہوگی اور ظاہر ہے کہ ایسے بیابان مین کہ جسمین ریگ کا طوفان گرم مثل بھوبھل کے رہتا ہے اوسمین کوئی جھاڑی نہین ہو سکتی کپتان اسٹینلی کے سیاحت کی جو کیفیت سید الطایفہ نے نقل کی ہے اوسسے بھی ثابت ہے کہ اون جنگلون مین نہ گھاس ہے نہ کوئی جھاڑی نہ درخت البتہ جس وادی پر شبہ (ایلیم) کا ہوتا ہے اوسمین کچھہ کھجور اور تمرسک کے درخت اور جھاڑیان تھین اور چونکہ خود بیان سے سید الطایفہ کے یہ بات ثابت ہے کہ وہ چیز جو حسب عادۃ جسکو عرب (من) کہتے ہین خاصکر جھاڑیون پر جم جاتی اور تمام جھاڑیون پر بھی نہین بلکہ خاص خاص جھاڑیون پر اور بیان کپتان اسٹینلی سے بھی ظاہر ہے کہ وہ خاص ترسا کی درخت کے پتون ہی پر پائی جاتی ہے اور یہ چیز جو بنی اسرائیل کو چالیس برس تک ملی بکثرت اکثر ایسی وادیون مین سے ملی کہ جہان بجز گرم تودہائے طوفان ریگ کے نہ کوئی درخت ہے نہ کوئی جھاڑی ہے نہ کسی قسم کا سبزہ ہے پس اوسکی خرق عادۃ اور معجزہ ہونے مین کیا عذر ہو سکتا ہے اور خرق عادۃ ہی کے سبب سے سب انبیا اوسکو عجایبات مین سے قرار دیتے رہے ہین اور اوس وقت مین بھی بنی اسرائیل نے اوسکو ایک عجیب غریب چیز دیکھکر کہا کہ (من ہو) یعنی کیا عجیب چیز ہے یہہ کہ ہم اسکو نہین جانتے (خروج باب ۱۶ درس ۱۵) قال اللہ تعالی وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ (الی قولہ تعالی) وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

قال سجدہ سے مراد حقیقی سجدہ کرنا نہین ہے بلکہ خضوع اور خشوع سے خدا کا شکر کرتے ہوئے داخل ہونا مراد ہے تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ ارادبہ الخضوع وھوالاقرب

کے حساب سے سات یا آٹھہ من سے زیادہ ایک سال مین کبھی نہین ٹوٹا جاتا مگر اسرائیلیون نے اپنے خرچ کے لئے ہر ہفتہ مین ایک لاکھہ ستاسی ہزار پانچ سو من سے کم نہ ٹوڑا کیونکہ ہر ایک آدمی کو ایک اومر روز ملتا تہا (خروج ۱۶ باب ۱۶) چنانچہ اسرائیلیون کے چالیس برس تک من پر لحاظ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چھہ روز دیا جاتا پر ساتوین روز نہین اور دوسرے دن بگڑتا تہا پر سبت کے روز نہین بگڑتا تہا اور دوا کے موافق کبھی نہ تہا پر ہمیشہ فایدہ مند روٹی بنی رہی اور چالیس برس تک کبھی ناغہ نہین ہوا (نحمیاہ ۹ باب ۲۰) اور دفعتًا بالکل موقوف ہوگیا (یشوع ۵ باب ۱۲) اور معلوم ہوجاویگا کہ اوسمین اور عرب لوگون کے من مین کچھہ بھی مناسبت نہین ہے اگر وہ یہی ایک چیز تہی جو ہر سال دکھائی دیتی ہے تو من نام اوسکو کسواسطے دیا گیا (خروج ۱۶ باب ۱۵) اور کیا ضرور تہا کہ ہارون سونے کے برتن مین کچھہ محفوظ رکھے (خروج ۱۶ باب ۳۳) (عبرانیون کا ۹ باب ۴) ان دنون عرب کا من دوا کے واسطے خرچ ہوتا اور سوداگر نہ فقط عرب سے بلکہ شام اور فارس سے بھی لے آتے ہین ایک قسم کے درخت پر نہین بلکہ طرح طرح کے سبزہ پر وہ پایا جاتا ہے انتہی یہہ من جو خدا کے حکم سے اس بات کی یادگاری مین کہ خدا نے اس خوراک سے چالیس برس تک بنی اسرائیل کو پرورش کیا تہا سونے کے برتن مین رکھا گیا یہہ بھی معجزہ تھا کیونکہ یہی من بیابان مین دوسرے دن رکھنے سے خراب ہوجاتا تھا اور یہہ یادگار کے واسطے برتن مین رکھا گیا سیکڑون برسون تک خراب نہوا اب کہانتک آپ معجزون سے انکار کرتے جاوینگے کیا آپ کے انکار کرنے سے پیغمبرون کے معجزہ باطل ہوسکتے ہین انتہی بلفظہ یہہ تقریر واسطے رد عذرات سید الطایف کے ہر آئینہ کافی ہے ضرورت کسی اور تحریر کی نہین البتہ ایک بات قابل

لفظ سے ظاہر کرتے نہ یہہ کہ جزئا بے تامل کہہ دیتے کہ یون نہین یون ہے **قال اللہ تعالی** (وقولوا حطۃ) الی قولہ تعالی (فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لہم) **قال** اس تبدیل سے کسی لفظ کا بدل دینا مراد نہین کیونکہ اونکو الفاظ نہین بتائے گئے تھے بلکہ استغفار یعنی گناہون سے معافی چاہنے کا حکم تہا مگر اونہون نے اوس حکم کو بدل ڈالا اور توبہ و استغفار کی کچہہ پرواہ نہ کی **قلت** اس دعوی پر کہ کسی لفظ کا بدل دینا مراد نہین یہہ دلیل لائے کہ اونکو الفاظ نہین بتائے گئے تھے مگر یہہ صریح غلطی ہے کیونکہ بالتصریح موجود ہے (وقولوا حطۃ) یعنے کہا ہمنے اونسے کہ کہو (حطۃ) اور ظاہر ہے کہ (قولوا) صیغہ امر کا ہے (قول) سے جسکے معنی معروف زبان سے کہنا ہے اور یہہ فعل زبان کا ہے اسی سبب سے زبان کو (مقول) یعنی آلہ گفتار کہتے ہین اور یہہ بات بدیہی ہے کہ زبان سے کہنے کے واسطے ہونا الفاظ کا ضروری ہے پس بالضرورۃ لازم ہے کہ کسی نہ کسی لفظ کے کہنے کا حکم ہوا خواہ وہ الفاظ دوسری زبان کے ہون جنکا عربی مین (حطۃ) ترجمہ ہے یا یہی لفظ (حطۃ) ہو پس یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ اونکو الفاظ نہین بتائے گئے تھے صریح غلط ہے اور جب کہ دلیل اونکی غلط ہے تو دعوی بہی غلط ہے اب رہا کلمہ (بدل) اگر صرف اسیقدر ہوتا کہ (بدل الذین ظلموا) یعنی اسکے بعد یہہ نہوتا (قولا غیر الذی قیل لہم) تو البتہ احتمال اسکا ہو سکتا تہا کہ تبدیل کسی اور طرح پر ہوئی ہو لیکن جب اوسکے بعد صراحۃً وہ کلمات واقع ہین اور تمام آیۃ کے یہ معنی ہین کہ کہا ہمنے اونسے کہ کہو (حطۃ) پس بدل دیا ظالمون نے وہ قول کہ مغایر تہا اوس قول کے جسکے کہنے کا اونکو حکم دیا گیا تھا پس الفاظ کے بدل دینے مین کسیطرحکا شک و شبہہ باقی نہین رہا اور بدل دینا الفاظ کا بنص صریح منصوص ہوگیا اور دعوی بہی سید الطائفہ

یعنی سجدہ سے مراد عاجزی ہے اور یہی معنی اس جگہہ زیادہ اچھے ہین
قلت کلمہ (سجدا) مین تین قول ہین (ایک) یہہ کہ معنی حقیقی ہی مراد ہین
(دوسرے) یہہ کہ رکوع مراد ہے (تیسرے) یہہ کہ خضوع مراد ہے امام فخرالدین
رازیؒ نے تینون قول نقل کئے ہین اور تیسرے کو ترجیح دی ہے اور وجہ ترجیح
کی یہ لکھتے ہین کہ ہذا بعید لان الظاہر یقتضی وجوب الدخول حال السجود فلو حملنا السجود
علی ظاہرہ لامتنع ذلک ولما تعذر حملہ علی حقیقۃ السجود وجب حملہ علی التواضع یعنے
یہ مراد (نفس سجود جو الصاق الوجہ بالارض ہے) بعید ہے اسلئے کہ ظاہر مقتضی ہے وجوب دخول کا
وقت سجود کے پس اگر حمل کرین ہم سجود کو ظاہر پر البتہ ممتنع ہے یہ اور جب کہ متعذر ہے حمل اوسکا
حقیقۃ سجود پر واجب ہوا حمل کرنا اوسکا تواضع پر" یہ ترجیح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک
مسئلہ اعرابیہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ زمانہ حال اور اوس فعل کا جو اسمین عامل ہے ایک
ہونا چاہیے اور چونکہ اس مقام پر ایک ہونا زمانہ سجدہ اور زمانہ دخول کا ممتنع ہے اسلئے
کلمہ (سجدا) کو مجاز پر یعنی تواضع پر محمول کرنا واجب ہی مگر اسمین ہمکو کلام ہے کیونکہ اونکے اس
مقدمہ کو کہ (ایک ہونا زمانہ سجدہ اور زمانہ دخول کا ممتنع ہے) ہم تسلیم نہین کرتے ممکن ہی
کہ جسوقت دروازہ مین داخل ہون اوسی وقت وہین سجدہ کرکے بعد سجدہ کے آگے
بڑھین اسمین کوئی استحالہ لازم نہین آتا اور جب حقیقۃ ممکن ہی تو بموجب قاعدہ مبرہنۂ اصول
فقہ کے (متی امکن الحقیقۃ سقط المجاز) ارادہ مجاز کا ساقط ہے اور واجب ہی کہ کلمہ
(سجدا) کو اوسکے معنی حقیقی ہی پر محمول کرین پس ایسی صورت مین بالیقین یہہ کہنا سید الطائفہ
کا کہ حقیقی معنی مراد نہین اور خضوع مراد ہے بیجا ہے ہان اگر اونکے نزدیک ترجیح معنی
مجازی کو ہے تو بسطر جبر امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ہو الاقرب اسی لفظ سے یا اسکے مرادف

باللسان فہذا الوجہ احسن الوجوہ واقربہا الی التحقیق یعنی اللہ تعالی نے حکم کیا قوم کو
کہ داخل ہووین دروازہ مین خضوع کے ساتھ اور یہہ کہ ذکر کرین زبان سے ذریعت
معافی گناہون کی تاکہ ہووین جامع ندامت قلب اور خضوع اعضا جسمانی اور استغفار زبانی
کی نسبت اس قول کے امام صاحب لکھتے ہین کہ) سب قولون سے یہہ قول
بہت بہتر ہے اور قریب تر ہے تحقیق کے'' (دوسرا) قول اصم کا کہ لفظ (حطۃ)
الفاظ اہل کتاب سے ہے اسکے معنی عربیۃ مین نہین جانی جاتے (تیسرا) قول
صاحب کشاف کا کہ (حطۃ) (فعلۃ) ہے مادہ (حط) سے اور یہہ خبر مبتدا محذوف
کے واقع ہوا ہے یعنی سوال ہمارا معافی گناہان ہے الخ (چوتھا) قول ابو مسلم اصفہانی
کا کہ معنی اسکے یہہ ہین کہ (امرنا حطۃ) ای ان نحط فی ہذہ القریۃ ونستقر فیہا یعنی
اوترین ہم اس قریہ مین اور ٹہیرین ہم اس مین'' اس قول کی نسبت امام صاحب
لکھتے ہین کہ قاضی نے اس قول کی تضعیف کی ہے اور اسکے بعد وجوہ تضعیف
لکھے ہین (پانچوان) قول قفال کا معناہ اللہم حط عنا ذنوبنا فانا انما انحططنا
لوجہک وارادۃ التذلل لک فحط عنا ذنوبنا یعنی بارخدا معاف فرما ہمارے گناہ
جز این نیست کہ ہم اوترے ہین خاص تیرے ہی لئے اور تیری ہی عبادۃ کے ارادہ
کے لئے پس بخشدے ہمارے گناہ'' دیکھہ لیجئے ان پانچون قولون مین اسپر اتفاق
ہے کہ حکم زبان ہی سے کہنے کا تھا اور ابو مسلم کو بھی اوسکے قول زبانی ہونے پر
اتفاق ہے خصوصاً قول اول جو قاضی کا قول ہے اور امام اوسکو احسن الاقوال
اور اقرب الی التحقیق کہتے ہین اوسمین بصراحت تمام یہہ ہے کہ زبان سے کہنے کا
حکم تہا بعد نقل پانچون قولون کے لکھتے ہین کہ ہل کان التکلیف واردا بذکر ہذہ

کا نص صریح باطل ہوگیا **قال** امام فخرالدین رازی نے بہی یہ معنی اختیار کیے ہین چنانچہ
اونہون نے لکھا ہے کہ لما امروا بالتواضع وسوال المغفرة لم یمتثلوا امر اللہ ولم یلتفتوا الیہ
یعنی جبکہ اونکو تواضع اور استغفار کرنیکا حکم دیا گیا تہا تو اونہون نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی
اور اوسپر التفات نہ کیا **قلت** یہہ صریح مغالطہ سید الطایفہ کا ہے ہرگز یہہ مختار امام
فخرالدین رازی کا نہین بلکہ یہہ قول صرف ابومسلم کا ہے کہ امامؒ نے اوس قول کو نقل
کرکے یہ لکھا ہے کہ وقول جمہور المفسرین ان المراد من التبدیل انہم اتوا ببدل لہ لان
التبدیل مشتق من البدل فلا بد من حصول البدل وہذا کما یقال فلان بدل دینہ یفید انہ انتقل
من دین الی دین آخر ویوکد ذلک قولہ تعالی قولا غیر الذی قیل لہم یعنی قول جمہور مفسرین
کا یہ ہے کہ وہ لوگ اوس قول کے بدلے اور قول لیے آئے اور وجہ قول جمہور مفسرین
کی یہ ہے کہ تبدیل مشتق ہے بدل سے تو ضرور ہے حاصل ہونا بدل کا اور یہہ ایسا ہی
جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلانے نے اپنا دین بدل دیا اور یہہ کہنا مفید اسکا ہے کہ اوسنے
ایک دین چہوڑکر دوسرا دین اختیار کیا اور قول جمہور کی تاکید وتائید کرتا ہے قول اللہ
تعالی کا (قولا غیر الذی قیل لہم) **اقول** وجہ تاکید اور تائید ہمنے پیشتر لکہی
ہے الغرض اب صاف ظاہر ہوا کہ سید الطایفہ جسکو مختار امامؒ کا ظاہر کرتے ہین
وہ مختار اونکا نہین بلکہ مختار اونکا برخلاف اوسکے ہے اور یہہ کہنا سید الطایفہ
کا محض مغالطہ ہے اب ہم مناسب سمجہتے ہین کہ بنسبت کلمہ حطۃ کے بہی مختصر
بیان تفسیر کبیر کی نقل کرین تفسیر کبیر مین بنسبت حطۃ کے پانچ قول نقل کیے ہین
(اول) قول قاضی کا انہ امر القوم بان یدخلوا الباب علی وجہ الخضوع وان یذکروا
بلسانہم التماس حط الذنوب حتی یکونوا جامعین بین ندم القلب وخضوع الجوارح والاستغفار

ابو بکر الرازی عنہ بانہم انما استحقوا الذم لتبدیلہم القول الی قول آخر یضاد معناہ معنی الاول فلاجرم استوجبوا الذم فاما من غیر اللفظ مع ابقاء المعنی فلیس کذلک والجواب ان ظاہر قولہ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لہم یتناول کل بدل قولا بقول آخر سواء اتفق القولان فی المعنی او لم یتفقا یعنی بعض لوگون نے قول اللہ تعالیٰ (بدل الذین ظلموا) سے اسپر استدلال کیا ہے کہ جو اذکار تنصیص وارد ہین اونکی تغیر جایز نہین اور نہ اونکو دوسرے الفاظ مین بدلکر پڑہنا جایز ہے اور بیشتر اصحاب امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اسی سے اسپر استدلال کیا ہے کہ تحریمہ نماز بلفظ تعظیم یعنی (اللہ اجل) یا (اللہ اعظم) وغیرہما اور بلفظ تسبیح یعنی (سبحان اللہ) کی اور قران کی قراءۃ فارسی مین جایز نہین ابو بکر رازی نے اس استدلال کا یہہ جواب دیا ہے کہ بنی اسرائیل جو مستحق مذمت ہوے تو اسوجہ سے ہوئی کہ اونہون نے اوس قول کو جو اونسے کہا گیا تہا ایسے قول سے بدل دیا تھا کہ پہلے قول کی معنی کی ضد تھا تو بیشک وہ مستوجب مذمت تھے لیکن تبدیل ایسے غیر لفظ سے کہ جسمین معنی قول اول کے باقی رہین مستوجب مذمت نہین ابو بکر رازی کا شافعیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ظاہر قول اللہ تعالی فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لہم شامل ہے ہر ایک تبدیل ایک قول کو دوسرے قول سے خواہ دونون قول مضمون مین متفق ہون یا نہون" صحیح بخاری اور دیگر صحاح مین بروایۃ مرفوع متصل مروی ہے عن النبی صلعم قال قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ فدخلوا یزحفون علی استاہہم فبدلوا وقالوا حطۃ حبۃ فی شعرۃ یعنی نبی صلعم سے روایت ہے فرمایا کہا گیا تہا بنی اسرائیل کو (ادخلوا الباب سجدا وقولو حطۃ) پس

اللفظ بعینہا ام لا قلنا روی عن ابن عباسؓ انہم امروا بہذہ اللفظۃ بعینہا وہذا محتمل

ولکن الا قرب خلافہ بوجہین احدہما ان ہذہ اللفظۃ عربیۃ وہم ما کانوا یتکلمون بالعربیۃ

وثانیہما وہو الا قرب انہم امروا بان یقولوا قولاً دالاً علی التوبۃ والندم والخضوع حتی انہم

لو قالوا مکان قولہم حطۃ اللہم انا نستغفرک ونتوب الیک لکان المقصود حاصلاً لان

المقصود من التوبۃ اما القلب واما اللسان اما القلب فالندم واما اللسان فذکر

لفظ یدل علی حصول الندم فی القلب وذلک لا یتوقف علی ذکر لفظۃ بعینہا یعنی آیا وہ

لوگ بعینہ اسی لفظ (حطۃ) کے کہنے کے مکلف تھے یا نہین ہمین ابن عباسؓ سے

روایت ہے کہ بعینہ اسی لفظ کے کہنے کے مامور تھے اگرچہ یہہ محتمل ہے مگر اسکے خلاف

قریب تر ہے دو وجہ سے ایک یہہ کہ یہ لفظ عربی ہے اور وہ لوگ عربی مین کلام نہین

کرتے تھے دوسرے یہہ وجہ ہے اور یہی قریب تر ہے کہ وہ لوگ اسکے مامور تھے

کہ ایسا قول کہین جو توبہ اور ندامت اور خضوع پر دلالت کرے تا آنکہ اگر وہ بجاے (حطۃ)

کی یہہ کہتے اللہم انا نستغفرک ونتوب الیک (یعنی خدایا ہم مغفرۃ چاہتے ہین تجہسے

اور تیرے آگے توبہ کرتے ہین) تو مقصود حاصل تھا اسلئے کہ مقصود توبہ سے یا دل

ہے یا زبان دل کا کام تو ندامت ہے اور زبان کا کام زبان پر لانا ایسے لفظ کا جو

دلمین ندامت ہونے پر دلالت کرے اور یہہ بات کسی خاص لفظ پر موقوف نہین"

پہر تہوڑی سی تحریر کے بعد ایک مسئلہ فقہیہ کو اسپر متفرع کرتے ہین اعلم ان من

الناس من یحتج بقولہ تعالیٰ فبدل الذین ظلموا علی ان ما ورد بہ التوقیف من الاذکار

انہ غیر جائز تغیرہا ولا تبدیلہا بغیرہا وربما احتج اصحاب الشافعی رضی اللہ عنہ انہ لا

یجوز تحریم الصلوۃ بلفظۃ التعظیم والتسبیح ولا یجوز القراءۃ بالفارسیۃ واجاب

اسلام کی طرف سے جاہلون کو بدگمان کرنے کے واسطے اکابر اسلام پر افترا کرنے
مین کچھہ باک نہین کرتے چنانچہ یہان بھی اسی قسم کا افترا کیا ہے کسی مفسر نے ایسا
نہین کیا اور یہہ کیونکر ہوسکتا ہے (تقتلون النبیین) جو ان آیات مین ہے اوسکو کون
اہل عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ عہد حضرت موسی عم کا ہی ہمارے مفسرین ایسے
نہین جیسے سید الطائفہ کہ واقعہ مقام (رفیدیم) کو واقعہ مقام (الیم) کہدین بلکہ
بعض مفسرین نے صاف لکھا ہے کہ (ضربت علیہم الذلۃ) سے کلام مستانف ہے
یعنی علیحدہ کلام ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان مین صاف یہ عبارت موجود ہی ثم استانف
حکم الذین اعتدوا فی السبت ومن قتل الانبیا فقال وضربت علیہم الذلۃ الخ **قال** جب
بنی اسرائیل نے حضرت موسی سے زمین کی پیداوار کا کہانا ملنے کی خواہش کی تو اونہون
نے جواب دیا کہ کسی شہر مین چل پڑو وہان سب کچھہ ملیگا پس اس سے یہہ سمجہا کہ اونکے
سفر مین کوئی شہر پڑا تہا اور حضرت موسی نے یا خدا نے اوسمین اوترنے کا حکم دیا تہا ایک
صریح غلط فہمی ہے **قلت** (اہبطوا مصرا) مین جو کلمہ (مصر) ہے اسمین کلام ہے
کہ مصر سے وہ شہر جسکا نام (مصر) تہا مراد ہے یا کوئی شہر غیر معین مراد ہے قراۃ
مشہورہ مین (مصرا) تنوین کے ساتھہ ہے اور بعض قرآت غیر مشہورہ مین بغیر تنوین
کے غیر منصرف ہے قراۃ غیر مشہورہ کی بنا پر تو ضرور ہے کہ شہر معین یعنی جسکا نام (مصر)
ہے مراد ہو اسلئے کہ غیر منصرف ہونا اوسکا علمیت او تانیث پر موقوف ہے اگر علم نہو
تو غیر منصرف نہین ہوسکتا اور قراۃ مشہورہ پر دونون احتمال ہین کہ مراد وہی
شہر ہو کہ جسکا نام (مصر) تہا او منصرف ہونا اوسکا بسبب سکون اوسط کے
مثل (ہند) کے یا کوئی غیر معین شہر ہو ابو مسلم اصفہانی نے اسپر کئی دلیلین پیش

داخل ہوے وہ چلتے تہے اپنے سرینون پر پس بدلدیا اونہون نے اور کہا اونہون نے حطۃ حبۃ فی شعرۃ)" الغرض ان سب بیانات سے بخوبی ثابت ہو کہ آیۃ شریفہ مجرد نفس ہی نہین اسپر کہ اون لوگون نے بجاے اون کلمات کے جنکے کہنے کا اونکو حکم تہا اور کلمات بمغایر اون کلمات کے تہے کہے اور اسی سبب سے مستوجب مذمت و ملامت ہوئے بلکہ بیان پیغمبر صلعم کے سبب سے اس بیان مین مفسر ہوگئی کہ ایکسی قسم کی تاویل کی اوسمین گنجایش ہی نہین رہی اور دعوی سید الطایفہ کا محض بے دلیل بلکہ باطل اور مردود اور برخلاف آیۃ اور حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہے **قال** اور بیضاوی مین بہی یہی مطلب تسلیم کیا گیا ہے کہ بدلوبما امروا بہ من التوبۃ والاستغفار طلب مایشتہون من اغراض الدنیا یعنی اونہون نے بدل دیا حکم توبہ اور استغفار کا جو اونکو دیا گیا تہا دنیاوی چیزونکے چاہنے سے جسکے وہ خواہشمند تہے **قلت** یہہ تو تمامتر خلاف دعوی سید الطایفہ کے ہے اسلئے کہ دعوی اونکا تو یہہ ہے کہ توبہ اور استغفار نہ کی اور مغرور و منکر ہوگئے اور اس عبارت بیضاوی کا صاف مطلب یہہ ہے کہ حطۃ کے کہنے کا جسکے معنی توبہ اور استغفار کے ہین حکم دیا گیا تہا اوسکی جگہہ وہ دنیا کی چیزین طلب کرنے لگے مثلا حطۃ یا اوسکے معنی مین جو لفظ ہو اوسکی جگہہ حنطۃ یا اوسکے معنی مین اور کوئی لفظ کہنے لگے **قال اللہ تعالی** واذ قلتم یاموسی لن نصبر علی طعام واحد (الی قولہ تعالی) اہبطوا مصرا فان لکم ما سألتم وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ ذلک بانہم کانوا یکفرون بآیت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون **قال** اس آیۃ کی تفسیر مین مفسرون نے دو زمانہ کے جدا جدا باتون کو خلط ملط کردیا ہے **قلت** سید الطایفہ کی عادۃ ہے کہ اکابر

(حاشیہ) حطۃ بمعنی توبہ و استغفار ... بیضاوی ... دنیاوی چیزین طلب کرنے لگے ... [illegible]

نہین آسکتا بلکہ اسپر لحاظ کرنا بہت ضروری ہے کہ یہہ دونون جملے ضمین مشتقات (رفع)
اور (نتق) کی وارد ہین آیا جملہ فعلیہ ہین جو حدوث وتجدد (رفع) اور (نتق) پر دلالت کرتے
ہین یا جملہ اسمیہ ہین جو (رفع) اور (نتق) کے ثبوت واستمرار پر دلالت کرتے ہین یعنی یہہ
(رفع) اور (نتق) اوسوقت خاص ہین جسوقت مین اون سے عہد وپیمان لیا گیا حادث ہوا
پہلے سے نہ تھا یا یہہ کہ پہلے ہی سے تہا چونکہ (رفعنا فوقکم الطور) اور (نتقنا الجبل فوقہم)
دونون جملہ فعلیہ ہین پس اسلوب کلام کی اسکا فائدہ دیتی ہے کہ بروقت اخذ میثاق کے
حدوث وتجدد اس (رفع) اور (نتق) کا ہوا تلخیص المفتاح مین ہے اماکونہ فعلا
فلتقییدہ باحد الازمنۃ الثلثۃ علی اخصر وجہ مع افادۃ التجدد کقولہ شعر اوکلما وردت عکاظ
قبیلۃ ؎ بعثوا الی عریفہم یتوسم ؎ واماکونہ اسما فلافادۃ عدمہا (یعنی لافادۃ الدوام
والثبوت) کقولہ شعر لایالف الدرہم المضروب صرتنا ؎ الا یمر علیہا وہو منطلق ؎ یعنی
فعل تو اسلئے ہے کہ احد الازمنۃ الثلاثۃ کے ساتھ اوسکی تقئید اخصر وجہ پر مع افادہ
تجدد ہوتی ہے جیسے شعر او کلمات وردت عکاظ قبیلۃ ؎ بعثوا الی عریفہم یتوسم
اور اسم اسلئے کہ اون دونو کی عدم کا فائدہ دیتا ہے یعنی دوام وثبوت کا فایدہ دیتا ہے
جیسے قول شاعر کا ؎ لایالف الدرہم المضروب صرتنا ؎ الا یمر علیہا وہو منطلق ،، غرضکہ
اس آیۃ کی تفسیر مین بہی اس ضابطہ کا لحاظ رکہنا بہ ضرور ہے **قال** رفع کے معنی
اونچا کرنے کے ہین مگر اس لفظ سے یہ بات کہ جو چیز اونچی کی گئی ہے وہ زمین سے بہی معلق
ہوگئی ہو لازم نہین آتی **قلت** مگر اس لفظ سے نفی بہی معلق ہونے کی لازم نہین آتی
جیسے رفع السموات بغیر عمد والسماء بناہا رفع سمکہا **قال** فوق کے لفظ کو بہی اوس
شئی کا معلق ہونا زمین سے لازم نہین **قلت** مگر اوس شئے کا سر پر ہونا تو بالغرور

کی ہین کہ مراد اس سے وہی شہر ہے جسکا نام (مصر) تہا اور سوای انکے اور چند علماء کا بہی یہی مقولہ ہے اور اکثر کا یہ قول ہے کہ شہر غیر معین مراد ہے غرضکہ مفسرین کا اس مین اختلاف ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال پس اگر وہ لوگ جو لفظ (مصر) سے مقصود وہ شہر جسکا نام (مصر) ہے سمجہتے ہین سید الطائفہ کی طرح یہہ بات کہین کہ ترجمہ (اہبطوا مصرا) اسطور پر کرنا کہ (اترپڑو کسی شہر مین) اور پہر یہ کہنا کہ حضرت موسیٰ یا خدا نے اوس شہر مین اترنے کا جسکا نام (مصر) ہے حکم نہین دیا تہا صریح غلطفہمی ہے تو سید الطائفہ فرما دین کہ اسکا کیا جواب ہو سکتا ہے اصل بات یہ ہے کہ مفسر قران کو یہ بات لازم ہے کہ اگر کسی آیۃ مین دو احتمال ہون تو دونون احتمالون پر تفسیر کرے اور پہر بعد نظر کرنے کے ہر ایک احتمال کی دلیلون پر اپنا مختار ظاہر کرے جیسا کہ مفسرین دیانت دارون کا دستور ہی کہ ایسے مقام پر یہہ لفظ لکہتے ہین (ہذا احسن الوجوہ) (ہو الاقرب الی التحقیق) نہ یہہ کہ سید الطائفہ کی طرح اپنی تشخیص جتانے کے لئے دوسرے احتمال کی نسبت آنکہین بند کر کر جاہلانہ بے تامل یہ کہدے کہ غلطفہمی ہے ہم جو ان دو احتمالون کے دلائل پر نظر کرتے ہین تو جزماً یہ بات نہین کہہ سکتے کہ اون دونون مین سے یہ مقصود ہے یا وہ مقصود ہے پس ایسی حالت مین یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ (غلطفہمی ہے) خود اونہکی غلطفہمی اور کج رائی ہے اور منشا ر اوسکا ناواقفیت ہے زبان عربی سے **قال اللہ تعالی** (واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور) (البقرہ) (واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم) (اعراف) **قال** ان دونون مقامون مین چار لفظ مین جنکے معنی حل ہونے سے مطلب سمجہ مین آویگا رفع - فوق نتق - ظلۃ - **قلت** مجرد معنی مصدری (رفع) اور (نتق) سے مطلب سمجہ مین

چھوڑ دیا چونکہ (نفض) کے معنی مین جدا ہونا ایک شئی کا اپنے محل سے ماخوذ ہے اور
قاموس مین (زعزعہ) کے ساتھہ (نفضہ) بھی موجود ہے پس جو کچھہ قاموس مین ہے
وہ معنی (قلع) کی موئید ہے اور تفسیر صاحب بیضاوی کی ہر آئینہ صحیح ہے اور (زعزعہ)
کچھہ منافی (قلع) کی نہین پس معنی (زعزعہ ونفضہ) مطابق قاموس کے یہ ہین کہ
ہلا دیا اوسکو اور جدا کر دیا اوسکو اب اسسے قطع نظر کرکے معنی (نتق) ہی مین بحث کیجیے
ابو عبیدہ جوہری عالم لغت اور علماء لغت مین مستند اور بہم جنب خلیل و سیبویہ وغیرہ
ایمہ عربیہ کے ہین لکھتے ہین اصل النتق قلع الشئی من موضعہ والرمی بہ یقال نتق
ما فی الجراب اذا رمی بہ وصبہ وامرءۃ ناتق ومنتاق اذا کثر ولدہا لانہا ترمی باولادہا رمیا
یعنی اصل معنی (نتق) کے ہین جدا کر دینا ایک چیز کا اوسکی جگہہ سے اور پہینک دینا
کہتے ہین (نتق ما فی الجراب) جبکہ جو چیز توشہ دان مین ہے اوسکو نکال پہینکا اور ڈھو دیا
اور کہتے ہین (امرءۃ ناتق ومنتاق) جب کہ بکثرت ہوا اوسکی اولاد اسلئے کہ وہ برابر
پہینکتی رہتی ہے بچون کو اپنے رحم سے" چنانچہ تفسیر کبیر مین یہ قول ابو عبیدہ کا نقل
کرکے لکھا ہے فمعنی نتقنا الجبل ای قلعناہ من اصلہ وجعلناہ فوقہم یعنی معنی (نتقنا الجبل)
کے یہ ہین کہ جدا کر دیا ہمنے یا یون کہو کہ اوکھاڑا ہمنے پہاڑ کو اوسکی جڑ سے اور اونکے
اوپر کر دیا اوسکو" جار اللہ زمخشری جو امام لغت عربیہ ہین لکھتے ہین نتقنا الجبل
قلعناہ ورفعناہ ومنہ نتق السقاء اذا نفضہ لیقتلع الزبدۃ منہ یعنی معنی (نتقنا الجبل)
کے ہین (قلعناہ ورفعناہ) اور اسی سے ہے (نتق السقاء) یعنی ہلایا مشک شیر کو
تاکہ جدا ہو جاوے مسکہ اوس سے" صحاح مین ہے فرس ناتق اذا کان ینفض
راکبہ ونتقت الجلد اذا سلختہ یعنی کہتے ہین کہ (فرس ناتق) جبکہ وہ سوار کو ہلا کر

لازم ہے اسلیئے کہ منجملہ جہات ستہ کے جو بحسب تفصیل ذیل مین (یمین) (یسار) (قدام) (خلف) (فوق) (تحت) یعنی (دائین) (بائین) (آگے) (پیچھے) (اوپر) (نیچے) (فوق) ایک جہت کا نام ہے جو مقابل (تحت) ہے اور دیگر جہات کی مباین ہے اور سمت الراس ہے دیکھو آیات فخر علیہم السقف من فوقہم خلقنا فوقکم سبع طرایق بنینا فوقکم سبعًا شدادا **قال** نتق کا لفظ البتہ بحث طلب ہے جسکی معنی مفسرین نے مذہبی عجائبات بنانے کو قلع کے بھی لیے ہین جسکو علیحدہ کر لینا زمین سے لازم ہے اور رفع کے معنی بھی لیئے ہین جسکو علیحدہ کر لینا لازم نہین بیضاوی مین لکھا ہے۔ واذ نتقنا الجبل فوقہم اے قلعناہ ورفعناہ **قلت** بیضاوی مین جو (قلعناہ) لکھا ہے وہ نہایت صحیح ہے مگر ہنوز آپ اوسکی تحقیق کو نہین پہونچے ۶ دریا بجال پختہ ہیچ خام پس عنقریب حال اسکا کہل جاویگا **قال** مگر قاموس مین اوسکے معنی ہلا دینے کے لکھے ہین نتقہ زعزعہ اور زعزع کے معنی ہلا دینے کے ہین الزعزعۃ تحریک الریح الشجرۃ ونحوہا اوکل تحریک شدید یعنی زعزعہ کے معنی ہوا کا درخت کو ہلانے کے ہین اور ہر جنبش شدید کو زعزعہ کہتے ہین **قلت** یہان سید الطائفہ خیانت کو کام مین لائے ہین قاموس مین یہ ہے نتقہ زعزعہ ونفضہ اور نفض کے معنی ہین حرکت دینا کسی چیز کا تاکہ جو کچھ اس سے ملصق ہو جدا ہو جاوے نفضت الثوب انفضہ نفضا اذا حرکتہ تستنفض ونفضت شدد للمبالغۃ والنفض بالتحریک ما تساقط من الثمر والورق وہو فعل بمعنی المنقوص کالقبض بمعنی المقبوض والنفاض بالضم والنفاضۃ ما سقط من النفض (صحاح) قاموس مین (نتق) کی ترجمہ مین (زعزعہ نفضہ) لکھا ہے سید الطائفہ نے (نفضہ) کو اپنے مطلب کے خلاف دیکھکر از راہ خیانت کے اوسکو

کی دیوار حالانکہ یہہ معنی (جناح حائط) نہین بلکہ ترجمہ اسکا اردو مین (چھجا) ہی
نفایس اللغات مین ترجمہ لفظ (چھجا) مین لکھتے ہین بفتح اول مخلوط التلفظ بہا
وجیم مشدد و بالف رسیدہ ہرچہ برسر ایوان یا بالاے درخانہ براے محافظت
باران از سنگ و چوب کشند تا باران اندرون نیاید بعربی آنرا کُنّہ بضم کاف و نون
مشدد و تا در آخر و جَناح بفتح جیم و نون با الف وحا مہملہ در آخر و بفارسی آنرا
باران گیر و طرہ بام و طرہ دالان و طرہ ایوان گویند۔ سید الطائفہ نے بسبب ناواقفی
کے لغات عرب سے ایک تو (حائط) کے معنی احاطہ سمجہے حالانکہ (حائط) زبان عرب
مین بمعنی دیوار ہے دوسرے (جناح) جو مضاف بطرف (حائط) کے ہے
اوسکو بمعنی جناح الانسان و جناح الطایر کے از راہ غلط فہمی اور ناواقفی کے
سمجہکر پہلے تو اوسکا ترجمہ کیا کہ احاطہ کا بازو اور بعد اوسکے اوسکی شرح کی یعنی
دیوار ماشاءاللہ اسی قابلیت پر تفسیر قرآن کی لکہنے بیٹہے ہین اور اسی علم و فضل پر
دعوی اجتہاد کا کرتے ہین خیر لغت دانی اور عربدانی تو آپ کی خوب ظاہر ہوگئی لیکن
آپ نے یہہ بہی سمجہا کہ آپ کے ان گہڑے ہوئی معنی پر معنی آیہ کے کیونکر صحیح ہوسکتے ہین اسلئے
کہ آپ کے معنی محرفہ کے بموجب معنی آیۃ کے یہ ہونے کہ ہلا دیا ہمنے پہاڑ کو اونکے اوپر گویا کہ
وہ پہاڑ احاطہ کی دیوار تہا آپ نے اسکا بہی خیال کیا کہ پہاڑ کو جو احاطہ کی دیوار سے آپ تشبیہہ
دیتے ہین یہ تشبیہہ کس چیز مین ہے آیا بلندی مین ہے یہہ تو ظاہر ہے کہ پہاڑ تو احاطہ
دیوار سے ہمیشہ بلند ہوتا ہی اور وجہ شبہ اوس مین مشبہ بہ سے بدرجہا اتم ہے پس یہہ
اولٹی تشبیہہ کیونکر صحیح ہوسکتی ہی اور اگر وجہ شبہ آپکے ذہن مین کوئی اور چیز ہے تو اوسکا بیان
کیون نہین کیا خیر جب نہین کیا تو اب کیجئے ترجمہ (ظلہ) کا صراح مین بزبان فارسی ہے

جدا کردے اور کہتے ہین (تنقت الجلد) جب اوسکے پوست کو گوشت سے جدا کردے
فرمائے جناب سید الطائفہ اب توبیضاوی کی تفسیر مین کچہہ شک وشبہ نہ رہا اور معنی
(نتق) کے بہی خوب صاف ہوگئے مجمع بحارالانوار مین ہے ہی جمع نتیقۃ بمعنی منتوقۃ
من النتق وہو ان تقلع الشی فرفعہ من مکانہ لیرمی بہ الشی یعنی (نتق) کے معنی ہین آنہ
کا کہاڑے ایک چیز کو اوسکی جگہہ سے اور اوٹہا دے اوسکو **قال** ظُلّہ کے معنی سایبان
کے بہی ہوسکتے ہین چہتری کے بہی ہوسکتے ہین **قلت** ہم بہی اسکو تسلیم کرتے ہین
یعنی وہ چیز کہ ہم کو ہمارے اوپر آکر چہپالے مثل چہتری اور سایبان کے **قال** اور جو چیز
کہ ہم پر سایہ ڈالے اسکے بہی ہوسکتے ہین **قلت** یہہ غلط ہے جب تک کہ کوئی
ایسی چیز نہو کہ ہمارے اوپر مثل سایبان اور چہتری کے ہووے اوسکو (ظلہ) نہین
کہہ سکتے **قال** تفسیر کبیر مین لکہا ہے الظلۃ کل ما اظلک من سقف بیت او سحابۃ
او جناح حایط یعنی ظلہ ہر اوس چیز کو کہتے ہین جو سایہ ڈالے گہر کی چہت ہو یا ابر کا
ٹکڑا یا احاطہ کا بازو یعنی دیوار **قلت** یہان دو غلطیان فاش بسبب ناواقفی
کے زبان عرب سے کی ہین (اول) (ما اظلک) کے معنی یہہ لکہے کہ جو سایہ ڈالے
یہ غلطی ہے (ما اظلک) کے معنی ہین وہ چیز جو چہا جاوے تجہپر یا ڈہانک لے تجہکو
قاموس مین ہے اظلنی الشی غشینی یعنی (اظلنی الشی) کے معنی ہین چہپا لیا مجہکو
اور اسی مادہ (غشی) سے ہے اشتقاق (استغشی ثوبہ و بہ تغطی) یعنی چہپا لیا اپنے
آپ کو کپڑے مین اور اسی سے ہے (تغشیہ) بمعنی فرو پوشیدن اور اسی سے ہے (فغشیہم
من الیم ما غشیہم) یعنے چہا گیا اونپر گہری دریا کے پانی سے جو چہا گیا (دوسری)
بہت بڑی ناواقفی اور غلطی فاش یہ کی ہے (جناح حایط) کے معنی لکہے ہین احاطہ

نیچے کہڑے ہوئے تھے پہاڑ اونکے سر پر نہایت اونچا تہا وہ اوسکے سایہ کے
تلے تھے **قلت** اوس واقعہ کا بیان جسمین بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ارنا اللہ جہرۃ
اوپر ہوچکا ہے اوس واقعہ مین آپ نے جسقدر غلطیان کی تہین اور مغالطات کو کام مین
لائے تھے سب کا رد پیشتر ہوچکا ہے اور خود قران مجید سے ثابت ہے کہ اوس کفر و
گستاخی کی سزا مین اونپر عذاب موت نازل ہوا یہہ واقعہ وہ نہین ہے اس معاملہ
مین نہ کوئی مرا نہ کچہہ سزا دیگئی ہے بلکہ تخویف و تہدید و تاکید اسپر کی گئی تہی کہ خذوا
ما آتیناکم بقوۃ و اذکروا مافیہ لعلکم تتقون نہ یہان کسی سزا کا بیان ہے نہ کسی عذاب کا
پس صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعہ اور تھا اور یہہ واقعہ اور ہے اور آپ نے کوئی ثبوت
اسکا کہ دونون واقعہ ایک ہی ہین کچہہ پیش نہین کیا پس سب مزخرفات آپکی کہ
مبنی اوپر اتحاد دونون واقعات کے ہین محض بیکار ہین پہر یہہ جو لکھتے ہین کہ پہاڑ
کے نیچے کہڑے تھے اس سے کیا مراد ہے آیا یہہ مطلب ہے کہ پہاڑ اونکے داہنے یا
بائین یا آگے یا پیچھے نہایت قریب تہا یا اونکے سمت الراس مانند سائبان کے
تہا اگر شق اول ہے تو صاف غلط ہے کہ اس صورت مین (نتقنا) اور (رفعنا فوقکم)
اور (کانہ ظلۃ) کا مضمون صادق نہین آتا اور اگر شق ثانی ہے تو کیا کوئی سائبان
اوس پہاڑ مین پیشتر سے بنا ہوا تہا یا اوسی وقت مین وہ پہاڑ مثل سائبان کے
اونکے سمت الراس مرفوع کیا گیا تہا اگر شق اول ہے تو جملہ ہائے فعلیہ جو تجدد و
حدوث پر ناطق ہین صحیح نہین ہوسکتے اور اگر شق ثانی ہے تو آپکی سب تکلیفات
اور تحریفات بدیہی البطلان ہین پہاڑ کتنا ہی اونچا ہو اور کتنی ہی دور تک اوسکا
سایہ پڑے جب تک کہ وہ مثل سائبان کے سمت الراس نہوگا اور جب تک کہ

(سایہ بان) یا (سایہ پوش) اور یہی معنی ہین لفظ (جناح الحائط) کے جو تفسیر کبیر مین واقع ہے اور جناب شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اور جملہ مترجمون نے اسی لفظ سے (ظلۃ) کا ترجمہ کیا ہے جب یہہ سب امور متحقق ہوئے تو لازم آیا کہ اوس پہاڑ مین یہہ سب امور متحقق ہون یعنی بلند ہونا پہاڑ کا اون لوگونکے سمت الراس پر نہ داہنے بائین نہ آگے پیچھے اور اس انداز پر کہ جس انداز پر سائبان ہوتا ہے نہ اس انداز پر کہ جس انداز پر دیوار کا سایہ پڑتا ہے اور ان سب باتون کے ماسوا بااقتضائے جملون فعلیون کے یہ بھی ضرور ہے کہ یہہ سب امور بر وقت لینے عہد و پیمان کے مجددا حادث ہوئے ہون یعنی پیشتر سے وہ پہاڑ ان ہیئتون پر نہو بلکہ پہلی حالت سے متغیر ہو کر خاصۃ اوس وقت مین ان ہیئتون کے اوپر مبدل ہو گیا ہو اور چونکہ واسطہ اس تغیر اور تبدل کی (قلع) جو اصل معنی (نتق) کے ہین یعنی اوکھاڑنا پہاڑ کا ضروری ہے پس مفسرین نے جو تفسیر آیۃ کی کی ہے اوسمین کونسی بات خلاف لغت اور خلاف نظم و سیاق قران آپ نے سمجھی ہے مفسرین نے کوئی عجیب بات اپنی طرف سے نہین بنائی جو کچھہ اسمین تعجب ہو وہ سب ظہور عجائبات قدرۃ کاملہ اوس قادر مطلق کا ہے کہ کوئی شئے اوسکے احاطہ قدرۃ سے باہر نہین لا یعجزہ شئی و ہو علی کل شئی قدیر

اب ہم کو ذرا سید الطائفہ کے مزخرفات پر بھی توجہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے **قال** اب غور کرنا چاہیے کہ واقعہ کیا تھا **قلت** جو کچھہ تھا وہ قران مین بیّن ہو گیا اس سے زیادہ جو آپ سمجھ رہے ہین وہ بھی فرمائے مگر جو کچھہ فرمائے اوسکا ثبوت بھی قران مجید سے پیش کیجیے اور اسی پر اکتفا کیجیے کہ اذا قامت سنام قصد قوا لہا **قال** بنی اسرائیل جو خدا کے دیکھنے کو گئے تھے طور یا طور سینین کی

تہا اگر آپ یہہ کہین کہ بعد افاقہ کے عہد و پیمان کیا تو ہم یہہ کہین گے کہ آتش فشانی آتش فشان پہاڑونکی ایسی تو ہوتی ہی نہین کہ برق خاطف کیطرح ایک دم مین چمک کر منطفی ہو جاوے اوسکی آتش فشانی تو ہفتون اور مہینون تک رہتی ہے پس نہایت مستبعد ہے کہ تا وقت انطفار آتش فشانی یعنی ایک زمانہ ممتد تک وہ بیہوش پڑے رہے ہون اور بعد آتش فشانی اونپر کیا دباو باقی رہگیا تہا کہ اوسکے خوف سے عہد و پیمان کو مستعد اور راضی ہوگئے **قال** اس حالت کو خدا تعالی نے ان لفظون مین یاد دلایا ہے کہ رفعنا فوقکم الطور نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلة وظنوا انہ واقع بہم **قلت** سید الطایفہ نے ایک حرف بہی اس آیة کا نہین سمہا اور جسقدر خامہ فرسائی کی ہے سب مبنی ہے اوپر ناواقفی کے اسالیب کلام عرب سے اور تحریف اور غلط کاری کے **قال** پس ان الفاظ مین کوئی بات ایسی نہین جو عجیب ہو یا مطابق واقع اور قانون قدرة نہو **قلت** پہاڑ کا ایک جماعت کی جماعت کے سر پر مثل سایبان کے اوس وقت خاص مین اپنی حالت سابقہ سے متغیر ہوکر مرفوع ہوجانا کتنا بڑا نمونہ عجائبات قدرة کاملہ کا ہے اور اوسکے مطابق واقع ہونے مین اور قادر مطلق کے تحت قدرة ہونے مین کیا کلام ہوسکتا ہے کیا سید الطایفہ کے نزدیک عجیب ہوتا کسی چیز کا باوجود امکان کے اوسکی قدرة کا مزاحم ہوسکتا ہے یا وہ سکو اوسکے ارادہ کے پیدا کرنے سے عاجز کرسکتا ہے ذلک ظن الذین کفروا جبکہ اسسے زیادہ تر عجیب ایک بہت بڑا سائبان تمام دنیا کے اوپر اوسکی قدرة کاملہ سے بلا ستون قایم ہے تو ایک ادنی پہاڑ کے سائبان ہوجانے مین ایک جماعة کے سر پر کیا استبعاد ہے ہرگاہ کہ تم غرا صبین بہی اسکے قایل ہو کہ ایک بہت بڑا جرم یعنی سورج کہ

یہہ کیفیت مجدداً خاص وقت اخذ میثاق کی حادث نہوئی ہوگی تب تک حسب تصریحات مرقومہ
بالا وسیپر مضمون (نتقنا) اور (رفعنا فوقکم الطور) اور (کانہ ظلة) کا ہرگز صادق نہین آسکتا
اور چونکہ وہ پہاڑ پیشتر سے بلند تہا اور جملے فعلیہ جو آیتہ مین ہین سب تجدد و حدوث کو چاہتے
ہین اسلئے جو معنی آپ نے گہڑے ہین کسیطرح صحیح نہین ہوسکتے پس آپ کی سب تقریر
صریح تحریف قران ہے **قال** اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ
مین تہا جسکے سبب وہ گمان کرتے تھے کہ اونکے اوپر گر پڑیگا **قلت** طور کی آتش
فشانی آپ سے مطلقاً ثابت نہوسکی بلکہ دلایل تو یہ جو اوپر لکہے گئے ہین اونسے بخوبی
ثابت ہوگیا کہ وہ پہاڑ اصلاً آتش فشان نہ تہا پہر جو کچہہ آپ فرماتے ہین یہ تو تمامتر
برخلاف عادة ہی کہ عین وقت آتش فشانی اور زلزلہ شدید کے کہ کوسون تک پتہر اور
اوڑکر توپون کے گراب اور بندوقون کی گولیونکا کام کرتے ہین اور تیزی آگ کی کوسون
تک کسی جاندار شئے کو بغیر جلائے ہوئے نہین چہوڑتی عادة نہایت مستبعد ہی کہ
وہ جماعت کی جماعت عین اوسوقت مین اوس پہاڑ کے زیر سایہ ہوا اور صحیح و سالم بچ رہی
اور عین اوسوقت مین بحالت صحت عقل اور اجتماع حواس کے عہد و پیمان کیا اس مقام پر
آپ قانون قدرة کا سبق کیون بہول گئے اگر واقع مین یہ بیان آپکا صحیح ہی تو یہہ بہی
ایک نیا معجزہ خرق عادة ہی جسکو ہر مقام مین آپ خلاف قانون قدرة بتلاتے ہین
اور جب ایک محل پر ظہور خرق عادة کا خود آپ ہی کی تقریر سے اور آپ ہی کے اقرار
سے ثابت ہوگیا تو اور مقامات مین اوسکی وقوع کا انکار صریح ہٹ دہرمی اور محض تحکم ہی
علاوہ برآن آپ پیشتر یہ لکہہ چکے ہین کہ صدمہ آتش فشانی سے وہ جماعت غشی مین
آگئی تہی تو کیا یہہ بات ہی کہ حالت غشی اور بیہوشی مین اونہون نے وہ عہد و پیمان کیا

کیون کہتا کہار ہے ہو جس بات کو اوس قادر قدیر نے اپنے عجائبات قدرۃ دکھلانے کے واسطے عجیب و غریب طور پر عالم شہادت مین ظاہر کرکے دکھلایا ہے اوسکو مفسرین نے بھی ایسا ہی قرار دیا ہے وہ تو اپنے آپ کو خدا ہی قادر کا بندہ اعتقاد رکھتے ہین اسلئے اتباع کلام خدا اونکو لازم تھا ہان آپ (اللہ تعالے آپ کو ارتداد سے تائب کراوے) کہ من کل الوجوہ بندۂ ملاحدہ و حمقائے فرنگ کے بن رہے ہین اونکی اتباع سے آپ خدا کے کلام پر یقین نہین کرتے اور ایسے بڑے قادر قدیر کو ایجاد ممکنات سے عاجز قرار دیکر اوسکے کلام مقدس مین ایسی بیہودہ اور لغو تحریفات کرتے ہین کہ لغویت اور بیہودگی اونکی کسی صاحب عقل و علم پر مخفی نہین رہ سکتی اور یہ جو آپ کہتے ہین کہ عجائبات کا ہونا مذہب کا فخر اور عمدگی سمجھتے تھے یہ آپکی غلطی اور نادانی ہے ہمارے مذہب مین جو فخر کی بات ہے وہ یہ ہے کہ ہم صفات باری تعالے کو ایسا کامل سمجھتے ہین کہ کوئی فرقہ ایسا نہین سمجھتا ہمارے نزدیک علم ہے تو ایسا ہی محیط ہے کہ لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض قدرۃ ہے تو ایسی ہی کامل ہے کہ لا یعجزہ شے فی السموات ولا فی الارض وہو علی کل شی قدیر فرض کرو کہ اگر عجائبات مین سے کوئی چیز بھی عرصہ ظہور مین نہ آئی ہوتی تب بھی ہم اوسکی قدرۃ کو ایسا ہی سمجھتے جیسا کہ بحالت ظہور سمجھتے ہین پس ایسا ہم ظہور عجائبات کو مذہب کا فخر نہین سمجھتے جیسا کہ سید الطائفۃ النیچریہ نے از راہ جہل مرکب کے قرار دیا ہے بلکہ ہم اپنے مذہب کے اعتقاد کو بنسبت صفات باری تعالی کے مذہب کا فخر سمجھتے ہین اور اعتقادات خبیثہ فرقہ نیچریہ کو کہ اللہ تعالے قادر مطلق کو احداث عجائبات ممکنہ سے عاجز سمجھتے ہین اور قدرۃ کاملہ کے احاطہ سے خارج قرار دیتے ہین ازبس ناپاک اور نالایق اور

جسکا قطر صدہا میل کا ہے باوجود اسقدر ثقیل ہونے کے اوسکی قدرۃ کاملہ سے معلق ہے تو ایک ادنی چیز کے معلق ہو جانے کو کیون مستبعد اور خارج از قدرۃ کاملہ سمجھتے ہو یہی حال ہے کرۂ زمین کا غایۃ الامران اشیا کے معلق ہونے کو بسبب جذب مفروضہ اپنے کے قرار دو گے جیسا کہ ایک تحریر مین سید الطائفہ نے تفسیر آیۃ رفع السموات بغیر عمد ترونہا مین لکہا ہے کہ عمود غیر مرئیہ جذبات اجرام کے ہین تو ہم یہہ کہینگے کہ جس قادر قدیر نے اجرام مین ایسا قوی جذب پیدا کیا ہے تو کیا وہ قادر مطلق اپنی قدرۃ کاملہ سے کوئی اور ایسا جذب غیر مرئی پیدا نہین کر سکتا کہ ایک ادنی سے پہاڑ کا جاذب ہو دیکہو عجیب قدرۃ کے تو تم بہی اسی آیۃ کے بیان مین قایل ہو یعنی تمہارا خود یہ مقولہ ہے کہ عین وقت آتش فشانی اور زلزلۂ شدید کے جماعۃ بنی اسرائیل کی اوس کوہ آتش فشان کے سایہ مین صحیح وسالم کہڑی رہی حالانکہ ایسی حالت مین دور دور تک کا کوئی جاندار صدمہ سے حرارت آتش کی اور پتہرونکی بوچہار سے موافق عادۃ کے زندہ بچ نہین سکتا پس جب ایک طرح کی عجیب قدرۃ کو تسلیم کرتے ہو تو دوسری قسم کی عجیب قدرۃ کا کیون انکار کرتے ہو یہہ حکومت طلبی آپ کی کہ جس خرق عادۃ کے ہم قایل ہون وہ تو ممکن ہے اور جسکے ہم قایل نہون وہ محال اور خارج از قدرۃ ہے آپ کی اتباع تسلیم کرین تو کرین سوائی اونکے کوئی صاحب عقل اوسکو تسلیم نہین کر سکتا **قال** مفسرین نے اپنی تفسیرون مین اس واقعہ کو عجیب وغریب بنا دیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسر خدا اون پر رحمت کرے عجائبات دور از کار کا ہونا مذہب کا فخر اور عمدگی سمجھتے تہے اسلئے اونہون نے تفسیرون مین لغو وبیہودہ عجائبات بہر دئے ہین **قلت** مفسرون پر

اتفاق کرتے ہین مگر معنی مجازی مین اختلاف ہے یعنی مجاہد کا قول یہ ہی کہ مراد یہ ہی کہ ہوجاؤ قاسی القلب
مطبوع القلب سید الطائفہ کا قول ہے کہ خارج ہوجاؤ قوم سے اب دیکھنا چاہیے کہ ظاہر
کلام ابن عباس رضی کی قول کا مؤید ہے یا مجاہد رح کا کچہ شک اسمین نہین کہ کلمہ (قردة) کلام مجید
مین وارد ہے جو جمع (قرد) کی ہے جسکے معنی حقیقی ہین (بندر) ابن عباس رض کا استدلال
ہے معنی حقیقی سے مجاہد رح اور سید الطائفہ کے قول پر معنی حقیقی مراد نہین بلکہ بطور استعارہ
کے معنی مجازی مراد ہین پس اب قواعد ممہدہ حقیقۃ و مجاز کے مطابق تصفیہ اسکا
ہونا چاہیے کہ دونون مین سے کسکے قول کو تسلیم کرنا لازم ہے علماء اصول اور علماء معانی
وبیان نے بہت صراحت کے ساتھ اس قاعدہ کو مدلل کیا ہے کہ متی امکن الحقیقۃ
سقط المجاز اور سوا اسکے دوسرا قاعدہ یہہ بہی ہے کہ ارادہ مجاز کے واسطے ہونا
کسی قرینہ کا جو تعین مجاز اور عدم ارادہ حقیقت پر قایم ہو ضرور ہے چونکہ اس آیۃ
مین نہ حقیقت ممتنع ہے نہ کوئی قرینہ ارادہ مجاز اور عدم ارادہ حقیقت پر قایم ہے
اور تعین مجاز پر یعنی اسپر کہ معنی مجازی قرار دادہ مجاہد متعین ہین یا معنی قرار دادہ
سید الطائفہ اصلا کوئی قرینہ نہین پس واجب ہی کہ حقیقت ہی پر کلمہ (قردة) کو محمول
کیا جاوے رہا مجرد احتمال مجاز کا سو حال اوسکا یہ ہے کہ مجرد احتمال جو مبنی کسی دلیل
پر نہو ارادۂ حقیقت کا اصلا مزاحم ومانع نہین ہوسکتا کیونکہ ایسا کوئی کلمہ نہین جسمین
احتمال مجاز کا نہو پس اگر مجرد ایسے احتمالات کا جو مبنی کسی دلیل پر نہین اعتبار کیا جاویگا
تو سب کلمات سے یک لخت امان مرتفع ہوجاوے گی چنانچہ یہ مسئلہ بیشتر کہی مقام پر
مصرح بیان ہوچکا ہے باقی رہا کلام آیۃ سورۂ (جمعہ) مثل الذین حملوا التوریۃ ثم لم یحملوہا
کمثل الحمار یحمل اسفارا سو یہہ آیۃ نظیر اس آیۃ کی نہین ہوسکتی کیونکہ یہان کوئی

ایسا فاسد سمجھتے ہین کہ اس سے زیادہ کوئی اعتقاد فاسد نہین ہو سکتا الغرض جو کچھ
سید الطایفہ نے ہرزہ درائی اور بیہودہ سرائی کی ہے بالکل خرافات اور لغویات ہے
اور ایسی ایسی ناپاک تحریفات سے خدای پاک کا کلام بری ہے۔ **قال اللہ تعالی**
ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین یعنی ہر آئینہ جانا تمنے
ادن لوگون کو جنہون نے تعدی کی تم مین سے بیچ سبت کے پس کہا ہمنے اونکو ہو جاؤ
بندر ذلیل خوار **قال** اسکی تفسیر مین بہی ہمارے علمای مفسرین نے عجیب و غریب باتین
بیان کی ہین اور لکہا کہ وہ لوگ سچ مچ صورت و شکل و خاصیت مین بہی بندر ہو گئے
تہے بعضون کا قول ہے کہ وہ سب تیسرے دن مر گئے اور بعضی کہتے ہین کہ یہہ بندر
جو اب درختون پر اوچہلتے کودتے پہرتے ہین اونہین بندرون کی نسل سے ہین مگر یہ
تمام باتین لغو اور خرافات ہین **قلت** اس آیۃ کی تفسیر مین دو قول ہین ابن عباس رض
کا یہ قول ہے کہ وے لوگ بندرون کی صورت مین مسخ ہو گئے اور تیسرے روز مر گئے
دوسرا قول مجاہد کا کہ صورتین اونکی مسخ نہین ہوئی تہین بلکہ دل اونکے مسخ ہو گئے
تھے یعنی مطبوع القلب اور قاسی القلب ہو گئے تہے اسلئے بندرونکے ساتھہ تشبیہ
دی گئی ہین جسطرح پر گدہے کے ساتھہ تمثیل دی گئی ہین آیۃ مثل الذین حملوا التوریۃ
ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا مین سوار ان دو قولون کے جو سید الطایفۃ النیچریہ نے
کچھہ لکھا ہے وہ اونکی بناوٹ ہے چونکہ اونکو اسلام اور علمار اسلام سے عناد قلبی ہے
اوس فرط عناد کے سبب اونکو علمار اسلام پر افترا برپا کرنے مین کچھہ باک نہین ہوتی
سید الطائفۃ النیچریہ کا یہہ قول ہے کہ (کونوا قردۃ) سے مراد اونکا برادری اور
قوم سے خارج کر دینا مقصود ہے حقیقت کلمہ کی مراد نہ لئے جانے مین تو وہ مجاہد سے

سامنے پیش کرین اور شاید کہ وہ اس گناہ سے باز رہین پہر جب وہ بہولے اوس بات کو جسکی نصیحت کیے جاتے تھے تو نجات دی ہمنے اون لوگون کو جو برائی کرنے کی ممانعت کرتے تھے اور پکڑا ہمنے اونکو جنہون نے گناہ کیا تہا سخت عذاب سے پہر جب وہ نہایت درجہ پر حد سے گذر گئے تو کہا ہمنے اونکو ہو جاؤ تم بندر ذلیل خوار" ان آیاتون مین دو جگہہ ذکر تعذیب وارد ہے ایک جگہ یہ کلمہ (عذاب بئیس) ہے دوسری جگہہ (کونوا قردة خاسئین) اگر دونون کو ایک ہی عذاب اور دوسرے کو تکریر اور تاکید پہلی کی سمجہی جاوے تو چونکہ مراد تعذیب دنیوی ہے اسلئے ظاہر ہے کہ قساوۃ قلبی یا برادری سے جدا ہونے پر اطلاق عذاب شدید کا نہین ہو سکتا کیونکہ قساوۃ قلبی موجب عذاب آخرۃ ہے عذاب دنیوی نہین اور اسیطرح پر قوم سے جدا ہو جانا ایک گروہ کے گروہ کا اصلا عذاب شدید نہین ہو سکتا دور نہ جای اسی زمانہ مین مدعیان اسلام کے دو گروہ مین ایک سید الطائفہ اور اونکے اتباع نیچریہ دوسرا جمہور اہل اسلام اور دونون مین نہایت درجہ کی جدائی و مباینت ہی اور کچھ میل جول نہین مگر دونون اپنے اپنے حال مین خوش و خرم ہین بسبب اس جدائی کے نہ وہ معذب ہین نہ یہہ علاوہ بران اس صورت مین (انجینا الذین ینہون) بے معنی ہوا جاتا ہے اسلئے کہ جب دو گروہ ایک قوم مین ہو گئے اور دونون ایک دوسرے سے جدے جدے ہو گئے تو جو ایک کا حال امور دنیوی مین ہے وہی دوسرے کا حال ہے پہر ایک گروہ کو معذب بعذاب دنیوی اور دوسرے کو ناجی قرار دینا محض بے معنی ہے ہان اگر دو تین آدمی علیحدہ برادری سے کردے جاوین تو البتہ اس جدائی سے وہ فی الجملہ تکلیف مین پڑجاتے ہین تاہم ایسی جدائی کو عذاب شدید نہین کہا جا سکتا اور اگر یہ سمجہا جاوے کہ اول اوس قوم پر بسبب ارتکاب جرم شکار کرنے مچھلیون کے سبت کے روز عذاب

کلمہ معنی مجازی مین مستعمل نہین معنی آیۃ سورہ (جمعہ) کے یہ ہین کہ مثل اون لوگونکے جو توریۃ کو اٹھوائی گئی پہر اونہون نے اوسکو نہین اوٹھایا یعنی توریۃ کے احکام کے مکلف کئے گئے پہر اونہون نے باوجود پڑہنے توریۃ کے اور باوجود بذل جہد کے اوسکی تعلیم مین اوسکے احکام پر عمل نکیا تو اونکی مثل مانند مثل گدہے کے ہے کہ اوٹہاتا ہے کتابون کے بوجہون کو دیکھو نہ یہان استعارہ ہے نہ کسی اور قسم کا مجاز ہے کلمہ (حمار) اپنے معنی حقیقی ہی مین مستعمل ہے پس اوس آیۃ کو اس آیۃ کی نظیر مین پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے بلکہ اگر غور کیجاوے تو وہ آیۃ موید ہے اسکی کہ اس آیۃ مین کلمہ (قردۃ) سے معنی حقیقی مقصود ہین اگر ایسا نہوتا تو یہان بہی حرف تشبیہ لایا جاتا جسطرح پر آیۃ سورۃ (جمعہ) مین لایا گیا ہے باوجودیکہ سورہ (اعراف) مین بہی اعادہ اس قصہ کا فرمایا وہان بہی یہی ہے (کونوا قردۃ خاسئین) یعنی وہان بہی کسی حرف تشبیہ کے ساتہ ذکر نہین کیا گیا پس آیۃ سورہ (جمعہ) مین اوس فرقہ کو مثل (حمار) اور اس آیۃ مین اس فرقہ کو نہ مثل (بندر) کے بلکہ خود (بندر) کہنا اس بات کا موید ہے کہ دونو فریق کی حالت مین بہت فرق ہے کہ ایک کو تو عین (بندر) اور دوسرے کو مثل (حمار) فرمایا اب سورۂ (اعراف) کی آیات پر بہی غور فرمانی چاہیے کہ اون سے کیا ثابت ہوتا ہے اور کس کے قول کی تائید حاصل ہوتی ہے وہ آیات یہ ہین اذ قالت امۃ منہم لم تعظون قوما اللہ مہلکہم او معذبہم عذابا شدیدا قالوا معذرۃ الی ربکم ولعلہم یتقون فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون فلما عتوا عما نہوا عنہ قلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین یعنی جب کہ کہا ایک گروہ نے اون مین سے کہ کیون نصیحت کرتے ہو ایسے گروہ کو کہ اللہ اونکو ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے کہا نصیحت کرنے والون نے تاکہ ہم اپنا عذر اپنے رب کے

(بندرون) مین صفت میل جول اور اتفاق باہمی کی ایسی ہے کہ کمتر اور حیوانات مین پائی جاتی ہے اگر اونکا ایک بچہ بہی کوئی آدمی کسی حیلہ سے پکڑ لیتا ہے تو فوج کی فوج (بندرون کی) اوسکے چہڑانے کے واسطے یورش کرکے اوس آدمی پر حملہ کرتے ہین بعد اسکے سید الطایفہ بیان وجہ شبہ کا اسطور پر کرتے ہین کہ جسطرح (بندر) بلا پابندی شریعت کے حرکتین کرتے ہین اور جسطرح انسانون مین (بندر) ذلیل و خوار ہین اسیطرح تم بہی انسانون سے علیحدہ اور ذلیل و خوار اور رسوا رہو اس تقریر سے ظاہر ہے کہ وجہ شبہ حرکتین کرنا بلا پابندی شریعت کے اور ذلیل و خوار ہونا انسانون مین ہے اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ خروج اور انقطاع برادری سے وجہ شبہ نہین بلکہ ذلت و خواری اور عدم پابندی شریعت ہے مگر یہہ کیسی مضحکہ کی تقریر ہے کیا سید الطایفہ کے نزدیک اور حیوانات سوا (بندرون) کے جو حرکت کرتے ہین ہا پابندی شریعت کرتے ہین اور (بندرون) کے واسطے سید الطایفہ نے کون سی شریعت ٹہیرا رکہی ہے جسکی وہ پابندی نہین کرتے ع شہ برین عقل و دانش بباید گریست * پہر بہت سے حیوانات ہین کہ انسانون سے علیحدہ اور انسانون مین ذلیل و خوار ہین صفت ذلت و خواری کچہہ مخصوص (بندرون) کے ساتہہ نہین نہ (بندر) اس صفت کے ساتہہ معروف ہین جسطرح پر (اسد) صفت شجاعت) کے ساتہہ معروف ہے البتہ صفت زنا مین (بندر) عرب مین ضرب المثل ہین کہ مرد زانی کے حق مین وہ یہہ مثل کہا کرتے ہین (اِنّه ازنی من قرد) اگر سید الطایفہ (کونوا قردہ) کے معنی یہہ گہڑتے کہ ہوجاؤ تم زناکار تو فی الجملہ گنجایش بہی تہی پس سب تقریرین سید الطایفہ کی بالکیہ گیر مختلف اور ایسی لغو ہین کہ جو سنتا ہے سید الطایفہ کو اضحوکہ اطفال دبستان سمجہ لیتا ہے **قال** یہہ کہنا کہ وہ لوگ سچ مچ کے بندر ہوگئے تہے بجز اہل الجنۃ کے اور کوئی تسلیم نہین کرسکتا تہا **قلت** اللہ تعالیٰ نے تو یہی فرمایا ہے کہ

شدید نازل ہوا اور جب اوسپر بھی باز نہ رہے اور حد سے گذر گئے تو دوبارہ اونکی نسبت
یہہ حکم ہوا کہ کونوا قردۃ خاسئین اسصورت مین لازم آتا ہے کہ تعذیب (کونوا قردۃ
خاسئین) (عذاب بئیس) سے زیادہ تر شدید ہو اور ہر گاہ کہ حسب تصریح مذکورہ سابق
قسادۃ قلبی اور جدائی برادری مصداق (عذاب بئیس) کی نہین ہوسکتی تو عذاب (کونوا قردۃ)
کا (عذاب بئیس) سے زیادہ تر شدید ہے بدرجہ اولی محمول او پر قسادۃ قلبی اور جدائی
کے نہین ہو سکتا علاوہ ان امور کے دوسرا اعتراض سید الطائفہ پر یہ وارد ہے کہ اونکے
قول پر کلام مین استعارہ ہے (بندرون) کا واسطے (قوم مجرم کے) اور بنائی استعارہ
کی تشبیہ پر ہے پس بموجب قاعدہ مبرہنہ علم بیان کے یہ بات ضرور ہے کہ وجہ شبہ مشبہ
اور مشبہ بہ مین ایسی صفۃ ہو کہ مشبہ کے ساتھہ بحسب عرف زیادہ تر خصوصیت رکھتی ہو اور معروف
ہو اور بہت جلی ہو مثلاً (رایت اسدا یرمی) رجل (شجاع) کے واسطے (اسد) مستعار
ہے اور وجہ شبہ (شجاعت) ہے اور وصف شجاعت بحسب عرف (اسد) کے ساتھ
زیادہ تر مخصوص ہے اور بہت معروف اور جلی ہے اسیطرح پر یہان بہی ہونا چاہیے
یعنی (قوم مجرم) کے لئے جو (بندرون) کو مستعار کیا تو ہونا وجہ شبہ کا انہین شرائط
کے ساتہہ ضرور ہے سید الطائفہ سے اسکا جواب کچھہ بن نہین پڑتا اور کلام اونکا وجہ شبہ
مین نہایت مذبذب اور لغو ہے اول تو لکھتے ہین کہ اونکی قوم کے مشایخون نے اونکو قوم
سے منقطع برادری سے خارج کہانے پینے سے الگ میل جول سے علیحدہ کردیا اور
اسلئے اونکی حالت (بندرون) کی سی حالت ہوگئی تہی جسکی نسبت خدا نے فرمایا کونوا
قردۃ خاسئین اس تقریر سے ظاہر ہے کہ وجہ شبہ خارج ہونا برادری سے ہے مگر غلطی
اسکی بہت صاف ظاہر ہے خروج برادری سے کوئی صفت مخصوصہ (بندرون) کی نہین بلکہ

توریت کو جسکا حوالہ سید الطائفہ نے دیا ہے دیکہنا چاہیے کہ اوسمین (بیل) ہے یا (گای)
(ترجمہ مطبوعہ میرزا پور ۱۸۶۵ء) کتاب الاعداد باب (۱۹) ورس (۱) خداوند نے موسی اور
ہارون کو خطاب کر کے فرمایا (۲) یہہ شریعت کا حکم ہے جو خداوند نے یہ کہتے ہوئے
فرمایا کہ بنی اسرائیل کو کہہ کہ ایک لال گای جو بے داغ اور بے عیب ہو اور جسپر کبہی جوا
نہ رکہا گیا ہو تجہہ پاس لاوین۔ دیکہو یہان صاف لفظ (گای) کا ہے (بیل) نہین
اب ہم اسکی بہی تحقیق کرتے ہین کہ ایسی حالت مین کہ مقتول کا قاتل معلوم نہو دی شریعت
توریت مین کیا معاملہ کیا جاتا تہا (باب ۲۱ سفر استثنا) کا (۱) اگر اوس زمین
مین جسکا خداوند تیرا خدا تجہے وارث کرتا ہے کسی مقتول کی لاش کہیت مین پڑی ہوئی ملے
اور معلوم نہو کہ اوسکا قاتل کون ہے (۲) تب تیری بزرگ اور تیرے قاضی باہر نکلین اور
اون بستیون تک جو مقتول کے گرداگرد ہین درمیان کو ناپین (۳) اور یون ہوگا کہ جو
شہر مقتول سے نزدیک ہے اوس شہر کے بزرگ سے ایک بچہیا لین جس سے ہنوز کچہ
خدمت نہ لی گئی ہو اور جوے کے تلے نہ آئی ہو (۴) اور اوس شہر کے بزرگ اوس
بچہیا کو ایک بیہڑ وادی مین جو نہ جوتی گئی ہو نہ اوس مین کچہ بویا گیا ہو لے جاوین اور
وہان اوس وادی مین اوس بچہیا کی گردن کاٹین (انتہی ترجمہ الہندیہ) اور (ترجمہ
عربیہ مطبوعہ ۱۸۷۱ء) مین ہے (۳) فالقریۃ کانت اقرب الیہ فلیاخذ الہا عجلۃ
من البقر لم تفلح ولم تمد النیر یعنی جو گاؤن قریب تر ہو اوسے وہان کے لوگ ایک بچہیا لین
کہ نہ زراعت کے کام مین آئی ہو نہ اوسپر جوا رکہا گیا ہو" اس مقام مین جہان جہان
ترجمہ اردو مین لفظ (بچہیا) آیا ہے ترجمہ عربی مین لفظ (عجلہ) ہے جو ٹہیک بمعنی
(بچہیا) کے ہے چنانچہ صحاح مین ہے (عجل بالکسر گوسالہ عجلہ مونث) اب ایک امر اور بہی

ہوجاؤ تم (بندر) یہہ نہین فرمایا کہ (بندر و نکی مانند ہوجاؤ) چاہو مانو چاہو نمانو مگر ایکی تاویلات کو بجز اہل شہوات کے کون تسلیم کرسکتا ہے **قال** اسی سبب سے بعض مفسرین نے بھی اونکے سچ مچ کے بندر ہوجانے سے انکار کیا ہے جسکو ہم بطور تائید اپنے کلام کے لکھتے ہین بیضاوی مین لکھا ہے وقال مجاہد الخ **قلت** قول مجاہدؒ کا ہم پیشتر مفصلاً نقل کرچکے اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی جنہون نے بالتصریح یہ فرمایا ہے کہ وہ سچ مچ (بندر) ہوگئے تھے لکھہ چکے ہین اور دونون قولون مین جو اقرب الی التحقیق ہے اوسکو بھی بدلایل و براہین ثابت کرچکے ہین ضرورت اعادہ کی نہین مگر سید الطائفہ اور مجاہدؒ کے قول مین بنسبت تعین مجاز کے اختلاف صریح ہے البتہ ترک حقیقت مین آپ نے مجاہدؒ کی تقلید کی ہے اسکا نام تائید نہین تائید تو اوس حالت مین ہوسکتی تہی کہ آپ ترک حقیقت پر کوئی دلیل اپنی طرف سے پیش کرتے اور جبکہ آپ نے کوئی دلیل پیش نہین کی اور قول مجاہدؒ ہی پر اکتفا کیا تو یہہ محض تقلید ہے اور جب مدار تقلید ہی پر آرہا تو کیا وجہ ہے کہ ہم ایسے صحابی جلیل القدر کی تو تقلید نکرین اور مجاہدؒ کے کہ درجۂ تابعین مین ہین تقلید کرین **قال اللہ تعالیٰ** (واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ الآیات) یعنی جبکہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو ہر آئینہ خدا فرماتا ہے تم کو کہ ذبح کرو تم ایک گائی **قال** یہہ قصہ توریت مین بھی ہے (دیکھو کتاب اعداد باب ۱۹) مگر اوس مین بنی اسرائیل کا موسیٰ سے اوسکا اتا پتا پوچھنا مذکور نہین ہے اور اوسکے ذبح کے بعد جو قصہ توریت مین ہے وہ قران مجید مین نہین بہرحال اتنی بات کہ خدا نے ایک بیل کے ذبح کرنے کا حکم دیا قران اور توریت دونون مین موجود ہے **قلت** کلام اسمین ہے کہ بیل) کے ذبح کرنیکا حکم دیا تہا یا (گائی) کا قران مجید مین کلمہ (البقرۃ) ہے اسمین ہم بعد کو کلام کرینگے اول

اور نر کو (ثور) کہتے ہین اور یہ لفظ اون الفاظ مین سے ہے کہ الفاظ صیغہ مونث کی مذکر کے صیغہ کے خلاف ہین مثل (رحل) اور (ناقہ) اور (رجل) اور (امرءۃ) اور (جدی) اور (عناق) قاموس مین اسکے برخلاف ہے البقرۃ بالتحریک للمذکر والمونث اسیطرح صحاح مین ہے کہ البقرۃ اسم جنس و البقرۃ یقع علی الذکر و الانثی وانما دخلۃ الہا ر علی انہ واحد من جنس اسکی مطابق صراح مین ہے بقر بفتحتین گاو وہو اسم جنس لبقرۃ یکی وہو یقع علی الذکر والانثی اس امر مین زیادہ کلام کرنا ضرور نہین اس بات کو تسلیم کرنا چاہئے کہ البقرۃ کا اطلاق نر و مادہ دونون پر ہوتا ہے اور آخر مین اوسکے (تا) تانیث حقیقی نہین بلکہ (تا) وحدۃ ہے اب امر ثانی کی نسبت بہی کچہہ بیان ضرور ہے جار اللہ زمخشری نے کہ بڑے عالم اور امام لغت عربیہ کے ہین تفسیر قالت نملۃ مین اول تو یہہ حکایت لکہی عن قتادہ انہ دخل الکوفہ فالتف علیہ الناس فقال سلوعما شئتم وکان ابو حنیفۃ حاضرا وہو غلام حدث فقال سلوہ عن نملۃ سلیمان اکانت ذکرا ام انثی فسالوہ فافحم فقال ابو حنیفۃ کانت انثی فقیل لہ من این عرفت فقال من کتاب اللہ وہو قولہ تعالے قالت نملۃ ولو کانت ذکرا لقال قال نملۃ یعنی روایت ہے قتادہ سے کہ وہ کوفہ مین پہونچے تو جمع ہوگئے اونکے پاس آدمی پس کہا اونہون نے کہ پوچہو جو چاہو اور ابو حنیفہ بہی موجود تھے اور وہ اوس وقت مین لڑکے نو عمر تہے اونہون نے کہا کہ پوچہو اونسے سلیمان علیہ السلام کے چیونٹی کا حال کہ وہ نر تہا یا مادہ تہی پس پوچہا لوگون نے قتادہ سے تو لاجواب ہوگئے پہر کہا ابو حنیفہ نے کہ تہی وہ مادہ تب اون سے لوگون نے کہا کہ تمنے کیسے جانا اونہون نے کہا کہ کتاب اللہ سے جانا خدا کا قول ہے قالت نملۃ اور اگر وہ نر ہوتا تو اللہ تعالی فرماتا (قال نملۃ) یعنی فعل جسکا فاعل نملۃ ہے صیغہ مونث کا ہے

تحقیق طلب ہے کہ بنی اسرائیل مین (گایون) کی گردن پر بھی جوا رکہا جاتا تہا اور اونسے
کام لیا جاتا تہا یا نہین ہرچند کہ عبارت مذکورہ بالا سے بھی یہ بات ثابت ہو کہ ہل جوئی کا
کام اوس عرصہ مین (گایون) سے بھی لیا جاتا تہا لیکن کتاب اول صموئیل باب ششم سے
یہ بات بہت صراحت کے ساتھ ثابت ہے درس (۷) اب تم ایک نئی گاڑی بناؤ اور
دودہ دہ والی گائین جو جوے تلے نہ آئی ہون لو اور اون گایون کو گاڑی مین جوتو
اور اونکے بچون کو گہر مین اونکے پیچھے رہنے دو (۸) اور خداوند کا صندوق لیکے اوس
گاڑی پر رکھو اور سونے کی چیزین جو تقصیر کے قربانی کے لئے اوسکے پاس بھیجتے ہو ایک
صندوقچہ مین دہرکے اوسکے پہلو مین رکہدو اور اوسے روانہ کردو کہ چلی جاے (۹) اور
تاکو اگر وہ اوسکی سرحد کی سمت بیت شمس کو چڑہے تو اوسی نے ہمپر یہ بلا عظیم بھیجی
اور اگر نجاوے تو ہمین دریافت ہوگا کہ اوسکا ہاتھ ہمپر نہین چلا بلکہ یہ حادثہ جو ہمپر ہوا
اتفاقی تہا (۱۰) سو لوگون نے ایسا ہی کیا کہ دودہ دہ والی گائین لین اور اونہین
گاڑی میں جوتا اور اونکے بچون کو گہر مین بند کیا الخ عربی ترجمہ مین بجائی (دودہ والی
گایون) کے (بقرتین ترضعان لم تعملا عملاً) لکہا ہے یعنی دو گائین جو دودہ دیتی
ہون کسی کام مین نہ لائی گئی ہون" اب ہم کو تحقیق تانیث و تذکیر لفظ عربیہ (بقرہ) کی بہی
مناسب ہے اور تحقیق اسکی بہی ضرور ہے کہ ایسے الفاظ کہ ذکور و اناث دونون پر اطلاق
اونکا برابر ہوتا ہے اگر کسی عبارت فصیحہ مین واقع ہون تو طریقہ تمیز کا کیا ہے کہ یہان
مراد مذکر ہے یا مونث فاضل طبرسی تفسیر مجمع البیان مین لکہتے ہین البقرۃ اسم للمونث
من ہذا الجنس واسم الذکر منہ الثور وہذا مما یخالف صیغۃ الذکر منہ صیغۃ الانثی کالجمل
والناقۃ والرجل والمرأۃ والجدی والعناق یعنی (بقرہ) اس جنس مین مادہ کو کہتے ہین

اى قطعتها وبلغت آخرہا (بکر) و (عوان) کی تفسیر لکہتے ہین (البکر) الفتیۃ او (عون) النصف قال ؎ نواعم بین ابکار وعون یہ مصرعہ (طرماح) کا ہے اسکے اوپر کے اشعار جنسے صاف بتصریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ اناث کے واسطے ہے یہ ہین ؎

ظعاین کنت اعہد بین قدما ٭ وہن لدی الامانۃ غیر خون ٭ حسان مواقع النقب الاعالی
غراث الوشح صامتۃ البرین ٭ طوال مثل اعناق الہوادی ٭ نواعم بین ابکار وعون ٭

الغرض ان سب دلائل سے صاف ثابت ہے کہ وہ (بقرہ) (گائی تہی بیل) نہ تہا اور سید الطائفۃ النیچریہ نے غلطی کی ہے کہ مراتب مذکورہ پر لحاظ نہ کرکے اوسکا ترجمہ (بیل) کردیا علی ہذا القیاس (بکر) کا ترجمہ بہی غلط کیا ہے۔ اب ہم اقوال سید الطائفۃ النیچریہ پر قولًا قولًا توجہ کرتے ہین اور دیکہتے ہین کہ کچہہ قابل اعتبار کے ہین یا حسب عادت بے اصل باتین اپنے دل سے گہڑی ہین کہ جنکا کچہہ ثبوت نہین اور محض مغالطہ اور بناوٹ ہے۔

قال بقرۃ بالتحریک وجمع اثنار گائی اور بیل دونون پر بولا جاتا ہے اور قران مجید کے یہ الفاظ کہ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث صاف اوسکے بیل ہونے پر دلالت کرتے ہین **قلت** ایک کلمہ بہی ایسا نہین جو اوسکے بیل ہونے پر دلالت کرتا ہو کلمہ (ذلول) بروزن (فعول) ہے اور بنائے (فعول) تذکیر و تانیث دونون کے واسطے ہے (رجل قتول) (امرءۃ قتول) (رجل غیور) (امرءۃ غیور) (رجل نؤوم) (امرءۃ نؤوم) قال امرء القیس **شعر** وتضحی فتیت المسک فوق فراشہا ٭ نؤوم الضحی لم تنتطق عن تفضل "، قاموس و صحاح مین ترجمہ (رسل) مین لکہتے ہین قولہ تعالی

فقولا انا رسول رب العالمین ولم یقل رسلا لان فعولا وفعیلا یستوی فیہ المذکر والمونث والواحد والجمع مثل عدو وصدیق (تثیر) اور (تسقی) دونون صیغہ

اسلئے اوسکا فاعل مذکر نہین ہوسکتا اور اگر وہ نر ہوتا تو فعل جو مسند ہی اوسکی طرف مذکر لانا اوسکا ضرور ہوتا) پھر بعد نقل اس حکایۃ کے زمخشری لکھتے ہین وذلک

ان النملۃ مثل الحمامۃ والشاۃ فی وقوعہا علی الذکر والانثی فیمیز بینہما بعلامۃ نحو قولہم

حمامۃ ذکر و حمامۃ انثی وہو وہی یعنی (نملۃ) مثل (حمامۃ) اور (شاۃ) کے ہے کہ اطلاق اوسکا نر پر بہی ہوتا ہے اور مادہ پر بہی ہاں نر و مادہ مین بسبب کسی علامۃ کے تمیز حاصل ہوتی ہے اسطور پر کہ کہین (حمامۃ ذکر) و (حمامۃ انثی) (یعنی تصریح ذکر اور انثی کی کردی جاوے) یا کہین (ہو حمامۃ) و (ہی حمامۃ) (یعنی ضمیرون سے تمیز کی جاتی ہے کہ اگر ضمیرین تانیث کی ہین تو سمجہا جاویگا کہ مادہ ہے اور تذکیر کی ہین تو معلوم ہوگا کہ نر ہے) اور یہی عبارت اور مضمون بالفاظہا تفسیر کبیر مین بہی منقول ہے جب یہ امر متحقق ہوا تو دیکہنا چاہئے کہ آیات قران مجید مین ضمایر جو کلمہ (بقرۃ) کی طرف راجع ہین ضمایر تذکیر ہین یا ضمایر تانیث اور صیغہای صفات (بقرہ) کے صیغہای تانیث ہین یا صیغہای تذکیر (ناہی) (انہا) (تونہا) (فیہا) (ذبحوہا) یہ سب ضمایر تانیث ہین (صفراء) (تسر) (تثیر) (تسقی) (مسلمۃ) یہ سب صیغہ تانیث کے ہین پس بمطابق قاعدہ مصرحہ بالاکے ثابت ہوا کہ وہ (گاے) تہی نہ (بیل) تین کلمہ اور بہی ان آیات مین ہین جو بالتخصیص اسپر دلالت کرتی ہین کہ وہ (بقرہ) مادہ تہی ایک (بکر) دوسرا (فارض) تیسرا (عوان) لفظ (بکر) جسکے معنی فارسی مین دوشیزہ مین مخصوص واسطے مادہ کے ہے (فارض) کی تفسیر مین جاراللہ زمخشری لکہتے ہین (الفارض

المسنۃ وقد فرضت فروضا فہی فارض قال خفاف بن ندبۃ شعر لعمری لقد اعطیت

ضیفک فارضا ٭ تساق الیہ مایقوم علی رجل ٭ ولم تعطہ بکرا فیرضی سمینۃ ٭ فکیف تجازی

کوئی دلیل نہین لکہی علاوہ برین ہرگاہ کہ چہوڑنا ایسے بیل کا ایک قسم کی پرستش تہی چنانچہ
خود سید الطائفہ تین سطر کے بعد اسکے قائل ہین اور یہہ بہی سید الطائفہ کی تقریر سے ظاہر
ہے کہ موسی عم کو یہ حال معلوم ہوگیا تہا ورنہ اوسکا نشان اور پتہ کسطرح پر بتاتے اس
صورت مین اوس طول کلام اور ہر مرتبہ کے استفسار و جواب کی کیا ضرورت تہی اول ہی
مرتبہ اونپر یہہ بات واجب تہی کہ بہت تاکید شدید سے حکم دیتے کہ وہ سانڈ جو تمنے بطریقہ
بت پرستون کے چہوڑا ہے ایسا کرنا تمہارا ایک قسم کی پرستش لغیر اللہ ہے اوسکو پکڑ لاؤ
اور ذبح کر ڈالو اور یہ بہی نہایت ہی ضرور تہا کہ صرف ذبح کرنے بیل پر اکتفا نہ کرتے بلکہ
جسطرح پر گوسالہ سامری کی بابت سخت تہدید فرمائی تہی اسپر اوس سے زیادہ تہدید فرماتے
اور جسطرح پر بنی اسرائیل اوس گوسالہ کے معاملہ مین معذب ہوئے تہے اوس سے
زیادہ اسپر معذب ہوتے کیونکہ یہ واقعہ بعد اوس واقعہ کے ہے اور مکرر ارتکاب
جرم پرستش غیر خدا کا ہے حالانکہ قران مین اس معاملہ کی بابت کچہہ تہدید و سزا کا ذکر
ہے نہ توریت مین ممکن نہین کہ ایسا بڑا جرم عظیم مکرر واقع ہو اور اوسپر مرتکبان جرم پر
کچہ تعذیب و تہدید نکیجاوے اور صرف بیل ہی کے ذبح کرنے پر اکتفا عمل مین آوے پہر بنابر
تمام تلبیسات سید الطائفہ کی اسپر ہے کہ بنی اسرائیل نے وہ بیل کا فرون یا بت پرستون
کے طریق پر چہوڑا تہا حالانکہ تا حیوۃ جناب موسی عم بجز گوسالہ سامری کے بنی اسرائیل
نے کبہی بت پرستی نہین کی پہر وہ کونسا صنم یا وثن تہا کہ جسکے نام کا اونہون نے بیل
چہوڑا تہا ان سب امور سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سب تلبیس سید الطائفہ محض مغالطہ
اور دہوکہ ہے اور یہ جو لکہتے ہین کہ تفسیر کبیر مین الخ یہ بہی خالی مغالطہ سے نہین تفسیر
کبیر مین کلمہ (مسلمۃ) کی چار طرح پر تفسیر کی ہے وہ لکہتے ہین اما قولہ تعالی مسلمۃ ففیہ

تانیث کے ہین یہ صیغہ اوپر گائی ہونے کے دلالت کرتے ہین چنانچہ بیان اسکا پیشتر ہو چکا
باقی رہا زراعت وغیرہ کے کام مین لگانا سو ہم اسکو پیشتر ثابت کر چکے ہین کہ اوس زمانہ مین
گائین بہی اس کام مین لگائی جاتی تہین اور (جوا) اونکی گردن پر رکہا جاتا تہا اس لئے
اس سے بہی کچہہ خصوصیت بیل کی ثابت نہین ہوتی پس کلمات قران سے جو سید الطایفہ
نے استدلال کیا ہے صریح غلط ہے بلکہ صیغہاے تانیث اور ضمایر تانیث دلایل قطعیہ
اسپر ہین کہ وہ (گائے) ہی تہی علاوہ بران درباب معاملہ ایسے مقتول کے جسکے قاتل کا
پتہ نہ لگتا ہو حکم توریۃ کا صاف وصریح یہ ہے کہ مادہ ذبح کرین نہ نر چنانچہ پیشتر عبارات
توریۃ کی نقل کی گئی ہین **قال** قران کے تمام الفاظ سے اور اون بتون اور نشانون
سے جو بتائے گئے ہین صاف پایا جاتا ہے کہ وہ بیل بت پرستون یا کافرون کے طریقہ
پر بطور سانڈ کے چہوڑا ہوا تہا تفسیر کبیر مین بہی مسلمۃ کی تفسیر انہی حشیۃ مرسلۃ من الحبس لکہی ہے
جو ٹہیک چہوڑے ہوے سانڈ کے ہی ہے **قلت** کہانتک سید الطایفہ توہم پرستی
اور مغالطہ اور دہوکے کو کام مین لاوینگے بعنایت الہی ہم ایک دہوکا بہی اونکا چلنے
نہ دینگے یہ جو لکہتے ہین کہ تمام الفاظ سے الخ صریح مغالطہ وخلاف نمائی ہے بنا اس
تمام مغالطہ کی اسپر ہے کہ وہ (بیل) تہا اور چونکہ آیات قران اسپر ناطق ہین کہ وہ
(بیل) نہ تہا بلکہ (گائی) تہی پس سب تقریر سید الطایفہ کی بنائی فاسد علی الفاسد ہے
اور ایک کلمہ بہی ان آیات مین اسپر دلالت نہین کرتا کہ کوئی بیل بت پرستون کے طریق
پر چہوڑا گیا ہو بلکہ تمام کلمات آیات کے اسکے خلاف پر دال ہین علاوہ بران بنی اسرائیل
مین ہرگز یہ رواج نہ تہا کہ کوئی بیل یا اور جانور بت پرستون کے طریقہ پر چہوڑتے ہون
سید الطایفہ نے اپنے اس مدعا پر اور ایسے رواج کے بنی اسرائیل مین جاری ہونے پر

کہ وہ (ساند) بطریق بت پرستون کے چھوڑا گیا ہو اسلئے کہ اکثر دستور و رواج یہ ہے کہ
واسطے بقاء نسل اور بچے لینے کے گایون اور دیگر جنس کے مادگان مین ایک ایک نر
چھوڑ دیا جاتا ہے اور اوس سے کچھ کام زراعت وغیرہ کا نہین لیا جاتا ہے پس دلیل سید الطایفہ
کی بر تقدیر تسلیم بہی اونکے مدعا کی مثبت نہین علاوہ بران (بقر) اسم جنس ہے کہ نر و مادہ
دونون پر اسکا اطلاق ہوتا ہے اور (تاء) تانیث جو اسماء اجناس کے ساتھہ لگائی جاتی ہے
اس غرض سے لگائی جاتی ہے کہ فایدہ ارادہ ایک فرد کا دے چنانچہ جوہری ترجمہ (بقر)
مین لکھتے ہین البقر اسم جنس و البقرۃ یقع علی الذکر والانثی وانما دخلتہ التاء علی انہ واحد
والجمع البقرات اب ہم دریافت کرتے ہین کہ اس قسم کا (ساند) ایک ہی تہا یا کئی تہے اگر
ایک ہی تہا اور ایک بہی ایسا معین اور مشہور کہ چھوڑنے والون کو اور حضرت موسی عم کو
اچھی طرح اوسکا علم تھا تو اوسکا معرفہ نہ لانا اور بجای (بقرۃ) منکر کی (البقرۃ) نہ فرمانا
صاف خلاف قاعدہ عربیہ کے ہے اس معاملہ مین جو ایک حدیث مروی ہے لو ذبحوا
ای بقرۃ ارادوا لاجزئتہم ولکن شددوا علی انفسہم فشدد اللہ علیہم یعنی بنی اسرائیل
اگر کسی ایک گائی کو ذبح کرتے تو کفایت کر جاتے لیکن اونہون نے اپنے اوپر سختی کی تو خدا نے
بہی اونپر سختی کی" موید اسکی ہے کہ وہ گائی مخصوص ایسی نہ تہی جیسی کہ سید الطایفہ قرار دیتے
ہین علاوہ بران اوسکو ایسا غیر معین اور مبہم قرار دینا کہ بدون بیان اسقدر علامتون
متعدد کے تعین اوسکا نہو سکے صریح تناقص ہے کہ حد سے زیادہ مشہور اور معین بہی ہو
اور پہر حد سے زیادہ مجہول اور ایسا مبہم بہی ہو کہ بغیر بیان کرنے بہت سے علامات کے تعین
اوسکا نہو سکے اور اگر اس قسم کے کئی (ساند) تہے تو صرف ایک ہی (ساند) کے ذبح کرنے کا
حکم اور اورون سے کچھ تعرض نہ کرنا صریح بیجا ہے ایسی صورت مین واجب تہا کہ بجائے

وجوہ احدہا من العیوب مطلقا وثانیہا من العمل المذکور وثالثہا مسلمۃ ای وحشیۃ مرسلۃ عن الحبس ورابعہا مسلمۃ من الشیۃ التی ہی خلاف لونہا ای خلصت صفرتہا عن اختلاط سایر الالوان بہا وہذا الرابع ضعیف والا لکان قولہ لاشیۃ فیہا تکرارا غیر مفید بل الاولی حملہ علی السلامۃ من العیوب واللفظ یقتضی ذلک لان ذلک یفید السلامۃ الکاملۃ عن العلل والمعائب یعنی مسلمۃ کی تفسیر مین کئی وجہ ہین (ایک) یہ کہ سالم کل عیوب سے (دوسری) سالم عمل مذکور سے (تیسرے) وحشی غیر مقید (چوتھے) بے داغ کہ اوسکے زردی مین اور کسی رنگ کا میل نہو اور یہ چوتھی وجہ ضعیف ہے ورنہ (لاشیۃ فیہا) بیفائدہ تکرار ہوتا بلکہ سب سے بہتر ہے حمل کرنا اوسکا اوپر سلامتی کے عیوب سے اور لفظ بہی اسیکو چاہتا ہے اسلئے کہ اسپر حمل کرنا سلامتی کاملہ کا جملہ علل اور عیوب سے فائدہ دیتا ہی" پس تمسک سید الطائفہ کا وجہ سوم سے کہ جسکو خود صاحب تفسیر کبیر بہی پسند نہین کرتے از قسم الغریق یتشبث بکل حشیش ہے علاوہ بران کلمہ (مسلمۃ) کسیطرح (وحشی بے قید) ہونے پر دلالت نہین کرتا اس سبب سے یہ وجہ وجہ رابع سے بہی ضعیف تر ہے اور مقتضائی عقل بہی یہ نہین کہ کسی شخص کو ایسے وحشی جانور کے حاضر کرنیکا مکلف کیا جاوے کہ آسانی سے فورًا اوسکا حاضر کرنا متصور نہو حالانکہ (فاء) تعقیب جو (فذبحوہا) پر داخل ہے صاف مقتضی اسکی ہے کہ متعاقب اس بیان کے وہ لوگ اوسکو حاضر لائی اور ذبح کیا سوا اسکے برتقدیر تسلیم اس وجہ کے بہی الفاظ (وحشیۃ مرسلۃ عن الحبس) کسیطرح پر سید الطائفہ کے مفروضہ (سانڈ) پر دلالت نہین کرتی کیونکہ (سانڈ) وحشی نہین بلکہ اہلی جانور ہوتا ہے اور ہمیشہ اور مواشی کے ساتہہ آبادیون مین رہتا ہے اور پرورش پاتا ہے اور اگر ہم یہ بہی فرض کرین کہ وہ (سانڈ) ہی تہا تب بہی اس سے یہ لازم نہین آتا

اور شہرۃ کے اسقدر طوالت دینا اور تاخیر اور تعویق مین ڈالنا اور امتثال امر مین توقف کرنا اور فوراً ایسے حکم ابطال کفر کی تعمیل نکرنا صریح خلاف شرع و عقل ہے **قال** پس اس قصہ مین کوئی اعجوبہ واقعہ نہین **قلت** البتہ یہانتک کوئی نئی بات نہین ہے یہ تو بنی اسرائیل کی شریعت کا معمولی حکم تہا کہ جب ایسا واقعہ پیش آتا تہا کہ کوئی مقتول پایا جاوے اور ثبوت اسکا نہو کہ اوسکا مارنے والا کون ہے تو ایسے واقعہ مین ایک گائے ذبح کی جاتی تہی جیساکہ پیشتر (سفر استثنا) سے ثابت ہوچکا ہے مگر چونکہ اس واقعہ مین اسقدر تو معلوم ہوچکا تہا کہ قاتل اوس مقتول کے اسی جماعۃ مین ہین البتہ تعین قاتلین مین اشتباہ تہا کہ ایک دوسرے کے اوپر رکہتا تھا لہذا واسطہ تعین قاتل کے بعض امور بموجب حکم الہی کے اوس دستور شرعیہ پر بڑہائی گئے تہے کہ جنکا ذکر اگلی آیۃ مین آتا ہے **قال** جس بچہڑہ کو بنی اسرائیل نے پوجا تہا اوسکو معدوم کرنا اور جس بیل کو بطور سانڈ کے چہوڑا تہا کہ وہ بہی ایک قسم کی پرستش ہے اوسکو ذبح کرڈالنا اوس شرک و کفر کے مٹانے کے لیے تھا **قلت** جب تک کہ یہہ بات ثابت نہو کہ بنی اسرائیل نے کوئی ایسا (سانڈ) مطابق عادۃ بت پرستان ہند کے چہوڑا تہا اور بغرض مٹانے کفر و شرک کے اوسکو ذبح کیا گیا تب تک سب باتین سید الطایفہ النیچریہ کی محض بے اصل ہین مگر یہ امر سید الطایفہ سے اصلاً ثابت نہوسکا اور جو جو وجوہ بنظر اسکے ابطال کے لکہے ہین اونسے اچہی طرح ثابت ہوگیا کہ یہ سب گہڑت طبعزاد سید الطایف کی از قسم اباطیل واہیہ کے ہے علاوہ بران گوسالہ سامری کو تو بنی اسرائیل نے خدا سمجہا تہا اور کہتے تہے کہ یہی ہے ہمارا اور موسیٰ کا خدا گوسالہ سید الطایفہ کو تو خود سید الطایفہ کی تلبیسات سامریہ سے بہی ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل نے خدا نہین سمجہا تہا

(تذبحوا البقرۃ) (تذبحوا البقرات) بصیغہ جمع کے کہا جاتا اور ہر حال مین بہت ضرور تہا کہ اون لوگون کو بخوبی آگاہ کیا جاتا کہ سبب مار ڈالنے ایسے بیل کا یہ ہے کہ تمنے بطور بت پرستون کے اسکو تقربا لغیر اللہ چہوڑا ہے کہ ایک قسم کی پرستش غیر اللہ کی ہے **قال** اور اسی کے ذبح کر ڈالنے کا موسی نے حکم دیا تہا اور بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ وہ ذبح ہونے سے بچ جاوے اسیلئے اوسکے اتے پتے پوچھتے تہے **قلت** ہم دریافت کرتے ہین کہ حضرت موسی نے اون لوگون کو اسپر آگاہ کیا تہا یا نہین کہ وہ بیل جو تمنے بطریق بت پرستون کے چہوڑا ہے یہ تمہارا کفر اور شرک ہے یہ تو ممکن نہین کہ ایسا جرم عظیم ایسے پیغمبر صاحب شریعت کی حضوری مین وقوع مین آوے اور وہ اون مرتکبان جرم کو آگاہ نہ کرے ورنہ تبلیغ رسالت مین بہت بڑا خلل پڑتا ہے اور خود وہ پیغمبر مجرم گناہ کبیرہ کا ہوتا ہے اور اگر آگاہ کردیا تہا اور باوجود آگاہ کرنے کے وے لوگ اپنے کفر سے تائب نہوتے تہے اور اوسکے ذبح کرڈالنے مین حیلہ پیش کرتے تہے تو اون لوگون کا حال سامری کے گوسالہ پرستون سے بدرجہا بدتر تہا ایسی صورت مین اونکو اس جرم پر سامری کے گوسالہ پرستون سے بہت زیادہ تعذیب واجب تہی اور سامری کے گوسالہ پرستون کی نسبت اس کفر پر زیادہ تر اعلان اونکی بدافعالی و کفر کا ضرور تہا حالانکہ نہ اونکی توبہ کا کچھہ ذکر ہے نہ اونکی تعذیب کا بلکہ اس آیۃ سے اسقدر بہی نہین پایا جاتا کہ وہ مرتکب بہی جرم پرستش غیر کے ہوئے تہے چہجائیکہ حضرت موسی عم کو بہی معلوم تہا کہ وہ بیل اونہون نے بطریق بت پرستون کے چہوڑا ہے اور اونکو بہی اوسکا علم تہا کہ ہمنے ایک بیل ایسا چہوڑا ہے اور یہ بہی اون لوگون کو معلوم ہوگیا تہا کہ حضرت موسی اسی جرم کے سبب ہم کو تاکید اوسکے ذبح کرنے کی کرتے ہین تو اتا پتا اوس بیل کا پوچہنا اور حضرت موسی کو اوسکے اتا پتا بتانے مین باوجود تعین

چشمونکے جاری ہوجانے کا واقعہ بیان فرمایا حالانکہ یہ واقعہ عین زمانہ حیوۃ جناب موسیٰ عم کا ہے
پہر قصہ زیادتی بنی اسرائیل کا مچہلیون کے پکڑنے کی بابتہ بیان فرمایا اور یہ قصہ بالاتفاق
بعد وفات موسیٰ عم کے واقع ہوا ہے اسکے بعد واقعہ ذبح کرنے گائی کا بیان فرمایا حالانکہ
یہ واقعہ زمانہ حیوۃ موسیٰ عم کا ہے پس جس حالت مین کہ ابتدا سے مقصود بنی اسرائیل کی
بے اعتدالیون کا بیان ہے اور مورخانہ بیان نہین پس اگر ان آیات مین جو بات کہ پیشتر
ہوچکی تہی اوسکو بنظر اسکے کہ اوسمین دو بے اعتدالیون خاص کا بہی بیان ہے اور اوسکی تقدیم مین
دونون آتین پہلی اور پچہلی ملکر ایک ہی بے اعتدالی سمجہے جانے کا احتمال قوی ہے موخر لایا
گیا تو اسمین کیا قباحت واقع ہوئی بلکہ یہ عین کمال بلاغت ہے کہ تعلق بیان امر جمیعہ آیۃ مابعد کا
بہی آیات ماقبل سے بسبب راجع ہونے ضمیر (بعضہا) کے بطرف گائی مذبوحہ کے جسکا بیان
آیۃ سابقہ مین ہے بہت صاف واضح ہے اور دو بے اعتدالیون جدید بنی اسرائیل کا
بہی بیان ہے شروع مین ہی دیکہو واذ نجیناکم من آل فرعون الآیۃ اسمین صرف بیان
احسان نجات دینے کا عذاب آل فرعون سے ہے اوسکی متصل جداگانہ طریق پر فرمایا۔
واذ فرقنا بکم البحر فانجیناکم واغرقنا آل فرعون چونکہ پہاڑ دینا دریا کا سبب نجات بنی اسرائیل کا
تہا اور سبب کو مسبب پر تقدیم ذاتی ہے باوجود اس تقدم ذاتی کے دریا کے پہاڑنے کا
ذکر نجات کے ذکر کے بعد بطور قصہ جداگانہ کے فرمایا اسیطرح پر اگر یہان بھی بیان فرمایا
تو کوئی محل اعتراض نہین اور حسن ترتیب آیۃ مابعد کا آیات ماقبل سے اس مقام پر جیسا کہ
عمدۃ المفسرین شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکہا ہے خوبی بالای خوبی ہے وہ لکہتے
ہین (وما کادوا یفعلون) یعنی نزدیک نبود ند بنی اسرائیل کہ این کار کنند زیرا کہ سوال
بر سوال برائے استکشاف خصوصیات آن کا وحی آور دند سجد یکہ رشتہ طولانی تفتیش

نہ اوسکی پرستش کی گوسالہ سامری کو جلا کر دریا مین پہینک دینے کا منشا ریہ تہا کہ اوس گوسالہ کے پوجیریون کو عیاناً دکہلا دین کہ ایسی عاجز چیز کی تمنے اپنی جہالت سے پرستش کی ہے کہ بندگان خدا نے اوسکو ذلیل کرکے معدوم کر دیا گوسالہ سید الطایفہ کا کیا قصور تہا کہ اوسکے چہوڑنے والون کو تو کچہہ تشدید اور تعذیب نہ کی اوس بیچارہ بیل کو مار ڈالا یہان تو وہ مثل صادق آئی کہ کمہار پر تو بس نہ چلا گدہے کے کان اینٹہے **قال** ہمارے مفسرین نے بلا شبہ غلطی کی ہے جو یہ سمجہا ہے کہ یہ قصہ اگلی آیۃ واذ قتلتم نفسا سے متعلق ہے اور پہلی آیۃ کو خدا نے پیچہے کر دیا ہے **قلت** کچہہ شبہ اسمین نہین کہ مفسرین نے جو کچہہ لکہا ہے وہی صحیح ہے اور سید الطایفہ کا اوسکو غلط سمجہنا بلا شبہہ خود اونہین کی غلطی فاش ہے اور یہ جو لکہتے ہین کہ اگلی آیۃ کو خدا نے پیچہے کر دیا ہے یہ بہی احمقانہ قول ہے آیۃ تو علم قدیم مین جس ترتیب سے تہی اوسی ترتیب سے ہے ہان اگر یہ کہین کہ قتل اوس شخص کا مقدم ہے اور واقعہ ذبح گائے کے تو بیان واقعات حسب ترتیب مناسب تہا غیر مرتب بیان کرنے کی کیا وجہ ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ ان قصص مین سے ہر ایک قصہ مین بیان قساوت اور نافرمانیون بنی اسرائیل کا بلا لحاظ رعایت ترتیب واقعات کے بیان ہے قرآن مجید کوئی کتاب تاریخ کی نہین کہ رعایت ترتیب قصص کی مسلسل ضروری یا مستحسن ہو ابتدا سے دیکہو تو بعد بیان عبور دریا کے بیان بلانے حضرت موسیٰ کا پہاڑ پر اور بیان گوسالہ پرستی کا کیا گیا اور اوسکے بعد ابر کے سایہ کرنے اور نزول من وسلوی کا بیان ہوا حالانکہ یہہ واقعات قبل از واقعہ بلانے حضرت موسیٰ کے اور گوسالہ پرستی کے واقع ہو چکے تہے پہر اوسکے بعد قصہ دخول قریہ کا بیان فرمایا کہ یہ قصہ حضرت موسی عم کے وفات کے بعد کا ہے پہر اوسکے بعد ضرب عصا سے بارہ

اور مطابق شریعت بنی اسرائیل کے واسطے دریافت حال قاتلین کے ذبح کی گئی تہی جیسا کہ عقیدہ اہل اسلام کا ہے پس اس قصہ کی پہلے قصہ سے متعلق ہونے مین بہی کسیطرح کا شک وشبہ نہین اور یہ کہنا سید لطائف کا کہ بیل کے ذبح ہونے کا قصہ ختم ہوگیا محض غلط ہے **قال** بنی اسرائیل مین ایک شخص مارا گیا تہا اور قاتل معلوم نہ تہا اللہ تعالی نے حضرت موسی کے دل مین یہ بات ڈالی کہ سب لوگ جو موجود ہین اور اونہین مین قاتل بہی ہے مقتول کے اعضا سے مقتول کو مارین جو لوگ درحقیقت قاتل نہین ہین وہ بسبب یقین اپنی بے جرمی کے ایسا کرنے مین خوف نہ کرینگے مگر اصلی قاتل بسبب خوف اپنے جرم کے جو از روے فطرت انسان کے دل مین بالتخصیص جہالت کے زمانہ مین اس قسم کی باتون سے ہوتا ہے ایسا نہین کریگا اور اوسیوقت معلوم ہوجائیگا اور وہی نشانیان جو خدا نے انسان کی فطرۃ مین رکہی ہین لوگون کو دکہاویگا **قلت** اسقدر تو پہلے بہی معلوم تہا کہ انہین لوگون مین قاتل بہی ہے کیونکہ ایک دوسرے پر یہ جرم لگاتا تہا اور اپنے آپ کو بچاتا تہا اگر سب کے سب انکار پر متفق ایک زبان ہوتے تو پوری پوری تعمیل حکم (باب ۲۱ سفر استثنا) کی ہوتی لیکن چونکہ باہم یہ جہگڑا تہا کہ ایک شخص یا ایک فریق دوسرے شخص یا دوسرے فریق پر قتل ناحق کا مدعی اور استحقاق میراث کا دعویدار تہا اسلئے اوس قاعدہ شرعیہ پر بموجب حکم خداوند متعال کے بعض امور ٹہرائے گئے تا کہ بحضور تمام جماعت کے قاتل معلوم ہوجاے اور ثبوت جرم مین کچہ شک وشبہ نہ رہے اگر بموجب قاعدہ مقررہ کے سب لوگ اوس گاے پر اپنے ہاتہہ دہو لیتے تو البتہ قصاص تو ساقط ہوجاتا مگر میراث کا جہگڑا پہر بہی باقی رہ جاتا اس نظر سے یہ تجویز فرمائی گئی کہ بعد تعمیل حکم (باب ۲۱ سفر استثنا) کی اوس مقتول کو جلایا جاوے تا کہ وہ اپنے قاتل کو پہچان لے اور بیان کردے کہ اس

ایشان منقطع شدنی نبود ونیز بسبب گرانی قیمت این گاو از بذل اینقدر زر وافر بخل می
ورزیدند ونیز مے ترسیدند کہ مبادا مقتول بعد از زندگی نام کسے گیرد کہ موجب فضیحت
شود وقصاص از وے گرفتن دشوار افتد لیکن حق تعالی از ایشان چار ناچار این فعل
کنانید واگر بنی اسرائیل گویند کہ اسلاف ما درین واقعہ اعراض از وحی الہی نکردہ اند
بلکہ چون حضرت موسی علیہ السلام تعین قاتل را وابستہ بذبح کردن گاو ساختند ومناسبتی
درمیان این دو امر نبود از راہ تعجب اینقدر توقف نمودند اگر از ابتدا حضرت موسی
تعین قاتل میفرمودند اسلاف ما ہرگز اعراض نمی نمودند گوییم این غلط است بلکہ اسلاف
شما از سر قصہ اقرار بوحی الہی نداشتند ومستبعد میدانستند کہ حضرت موسی را بوحی اطلاع
برین غیب واقع خواہد شد والا بر یکدیگر تہمت خون نمی انداختند وقاتل خود اقرار میکرد واگر
این باور ندارید پس یاد کنید سر قصہ را واذ قتلتم نفسا وکاش یک گناہ قتل در شما
بوقوع مے آمد شما گناہ دیگر بران افزودید کہ فادارأتم فیہا پس این تدارء گناہ دیگر
است کہ تہمت ناحق باہم نمودند ودلیل گشت کہ شمارا بآمدن وحی بسوی موسی علیہ السلام یقین کامل
نیست واطلاع ایشان را بر قاتل از جانب غیب مستبعد میدانید انتہی مختصرا ولله درہ
رحمہ الله تعالی **قال الله تعالی** (واذ قتلتم نفسا الآیۃ) **قال** اس قصہ کو پہلے قصہ
سے کچھ تعلق نہیں بیل کے ذبح ہونے کا قصہ ختم ہو چکا **قلت** یہ بات تو ظاہر ہے کہ
وہ گای بلا وجہ موجہ ذبح نہیں کرائی گئی تھی سید الطائفہ نے جو یہ وجہ اپنے دل سے
گھڑی ہے کہ وہ (گائی) نہ تھی بلکہ (بیل) تھا اور تقربا بغیر الله بطور بت پرستان ہند
کے چھوڑا گیا تھا اور واسطے مٹانے شرک کے اوسکو ذبح کیا گیا تھا یہ تو محض توہم
باطل ہے جیسا کہ مفصلا مذکور ہوا پس ہوئی جبہ متعین ہوئی کہ وہ (بیل) نہ تھا بلکہ (گائی) تھی اور

اوسکی شریعت تا زمانۂ ظہور نبی آخر الزمان صلعم تک جاری رہی تم زمانہ جاہلیت کا قرار دیتے ہو علاوہ بران ترقی علم وحکمت تو موجب تائید بحالی فطرۃ کے ہے نہ موجب زوال فطرۃ اگر ترقی علم وحکمت موجب زوال فطرۃ ہو تو وہ علم وحکمت نہین بلکہ اشد جہالت ہی سوا اسکے کیا سید الطائفہ کے نزدیک یہ بات ہے کہ کوئی زمانہ جہالت کا حضرت موسی کے زمانہ سے جہالت مین زیادہ یا مثل اوسکے ہاہین گذرا اور کیا اب کوئی قوم اوس عہد کے بنی اسرائیل سے زیادہ جاہل یا اونکے مماثل ہاہین پہر کیا وجہ ہے کہ ایسے جاہلون کے مقدمات قتل و قصاص کے اوسی امر فطری پر فیصل ہاہین ہوتے پس معلوم ہوا کہ یہ سب تقریر سید الطائفہ کی صریح سخن سازی اور حیلہ بازی ہے ہم برای العین اس زمانہ مین بہی یہ دیکہتے ہین کہ بہت سے مجرم نہ ایسے ایسے حیلون سے کچہ خوف کرتے ہین نہ کسی طرح قسم اور حلف سے ڈرتے ہین اور حال قساوۃ بنی اسرائیل کا تو خود قران مجید اور توریہ اور انجیل اور کتب سابقہ سے ظاہر ہے کہ ازبس قاسی القلب تھے جنکی نسبت نص صریح ہے ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ باوجود دیکہنے معجزات باہرہ اور باوجود تعذیبات قاہرہ کے حضرت ہارون اور حضرت موسی کے قتل اور سنگسار کرنے پر مستعد ہو جاتے تھے چنانچہ خود سید الطائفہ صفحہ (۱۰۴) پر اونکی قساوۃ کا یہ حال لکہتے ہین کہ وہ موسیٰ کی اسبات پر کہ خدای پروردگار عالم موجود ہے اور اوس نے موسی کو اپنا پیغامبر کیا ہے یقین نہین لاتے تھے" اور اس معاملہ ہی مین اونکی سنگدلی اور بیباکی ظاہر ہے کہ باوجودیکہ خوب جان چکے تہے کہ حضرت موسی عم صاحب وحی اور الہام ہین اور جو مشکلات پیش آتی ہین اللہ تعالیٰ اونکے حل کرنیکا طریق اونکو بتا دیتا ہے تسپر باہم بہت بڑا جہگڑا کرتے تھے اور بہت اصرار کے ساتھ ایک دوسرے پر دعوی خون کا کرتا تہا اور اپنے آپ کو

شخص نے مجھکو مارا ہے اور بعد اس ثبوت معجزانہ قدرۃ کاملہ کے حکم قصاص اور استحقاق
میراث کا نافذ ہووے سید الطائفہ جو یہہ لکھتے ہین کہ مقتول کے اعضا سے مقتول کو مارین
یہہ محض غلط ہے منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ اونکے زعم فاسد مین ضمیر تذکیر (اضربوہ) اور
ضمیر تانیث (ببعضہا) کا مرجع ایک ہے مگر یہہ غلطی صریح ہے چنانچہ بحث اسکی عنقریب آتی
ہے اور یہ جو لکھتے ہین کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی کے دل مین یہ بات ڈالی کہ جو لوگ در حقیقت
قاتل نہین الخ اسکا کیا ثبوت ہے آیا یہ تفصیل قران مین ہے یا توریۃ مین ہے یا سید الطائفہ
کا افترا اللہ تعالی پر ہے ظاہر ہے کہ نہ قران مین ہی نہ توریۃ مین پس صاف صریح افترا ہے
اللہ تعالی پر اور مصداق ہے اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون کا اور یہ جو لکھتے ہین کہ از روئے
فطرۃ انسان کے دل مین الخ یہ بہی صریح غلط ہے امور فطریہ سب انسانون مین ہر زمانہ
مین موجود ہوتے ہین اور فطرتی امر بدون کسی مانع قوی کے زائل نہین ہو سکتا اگر ایسا
ہوتا تو فیصل کرنا مقدمات قتل و قصاص کا بہت آسان ہو جاتا کہ بموجب اس فطرۃ ہی
کے حکم قتل و قصاص کا ہر زمانہ مین جاری کیا جاتا اور اسقدر دقت اور تکلیف جو حکام
و قضاۃ کو تحقیقات مین واقع ہوتی ہے کچھہ حاجت اوسکی نہ رہتی اور بہت سے بے جرم جو
قصاص مین قتل کئے جاتے ہین اور بہت سے مجرم جو بری ہو جاتے ہین ایسی غلطی عظیم
مین کبہی کوئی حاکم قاضی مبتلا نہوتا حالانکہ کسی عہد کسی زمانہ مین کسی شریعت کسی قانون مین
اس فطرۃ سید الطائفہ پر عمل نہین ہوا پہر وہ کونسا امر ہے کہ سوائی اوس زمانہ کے اور
زمانون مین اوس امر فطرۃ سے چیز کو بدل دیا اگر یہ کہین کہ وہ زمانہ جاہلیت کا
تہا اور زمانے علم و عقل کے ہوئی ہین تو ہم یہہ کہین گے کہ یہ تمہاری بڑی بے دینی کی
بات ہی زمانہ موجود کے ایسے بڑے پیغمبر کو کہ جسکی علم و حکمت کا ابد الآباد شہرہ رہیگا اور

ایک شخص کو قتل کیا تہا اوسکا قاتل معلوم کرنے کو خدا نے ایک بیل کے ذبح کرنے کا حکم دیا اور یہہ کہا کہ اوس مذبوح بیل کے اعضا سے اوس مقتول کو مارو اونکے مارنے سے مقتول زندہ ہوگیا اور اوس نے اپنے قاتل کو بتلادیا **قلت** مفسرین پر اسقدر تو افترا ہے کہ (بیل ذبح کرنے کا حکم دیا) مفسرین نے (بیل) کا ذبح کرنا نہین لکہا بلکہ اونکی تفسیرون سے صاف ظاہر ہے کہ (گائی) کے ہی ذبح کرنے کا حکم تہا اور (گائی) ہی ذبح کی گئی اور خود کلام مجید سے بہی بخوبی واضح ہے کہ (گائی) کے ہی ذبح کرنیکا حکم تہا اور (گائی) ہی ذبح کی گئی اور مفصل یہ قصہ کتب تفاسیر مین مرقوم ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح پر منقول ہے اور مفسرین اور اہل سیر کا اسپر اتفاق ہے **قال** مگر اس تفسیر مین متعدد نقصان ہین **قلت** فرمائی کیا کیا نقصان ہین مگر ذری سمجہ سمجہ کر نقصانات کا بیان کیجے **قال** اول تو پہلی آیتون کو مقدم قرار دینے اور دونون قصون کو ایک کر دینے کی کوئی وجہ نہین **قلت** مقتضائی بلاغت یہی تہا اور وجوہ اوسکے سب مفسرین نے بہت تصریح کے ساتھہ لکھے ہین چنانچہ مشروحا ہم بیشتر لکھہ چکے ہین حاجت اعادہ کی نہین اگر سید الطائفہ کی فہم اونکے سمجہنے تک نہ پہونچی تو یہہ اونکا قصور ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ ؛ **قال** دوسرے کذلک یحیی اللہ الموتی کے معنی جب مربوط ہوتے ہین جب اوسکے پہلے فاحیاہ اللہ مقدر مانا جاوے اور ایسے جملہ کو جو خارج از عقل اور خلاف عادت باری تعالی کے ہے اپنی طرف سے بغیر موجود ہونے کسی یقینی اور اشارہ صریح کے مقدر ماننا عبارت قران مین اضافہ کرنا ہے **قلت** اگر آپ کی سمجہ صحیح ہوتی اور عربیت مین آپ کو کچہہ بہی دخل ہوتا تو اب سا نہ لکہتے سنئے حرف (کاف) جو (ذلک) پر داخل ہے حرف تشبیہ ہے کہ مشبہ بہ پر داخل ہو

بری بنا تا تہا پس ظاہر ہے کہ ایسے سخت دلون کا معاملہ ایسے ضعیف حیلہ سے کسیطرح پر طے نہین ہوسکتا اور نہ ایسے سخت دل لوگ ایسے کمزور حیلہ کو خیال مین لا سکتے تھے اور یہ جو لکھتے مین کہ وہی نشانیان جو خدا نے انسان کی فطرۃ مین رکھی ہین الخ یہ بہی ایک مہمل فقرہ ہے سید الطایفہ کے بیان سے تو کوئی نشانی فطری پائی نہین جاتی جس چیز کو امر فطری ظاہر کیا تہا اوسکے فطری ہونے کا بہی بطلان ہماری وجوہات سابقہ سے بخوبی ظاہر ہوچکا پس آپ جو کچہ لکھتے ہین سب بناوٹ ہی بناوٹ ہے کچہہ اصل اسکی نہین **قال** اس قسم کے حیلون سے اس زمانہ مین بہی بہت سے چور معلوم ہوجاتے ہین **قلت** ہمنے تو کبہی نہین سنا کہ اس قسم کے حیلے سے کبہی کسی چور کو سزا دیگئی ہو چونکہ اس زمانہ مین جناب والا ایک رکن مجلس بنانے قوانین کے ہین کہین ایسا نکیجو کہ کوئی مسودہ قانون دریافت و تحقیق جرایم کا جو مشتمل اوپر ایسے حیلون کے ہو مرتب کرکے واسطے منظوری کے پیش فرماؤ ایک مسئلہ ہماری شریعت کا یہہ ہے کہ قصاص اور حدود شبہات کے پیدا ہونے سے ساقط ہوجاتے ہین اور کبہی مجرد شبہات اور قرائن سے ثابت نہین ہوسکتی اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جملہ شرائع مین مسلم ہے اور سب عقلا نے اسکو تسلیم کیا ہے قوانین زمانہ حال مین بہی اسی کی پابندی واجب ٹہیری ہے اور جس بنا پر آپ اوس شخص پر جسنے بقول آپ کے ایسا نہین کیا جرم قتل عاید کرتے ہین وہ محض شبہ ہی شبہ ہے کوئی شہادت نہین پس ایسے شبہہ پر ہرگز ممکن نہین کہ حضرت موسی عم کچہہ حکم دیتے پس یہ سب خیال بندی آپ کی لڑکون کا کہیل ہے کوئی صاحب عقل اسکو پسند نہین کرسکتا **قال** ہمارے مفسرین نے ان آیتون کی یہہ تفسیر کی ہے کہ پہلا اور پچہلا ایک ہی قصہ ہے اور پچہلی آیتون مین جو بیان ہوا ہے وہ باعتبار وقوع کے مقدم ہے اور قصہ یون قرار دیا ہے کہ بنی اسرائیل نے

کی عبارات پر جایز نہین ہے مگر بڑا افسوس ہے کہ یہان بھی عمل برخلاف اوسکے ہے
یہ جو لکھا ہے کہ خدا نے تعالی نے موسی کے دل مین ڈالا کہ بے جرم مقتول کے اعضا
سے مقتول کو مارینگے اور مجرم نہ مارینگے فرمائے کہ موسی عم کے دل مین اسبات کی ڈالنے
کی یقینی ہونے پر کیا دلیل ہے اور کونسا اشارہ صریح اسپر قران مجید مین ہے ہم نے
پیشتر ہی سمجھایا تھا کہ ذری سمجھ سمجھ کر نقصان ہماری تفسیرونکے بیان کیجے مگر آپ نے بیجا
اور جاہلانہ اعتراض پیش کرنے شروع کئے اور اپنے داؤ پیچ مین آپ ہی ایسے گرے کہ
سب تلبیسات آپ کی اس قاعدہ مسلمہ سے باطل اور بے اصل ہوگئین والحمد للہ رب العالمین
ہر چند کہ سید الطائفہ کی تحریف پر متوجہ ہونے کے وقت ہم سب عیوب اور نقصانات اونکی
تحریف کے ظاہر کرینگے مگر چونکہ اونہون نے حذف جملہ (احیاہ اللہ) پر یہان کلام کیا
ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اونکی تحریف پر جو حذف لازم آتا ہے اوس مین
اسی مقام پر کلام کیا جاوے واضح ہو کہ مدعا سید الطائفہ کا بدون اسکے حاصل نہین
ہوتا کہ بعد (اضربوہ ببعضہا) کے یہ جملہ محذوف مانین کہ (ضرب البریون ولم یضرب المجرمون)
اور ایسے جملہ کا حذف بغیر موجود ہونے کسی یقین یا اشارہ صریح کے بموجب اقرار سید الطائفہ
کے بھی عبارت قران مین اضافہ کرنا ہے اور ہرگاہ کہ اس حذف پر کوئی دلیل موجب یقین
نہین پس یقین تو مفقود ہوا اب رہا اشارہ صریح سو یہہ بھی مفقود ہے بلکہ قرینہ قویہ اسکے
خلاف پر موجود ہے یعنی (اضربوا) صیغہ امر کا ہے کہ اوپر ایجاب ضرب کے دلالت کرتا ہے
اور بسبب اسکے کہ صیغہ جمع کا ہے مخاطب اسکی جملہ حاضرین ہین یعنی سب حاضرین پر (ضرب)
کو واجب کیا ہے اور چونکہ آیۃ مین کوئی کلمہ ایسا نہین کہ جس سے یہ بات معلوم ہووے
کہ بعض لوگون نے اس حکم ایجابی کی امتثال مین تقاعد کیا ہوا اسلئے ظاہر ہے کہ حکم کی تعمیل

اور (ذلک) اسم اشارہ ہے بعید کو چاہتا ہے اور چونکہ مشبہ (یحی اللہ الموتی) ہے
پس لازم ہے کہ مشبہ بہ بہی اسی صفت کا متضمن ہو پس معنی آیۃ کے بہت صاف
یہ ہین کہ جیسے کہ اس کو زندہ کیا ایسے ہی اللہ تعالی زندہ کردیتا ہے مردون کو یعنی
اوس قادر قدیر کی حد قدرۃ سے زندہ کردینا مردون کا باہر نہین جسطرح اس مردہ کو
زندہ کردیا ایسے ہی وہ قادر قدیر اپنی قدرۃ کاملہ سے مردون کو زندہ کردیتا ہے جبکہ حملہ
(احیاہ اللہ) خود کلمات قران مجید سے بموجب قاعدہ عربیت کے بالیقین پیدا ہوتا ہے
پس یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ بغیر کسی یقین یا اشارہ صریح کے الخ اونکے کمال جہل کی دلیل
ہے اور یہ جو کہتے ہین کہ خارج از عقل اور خلاف عادۃ باری تعالی ہے" یہ اوس سے زیادہ
جہالت ہے ابتک تو کوئی دلیل عقلی سید الطائفہ نے امتناع احیاء اموات پر پیش نہین
کی کوئی صاحب عقل احیاء اموات کو اوسکی حد قدرۃ سے خارج ہونے کا قایل نہین
ہوا اور جو لوگ مثل سید الطائفہ کے ہین چونکہ اونکی عقل ہی ایک ناچیز چیز ہے کہ جہل مرکب
سے حمق کو عقل سمجہہ رہے ہین ایسے لوگون کی عقل پر قران مجید مین بہت تہدیدات
مثل (الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتی) وارد ہین البتہ اس امر کو ہم بہی تسلیم
کرتے ہین کہ زندہ کردینا مردہ کا امور خارقہ عادت سے ہے مگر خرق عادت کچہہ ممتنع
نہین قران مجید اور توریۃ اور انجیل اور دیگر صحف انبیاء سے وقوع مین آنا ایسے ایسے
امور خارقہ عادت کا ایسا نہین کہ سید الطائفہ کی تلبیسات سے چہپ جاوے اس مقام
پر ایک امر مین ہم سید الطائفۃ النیچریہ کے شکر گذار ہین کہ بعد بہت زیادتیون کے نصوص
پر اور بہت سے اضافون کی کلام الہی پر کہ جنکا بیان مواقع متعدد پر گذر چکا ہے اور
آیندہ بہی آویگا اس مقام مین اسکے قایل ہوئے کہ زیادۃ علی النص اور اضافہ قران

سمجھنا اس جملہ کا ملانیہ غلطی ہے اور سخت نادانی ہے چونکہ اب مثل آفتاب نمیروزہ کے روشن
ہوگیا کہ ہمارے مفسرین نے جو تفسیر کی تمامتر مطابق کلمات قران مجید کے ہے کوئی بات
خلاف کلمات کے نہین کسی کلمہ مین کچہہ تاویل نہین کی کوئی بات ایسی کہ جسپہ کلمات قران
مجید دلالت نکرتے ہون اپنے طرف سے نہین بڑہائے اور سید الطائفہ نے جو مین نقصان
اوسمین ظاہر کیے ہین وہ سب کے سب مبنی اوپر نقصان فہم سید الطائفہ اور عدم واقفیت
کے زبان عرب سے اور عدم رسائی فہم کے حقایق و دقایق و مقاصد قران تک ہین
اب ہم اونکی تفسیر و ترجمہ کی طرف توجہ کرتے ہین اور تمام عالم کو آگاہ کرتے ہین کہ اونہون
نے تفسیر نہین کی بلکہ صاف صاف تحریف کی ہے والله الموفق الی الحق والصواب +

قال جو سیدہے سادے صاف صاف معنی آیتون کے ہمنے بیان کیے ہین اور جن مین
نہ آیتون کی ترتیب اولٹنی پڑتی ہے اور نہ کسی جملۂ خلاف از عقل اور بغیر سند نقل کے
اپنی طرف سے بڑہانے کی حاجت ہوتی ہے اور جو صاف طور پر قرآن مجید سے پایا جاتا ہے

قلت اسقدر تقریر مین کذب کو کام مین لائے ہین کہ جسکی کچہہ حد نہین یہ جو کہتے ہین
کہ سیدہی سادہے صاف صاف معنی آیتون کے بیان کیے ہین اسکی تکذیب خود اونہین
کے ترجمہ سے عیان ہے اخیر آیہ کا ترجمہ لکھتے ہین پہر ہمنے کہا کہ اسی مقتول کو اسی
کی ٹکڑی یعنی اعضا سے مارو اسطرح الله زندہ کردیتا ہے یعنی ظاہر کردیتا ہے مرے ہوئے
یعنی نامعلوم قاتل کو" اہل ایمان اور اہل انصاف غور فرماوین کہ نصف آیہ کا ترجمہ اور اوسمین
تین یعنی آنا اسیکا نام ہے سیدہی سادہے صاف معنی کہ بغیر لگانے تین یعنی طبعزاد کے
ترجمہ مین نصف آیہ کے مدعا سید الطائفہ کا حاصل نہوا اگر اسی کا نام سیدہے سادہے
معنی ہین تو ہر ایک ملحد ایسے ایسے یعنی طبعزاد لگا کر تمام قرآن مجید کو اپنے مدعا کے ہوائے

پوری پوری ہوئی پس محذوف ماننا اس جملہ منفیہ کا کہ (لم یضرب بعض) اور اون بعض کو مجرم ٹہہرانا اور فاعل (ضرب) کا فعل مثبت (بریئون) کو ٹہہرانا کہ جسپر کوئی اشارہ صریح یا غیر صریح آیۃ مین نہین ہرآئینہ خلاف ظاہر آیۃ قران ہے اور بسبب مخالفت ظاہر آیۃ کے اصلا لایق تسلیم نہین **قال** تیسرے یہ کہ با وجود اس اضافہ کے مراد احیاء اموات بروز بعث و نشر ہے اور اس جگہہ بعث و نشر کے حال بیان کرنے کا کوئی محل موقع نہین اور نہ کوئی مباحثہ بعث و نشر کی بابت ہے **قلت** یہ بہی نافہمی سید الطایفہ کی ہے کہ اونہون نے قصص قران مجید کو صرف قصہ و کہانی سمجہا ہے حالانکہ قصص جو قران مین بیان کئے گئے ہین مقصود اونسے تعلیم عام تمام عالم کی ہے اور کافہ انام کو اون قصص کے واقعات سے عبرۃ دلانا اور تمام عالم پر اپنی قدرۃ کاملہ کا اظہار اور جو جو چیزین کہ اصول اسلام سے ہین اونکا اعلان اور اشتہار مقصود ہے چنانچہ سورۂ یوسف مین فرمایا ہے لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب اسی سبب سے ہر ایک قوم کے قصہ مین زیادہ تر اہتمام توحید اور رسالت اور بعث و نشر کا کیا ہے پس گو کہ مخاطب اس قصہ کے یہود ہین لیکن ضمن ان مخاطبات کے بمصداق ع بدر مے گویم اے دیوار بشنو نصیحت اور عبرۃ عامہ خلایق کی اور تہدید و تنبیہ جملہ منکران قدرۃ کاملہ اور منکران بعث و نشر کے اور اتمام حجت اوپر ایسے فرقون کے جو مثل فرقہ نیچریہ کے اللہ تعالی کو اوپر زندہ کرنے مردون کے قادر نہین سمجہتے مقصود ہے اور یہہ غلط فہمی سید الطائفہ کی ہے کہ یہ سمجہتے ہین کہ مقصود احیاء اموات روز بعث و نشر ہے درحقیقت مقصود اعلان اسکا ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانہ مین ہم قادر ہین اسپر کہ جس وقت ارادہ زندہ کرنے مردہ کا کرین بمجرد ارادہ کے زندہ کر سکتے ہین زندہ کرنا مردہ کا کسی آن کسی زمانہ مین (علی رغم انف نیچریہ) ہماری حد قدرۃ سے باہر نہین پس بے محل اور بے موقع

کہ ایک شئی کے بعض اجزا کو اوسکے دیگر بعض سے ملائی یا لگائی یا مارئی یا کچھ اور کام کیجئے تو اوسکو اس عبارت سے تعبیر کرنا چاہئے کہ (اضربوا بعضہ ببعضہ) تاکہ یہ کلام اوسکے ابعاض اور تبعیض اجزا پر دلالت کرے اسی سیاق پر حدیث مین آیا ہے انما ہلک من کان قبلکم ضربو کتاب اللہ بعضہ ببعض یون نہین فرمایا کہ ضربوا کتاب اللہ ببعضہ قران مین ہے تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض جماعہ رسل دو اجزا تھے جنمین سے ایک مفضل دوسری مفضل علیہ ہے جسطرح پر یہان ایک جزو مضروب دوسرا مضروب بہ ہے تو یہ کہا گیا بعضہم علی بعض یون نکہا کہ فضلنا ہم علی بعض ایسے ہی لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (اور) ظلمات بعضہا فوق بعض نہ یہہ کہ اسطور پر کہا جاوے کہ (اضربوہ ببعضہ) کیونکہ جب ضمیر مفعول کی جو (اضربوہ) مین ہے وہ بہی بطرف مقتول ہی کے راجع ہوئی اور ضمیر مجرور جو (بعض) کے ساتہ متصل ہے وہ بہی مقتول ہی طرف عائد ہوئی تو معنی یہ ہوئے کہ اوس مقتول کو مقتول کے اجزا سے مارو اور چونکہ مقتول عبارت ہے کل اجزا سے پس کل اجزا کا جزو سے مارنا صریح بےمعنی اور بالبدیہہ غلط ہے البتہ جزو کا جزو سے مارنا تو صحیح ہوسکتا ہے سو یہ بات صرف اسی عبارت سے حاصل ہوتی ہے کہ (اضربو البعضہ ببعضہ) نہ (اضربوہ ببعضہ) سے مگر چونکہ یہ امر زیادہ تر علم زبان عرب سے متعلق ہے اور حال سید الطایفہ کا ظاہر ہے کہ علم عربیت سے محض جاہل ہین لہذا اس قسم کی غلطیون کا وقوع اونسے کچھ مستبعد نہین **قال** اضربوہ کی ضمیر کو بہی تمام مفسرین نے نفس ہی کی طرف راجع کیا ہے الخ **قلت** مرجع ضمیر (اضربوہ) اگرچہ فی الحقیقۃ وہی نفس مقتول ہے مگر چونکہ قتلتم نفساً انسان مقتول پر دلالت کرتا ہے اور رجوع ضمیر کے واسطے اسقدر بہی کافی ہے لہذا ضمیر مذکر لائی گئی۔ ہمکو اس مقام مین ضرورت ہے کہ شکر بہدہ المفسرین

نفسانی کے موافق محرف کر کے کہہ سکتا ہے کہ میننے سید ہے سادے معنی بیان کئے
ہین غرضکہ باوجود لگانے تین یعنی طبعزاد کے نصف آیۃ کے معنی مین اونکو سیدہا سادہا
صاف کہنا وہی مثل ہے کہ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد **قال** شاید
اسکی نسبت بہی بعض لوگ شبہ کرینگے الخ تقریر اعتراض کو سید الطائفہ نے پورے
طور پر نہین لکہا ہم اوسکو لکہتے ہین کہ (اضربوہ) مین ضمیر مذکر ہے اور (ببعضہا) مین ضمیر
مونث ہے اور (اضربوہ ببعضہا) ایک جملہ ہے ایک جملہ مین دو ضمیرین جو تذکیر و تانیث مین
باہم مختلف ہون دلیل صریح اسکی ہین کہ مرجع بہی دونون کے مختلف ہین اگر ایسا نہو تو کلام
مین تعقید اور التباس پیدا ہوتا ہے اور یہ امر بہرآئینہ خلاف فصاحت و بلاغت قران کے
ہے اور یہ ایسا کلام ہے جیسے کوئی اردو زبان مین کہے کہ زید کہڑا ہوا رو رہی ہے اور
فلان بیچری کرسی پر بیٹہا ہوا گردن مروڑی مرغی کہا رہی ہے پس سید الطائفہ نے جو دونون
ضمیرون کا مرجع ایک ٹہیرایا ہے یہ صریح غلطی ہے اسکے جواب مین سید الطائفہ یہ کہتے ہین
کہ اس آیۃ سے پہلے واذ قتلتم نفسا واقع ہے اور (ببعضہا) کی ضمیر نفس کی جانب
راجع ہے اور نفس مونث ہے اور اوسکے لئے مونث ہی ضمیر ہونی چاہئے **اقول** اس جواب
سے تو اعتراض رفع نہوا چونکہ آپکے نزدیک نفس اور مقتول ایک ہی چیز ہے اور اعتراض بھی
یہی ہے کہ ایک مرجع کی طرف دو ضمیرون مختلف کا ایک ہی جملہ مین راجع کرنا خلاف فصاحت
و بلاغت ہے اور موجب التباس و تعقید ہے اسکا جواب آپ سے کچہہ بن نہ پڑا اس امر کا
تو معترض بہی قایل ہے کہ نفس کا لفظ مونث ہے اور ضمیر جو اوسکی طرف راجع ہو ضمیر تانیث
ہونی چاہئے اوسکا اعتراض تو بربنائے قبح اختلاف و تغایر ضمایر کے ہے جسکو آپ نے
حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیا علاوہ بران ایک دوسرا سقم یہہ ہے کہ جب مقصود یہ ہوتا ہے

ساقط ہوجاوینگے ہان اگر کوئی قرینہ قوی اسپر قایم ہوگا کہ یہان معنی حقیقی مقصود نہین اور یہی قرینہ تعین ایک معنی مجازی پر منجملہ معانی مجازیہ کے قایم ہوگا تو وہ معنی مجازی مراد لئے جاوینگے اور اس قاعدہ کا سید الطایفہ کو بھی اقرار ہے چنانچہ چند مواقع مین تصریح اسکی ہو چلی ہے پس اس آیۃ مین جو سید الطایفہ نے برخلاف قاعدہ مسلمہ کے معنی حقیقی کو چھوڑکر اپنے دل سے ایک معنی گھڑے ہین اصلا لایق تسلیم کے نہین اور صاف تحریف ہے اس کے جواب مین سید الطایفہ لکھتے ہین کہ یہ اعتراض صحیح نہوگا اسلئے کہ ہمنے ان لفظون کے وہی معنی لئے ہین جن معنون مین خود خدا نے ان لفظون کو استعمال کیا ہے جہان فرمایا ہے وکنتم امواتا فاحیاکم یعنی تم مردہ یعنی معدوم یا غیر موجود یا نامعلوم تھے پھر ہمنے تم کو زندہ یعنی مخلوق یا موجود یا ظاہر کیا پس اس دلیل سے ہمنے یہان بھی یحیی اور موتی کے یہی معنی لئے ہین کہ نامعلوم قاتل معلوم ہوگیا اور ان معنون کے صحیح ہونے پر خدا تعالی نے اشارہ کیا ہے اوپر کی آیۃ مین لفظ واللہ مخرج آیا ہے اسکے مقابل مین اس آیۃ مین یحیی اللہ کا لفظ ہے اوپر کی آیۃ مین تکتمون کا لفظ آیا ہے اوسکے مقابل مین اس آیۃ مین لفظ موتی آیا ہے پس علانیہ ثابت ہے کہ یحیی اللہ سے ظاہر ہونا قاتل کا اور مرنے سے نامعلوم یا غیر ظاہر ہونا قاتل کا مراد ہے نہ مقتول کا زندہ ہونا انتہی مگر یہ جواب سراسر لغو اور قطعاً مردود ہے چند وجہ اول یہ کہ خود سید الطایفہ نے آیۃ وکنتم امواتا کا ترجمہ لکھا ہے کہ تم مردہ یعنی کچھہ نہ تھے اسکا حاصل یہ ہے کہ تم معدوم محض تھے ہمنے بھی اوس مقام پر اسکو قابل اعتراض نہ سمجھکر یہ امر تسلیم کرلیا ہے کہ محتمل ہے کہ یہی مراد ہو مگر نامعلوم کا لفظ اوس آیۃ کے ترجمہ اور تفسیر کرنے کے وقت آپ کو نہ سوجھا تھا یہ تو اسوقت لی گئی ہے اسکو تو ہم تسلیم نہین کرتے اور نہ یہہ صحیح ہو سکتا ہے اور جب کہ اوس آیۃ مین آپنے

امام المحققین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کا اوا کرینا اور او نپر ثنائی جمیل کہین اور او نکے حق مین دعای خیر مانگین جزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین خیرا اس ضمیر کی تذکیر کے باب مین بہ نسبت اعجاز قرآن کے اونکا فکر صائب اور ذہن ثاقب منتہی طاقت بشریہ تک پہونچا ہے جیسی خوب ظاہر ہوتا ہے کہ (اضربوہ) مین جو ضمیر منصوب متصل ہے بلا شک و شبہ اوسکا مذکر لانا جائز ہے نہین بلکہ واجب تہا وہ فرماتے ہین ونکتہ در عدم اعتبار نفس برای مرجعیت ضمیر آنست کہ ضرب نفس مفارقہ از بدن میت ممکن نیست پس اگر اضربوہا میفرمودند بظاہر تکلیف مالا یطاق مے بمود و محتاج بتاویل میشد بخلاف قتل کہ مورد ذم وعقاب ہمان قتل است کہ بر نفس وارد شود و تعلق اول از بدن زائل سازد بلکہ در حقیقت ہمان است وبس انتہی بالفاظہ الشریفہ فللہ درہ رحمہ اللہ تعالی دیکہو کس خوبی کے ساتھ وجہ تذکیر ضمیر (اضربوہ) کی بیان فرمائی ہے۔ آمدم برسر مدعا اس کہنے سے تو کچہ جواب اعتراض کا حاصل نہین ہوتا عبث سید الطائفہ نے خامہ فرسائی کی ہے الغرض جس اعتراض کے دفع کا سید الطائفہ نے ارادہ کیا تہا وہ ہرگز اونکے جواب سے دفع نہو سکا اور ایک دوسرا اعتراض مزید برآن اونپر ایسا قائم ہوا کہ عقلا اور نقلا اونکی تحریف کو اوسنے رد کردیا **قال** دوسرا یہہ شبہ کرینگے کہ یحیی اور موتی کے لفظ سے وہ معنی نہین لئے جو صریح اون لفظون سے پائے جاتے ہین **قلت** اس اعتراض غیر ممکن الدفع کو بہی نہایت خفیف کرکے لکہا ہے پوری تقریر اعتراض کی یہہ ہے کہ کچہ شک اسمین نہین کہ حقیقی اور مشہور معنی موت وحیوۃ کے مرنا جینا ہین اور انہین کے مشتقات مین سے (یحیی) اور (موتی) ہین اور یہہ قاعدہ فن اصول اور علم بیان مین مبرہن ہو چکا ہے کہ جہانتک حقیقی معنی ممکن ہونگے معنی مجازی نہ

ہرانیہ لائق تسلیم اور ترجیح کے ہے اسکا آپ کیا جواب دیکھتے ہین رابعًا (کنتم امواتا)
مین جو کلمہ (اموات) ہے اوسکے معنی اکثر مفسرین نے اجسام بے جان لکھے ہین اور یہی
معنی بلحاظ وجوہ مرقومہ مقام مذکور کے زیادہ تر مناسب ہین پس ہرگاہ کہ معنی (اموات)
کے (معدوم) قرار دینا صرف ایک احتمال مرجوح پر ہین اور وہ بھی مجاز پس ایسے احتمال
مرجوح کی بنا پر اس آیہ مین حقیقت کو ترک کرکے وہی مجازی معنی محتمل مرجوح مراد لینا تمامتر
غلطی ہے یہانتک کلام تہا کلمہ (موتی) مین اب کلمہ (یحیی) مین بہی ہم آپکے
جواب کی بطلان کا اعلان کرتے ہین بچند وجہ اولًا اوس آیہ مین جو آپ نے کلمہ
(فاحیاکم) کے یہ معنی گہڑے ہین کہ پہر تم کو زندہ یعنی موجود و مشہور اور معروف کیا
اوسی مقام پر ہمنے آپ کے اس ترجمہ کو رد کردیا ہے اور نہایت قوی وجہ موجہ کے
ساتہہ آپ کی تجہیل کی ہے اوس مقام کو ملاحظہ فرمائے حاجت اعادہ کی نہین ثانیًا
وجہ دوم اور سوم مین بنسبت جواب کلمہ (موتی) کے ہمنے جو کلام کیا ہے اوسی کلام سے
بطلان آپ کے جواب کا بنسبت کلمہ (یحیی) کے بہی واضح ہے ثالثًا جب حسب وجوہ
مرقومہ بالا یہ امر ثابت ہوگیا کہ کلمہ (موتی) کا کسی معنی مجازی پر حمل کرنا صحیح نہین بلکہ معنی
حقیقی ہی مراد لینے واجب ہین تو آپ نے جو معنی (یحیی) کے یہ گہڑے ہین کہ ظاہر کردیتا
ہے خود بخود غلط ہوگئے کچہ حاجت کسی رد و قدح کی باقی نہین رہی تہی مگر ہمنے دو وجہ
اور بہی اوسکی تائید مین لکہدی ہین تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ اگر انمین وجہ ثالث سے قطع
نظر بہی کیجاوے تب بہی معنی (یحیی) کے جو سید الطائفہ نے گہڑے ہین صحیح نہین ہوسکتے
اور سید الطائفہ نے جو اپنی تائید کے واسطے ذکر قرینہ (مخرج ما کنتم) کا کیا ہے یہ بہی اونکی
جہالت ہے علم بیان اور علم اصول سے قرینہ جو واسطے ترک معنی حقیقی اور ارادہ معنی

معنی (اموات) کے (معدوم) ٹھیراسئے ہین تو آپ کے جواب کے مطابق اس آیۃ مین بہی معنی (موتی) کے معدوم ٹہیرانے چاہئین یعنی (اصطرح اللہ ظاہر کردیتا ہے مرے ہوے یعنی معدوم قاتل کو) لیکن چونکہ وہ قاتل خود آپ ہی کے اقرار کے مطابق معدوم نہ تہا بلکہ موجود تھا چنانچہ صفحہ ۲۰ پر آپ خود اقرار کرتے ہین کہ سب لوگ جو موجود ہین اونہین مین وہ قاتل بہی ہے اب آپ ہی غور کیجئے کہ آپکا یہ جواب کسقدر لغو اور متناقض ہے کہ جب اس واقعہ کا بیان آپ فرماتے ہین تو قاتل موجود قرار پاتا ہے اور جب ترجمہ آیۃ کا مطابق آپ کے جواب کے کیا جاتا ہے تو وہ قاتل معدوم ہوا جاتا ہے ثانیاً معترض کا اعتراض تو ایک قاعدہ مسلمہ پر مبنی ہے یعنی جہان کہین حقیقۃ ممکن ہوگی مجاز ساقط ہوجاویگا چونکہ اوس آیۃ مین بسبب غیر ممکن ہونے معنی حقیقی کے معنی مجازی مراد لیئے گئے تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ جہان کہین معنی حقیقی ممکن ہون تو باوجود امکان معنی حقیقی کے بہی اوس کلمہ کو معنی مجازی ہی پر محمول کیا جاوے بلکہ بموجب اوس قاعدہ مسلمہ کے ایسے محل مین ہر آئینہ واجب ہے کہ مجاز کو ترک کر کے معنی حقیقی ہی مراد لیئے جاوین ثالثاً اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے کہ جو معنی موت کے اوس آیۃ مین مقصود ہین وہی اس آیۃ مین بہی لینے ضرور ہین تو ہم بطور معارضہ کے کہتے ہین کہ اوس آیۃ مین جو کلمہ (یمیتکم) ہے تو آپ نے بہی اوسکے ترجمہ مین موت کو بمعنی حقیقی مار ڈالنے کے قرار دیا ہے پس آپ کو چاہیئے کہ یہان بہی موت کو معنی حقیقی پر محمول کیجئے اور جسطرح پر آپ یہ کہتے ہین کہ ہمنے وہی معنی لیئے ہین جن معنون مین خدا نے استعمال کیا ہے معترض یہ کہیگا کہ اللہ تعالے کی آپ نے مخالفت کی ہے کہ جن معنی مین اللہ تعالی نے (ثم یمیتکم) کو استعمال فرمایا ہے آپ نے برخلاف اوسکے معنی ٹہیرا سے ہین اور بلحاظ تائید معنی حقیقی کے یہ معارضہ معترض کا

ہو جاتے ہین اور اگر ظاہر مین زبان سے اقرار نہین کرتے تو دلمین تو یقین کر لیتے ہین وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا اسلیئے بعض اوقات انبیاء عظام اور صلحاء امت کو ضرورت ایسے امر خارق عادت کی پڑتی ہے کہ اوسپر بجز خالق عالم کے کوئی بشر قادر نہو سکے اور عادۃ کے موافق نہو خیر یہہ بحث تو عنقریب آنے والی ہے زیادہ اس مقام مین اوسی تعرض کرنا اور سید الطائفہ کے اس قول کی غلطی ظاہر کرنا ضرور نہین مگر سید الطائفہ نے جو بیان یہ تقریر کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اونکے قول کے مطابق جو کچھہ اس واقعہ مین عمل کیا گیا ایک دستور روزانہ تہا مگر یہ بات صریح غلط ہے واسطے ظاہر ہو جانے قاتل کے نہ کسی زمانہ مین یہ عمل ہوا نہ اب ہوتا ہے اور یقین ہے کہ آیندہ بہی کبہی نہوگا **قال** تیسرا شبہہ یہ کرینگے کہ کذلک یحیی اللہ الموتی کے قبل ہمکو یہہ جملہ کہ فاظہرہ اللہ مقدر ماننا پڑیگا مگر یہ جملہ نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف قران نہ خلاف سیاق کلام خدا کیونکہ خود خدا نے فرمایا ہے واللہ مخرج برخلاف اوس پہلے جملہ کے کہ نہ زمین کا ہے نہ آسمان کا **قلت** ہمنے جو جملہ ضربہ فاحیاہ اللہ تعالی مقدر مانا ہے فی الواقع اوسکی نسبت سید الطائفہ کا یہ کہنا کہ نہ آسمان کا ہے نہ زمین کا بہت درست ہے کیونکہ زمین وآسمان سب حادث ہین اور تقدیر اوس جملہ کی بتقاضاء کلام قدیم کے ہے کہ زمین وآسمان دونون سے برتر ہے مگر سید الطائفہ اپنے گہڑے ہوسے جملہ کی خبر لین کہ گہر کا نہ گہاٹ کا اور تفصیل اوسکی ہم سے سنئے کہ آپنے یہان بہی پوری تقریر اعتراض کی نہ کی آدہی بات کہی اور آدہی کو چہپا گئے پوری تقریر اعتراض کی یہ ہے کہ صرف اسیقدر حذف کہ (فاظہرہ اللہ تعالی) آپ کی مدعا کے حاصل ہونے کے واسطے کافی نہین جب تک کہ دو جملہ اور بہی محذوف نہ مانے جاوین ایک اضربہ ابرہون

مجازی کے معتبر ہے وہ ایسا قرینہ ہے کہ منافی ارادہ معنی حقیقی کا ہو نہ یہہ کہ موید معنی
حقیقی کا ہو اور ظاہر ہے کہ زندہ کر دینا اوس مردہ کا اصلا منافی ظاہر کر دینے قاتل کا
جسکو وہ چہپاتے تھے نہین نہ ظاہر کر دینا قاتل کا منافی زندہ کر دینے اوس مردہ کا ہے بلکہ
زندہ کر دینے مین اوس مردہ کے ایسا اظہار اور اعلان ہے کہ چہپانے والون کو کچہہ
گنجایش کسیطرح کے انکار کی باقی نہین رہتی برخلاف اسکے کہ اگر کوئی مجرم کسی حیلہ کے
عمل مین لانے سے انکار کرے تو عمل مین نہ لانا حیلہ کا نہ کسی شریعت مین نہ کسی قانون
مین نہ کسی عقلی قاعدہ مین موجب ثبوت جرم کا مجرم پر ہو سکتا ہے نہ اسپر یقین ہو سکتا ہے کہ
فی الواقع مجرم جو اپنے آپ کو چہپاتا ہے ظاہر ہو گیا اور جب ایسی حالت مین ظہور مجرم کا
جو اپنے آپ کو چہپاتا ہے یقینی نہین تو جملہ (مخرج ما کنتم) جسکا مضمون یقینی ہے آیہ
منافی ہے اوس حیلہ کا جسکے سید الطایفہ قایل ہین اور موید ہے ہماری مفسرین کی تفسیر کا
سید الطایفہ نے کج فہمی سے اوسکو برعکس سمجہا ہے **قال** خدا اپنی قدرت اور اپنی حکمت
کو اونہین باتون مین جو انسان روزمرہ کرتے ہین اور دیکہتے ہین ظاہر کرتا ہے مگر انسان
کا خیال اوسپر قناعت نہین کرتا اور دور از کار باتون کو پسند کرتا ہے **قلت** یہہ بات
کہ جو کام انسان کرتا ہے وہ ظہور خدا کی قدرت اور حکمت کا ہے بیشک اہل تحقیق کا عقیدہ ہے
مگر جو لوگ کہ خالق افعال عباد اللہ تعالی کو نہین ٹہیراتے یا عالم کو قدیم یا جملہ واقعات
عالم کو مبنی بر اسباب ظاہری قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ نموت ونحیی وما یہلکنا الا
الدہر اور نبوۃ انبیا کے قایل نہین اونپر ایسے امور سے جو روزانہ ظہور مین آتے ہین
کسیطرح پر حجت قایم نہین ہو سکتی البتہ جب کوئی ایسا امر وقوع مین آتا ہے کہ طاقت
بشری سے خارج ہو اور مبنی کسی سبب پر اسباب معہودہ سے بہی نہو تو اوسوقت قایل

(ضربی زیدا قائما) مین مقدر کیا جاویگا (ضربہ قائما) اسلئے کہ یہہ لفظ مبتدا کا لفظ ہے اوراسمین مقدر قلیل ہے اور (اذا کان) اور (اذ کان) مقدر نہ کیا جاویگا کہ وہ اون الفاظ مین نہین جو مذکور ہین اور بہ نسبت (ضربہ) کے طویل ہے اخفش اور ابو علی اور ابن مالک کا قول ہے کہ تا وقتیکہ حذف قلیل ہو سکے حذف طویل جایز نہین کیونکہ متکلم کا مقصود حذف سے اختصار ہے اور بحالت تطویل مقصود اوسکا فوت ہوتا ہے اسی بنا پر وہ مثال (الذی ضربت زید) مین جو ضمیر محذوف راجع بطرف موصول ہے اوسکی تاکید بلفظ (نفسہ) یا (عینہ) کے جایز نہین رکھتی اور یہہ امر یعنی اختصار اور ہونا محذوف کا منجملہ کلمات مذکورہ کے انہین کلمات کی تقدیر سے حاصل ہوتا ہے کہ جنکو جاری مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے مقدر مانا ہے کہ محذوف قلیل بھی ہے اور آیۃ کے اول آخر کے ہی الفاظ سے ہے کیونکہ مفسرین کی تفسیر کے مطابق تقدیر کلام یہ ہے (فقلنا اضربوہ ببعضہا فضربوہ فاحیاہ اللہ تعالی کذلک یحیی اللہ الموتی) انصاف سے دیکھیے کہ اس تقدیر پر کلمات مذکورہ اور محذوفہ کسقدر باہم مربوط اور ایک دوسرے کے ساتھ متناسق ہین اور کلمات مذکورہ کلمات محذوفہ پر کیسے واضح الدلالۃ ہین کہ بغیر کسی تامل و فکر کے زبان حال سے کلمات محذوفہ پر ناطق ہین برخلاف آپکے مقدرات کے کہ نہایت طول طویل جملہ ہین اور اکثر الفاظ اونکے مغایر الفاظ اوس آیۃ کے ہین جو محل حذف ہے کیونکہ آپکی تقدیر کی حالت مین تقدیر کلام یہ ہوتی ہے (فقلنا اضربوہ ببعضہا وضربہ البریئون ولم یضربہ المجرمون فاظہرہ اللہ کذلک یحیی اللہ الموتی) آپ ہی انصاف سے کہیے کہ ایسے مقدرات کو کہ جنپر کلمات مذکورہ اصلا دلالت کرتے ہین نہ اونمین کچھہ اختصار ہے بلکہ کئی جملہ بہت طول طویل ہین کون واقف علم بلاغت ہے کہ مان سکتا ہے اور یہ جو

دوسرا (ولم یغفر بہ المجرمون) جب تک یہ دو جملہ مقدر نہ مانے جاوینگے تب تک تقدیر
تیسرے جملہ (فاظہرہ اللہ) کی درست نہوگی اسقدر تو ہم تسلیم کر سکتے ہین کہ چونکہ فعل (اضربوہ)
صیغۂ جمع امر مخاطب کا ہے اور حقیقۃ بناء صیغۂ امر کے واسطے واجب کرنے فعل کی اوپر
مخاطبین کے ہے پس یہہ صیغہ البتہ اسقدر تقدیر پر تو دلالت کرتا ہے کہ (اضربوہ) یعنے
مخاطبین نے اوسکو مارا مگر یہ فرمائے کہ لفظ (ایریون) جسکو فاعل (اضربوہ) کا ٹھیرانا
آپ کے قول کی تصحیح کی واسطے ضرور ہے کہان کا ہے زمین کا ہے یا آسمان کا در حقیقت
نہ زمین کا ہے نہ آسمان کا صرف گھڑا ہوا آپ کی زبان کا ہے پہر دوسرا جملہ (لم یغفر بہ المجرمون)
اسپر تو کوئی بھی کلمہ ماقبل ومابعد آیۃ کا دلالت نہین کرتا پس یہہ تو نہ ادہر کا ہے نہ ادہر کا
تیسرا جملہ اون دونو جملون پر متفرع ہے جب وہی دونون جملہ جو اصل تیسرے جملہ کے
ہین بے اصل ہوگئے تو وہ تیسرا جو اونکے فرع ہے خود بخود گہر کا رہا نہ گہاٹ کا الغرض معانی
قرآن کہ جملہ عیوب لفظی و معنوی سے ہر طرح پر معصوم ہین اونکے قتل کی آپنے تدبیر تو
بہت فرمائی اور تقدیر کے حیلہ کو درمیان مین لاکر سعی باطل مین کچہ تقصیر نہ کی مگر تقدیر سے
مجبور ہوگئے کہ کوئی تدبیر پیش نہ گئی ؎ قتل معصوم بشمشیر تو تقدیر نبود ؛ ورنہ ہیچ از دل
بیرحم تو تقصیر نبود ؛ سیاق آیۃ فقلنا اضربوہ ببعضہا کذلک یحیی اللہ الموتی کا نظر کلمات
اول و آخر آیۃ کے مقتضی اسکا ہے کہ کلمات جو مقدر مانے جاوین الفاظ (اضربوہ) اور
(یحیی) سے ہون نہ کسی اور الفاظ سے چنانچہ اہل عربیۃ کا اس امر پر اتفاق ہے مغنی اللبیب
مین باب حذف مین بتصریح لکہا ہے ینبغی ان یکون المحذوف من لفظ المذکور مہما امکن
فیقدر فی ضربی زیدا قایما ضربہ قایما فانہ من لفظ المبتدء واقل تقدیرا دون اذکان و
اذا کان یعنی لایق یہی ہونا محذوف کا جہانتک ممکن ہو اون الفاظ سے جو مذکور ہین پس

قولہ بینات سے ہے مع اوس صفت کے جسپر لفظ بینات دلالت کرتا ہے **قلت**
صفت ہے الخ اگر مراد وہ صفت ہے جسکو اصطلاح نحاۃ مین نعت کہتے ہین تو صاف
غلط ہے کیونکہ (البینات) ایسا کلمہ ہے کہ معنی مستقل بنفسہ پر دلالت کرتا ہے اور
اس آیۃ مین مفعول ثانی فعل (آتینا) کا واقع ہوا ہے اور بسبب مستقل المعنی ہونے کے محتاج
کسی موصوف کا نہین بدون کسی تقدیر کے بہی اوسکے مفعول ثانی ہونے مین بموجب قواعد
نحویہ کے کچہہ خلل واقع نہین ہوتا پس یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ اوسکا موصوف مقدر ہونا
چاہیئے اونکی ناواقفی ہے علم اعراب سے پیشتر بہی اونہون نے جو ایک رسالہ حلت مینا
گردن مروڑی مرغی کے لکہا تہا اوسمین بہی یہی لکہا تہا کہ کلمات منخنقہ اور متردیہ اور
موقوذہ جو آیۃ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ
والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع مین وارد مین بسبب محاورہ زبان عرب کے ضرور ہے
کہ یہہ چارون لفظ صفت ہون کسی موصوف کے سو ہمنے اوسکے رد مین جو رسالہ لکہا تہا
اوسمین بہی سید الطائفہ کو تنبیہ اس ناواقفی پر کی تہی اور خوب سمجہا دیا تہا کہ یہہ آپکی
غلطی اور ناواقفی ہے ایسے کلمات مستقل المعنی اصلا محتاج کسی قید یا موصوف کے نہین
اور مطلق کو مقید کرنا اپنی طرف سے قرآن مین اصلاح لگانا ہے مگر تسپر بہی باز نہ آئے
اور اوسی مضمون مردود کا اس جگہہ پہر اعادہ کیا اور یہہ جو کہتے ہین کہ خدا کے کلام مین
ہمیشہ بینات کا موصوف آیات کا لفظ آتا ہے یہہ بہی غلط ہے اکثر جگہہ صرف بینات
بغیر آیات کے بہی آیا ہے چنانچہ اسی آیۃ مین ہے سوا اس آیۃ کے اور بہت آیات مین
کلمہ بینات بغیر کسی موصوف کے واقع ہے پس اگر مقصود موصوف سے موصوف مصطلح
علم نحو یعنی منعوت ہے جسکا بیان علما اعراب نے بحث توابع مین کیا ہے اور اوسکے واسطے

آپ کہتے ہین کہ اوپر کی آیۃ مین لفظ مخرج آیا ہے وہ اشارہ کرتا ہے چونکہ اوس آیۃ
مین کچھہ حذف نہین محل حذف تو دوسری آیۃ مین ہے پس آیۃ محل حذف کی اول و آخر
کو دیکھئے کہ وہ آیۃ اون کلمات پر دلالت کرتی ہے کہ جنکو مفسرین نے محذوف مانا ہے یا
آپ کے محذوفات پر پہلی آیۃ مین جو یہ کلمات ہین واللہ مخرج ماکنتم تکتمون ایسے نہین کہ جن
محذوفات پر کلمات اوس آیۃ کے جو محل حذف ہے دلالت کرتے ہین اونکے مزاحم ہوکر آپکے
محذوفات کے مقتضی ہون کیونکہ مخرج ماکنتم تکتمون نہ (لم یضربہ المجرمون) پر دلالت
کرتا ہے نہ (ضربہ البرئیون) پر نہ انتفاء (احیاہ اللہ) پر دلالت کرتا ہے علاوہ برآن ظاہر
ہوجانا قاتل کا ایسے ظہور کے ساتھہ کہ اوس پر یقین کامل ہوجاوے جیسا کہ مستفاد
مخرج ماکنتم تکتمون کا ہے مطابق بیان مصرحہ سابق کے صرف تقدیر (احیاہ اللہ تعالی)
مین ہے متصور ہے پس بجائے (اظہرہ اللہ) بلحاظ مخرج ماکنتم بہی تقدیر (احیاہ اللہ) ہے
نہایت مناسب ہے سو (اسکے جملہ (احیاہ اللہ) خود اظہار اور سبب اظہار دونو پر بہت
وضاحت کے ساتھہ دال ہے برخلاف (اظہرہ اللہ) کے بہرحال تقدیر اونہین کلمات کی جنکو
کا مفسرین نے مانا ہے لایق تسلیم ہے اور سید الطائفہ کی سب تقریرین محض بے بنیاد
و برخلاف قران مجید کے ہین قال اللہ تعالی (و آتینا عیسی بن مریم البینات) قال
(سید الطائفۃ النیچریۃ) بینات صفت ہے اور جہان صرف لفظ بینات ہے وہان اوسکا
موصوف مقدر قرار دینا چاہیئے خدا کے کلام مین ہمیشہ بینات کا موصوف آیات کا لفظ
آیا ہے جیسے کہ اسی صورت مین آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا ہے ولقد انزلنا الیک
آیات بینات اسلیئے جو معنی آیات بینات کے ہین وہی معنی صرف بینات کے بہی ہین
کیونکہ آیات کا موصوف وہان مقدر ہے اور جو مراد لفظ آیات سے ہے وہی مراد لفظ

اگر الفاظ صفت و موصوف سے مراد سید الطایفہ کی تابع و متبوع مصطلحہ علم اعراب ہے
تو حسب وجوہ مذکور بخوبی واضح ہے کہ سید الطایفہ کی غلطی فاش ہے اور منشاء غلطی کا بجز اسکے
اور کچھہ نہین کہ علوم عربیہ مین نحو میر اور ہدایت النحو تک کی بھی استعداد نہین رکھتی اور
با اینہمہ بے بضاعتی کلام معجز کی تفسیر کرنے بیٹھے ہین اور اگر مراد وہ صفت ہے جو بمقابلہ
اسم کے ہے تو یہہ بھی غلطی صریح ہے اسلئے کہ (بینات) جمع (بینۃ) کی ہے اور تاء جو
آخر (بینۃ) مین ملحق ہے وہ تاء علامت نقل کی ہے وصفیۃ سے بطرف اسمیۃ کے اور
علامت ہے اسکی کہ یہہ کلمہ کسی موصوف کا مثل نطیحۃ اور اکیلۃ اور ذبیحۃ کے محتاج
نہین ایک شئی بنفسہ بمعنی حجۃ اور برہان کے ہے احادیث مین وارد ہے البینۃ علی
المدعی والیمین علی من انکر یعنی شہادۃ مدعی پر ہے اور قسم منکر پر ہے" قرآن مجید مین ہے
لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حیّ عن بینۃ تاکہ ہلاک ہوجاوے جو شخص کہ ہلاک
ہوا بعد قایم ہونے حجۃ کے اور زندہ ہووے جو شخص کہ زندہ رہا بعد حجۃ کے" اور اسی
بناء پر فاضل طبرسی تفسیر مین لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین
حتی تاتیہم البینۃ کی لکھتے ہین البینۃ الحجۃ الظاہرۃ التی یتمیز بہا الحق عن الباطل واصلہا
من البینونۃ وفصل الشی من غیرہ فالنبی صلعم حجۃ وبینۃ واقامۃ الشہادۃ العادلۃ بینۃ
وکل برہان ودلالۃ بینۃ یعنی بینۃ کے معنی ہین حجۃ ظاہرہ کہ جسکی سبب حق باطل سے
تمیز پاجاوے اور اصل اسکی (بینونۃ) اور جدا کردینے سے ایک شئی کے اوسکی غیر سے ہے
پس خود پیغمبر صلعم بینہ اور حجۃ اللہ ہین اور قایم کرنا شہادۃ عدل کا بینۃ ہے اور
ہر ایک برہان اور دلالۃ بینہ ہے" اور اسی بنا پر حدیث مین وارد ہے البینۃ العادلۃ
احق من الیمین الفاجرۃ یعنی شہادۃ عدل بہتر ہے جھوٹی قسم سے" اور چونکہ معجزات

شرائط مطابقت کی تعریف وتنکیر وتذکیر وتانیث مین ضرور ہین تو یہہ بہی غلط ہے سورہ قصص مین ہے ولما جاء موسی بآیاتنا بینات حالانکہ کلمہ (آیاتنا) (بینات) کا موصوف مصطلحہ نہین ہوسکتا کیونکہ صفت وموصوف مصطلحہ مین مطابقت تعریف وتنکیر مین ضرور ہے حالانکہ یہان (آیات) بسبب اضافۃ کے بطرف ضمیر متکلم کے معرفہ ہی اور (بینات) نکرہ ہے اسلیئے (آیاتنا) موصوف اور (بینات) صفت نہین ہوسکتی علاوہ برآن صفت حسب تصریح علم اعراب کے دو قسم ہے ایک صفت بحال الموصوف جیسے رجل عالم دوسرے بحال متعلق الموصوف جیسے جاءنی رجل عالم اخوہ اور اس قسم اخیر کو صفت سببی بہی کہتے ہین سید الطائفہ کے اقوال آیندہ سے معلوم ہوجائیگا کہ وہ آیات کے لفظ سے احکام مراد لیتے ہین اور بعد اوسکے یہ لکہتے ہین کہ بعض احکام ایسے ہین کہ اونکی حکمت خفی ہے اور بعضے احکام ایسے ہین کہ اونکے حکمت جلی ہے اور بعضی ایسے ہین کہ اونکی حکمت زیادہ تر جلی ہے اسلیئے اونکو صرف آیات سے اور کبہی آیات بینات سے اور کبہی زیادہ تر بدیہی ہونے کے سبب سے صرف بینات سے تعبیر کیا ہے" اس تقریر سے یہ امر ثابت ہے کہ (بینات) صفت سببی ہے یعنی صفت خود (آیات) کی نہین بلکہ متعلق (آیات) یعنی حکمت احکام کے صفت ہے مگر یہ امر خلاف قواعد عربیہ کے ہے اسلیئے کہ بموجب قواعد اعرابیہ کے واجب ہے کہ متعلق صفت مذکور ہو حالانکہ کسی جگہہ متعلق (بینات) کا مذکور نہین پس متحقق ہوا کہ بینات صفت سببی نہین اور جونکہ صفت کی دو ہی قسمین ہین یا صفت بحال الموصوف یا صفت سببی صفت بحال الموصوف تو خود سید الطائفہ نہین ٹہیراتے اور صفت سببی بموجب قواعد عربیہ کے نہین ٹہیرتے اور جب دونون قسم کے صفت نہین تو یہہ دعوی سید الطائفہ کا کہ مراد آیات سے احکام ہین اور بینات اوسکی صفت ہے صاف غلط اور قطعًا باطل ہے الغرض

قران کے جملون پر بہی ہوتا ہے چنانچہ صراح مین ہے (آیۃ) نشان و یک سخن تمام از قران و جماعت حروف از وی **قال** اور علامت ہمیشہ اوسپر جسکی وہ نشانی ہے دلالت کرتی ہے پس آیۃ کے معنی دلالت کرنے والے کے ہوے **اقول** مقدمات نتیجہ سید الطائفہ کے یہہ ہین کہ آیۃ کے معنی علامت ہین اور علامت ہمیشہ اوسپر جسکی وہ نشانی ہے دلالت کرتی ہے ان دونون مقدمون سے اگر نتیجہ نکلتا ہے تو یہہ نکلتا ہے کہ آیۃ ہمیشہ اوسپر جسکی وہ نشانی ہے دلالت کرتی ہے ان دونون مقدمون سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ آیۃ کے معنی دلالت کرنے والے کے ہین **قال** جیسے کہ امام فخر الدین رازی نے مذکورہ بالا کی آیۃ کی تفسیر مین لکہا ہے الآیۃ ہی الدالۃ **قلت** پورا کلام امام فخر الدین رازی کا اوس آیۃ کی تفسیر مین یہہ ہے ان الآیۃ ہی الدالۃ اذا کانت ابعاض القران دالۃ بفصاحتہا علی صدق المدعی کانت آیات یعنی آیۃ دلالت کرنے والی چیز کو کہتے ہین اور ہرگاہ کہ اجزار قران کی بسبب اپنی فصاحت کے صدق مدعی پر دلالت کرتے ہین تو اسوجہ سے وہ آیات ہوئی" ہمکو اسمین کلام نہین کہ آیۃ دلالت کرنے والی چیز کو کہتے ہین صرف کلام اسمین ہے کہ جو مقدمات سید الطائفہ نے ترتیب دیکر نتیجہ نکالا ہے اون مقدمات سے وہ نتیجہ نہین نکلتا عبث اونہون نے یہہ طوالت کی اونکو لازم تہا کہ اپنا تشخص نہ جتاتے صرف امام فخر الدین رازی رح کی تقلید پر اکتفا فرماتے **قال** اور چونکہ قران مجید کے فقرہ بہی خدا کی وحدانیت اور انبیار کی نبوۃ اور احکام شریعت پر دلالت کرتے ہین اسلئے اوسکے ہر فقرہ کو بہی آیۃ کہتے ہین جیسے کہ تفسیر معالم التنزیل مین ولقد انزلنا الیک آیات بینات کی تفسیر مین لکہا ہے واضحات مفصلات بالحلال والحرام والحدود والاحکام **قلت** کلام کی دلالت کئی چیزون پر ہوتی ہے منجملہ اونکے ایک دلالت

انبیاء بہت بڑی حجت اور برہان ہین کہ اونسے زیادہ کوئی حجت اور برہان متصور نہین
پس وہ منجملہ افراد (بینہ) کے یعنی جن جن چیزون کو لفظ (بینہ) کا شامل ہے فرد کامل
ہین اسلئے جہان کہین قران مین یہ لفظ واقع ہوگا اور کوئی قرینہ ارادہ کسی اور حجت اور
برہان کا نہ ہوگا تو بلاشک وشبہ محمول کرنا اوسکا اسی فرد کامل یعنی معجزات پر واجب
ہوگا پس اس آیۃ مین جو کلمہ (بینات) واقع ہے اوسکے یہی معنی ہین کہ عطا فرمائی
ہمنے عیسی بن مریم کو معجزات یا اگر سید الطائفہ معجزات کے لفظ سے ناراض ہین تو یون
کہین کہ عطا کین ہمنے عیسی بن مریم کو حجتین کاملہ یا براہین قاطعہ لفظون کا فرق ہے معنی ایک
ہی ہین اور سید الطائفہ نے جو اوسکا یہہ ترجمہ کیا ہے کہ ہمنے دین عیسی مریم کے بیٹے کو
نشانیان صریح غلط ہے اسلئے کہ جب یہ امر ثابت ہوچکا کہ کلمہ (بینات) کسی صفت کو نہین
چاہتا اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ معنی (بینات) کے علامۃ نہین پس ترجمہ (بینات) کا بلفظ
(نشانیان) صریح تحریف ہے علاوہ بران محرف ہونا اونکے اس ترجمہ کا خود اونہین کی
تقریر سے بخوبی ثابت ہے اسلئے کہ خود لکھتے ہین کہ جو مراد لفظ آیات سے ہے وہی مراد
لفظ بینات سے ہے مع اوس صفت کے جسپر لفظ بینات دلالت کرتا ہے اور اس تقریر
سے ظاہر ہے کہ معنی (آیات) کے عام ہین اور معنی (بینات) کے خاص ہین کہ (بینات)
مین ایک ایسے معنی وصفی ملحوظ ہین کہ اگر اونکو معنی (آیات) پر اضافہ کیا جاوے تب معنی
(آیات) اور (بینات) ایک ہوجاتے ہین اور چونکہ اونہون نے اون معنی وصفی کو ترجمہ
(بینات) پر اضافہ نہین کیا صرف وہی معنی لکھے ہین جو معنی (آیات) کے بدون اضافہ
معنی وصفی کے ہین پس خود اونہین کی تقریر سے محرف ہونا اونکے ترجمہ کا عیان ہے
قال آیۃ کے معنی لغت مین علامت یعنی نشانی کے ہین **قلت** اور شرع مین اطلاق

پس قول سید الطایفہ کا باطل اور قول امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح اور لایق تسلیم کے ہے کیونکہ جب یہ امر متحقق ہوا کہ قران مجید ایسا کلام ہے کہ حد قدرۃ مخلوقات سے ایسا کلام صادر ہونا باہر ہے تو ثابت ہوا کہ یہہ کلام بجز خالق مخلوقات کے اور کسیکا کلام نہین اور جب یہ ثابت ہوا تو ثابت ہوئی دلالت اس کلام کی اوپر صدق محمد صلعم کے پس اس اعتبار سے اوسکی آیات کو آیات بینات کہنا صحیح ہوا اور سید الطایفہ نے جو معالم التنزیل سے استدلال کیا ہے یہہ اونکی فہم کا قصور ہے یہان بحث اسکی ہے کہ آیات قران کو جو بلفظ آیات تعبیر کیا گیا ہے اسکی وجہ کیا ہے آیا وہ وجہ ہے جو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے یا وہ وجہ ہے جو سید الطائفہ نے بیان کی ہے چونکہ تفسیر معالم التنزیل مین اس مقام پر اوس سے کچھ تعرض نہین کیا پس وہ عبارت معالم التنزیل کی کچھہ مفید سید الطائفہ کے نہین مگر کلمہ (بینات) جو چند آیہ پیشتر آیہ ولقد جاءکم موسی بالبینات مین واقع ہے اوسکی تفسیر معالم التنزیل مین دیکھہ لیجئے اوسکی تفسیر مین وہ لکھتے ہین الدلالات الواضحات والمعجزات الباہرۃ اور آتینا عیسی بن مریم البینات کی تفسیر مین لکھتے ہین الدلالات الواضحات وہی ماذکر اللہ فی سورۃ آل عمران والمائدۃ اور یہہ اشارہ ہے طرف آیات سورہ (آل عمران) انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرء الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم اور طرف آیات سورہ (مایدہ) کی جن مین بیان ہے معجزات عیسی عم کا **قال** اور جبکہ فقرات قران پر اسلئے کہ وہ احکام پر دلالت کرتے ہین آیات کا اطلاق ہوا تو آیات سے خود احکام ہی جو اوس شخص کے وجود اور عظمت اور جلال اور قدرۃ وسطوت و اختیار پر دلالت کرتے ہین

الفاظ کے معنی پر دوسری دلالت اسپر کہ اس کلام کا کوئی کہنے والا ہے بلا تعین کہنے والے کے تیسری دلالت بسبب بعض وجوہ کے اسپر کہ اس کلام کا کہنے والا متعین ہے امام فخرالدین رازی نے اوس آیۃ کی تفسیر مین پیشتر یہہ لکھا کہ الاظہران المراد بالآیات البینات القران الذی لا یاتی بمثلہ الجن والانس ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یعنی ظاہر تر یہہ ہے کہ مراد آیات بینات سے قران ہے کہ اسکی مانند جن و انس نہین کہہ سکتے ہین اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار ہو" بعد اسکے وجہ نام رکہنے اجزاء قران کی بلفظ آیات کے یہ لکہتے ہین کہ جو کہ اجزاء قران بسبب فصاحت کے صدق مدعی پر دلالت کرتے ہین اسلئے اوسکے اجزا کو آیۃ کہا گیا ہے مطلب اونکا یہہ ہے کہ بسبب اسکے کہ یہہ کلام ایسا معجز ہے کہ اسکی مانند کہنا طاقت بشر اور جن سے باہر ہے گو کہ وہ مجتمع ہوکر بہی قصد اسکی مانند کہنے کا کرین دلالت کرتا ہے اسپر کہ محمد صلعم جو دعوی کرتے ہین کہ یہ کلام خدا کا ہے یہہ دعوی اونکا صحیح ہے غرضکہ سید الطایفہ نے جو وجہ آیت کہنے کی لکہی وہ مبنی اوپر وجہ اول کے ہے اور امام فخرالدین رازی نے جو وجہ لکہی ہے وہ مبنی اوپر وجہ سوم کے ہے اب یہ دیکہنا چاہئے کہ کسکا قول صحیح قابل تسلیم ہے اور کسکا قول غلط قابل رد ہے ظاہر اور بدیہی ہے کہ کتب عقاید و فقہ کے بہی فقرات باعتبار دلالت الفاظ کے اوپر معانی کے خدا کی وحدانیت اور انبیا کی نبوۃ اور احکام شریعت پر دلالت کرتے ہین لیکن فقرات شرح مواقف و شرح عقاید و شرح تجرید اور ہدایہ اور شرح وقایہ اور لمعہ اور شرح لمعہ اور فتاوی عالمگیری کی آیات بینات نہین کہلائی جاتی اگر قول سید الطایفہ کا صحیح ہوتا تو فقرات ان کتابون کے بہی آیات بینات کہلائی جاتی لیکن کہلایا جانا فقرات کتب مذکورہ کا آیات بینات باطل اور ہر آئینہ قابل رد ہے

ہے پس نفس احکام پر اطلاق (آیۃ) کا ہرگز جائز نہین ہوسکتا علاوہ ان سب امور کے اگر ہم اس قول کو سید الطایفہ کے تسلیم بہی کرلین کہ (جبکہ آیات کا اطلاق قرآن کے فقرات پر ہوا تو آیات سے خود احکام بہی مراد لئے جا سکتے ہین) تو اس سے صرف اسیقدر مستنبط ہوسکتا ہے کہ کلمہ آیات سے صرف وہ احکام جو آیات قرآن مین مراد لئے جا سکتے ہین نہ احکام کتب انبیاء سابقین نہ احکام انبیاء پیشین اور نہ احکام وحی غیر متلوہ چنانچہ اس تخصیص پر خود سید الطایفہ بہی اپنے اس قول مین تصریح کرتے ہین (کہ درحقیقت آیات کے لفظ سے قرآن مجید کی آیتین یا احکام جو خدا نے اون آیتوں مین نازل فرمائے ہین مراد لینا ایک ہی بات ہے) مگر اس مغالطہ کو دیکہنا چاہیئے کہ قول آیندہ مین آپ ہی اس تخصیص کو باطل کرتے ہین یہان تک سید الطایفہ نے تمہیدات باطلہ قایم کی تہین تاکہ انکی بنا پر آخر بحث تک جو کچھ ازقسم اباطیل اور اغلوطات کے لکہا ہے مبنی کرین چونکہ ہمنے اونکی تمہیدات کے بطلان کو براہین قطعیہ اور دلائل عقلیہ سے ظاہر کردیا اہذا کچھ ضرورت اسکی نہ تھی کہ جو کچھ اونہون نے ان فاسد بناؤن پر مبنی کیا ہے اوسکی طرف توجہ کرین لیکن چونکہ اونکے ابطال کے ضمن مین کچھ اور مطالب بہی مقصود ہین لہذا مناسب متصور ہوا کہ اونکی طرف توجہ کی جائے

قال قرآن مجید مین اس لفظ کا استعمال کبہی تو خدا کی طرف سے ہوا ہے جیسے کہ اس آیۃ مین ولقد انزلنا الیک آیات بینات اور کبہی بطور قول کفار یا اہل کتاب کے ہوا ہے جیسے کہ اس آیۃ مین ہے وقالوا لولا یاتینا بآیۃ من ربہ پس جہان قرآن مین اس لفظ یعنی آیۃ یا آیات یا بینات کا یا آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے اوسی ہمیشہ وہ احکام یا نصایح اور مواعظ مراد ہین جو خدا تعالی نے بذریعہ اپنے کلام

جسمین وہ احکام صادر کئے ہین مراد لئے جا سکتے ہین **قلت** اول تو یہ کہنا سید الطایفہ کا
کہ اسلئے کہ وہ احکام پر دلالت کرتے ہین) باطل ہے چنانچہ بطلان اوسکا مبرہن ہو چکا
پس اوسکی بنار پر جو آخر تک تقریر کیا ہے بنار فاسد علی الفاسد ہے ثانیاً حاصل اس
تقریر واہی کا یہہ ہوا کہ جو شئے کہ کسی چیز پر دلالت کرے تو اوس شئی دال سے مدلول
مراد لیا جاوے مگر یہہ کیسی نادانی کی بات ہے اگر یہہ بات تسلیم کی جاوے تو لازم آوے
کہ مثلاً آسمان و زمین جو وجود باری تعالے پر دلالت کرتے ہین تو آسمان بولین اور اوس سے
اللہ تعالی مراد لیا جاوے اور زمین بولین اور اوسے خدای تعالی مراد لیا جاوے ع
شہ برین عقل و گزینش کہ تراست ؎ اور طرہ اسپر یہہ کہ لکھتے ہین کہ درحقیقت
آیات کے لفظ سے قران مجید کی آیتین یا احکام جو خدا نے اون آیتون مین نازل کئے
ہین مراد لینا ایک ہی بات ہے" اس سے ظاہر ہوا کہ دال اور مدلول دونون سید الطایفہ
کے نزدیک ایک ہی چیز ہے علاوہ برآن یہہ تو عیان ہے اور سید الطایفہ بھی اقرار کرتے
ہین کہ ہر جملہ قران مجید کو آیت کہتے ہین اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک آیۃ مین احکام
نہین اسلئے کی آیات تو محدود اور معدود ہین جب کہ احکام اور آیات ایک ہی بات
ٹھہرین جیسا کہ زعم باطل سید الطایفہ کا ہے تو جہان احکام مقصود ہون وہان آیت
بھی مقصود ہو پس لازم آیا کہ جن آیات مین احکام نہین وہ سید الطایفہ کے نزدیک
آیات ہی نہین حالانکہ غالباً سید الطایفہ خود بھی اونکے آیات ہونے سے انکار نہ کرینگے
علاوہ برآن ہم پیشتر بعد ابطال قول سید الطایفہ کے یہہ ثابت کرچکے ہین کہ آیات قران
کو بسبب اونکے اعجاز کے آیات کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس احکام معجز نہین ہر کوئی
شخص حکم دیتا ہے کہ یون کرو یون نہ کرو اور چونکہ بنار اطلاق لفظ (آیۃ) کے اعجاز پر

فبشرہم بعذاب الیم مین یہی مقصود ہے بسبب قیام قرینہ عذاب الیم کے مگر جہان کہین
لفظ بشارۃ واقع ہوا وسے عموماً خبر بد سنانا مراد لینا بڑی غلطی اور کمال سفاہت
ہے الغرض اوپر بنا رتمہیدات سید الطائفہ کے بہی کلمات (آیات) یا (بینات)
یا (آیات بینات) جو نسبت محمد صلعم کے وارد ہین اونسے عموماً ارادہ احکام اور مواعظ
کا صحیح نہین ہوسکتا بلکہ محتاج قرینہ کا ہے اب ہم کہتے ہین کہ ولقد انزلنا الیک
آیات بینات مین کوئی قرینہ اسپر نہین کہ مراد اسسے احکام و مواعظ ونصائح ہون
پس معنی اسکے یہ ہین کہ ہمنے اتارین تیری طرف آیتین ایسی آیتین کہ حجت قاطعہ
ہین یا واضح الدلالۃ ہین یا یون کہو کہ اوتارین ہمنے تیری طرف نشانیان کہ حجت
قاطعہ ہین یا واضح الدلالۃ ہین اور دوسری آیۃ سورۂ طہ کی جو سید الطائفہ نے لکہی
ہے اوس سے تو صاف ظاہر ہے کہ کلمہ آیۃ سے احکام اور مواعظ مراد نہین اسلئے
کہ پوری آیۃ یہہ ہے وقالوا لولا یاتینا بآیۃ من ربہ اولم تاتہم بینۃ ما فی الصحف الاولی
یعنی کہا کافرون نے کیون نہین لاتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی طرف
سے کیا نہین آئی اونکی پاس وہ شہادۃ جو پہلے صحیفون مین تہی اس آیۃ مین
کفار کے مقولہ مین لفظ (آیۃ) کا ہے اور اوسکے جواب مین جو خدا نے فرمایا ہے
اوسمین کلمہ (بینۃ) ہے کفار کے مقولہ مین جو (آیۃ) ہے ظاہر ہے کہ اوسکے معنی
احکام یا مواعظ ونصائح نہین اسلئے کہ احکام ونصائح اور مواعظ تو برابر وہ سنتے
ہی تہے پہر اونکا طلب کرنا اس مضمون سے کہ کیون نہین لاتا کوئی ایک حکم بے معنی
محض ہے اسیطرح پر اللہ تعالی نے جو اونکو جواب دیا ہے اوسمین کلمہ (بینۃ) ہے
اوس سے بہی حکم یا وعظ مراد نہین ہوسکتا کیونکہ جب اونکے سوال مین ہی حکم یا وعظ

یا وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہین **قلت** جب خود سید الطائفہ بتصریح تمام قول سابق مین یہہ لکہہ چکے ہین کہ لفظ آیات سے قران مجید کی آیتین یا احکام جو اون آیتون مین نازل فرمائے ہین مراد لے سکتے ہین یعنی تخصیص احکام قران مجید کی کر چکے ہین اور وجود لیل اسپر پیش کی ہے کہ لفظ آیات سے احکام مراد لئے جا سکتے ہین اوس سے بہی تخصیص احکام قران کی ثابت ہے جیسا کہ اوپر لکہا گیا پس اس قول مین جو یہ لکہتے ہین کہ (خدای تعالی نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہین) یہہ تعمیم کہ جس مین احکام قران اور غیر قران اور احکام وحی متلوہ اور وحی غیر متلوہ سب داخل ہو گئے برخلاف تخصیص قول سابق کے ہے اور خود اونہین کی تصریح اور دلیل کے رُو سے باطل اور قابل رد کے ہے اور اصلا قابل تسلیم نہین اور اس صورت مین الله تعالی نے جو بہ نسبت اور انبیا کے فرمایا ہے کہ ہمنے اونکو عطا فرمائین آیات یا بینات یا آیات بینات اوسی احکام یا مواعیظ یا نصایح مراد لینا صریح غلطی ہے اور خود سید الطائفہ کی تمہیدات کے خلاف ہے غایۃ الامر یہہ ہے (اگرچہ یہہ بہی حسب وجوہ مرقومہ بالا کے قابل تسلیم کے نہین اور غلطی سید الطائف کی ہے) کہ بہ نسبت محمد صلعم کے جو یہہ کلمات فرمائی ہین اوسسے احکام و مواعیظ و نصایح قران مراد لے سکتے ہین مگر مراد لے سکنا دوسری بات ہی اور واقع مین مراد ہونا دوسری بات ہے اسلئے کہ معنی حقیقی آیات اور بینات کے احکام و مواعیظ نہین پس جب تک کہ قرینہ قوی اوپر عدم ارادہ معنی حقیقی کے اور ارادہ معنی مجازی کے قایم نہو تب تک مجرد احتمال ارادہ معنی مجازی کا واسطہ ارادہ معنی مجازی اور ترک معنی حقیقی کے اصلا کافی نہین ہم کہہ سکتے ہین کہ لفظ بشارۃ سے بری خبر سنانی مراد لے سکتے ہین چنانچہ

کو کہا فرعون نے اگر لایا ہے تو کوئی نشان تو پیش کر دے کو اگر تو سچا ہے پس ڈالا موسیٰ نے اپنے عصا کو تو وہ یکایک ایک اژدہا تھا کھلا ہوا اور نکالا اپنے ہاتھ کو تو وہ سفید تھا نظر کرنے والون کے لئے کہا فرعون کی قوم کے گروہ نے کہ بیشک یہ جادوگر دانا ہے"

دیکھ لیجے ان آیات مین کلمہ آیات اور آیہ اور بینہ سب موجود ہین اور انکے معنی احکام نہین آیہ اور بینہ وہی عصا ہے جو اژدہا بن گیا اور وہی ید بیضا ہے جسکا کئی جگہہ قرآن مین ذکر ہے نہ کوئی حکم ہے نہ احکام ہین اسیطرح سورۂ نمل مین ہے فی تسع آیات الی فرعون وقومہ انہم کانوا قوماً فاسقین فلما جاءتہم آیاتنا مبصرۃ قالوا ہذا سحر مبین یعنی (خطاب ہوا موسیٰ عم کو کہ جاؤ) ساتھ نو نشانیون کے طرف فرعون اور اوسکے گروہ کے بیشک وہ تھے قوم فاسق پس جب آئین اونکو ہماری نشانیان واضح کہا اونہون نے یہ ہے جادو ظاہر" اسیطرح ہے فاراہ الآیۃ الکبریٰ (نازعات) یعنی پس دکھلایا فرعون کو وہ معجزہ بزرگ"، کیا کوئی حکم دکھایا جا سکتا ہے حکم تو سنایا جاتا ہے اور کیا کسی حکم پر اطلاق آیۃ الکبریٰ کا ہو سکتا ہے اسیطرح ہے ارینٰہ آیاتنا کلہا (طہٰ) یعنی دکھلائے ہمنے فرعون کو آیات اپنی وہ سب " اسیطرح ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا الی فرعون و ملائہ فقال انی رسول رب العالمین فلما جاءہم بآیاتنا اذا ہم منہا یضحکون وما نریہم من آیۃ الا ہی اکبر من اختہا واخذناہم بالعذاب لعلہم یرجعون وقالوا یا ایہ الساحر ادع لنا ربک بما عہد عندک اننا لمہتدون فلما کشفنا عنہم العذاب اذا ہم ینکثون (زخرف) یعنی ہم نے بہیجا ہمنے موسیٰ عم کو ساتھہ آیات اپنے کے فرعون اور گروہ فرعون کی طرف پس کہا (موسیٰ) نے مین بہیجا ہوا ہون پروردگار سب عالمونکا پس جبکہ آئے (موسیٰ) اونکے پاس ساتھہ آیات ہماری کے ناگاہ وہ اون آیات سے ہنستے تھے اور نہین دکھاتے

کی طلب نہ تہی تو جواب مین (بینة) سے حکم یا وعظ مراد لینا منافی سوال کے ہے
کہ سوال دیگر جواب دیگر علاوہ بران حکم اور مواعیظ تو خود قران ہی مین اونکو سنائی
جاتے تھے پہر حوالہ کتب سابقین کا دینا بیفایدہ اور لغویات ٹہیرتی ہے کہ خدای پاک
کا کلام ایسی لغویات سے بری ہے غرضکہ اس آیة کے نہ سوال مین کلمہ (آیة) بمعنی حکم
و وعظ کے ہے نہ جواب مین کلمہ (بینہ) حکم و وعظ کے معنی مین ہے بلکہ صاف مطلب
یہہ ہے کہ جب کفار نے کوئی نشانی صدق رسالت کی طلب کی تو جواب مین فرمایا کہ
کیا شہادت صدق رسالت محمد صلعم کی جو انبیاء پیشین کی کتابون مین موجود ہے
کافی نہین جو تم اور نشانی طلب کرتے ہو علاوہ بران بہت جگہہ قران مین کلمہ (آیات)
اور (بینہ) اور (بینات) آیا ہے اور وہان ارادہ معنی احکام کا صحیح نہین ہوسکتا

ثم بعثنا من بعدہم موسی بآیاتنا الی فرعون وملائہ فظلموا بہا فانظر کیف کان عاقبة
المفسدین وقال موسی یا فرعون انی رسول من رب العالمین حقیق علی ان لا اقول
علی اللہ الا الحق قد جئتکم ببینة من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل قال ان کنت جئت
بآیة فات بہا ان کنت من الصادقین فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین ونزع
یدہ فاذا ہی بیضاء للناظرین قال الملاء من قوم فرعون ان ہذا لساحر علیم یعنی پہر
بہیجا ہمنے موسی کو اپنی نشانیون کے ساتہہ فرعون اور گروہ فرعون کی طرف
پس بے انصافی کی اونہون نے اونکے ساتہہ پس دیکہہ کیا ہوا انجام مفسدونکا
اور کہا موسی نے اے فرعون بیشک مین بہیجا ہوا ہون پروردگار رب عالمون کی
طرف سے لایق ہون اسکی کہ نکہون خدا پر کچہہ سوای حق کے بتحقیق لایا ہون تمہارے
پاس دلیل کامل تمہارے پروردگار کی طرف سے پس چہوڑ دی میرے ساتہہ بنی اسرائیل

پہیلے ہوئے اور اوسکی نشانیون مین سے یہ ہے کہ پیدا کیا واسطے تمہارے (جنس) تمہارت سے عورتون کو تاکہ آرام لو تم اونکی طرف اور پیدا کیا درمیان تمہارے دوستی اور مہربانی کو ہر آینہ اس (کام) مین نشانیان ہین واسطے اوس گروہ کے جو فکر کرتے ہین اور اوسکی نشانیون مین سے پیدا کرنا آسمان اور زمین کا اور اختلاف زبانون تمہارے اور رنگون تمہارے کا ہے ہر آینہ اس (کام) مین نشانیان ہین واسطے جاننے والونکے اور اوسکی نشانیون مین سے ہے خواب کرنا تمہارا رات و دن مین اور رزق طلب کرنا تمہارا خدا کے فضل سے ہر آینہ اس (کام) مین نشانیان ہین واسطے اوس گروہ کے جو سنتے ہین اور اوسکی نشانیون مین سے ہے کہ دکہلاتا ہے تمکو بجلی کو واسطے ڈرانے اور رغبت دلانے کے اور اوتارتا ہے آسمان سے پانی پس زندہ کرتا ہے سبب اوسکے زمین کو بعد اوسکے مردہ ہو جانیکے ہر آینہ اس (کام) مین نشانیان ہین واسطے اوس گروہ کے جو سمجہتے ہین اور اوسکی نشانیون مین سے ہے کہ قایم ہے آسمان و زمین اوسکی حکم سے پھر جب بلاویگا تم کو یکبارگی بلانا زمین سے ناگاہ تم نکل آوگے " اسیطرح سورہ مومنون مین ہے وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ یعنی بنایا ہمنے ابن مریم اور اوسکے (ابن مریم کی) مان کو آیت " اسیطرح پر سورہ انعام مین ہے و اقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءتہم آیۃ لیومنن بہا قل انما الآیات عند اللہ وما یشعرکم انہا اذا جاءت لا یومنون ونقلب افئدتہم وابصارہم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ ونذرہم فی طغیانہم یعمہون ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ وکلمہم الموتی وحشرنا علیہم کل شیء قبلا ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرہم یجہلون یعنی اور قسم کہائی اونہون نے (کافرون نے) سخت ترین قسمون اپنی کی کہ اگر آوے اونپر معجزہ البتہ ایمان لاوینگے ساتہہ اوسکے کہو خبر نہین ہے کہ [illegible] آیت خدا کے پاس ہین

تھے ہم اونکو کوئی آیت مگر یہ کہ وہ بزرگتر تھے اپنے ساتھی سے اور پکڑا ہمنے اونکو ساتھ عذاب کے تاکہ وہ رجوع کرین اور کہا اونہون نے اے جادوگر پکار ہمارے لیے اپنے رب کو ساتھ اوس چیز کے کہ عہد کیا ہے اوس نے نزدیک تیرے تحقیق ہم راہ پر آوینگے پس جب دور کیا ہمنے اونسے عذاب کو تب ہی وہ عہد توڑتے تھے" سورہ بنی اسرائیل مین ہے ولقد آتینا موسی تسع آیات بینات فسئل بنی اسرائیل اذ جاءہم فقال لہ فرعون انی لاظنک یا موسی مسحورا اسکی بہ نسبت خود سید الطایفہ نیچریہ تہذیب نیچریہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۱ ہجری مین لکھتے ہین کہ خدا تعالی نے اس سورہ مین فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ خدا تعالےٰ کی قدرۃ کی نو نشانیان سمیت فرعون کے پاس آئے تو فرعون نے کہا کہ اجی موسیٰ مین تو سمجھتا ہون کہ تیپر جادو کردیا ہے پس ہرگاہ کہ خود سید الطایفہ کی تحریرات سے ثابت ہوگیا کہ آیۃ اور آیات کا اطلاق احکام پر نہین ہوا بلکہ اعمال معجزانہ پر ہوا ہے توجسقدر اس تحریر مین خامہ فرسائی کی ہے اوسکے کذب و افترا مین کیا شک و شبہ باقی رہگیا

۶ ایچنین رسوا کند حق کیدرا ﴿ سورہ روم مین ہے ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لآیات للعالمین ومن آیاتہ منامکم باللیل والنہار وابتغاءکم من فضلہ ان فی ذلک لآیات لقوم یسمعون ومن آیاتہ یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السماء ماء فیحیی بہ الارض بعد موتہا ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون ومن آیاتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ ثم اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا انتم تخرجون یعنی خدا کی نشانیون مین سے یہ ہے کہ پیدا کیا تم کو خاک سے پس ناگاہ تم آدمی ہوئے

کئی مغالطہ دے اور افترا اور کذب کو کام مین لائے اوّل تو یہ کہ قول سابق مین جو تخصیص
اسکی کی کہ آیات کے لفظ سے احکام قران مراد لے سکتے ہین دوم یہ کہ اس قول مین اس
تخصیص سے بھی منحرف ہوگئے اور برخلاف تخصیص قول سابق کے دعوی تعمیم کا کیا جو احکام
جملہ کتب انبیاء سابق اور احکام وحی متلوہ اور غیر متلوہ کو بھی شامل ہے تیسری سب سے
بڑھکر ایسا جھوٹ فاش یہ بولا کہ جہان قران مین یہہ الفاظ خدا کی طرف سے مستعمل ہوے
ہین اون سب سے احکام و نصائح مراد ہین حالانکہ تہذیب نیچریہ مطبوعہ یکم محرم ۹۳ھ مین آپ
بھی برخلاف اسکے لکھہ چکے ہین ان مغلوطات اور اکذوبات کا کیا ٹھکانا ہے سے
لکھا خلہ قد سیط من دمہا ؛ فجع و ولع واخلاف وتبدیل ؛ فما تدوم علی حال تکون بہا ؛
کما تلون فی اثوابہا الغول ؛ فلا تغرنک مامنت وما وعدت ؛ ان الامانی والاحلام تضلیل ؛
قال ان احکام و مواعظ مین سے بعضے خفی ہین جنکی حکمت بہ تامل و تدقیق نظر سمجہہ مین
آتی ہے اور بعضے ایسے ہین جو نہایت صاف اور واضح بدیہی ہین اسلئے خدا نے کبھی
صرف آیات سے اور کبھی آیات بینات سے اور کبھی زیادہ تر بدیہی ہونے کے سبب سے
صرف بینات سے اونکو تعبیر کیا ہے **قلت** یہہ نیا ایک خبط در خبط ہی کیونکہ بناء
اسکی دو امر پر ہے ایک یہ کہ بینات بمعنی آیات قران ہے دوسرے یہ کہ آیات سے مراد
احکام ہین حالانکہ بطلان ان دونون امرون کا ہم ثابت کر چکے ہین علاوہ برانکے شتہر
خود لکھہ چکے ہین کہ جہان صرف لفظ بینات کا آیا ہے وہان اوسکا موصوف مقدر ہے
اور یہ بھی لکھہ چکے ہین کہ جو معنی آیات بینات کے ہین وہی معنی صرف بینات کے بھی ہین
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ المقدر کالملفوظ یعنی مقدر مانند ملفوظ کے ہے پس اس قول مین
جو درمیان آیات بینات اور صرف بینات کے تفریق کرتے ہین صریح غلطی ہے کیونکہ قول

اور کس چیز نے خبر کی ہے تمکو کہ وہ معجزہ اگر آویگا اونپر ایمان نہ لاوینگے اور پھیر دینگے ہم اونکے دلون اور آنکھون کو جیسا کہ ایمان نہ لاے وہ ساتھہ اوس کے اول بار اور چھوڑ دینگے ہم اونکو کہ اپنی گمراہی مین سرگردان ہونگے اور اگر ہم بھیجتے اونکی طرف فرشتون کو اور کلام کرتے انسے مُردے اور اکہٹے کرتے ہم ان پر ہر چیز گروہ گروہ ہرگز ایمان نہ لاتے مگر جب کہ چاہتا اللہ تعالے لیکن اکثر انمین سے نادانی کرتے ہین " ان سب آیات سے خوب ظاہر ہے کہ یہہ قول سید الطائفہ کا (کہ جہان قران مین آیۃ یا آیات یا بینات یا آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا اوسسے ہمیشہ وہ احکام یا نصایح یا مواعظ مراد ہین جو اللہ تعالی نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہین) صریح غلط اور افترا محض ہے اور بڑے شرم کی بات ہے کہ ایسا افترا صریح خدا پر کرین اور اسلام کا دعوی کرین طرفہ یہہ کہ پیشتر تہذیب نیچریہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ہجری مین آپ ہی اسکے برخلاف لکھہ چکے ہین الحق دروغ گو را حافظہ نباشد اب مین مناسب سمجھتا ہون کہ سید الطائفہ کے جھوٹا کرنے کو اونہین کی تحریر تہذیب الاخلاق نیچریہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ہجری پیش کرون اوسمین جو بہ نسبت (ان کنت جئت بآیۃ فات بہا ان کنت من الصادقین فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین) یہ تقریر کی ہے جب حضرت موسی فرعون کے پاس آئے اور خدا کا پیغام پہونچایا تو فرعون نے اوسکی تصدیق کے لیئے کوئی نشانی چاہی ہمارا قول ہے کہ معجزہ دلیل صحت نبوۃ نہین ہے مگر بلاشبہ دلیل الزامی مسکت للخصم ہے نہ مفید یقین پس حضرت موسی نے بطور حجت الزامی کے یہی نشانی دکھائی کہ لاٹھی ڈالی اور اژدہا کر دکھایا چند سطر بعد اسکے لکھتے ہین کہ یاد رہے کہ ہم ایسے اعمال کو حجت الزامے قرار دیتے ہین نہ برہان لمی انتہی بلفظہ خلاصہ اس تمام بحث کا یہ ہے کہ سید الطائفہ نے اس مقام مین

طرف سے بولا گیا ہے وہ چیز مراد نہین لیتے ہین جسکو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہین گو مفسرین نے اکثر مقامات مین ان الفاظ سے معجزات ہی مراد لئے ہین **قلت** اسکو تو ہم ثابت کر چکے ہین کہ جو کچہہ سید الطائفہ نے بیان سابق مین لکہا ہے سب غلط ہے اور خود اونکی تحریرات سابقہ کے برخلاف ہے اور مبنی اوپر ناواقفی کے ہے علوم عربیہ سے اور جسقدر تفریعات کی ہین سب بنائے فاسد علی الفاسد ہین پس ضرور تہا کہ وہ آیات بینات کے معنی خلاف علمار مفسرین محققین کے مراد لیتے اگر ایسا نہو تا تو سید الطائفہ غلط کار کسطرح ٹہیرتے پس اونکو اس کہنے کی کچہ ضرورت نہ تہی کہ ہم وہ معنی نہین لیتے جو مفسرین نے لئے ہین ناواقفی اونکی علوم عربیہ سے اور غلط کاری خود مخالفت مفسرین پر گواہ عدل ہے **قال** معجزہ پر آیۃ یا آیات کا اطلاق نہین ہوسکتا کیونکہ معجزہ امر مطلوب یعنی اثبات نبوۃ یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہین کرتا اور نہ وہ بصفت بینات موصوف ہوسکتا ہے اسلئے کہ اگر وہ ہو بہی تو بہی کوئی ایسی صناعت جسّے اوسکا حق اور واقعی ہونا اور خدا کی طرف سے ہونا پایا جاوے کبہی نہین ہوتے صرف احکام ہی ہین جو بینات کی صفت سے موصوف ہوسکتے ہین **قلت** اب تو سید الطائفہ نے کوئی دقیقہ خدائی تعالے کی مخالفت مین باقی نہین رکہا سورہ قصص مین ہے فلما اتاہا نودی من شاطیٔ الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یا موسی انی انا اللہ رب العالمین وان الق عصاک فلما رآہا تہتز کانہا جان ولی مدبرا ولم یعقب یا موسی اقبل ولا تخف انک من الآمنین اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء واضمم الیک جناحک من الرہب فذانک برہانان من ربک الی فرعون وملائہ انہم کانوا قوما فاسقین یعنی جب پہونچا موسی اوس آگ کے پاس تو پکارا گیا میدان کے

اونکے آیات بینات اور صرف بینات مین کچھہ فرق نہین اور جب کچھہ فرق نہین تو
یا تو آپ جو تفریق کرتے ہین یہہ باطل ہے یا یہہ قول باطل ہے کہ معنی دونون کے ایک
ہی ہین اگر یہ کہین کہ اگرچہ معنی آیات بینات اور صرف بینات کے ایک ہی ہین مگر اتنا
فرق ہے کہ بنسبت آیات بینات کے صرف بینات احکام کی حکمت کی جلی اور بدیہی ہونے
پر زیادہ تر واضح الدلالۃ ہے تو ہم کہین گے کہ یہ تو بڑی غلطی ہے کیونکہ واضح الدلالۃ ہونا
تو صرف بینات کے لفظ سے مستنبط ہوتا ہے پس اسکے کیا معنی کہ جب آیات کے ساتھ
وہ لفظ لایا جاوے تو خفی الدلالۃ ہو جاوے اور جب بغیر آیات کی لایا جاوے تو واضح الدلالۃ
ہو جاوے علاوہ بران علم اعراب مین یہ امر مفصلاً بیان ہو چکا ہے کہ صفۃ کی دو قسمین
ہین ایک بحال الموصوف جیسے جاءنی رجل عالم دوسرے بحال متعلق الموصوف مثل قام رجل
قاعد غلمانہ کے اور اس قول سے یہ بات ظاہر ہے کہ بینات صفت بحال متعلق الموصوف ہے اسلئے کہ اس
قول مین بینات کو صفت خود آیات کی نہین قرار دیتے بلکہ جو چیز کہ متعلق احکام کے ہے
یعنی حکمت یا علت احکام کی اوسکی صفت قرار دیتے ہین یعنی بیّن حکمتہا یا بیّن علتہا
یعنی آیات کہ واضح ہے حکمت اونکی یا علت اونکی حالانکہ از روے قواعد اعرابیہ کے
ایسی حالت مین مذکور ہونا اوس متعلق کا جسکے حال کی بینات صفت ہو ضرور تہا مگر کہین
اوسکا ذکر تک نہین چنانچہ پیشتر بھی اس سقم پر آگاہ کیا گیا ہے غرضکہ یہہ قول بھی اونکا
ہر طرح مردود ہے اور اس باب مین جو کچھہ لکہا ہے سب خلاف قاعدہ اور محض توہم
پرستی اور غلط کاری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم معنی اور بیان تو یکطرف اونکو
علم نحو مین بھی مس تک بھی استعداد نہین اور با اینہمہ بے بضاعتی علمای مفسرین پر اعتراضی
ہوتے ہین **قال** اس بیان سے ظاہر ہے کہ ہم آیات بینات سے جہان کہ وہ خدا کی

تو اونکا یہ کہنا کہ معجزات دلیل نبوۃ کے نہین ہوسکتے صریح غلط ہے اور اونہین کی تحریر سابقہ سے اونکے اس قول کی تکذیب ظاہر ہے اور ہرگاہ کہ سید الطائفہ کے اقرار کے مطابق وہ ایسے خصم کا مسکت ہے جیسا کہ فرعون تہا کہ نبوۃ کا قائل تہا نہ رسالت کا نہ معجزات کا بلکہ اپنے آپکو خدا کہتا تہا پس اب کون خصم رہ گیا کہ جسکا مسکت معجزہ نہین ہوسکتا اور جب کہ وہ حجت ایسی حجت ہے کہ فرعون سے خصم کے اوپر حجت ہے اور ایسے ایسے منکرین کا مسکت ہی تو اوسکے حجت قطعی اور دلیل ہونے مین کچہہ کلام نہ رہا ہان اگر سید الطائفہ اوس مرتبہ سے بھی بڑہکر کسی اور مرتبہ کے مدعی ہین جس مرتبہ کا فرعون مدعی تہا تو کہہ سکتے ہین کہ ہمپر حجت نہین اور ہمارا مسکت نہین اور یہہ جو کہتے ہین کہ نہ معجزہ بصفت بینات موصوف ہوسکتا ہے الخ یہ تو خاک اوڑاکر چاند کو چہپانا ہے (بینات) کے معنی کی ہم تحقیق اوپر کر چلے ہین کہ وہ جمع ہے (بینۃ) کی جسکے معنی مین حجۃ قاہرہ یا حجۃ واضحہ اور ظاہر ہے کہ معجزات کی حجۃ واضحہ اور برہان قاطع ہونے کا کوئی صاحب عقل انکار نہین کرسکتا ہے اگر بے بصیرت کور باطن کوڑ مغز لوگ اپنی جہالت اور قساوۃ قلبی اور فرط عناد سے اوسکو حجت واضحہ نہ سمجہین تو یہہ اونکا قصور ہے ؎ اذا لم یکن للمرء عین صحیحۃ ٭ فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر ٭ اور یہہ جو کہتے ہین کہ صرف احکام ہی ہین الخ اسکا بطلان ہماری تحریر سابقہ سے واضح ہے **قال** معجزہ نبوۃ کے ثبوت کی کیونکر دلیل ہوسکتا ہے اثبات نبوۃ کے لئے اول خدا کا وجود اور اوسکا متکلم ہونا اور اوسمین اپنے ارادہ سے کام کرنے کی قدرۃ کا ہونا اور اوسکا تمام بندون کا مالک ہونا ثابت کرنا چاہئے **قلت** اگر قران مجید کو سید الطائفہ نے اچھی طرح پڑہا ہوتا تو ایسا نہ لکہتے اسلئے کہ سب سے زیادہ تر قران مجید مین انہین امور کے اثبات کا اہتمام ہے اور اسی پر بہت دلائل و براہین قایم کئے گئے ہین اور انہین دلائل مین سے معجزۂ انبیا بھی ایک دلیل قدرۃ کاملہ کی ہے چونکہ ابھی تک

داہنے کنارہ برکت والی جگہہ کی طرف سے درخت کی جانب سے کہ اے موسی مین ہی
ہون اللہ پروردگار رب عالمون کا اور ڈال دے تو اپنی عصا کو پہر جب دیکہا موسی
نے عصا کو کہ جنبش کرتا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے اولٹا پہرا اور پیچہے کو نہ دیکہا اے
موسی سامنے آ اور نہ ڈر تو امن پانے والون مین سے ہے داخل کر تو اپنے ہاتھ کو اپنے
گریبان مین نکل آویگا سفید بغیر کسی نقصان کے اور ملا اپنے بازو کو اپنی طرف سو یہہ دونو
دلیلین ہین تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اوسکے گروہ پر بیشک وہ لوگ تہے فاسق
پہر جب حضرت موسی مطابق اس حکم کے فرعون کے پاس گئے ہین اوسکا بیان بہی قرآن مجید
مین ہے۔ وقال موسی یا فرعون انی رسول من رب العالمین حقیق علی ان لا اقول
علی اللہ الا الحق قد جئتکم ببینۃ من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل قال ان کنت جئت بآیۃ
فات بہا ان کنت من الصادقین فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ہی
بیضاء للناظرین اسکا ترجمہ ہم اوپر لکہہ چکے ہین[٥] دیکہو معجزہ عصا اور ید بیضا کو خود اللہ تعالے
نے برہان نبوۃ قرار دیا ہے اور حضرت موسی نے جب دعوی رسالت کا فرعون کے روبرو
جا کر کیا تو اوس نے جو دلیل رسالت کی طلب کی تو اونہون نے اونہین دونون معجزون کو
واسطے اثبات نبوۃ کے پیش کیا پس ہرگاہ کہ خود خدای تعالے معجزات کو برہان اور
دلیل نبوۃ قرار دیتا ہے اور جس نبی کو معجزات دیے گئے وہ اونکو دلیل نبوۃ کی قرار دیکر واسطے
تصدیق رسالت کے پیش کرتے ہین تو سید الطائفہ کا یہ کہنا کہ معجزہ اثبات نبوۃ پر اور
خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہین کرتا صریح مخالفت خدای تعالی اور اوسکے انبیا کی ہے
علاوہ بران خود سید الطائفہ اس بات کا تہذیب نیچریہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ ہجری مین اقرار
کرتے ہین کہ ایسے اعمال یعنی عمل اژدہا ہوجانے عصا کا حجت الزامی مسکت للخصم ہے

[٥] دیکہو صفحہ ۲۱۲

کرتے ہین **قال** پھر یہ بات ثابت ہونا چاہیئے کہ جو شخص دعوی نبوۃ کا کرتا ہے وہ درحقیقت اوسکا بھیجا ہوا ہے
قلت اسکے اثبات کو واسطے معجزات برہان قاطع اور حجت ساطع ہین **قال** ہم پہلے دو باتون سے
قطع نظر کرتے ہین کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید مین ایسے مقامات پر اکثر اہل کتاب مخاطب ہین جو
اون دونون باتون کو مانتے تھے اور اسلیئے معجزات سے صرف تیسری بات کا ثابت کرنا مقصود ہے مگر وہ
تیسری بات بھی معجزہ سے ثابت نہین ہوسکتی **قلت** بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب اس بنا پر کہ
اہل کتاب مخاطب ہین وجود باری تعالی اور بھیجے جانے انبیا سے قطع نظر کی پس اسی بنا پر اس تیسری
بات سے بھی قطع نظر کیون نہین کرتے اسلیئے کہ جملہ اہل کتاب معجزات کو دلیل نبوۃ مانتے ہین چنانچہ خود
اسفار توریۃ اور دیگر کتب انبیا اور اناجیل اور مکاتبات حواریین سے یہ بات ایسی عیان ہے کہ کوئی شخص
اسکا انکار نہین کرسکتا اسکے بعد سید الطائفہ نے بنام نہاد ماحصل عبارت قاضی ابن رشد کے اونکی عبارت
کا ترجمہ لکھا ہے ہمارے پاس وہ کتاب نہین کہ ہم اوسکا مقابلہ کرکے دریافت کرتے کہ ترجمہ سید الطائفہ کا
صحیح ہے یا غلط بہرحال ہم کو اون اقوال پر غور کرنا چاہیئے کہ کلام رشد ہے یا کلام غیر خواہ اونکا قائل ابن الرشد
ہو یا ابو انجی لہذا ہم اون مقولات پر نظر کرتے ہین اور چونکہ سید الطائفہ نے ابن رشد کی عبارت بالفاظہ
نقل نہین کی اسلیئے ہم اون مقولات کو مقولات سید الطائفہ ابو انجی ہی کی تصور کرتے ہین **قال**
خدا کی طرف سے رسولون کے آنے مین دو چیزین غور طلب ہین اول رسول کے ہونے کا ثبوت دوسرے وہ چیز
جس سے ظاہر ہو کہ یہ شخص جو رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے رسولون مین ایک رسول ہے اور اپنے دعوی مین
جھوٹا نہین ہے **قلت** امر اول سے ظاہرا وہی ہے جو سید الطائفہ نے امر دوم امور اثبات طلب مین لکھا ہے
اور امر دوم سے مراد امر ثالث ہے سو امر اول کا جواب ہم پہلے لکھ چکے کہ خود سید الطائفہ نے تبیین الکلام مین ازروئے
برہان ثابت کیا ہے کہ بھیجا جانا رسولونکا ممکن ہی نہین بلکہ ضروری ہے پھر اوسی بات کا جو سید الطائفہ نے اعادہ کیا
بے فایدہ محض ہے امر دوم کی نسبت ہم کہتے ہین کہ جب سلسلہ نبوۃ کا ختم ہوچکا ہے تو اب اسکا نہین اس امر پر بحث کرنا بے فایدہ

سید الطایفہ نے ان امور کا صاف انکار نہین کیا بلکہ اسی کتاب کے چند مقام سے اقرار پایا
جاتا ہے پس ہمکو فی الحال اونکے اثبات مین مفصلا کلام کرنا ضروری نہین ہے ہان شبہہ پڑتا ہے
کہ اگر دوبارہ لندن کو تشریف لے گئے اور وہان کے ملاحدہ اور دہریہ سے گرم صحبت ہوئی
تو بعید نہین کہ وجود خدای تعالیٰ اور اوسکے ارادہ اور قدرۃ کے بھی منکر ہوجاوین اور اس
باب مین بھی کچھہ تحریر فرماوین جسطرح قبل از تشریف لیجانے لندن کے تبئین الکلام مین ملائکہ
اور معجزات اور اکثر امور کا اقرار تہا بعد تشریف لیجانے کے اون اقرارات سے برسر انکار آ گئے
اسیطرح دوبارہ تشریف لیجانے کے بعد کچھہ مستبعد نہین کہ بعض امور کا جسکا اس کتاب مین اقرار
ہے انکار کرنے لگین مگر اوسوقت مین اگر فی الواقع ایسا ہی ہوا جیسا کہ ظن غالب مظنون ہوتا
ہے تو انشاء اللہ تعالے مفصلاً ان امور مین بہی کلام کیا جائیگا **قال** پہر اسکا ثبوت چاہیے
کہ وہ اپنی طرف سے رسول و پیغمبر بہیجا کرتا ہے **قلت** اس امر کو تو خود سید الطائفہ نے
تبئین الکلام کے مقدمہ اولی مین مبرہن کیا ہے بہ نسبت روح کے لکھتے ہین کہ وہ کہانے پینے
سونے جاگنے کے لئے نہین ہے بلکہ اور کسی کام کے لئے ہے اگر ہم صرف عقل کے زور سے
اوس کام کو تلاش کرین تو اتنا تو جان سکتے ہین کہ جسنے ہمکو بنایا ہے اور جس نے ہمکو وہ
چیز دی جو اوسکی مرضی ہے وہ کام اوسے کرین مگر یہہ نہین جان سکتے کہ اوسکی مرضی کیا ہے
جب تک کہ وہ خود نہ بتاوے پس یہہ دو چیزین ہین جنکے لئے نبیون کا آنا ضرور ہے تا کہ وہ
الہام سے بتاوین کہ تمہارا مالک کون ہے اور کیا ہے اور تم کو کیونکر اپنے مالک کی مرضی پر
چلنا چاہیئے جس سے تمہاری اصل حقیقت کو جو کبھی فنا ہونے والی نہین ہے حیوۃ ابدی
حاصل رہے انتہے پس ہرگاہ کہ خود سید الطائفہ بھی رسولون کا بھیجا جانا از روئے
برہان عقلی کے ضروری جانتے ہین پہر معلوم نہین کہ یہان کس غرض سے اوس سے تجاہل

شہدا کم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی
وقودہا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین قل موتوا بغیظکم جب کہ ہم سید الطائفہ کے اقرار
سے یہہ بات ثابت کر چکے کہ بھیجنا انبیا کا ضروری ہے تو اب یہہ بات دیکھنی چاہئے کہ جس شخص
نے دعوی نبوۃ کا کیا ہے اوسکے دعوی کے رد کے کوئی دلیل عقلی یا نقلی قطعی ہے یا نہین
اگر ہے تو اوسکے دعوی کو رد کرنا واجب ہوگا مثلاً اگر نبوۃ کے ساتھہ الوہیت کا بھی دعوی کرتا
یا ہدایت پرستش غیر خدا کے کرتا ہو یا مثلاً بعد ختم سلسلہ نبوۃ کے دعوی نبوۃ کا کیا ہو تو ایسے شخص کا
دعوی اوسکا مردود ہے اور اگر کوئی دلیل اوسکے نبوۃ کے دعوی کی رد کی نہین اور نشانیان
اوسکے ہاتھہ سے ظاہر ہوتی ہین کہ [illegible] طاقت سے باہر ہین اور جس انداز پر وہ معجزہ
ہے بجز خالق کائنات کے کوئی نہین دکھا سکتا تو البتہ معجزہ البتہ دلیل اوسکی نبوۃ کی ہے مثلاً
عصا کا اژدہا بن جانا اور جب ساحر لوگ اوسکے مقابلہ مین جادو کی رسیون اور لاٹھیون
سانپون کی صورت مین ظاہر کرین تو اوسی اژدہا کا اون صدہا جادو کی رسیون اور لاٹھیون
کو نگل جانا اور یہہ جب وہ نبی اوسکو ہاتھہ مین اوٹھالے تو بدستور لاٹھی ہوجانا او سمندر کا پھاڑ
دینا اور سنگ خارا سے ریگستان مین پانی کے بارہ چشمے ایسے جاری ہوجانے کہ لاکھون
آدمیون کی سیرابی کو مع اونکے دواب اور مواشی کے کافی ہوجاوین اور پہاڑ کا مثل سایبان کے
معلق ہوجانا یا مردہ کا زندہ ہوجانا یا کور مادرزاد اور ابرص کا مجرد ہاتھہ پہیرنے کے چنگا ہوجانا
یا انگلیون سے اسقدر پانی جاری ہوجانا کہ ایک لشکر کی طہارت اور سیرابی کو کافی
ہوجاوے یا چاند کے دو ٹکڑے ہوجانا یا عین زمانہ کمال فصاحت و بلاغت مین ایک کتاب ایسی
فصیح و بلیغ پیش کرنا اور یہ دعوی کرنا کہ اگر تمام انس و جان باہم متفق ہوکر ایسی کتاب فصیح و بلیغ
بنانا چاہین تو بقدر ایک سورۃ کے بھی نہ بنا سکینگے اور مطابق دعوی کے ظہور مین آنا اور امثال

سید الطائفہ نی بحوالہ ابن رشد کے جو اس امر پر بہت سی تقریر طویل لکھی ہے محض تضئیع اوقات ہے جس زمانہ مین انبیاء مبعوث ہوئے تھے اوس زمانہ کے کفار نے بھی اسی قسم کی عذرات پیش کیے تھے مگر یہ سب عذرات اونکے منقطع ہوگئے ہین حضرت موسی جس زمانہ مین مبعوث ہوئے تھے سحر اور شعبدہ بازی مین لوگون کو بہت کمال حاصل تھا اور تمام جماعۃ ساحرون کی جمع ہوکر اور بہت بڑے جادو کے ساتھہ مقابلہ پیش آئے آخر کار سب معترف ہوئے کہ عمل عصای موسی عم از قسم سحر نہین یہہ خداوند عالم کی قدرۃ کاملہ کا کام ہے کہ حد قدرۃ جن و انس و ملک سے باہر ہے اسیطرح پر اور انبیا کے معجزات کا حال ہے کہ زمانہ ظہور عیسی مسیح عم مین بڑا زور و شور علم طب کا تھا سو اونکو وہ معجزہ احیاء اموات اور ابراء اکمہ اور ابرص کا عطا ہوا کہ سب طبیب اوسکے معارضہ سے عاجز ہوگئے زمان نبوۃ محمد عم مین بڑا کمال فصاحت و بلاغت کا لوگون مین تھا سو اونکو وہ معجزہ باقیہ عنایت ہوا کہ سب فصحا اور بلغا اوسکے معارضہ سے عاجز رہے اور قیامت تک عاجز رہینگے غرضکہ اس امر مین اسوقت مین کلام کرنا کہ معجزہ دلیل نبوۃ ہوسکتا ہے یا نہین خارج از بحث ہے کیونکہ یہہ بحث تو خوب دل کہولکر ایام ظہور نبوۃ مین منکرین نبوۃ نے کرلی ہے اور آخر کو پشیمان ہوئی ہین ظاہرا سید الطایفہ کے دل مین یہ حسرت ہے کہ ابن رشد اور ابو العلی اوس عرصہ مین کیون نہ ہوئے کہ انبیاء سے خوب جھگڑتے اور یہ حجتین جو اسوقت مین پیش کر رہے ہین انبیاء کے سامنے پیش کرتے اور اونکو قایل کرتے خیر اب بھی کچھہ نہین گیا آپ لوگون کے ذہن مین یہہ بات متیقن ہے کہ بنسبت اون زمانون کے اب علم و ہنر کو بہت ترقی ہے آپ لوگ ندی گنگا جمنا کے ہی اوس انداز پر ٹکڑے کر دیجیے یا ایک مدقوق درجہ ثالث ہی کو چنگا کر دیجیے یا ایک سورۃ ہی کی قدر مثل قرآن کے فصیح بلیغ تحریر کر دیجیے وادعوا

سے کہا کہ اپنا ہات بڑہا اور اوسکی دم پکڑ لے اوسنے ہات بڑہایا اور وہ اوسکے ہاتہہ
مین عصا ہوگیا تاکہ وے اعتقاد کرین کہ خداوند تجہکو دکہائی دیا پہر خداوند نے اوسی کہا کہ تو
اپنا ہاتہہ اپنی چہاتی پر چہپاکے رکہہ چنانچہ اوس نے اپنا ہات اپنی چہاتی پر چہپاکے رکہا
اور جب اوس نے اوسے نکالا تو دیکہا کہ اوسکا ہاتہہ برف کی مانند سفید تہا پہر اوس نے کہا
کہ تو اپنا ہاتہہ پہر اپنی چہاتی پر چہپاکے رکہہ اوس نے پہر رکہا جب باہر نکالا تو دیکہا کہ وہ پہر
ویسا ہے جیسا اوسکا سارا بدن تہا ہوگیا اور یون ہوگا کہ اگر وہ تجہپر ایمان نہ لاوینگے اور نہ
پہلے معجزے کے سننے والے ہونگے تو دوسرے معجزے کے معتقد ہونگے اگر وہ دونون
معجزون پر بہی ایمان نہ لاوین اور تیری بات کے سننے والے نہ ہون تو تو دریا کا پانی لیکے
خشک زمین پر چہڑکیو اور وہ پانی جو دریا سے لیگا خشکی پر لہو ہو جاویگا اس مضمون سے
صاف ظاہر ہے کہ معجزات مذکورہ کو خود خداے تعالی برہان نبوۃ موسی عم کا ٹہیراتا ہے اور
اسی کی تائید قران مجید سے واضح ہے فلما اتاہا نودی من شاطئ الواد الایمن فی البقعۃ المبارکہ
من الشجرۃ ان یا موسی انی انا اللہ رب العالمین و ان الق عصاک فلما راٰہا تہتز کانہا جان ولی
مدبرا ولم یعقب یا موسی اقبل ولا تخف انک من الآمنین اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من
غیر سوء واضمم الیک جناحک من الرہب فذانک برہانان من ربک الی فرعون و ملائہ
انہم کانوا قوما فاسقین یعنی جب پہونچا موسی اوس آگ کے پاس تو پکارا گیا میدان کے داہنے
کنارے برکت والی جگہہ سے درخت کی جانب سے کہ اے موسی مین ہی ہون اللہ پروردگار
سب عالمون کا اور ڈالدے تو اپنے عصا کو پہر جب دیکہا موسی نے عصا کو کہ جنبش کرتا ہے گویا
کہ وہ سانپ ہے اولٹا پہرا اور پیچہا پہر کر نہ دیکہا اے موسی سامنے آ اور نہ خوف کر تو امن
پانے والون مین سے ہے داخل کر اپنے ہات کو اپنے گریبان مین نکل آویگا وہ سفید بغیر کسی

اس کی ایسے امور ہین کہ بجز خالق کائنات کے کوئی شخص اسپر قادر نہین اور دلیل ہین اسپر کہ جسکے ہاتھہ پر یہہ امور ظاہر ہوے ہین خدا کا بہیجا ہوا نبی ہے اور حجت ہے اللہ تعالی کی اوسکے بندونپر سید الطائفہ نے اول تو ایک بڑی لمبی چوڑی واہیات تقریر تمثیل سلاطین دنیا کی لکہی کہ ہم کو اوسکی طرف توجہ ضرور نہین بعد اوسکے معجزون کی نسبت لکہتے ہین کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہہ بات کہان سے معلوم ہوئی کہ بعض انسان کے ہات سے معجزون کا ہونا رسول ہونے کی خاص نشانی ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا یہ بات شرع سے جانی گئی ہوگی یا عقل سے شرع سے تو جاننا غیر ممکن ہے کیونکہ شرع تو رسول ہونے کے بعد ٹہیرے گی اور ابتک رسول ہونا ثابت نہین ہوا ہے **قلت** سید الطائفہ کے اس اقرار مرقومہ صفحہ ۲۰۰ کی روسے کہ نبی خود اپنے نبوۃ کی دلیل ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب سید الطائفہ نے جسقدر اثبات نبوۃ مین کلام کیا ہے اپنی ہی زبان سے اپنے آپ کو دروغگو اور یاوہ سرا قرار دیا ہے کبہی دعوی بدیہۃ کا کبہی ایسا محال ہونے کا دعوی کہ کسی دلیل سے بہی ثبوت اوسکا ممکن نہین اب ہم کہتے ہین کہ شرع سے بہی جانی گئی ہے اور عقل سے بہی جو لوگ کہ کتب الٓہیہ پر ایمان رکہتے ہین اور رسالت کو تسلیم کرتے ہین اونکے مقابلہ مین تو اسقدر دیکہنا لازم ہے کہ کتب الٓہیہ مین معجزہ کو دلیل رسالت قرار دیا ہے یا نہین چنانچہ بمقابلہ سید الطائفہ کے کہ بظاہر مدعی اسلام ہین اور قرآن مجید اور توریۃ اور انجیل اور دیگر کتب سماویہ پر اپنا یقین ظاہر کرتے ہین یہی بات ہم کو تحقیق کرنی لازم ہے کہ اون کتابون مین معجزات کو دلیل رسالت ٹہیرایا ہے یا نہین توریت کے سفر خروج کے چوتھے باب مین ہے کہ موسی نے خدا سے کہا کہ وے مجہپر ایمان نہ لاوینگے وہ کہینگے خدا تجہے دکہائی نہین دیا تب خدا نے موسی سے کہا کہ یہ تیرے ہاتھہ مین کیا ہے وہ بولا عصا پہر اوس نے کہا اسے زمین پر پہینک دے اوس نے زمین پر پہینک دیا اور وہ سانپ بنگیا اور موسی اوسکے آگے سے بہاگا تب خداوند نے موسی

ثابت ہونے کے بعد ٹہیرگی اور ابتک رسول ہونا ثابت نہین ہوا **اقول** یہ تو ایسی جاہلانہ حجت سید الطائفہ نے پیش کی کہ واقفان فن مناظرہ اسپر نہایت تعجب کرتے ہین اسلئے کہ سید الطائفہ نے جو یہہ مقدمہ مانعۃ الخلو قایم کیا کہ دو حال سے خالی نہین یا یہ بات شرع سے جانی گئی ہوگی یا عقل سے اس مقدمہ کا جو جزو اول ہے یعنی شرع سے جانی گئی ہوگی اوسکی بنا پر تو اس امر مین مناظرہ باہم اونہین لوگون کے قایم ہوسکتا ہے جنہون نے شرع کو تسلیم کرلیا ہے اور بعد تسلیم شرع کے نظر کرتے ہین کہ یہہ بات شرع سے جانی گئی ہے یا نہین پس ایسے لوگون کا باوجود تسلیم ثبوت شرع کے یہ کہنا کہ شرع تو رسول ثابت ہونے کے بعد ٹہیرگی اور ابتک رسول ہونا ثابت نہین ہوا کیسی جہالت صریح ہے کہ شرع کو تسلیم بہی کرتے جاتے ہین اور غیر مسلم بہی ٹہیراتے ہین وما ہو الا الجہل المبین البتہ ہمنے جو ثبوت شرعی آیات قرآن مجید اور توریت مقدس سے پیش کیا ہے بمقابلہ اون لوگون کے جو شرع کو تسلیم نہین کرتے اور جیسے بربنار جزو دوم مقدمہ مانعۃ الخلو کے قول آیندہ مین کلام کیا جاویگا کافی نہین سو ہم جو اون لوگون سے بربنار شرع کلام نہین کرتے بلکہ اوسنے بربنار ادلہ عقلیہ کلام کرینگے مگر سید الطائفہ پرکہ مدعی اسلام ہین اور شرایع کو مانتے ہین ہر آئنہ حجت ہماری تمام ہوگئی اونکو گنجایش اب کسی حیلہ اور عذر کے باقی نہین رہی واللہ الموفق الی الحق والصواب **قال** اور عقلاً بہی اس بات کا قرار دینا کہ یہ نشانیان مخصوص رسولون کی ہین غیر ممکن ہے **قلت** معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز سید الطائفہ کو یہ بہی معلوم نہین کہ اہل ملت کے نزدیک معجزہ کسکو کہتے ہین اور کسکا فعل ہے سو ہم اونکو سمجہاتے ہین کہ معجزہ احداث ایک ایسے امر خرق عادت کا ہے کہ بجز اللہ تعالے کے کوئی اوسکے احداث پر اوس طریق پر کہ جس طریق پر اللہ تعالے نے اوسکو واسطے تصدیق دعوی نبوۃ اپنے نبی کے ظاہر کیا ہے قدرت نہین رکہتا پس ایسا امر جو بمقارن

نقص کے اور ملا اپنے بازو کو اپنی طرف خوف سے پس یہ دونون دلیلین ہین تیرے رب کیطرف سے طرف فرعون اور اوسکے گروہ کی بیشک وہ لوگ تھے فاسق" پھر جب حضرت موسی مطابق اس حکم کے ان دونون دلیلون کے ساتھ فرعون کے پاس گئے اوسکا بیان بھی قران مین ہے

وقال موسی یا فرعون انی رسول من رب العالمین حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق قد جئتکم ببینۃ من ربکم فارسل معی بنی اسرائیل قال ان کنت جئت بآیۃ فات بہا ان کنت من الصادقین

فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ہی بیضاء للناظرین یعنی کہا موسی نے اے فرعون بیشک مین رسول ہون رب العالمین کی طرف سے لایق ہون اسکے کہ نکہون خدا پر مگر سچ تحقیق لایا ہون مین تمکو حجۃ تمہارے رب کی طرف سے پس چہوڑدے تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو کہا فرعون نے اگر لایا ہے تو کوئی نشانی تو لا اگر تو سچا ہے پس ڈالا موسی نے اپنے عصا کو پس یکایک وہ اژدہا تہا کہلا ہوا اور نکالا اپنے ہات کو تو ناگاہ وہ سفید تہا دیکہنے والون کو" دیکہو توریۃ اور قران کی ان آیات سے صاف وصریح واضح ہے کہ خود اللہ تعالی نے موسی کی عصا اور ید بیضاء کو جو دونون معجزے تھے برہان نبوۃ قرار دیا اور جب فرعون نے حضرت موسی عم سے اونکی رسالت کی دلیل طلب کی تو اونہون نے اون دونون معجزون کو اپنی رسالت پر دلیل قرار دیکر پیش کیا گیارہوان باب یوحنا کی انجیل کا دیکہو جب یہودیون نے حضرت عیسی عم سے کہا کہ اگر تو مسیح ہے تو صاف کہدے اسپر جناب مسیح نے اونسے فرمایا کہ مین نے تو تمسے کہا پر تمنے یقین نہ کیا جو کام مین اپنے باپ کے نام سے کرتا ہون یہی میرے گواہ ہین اسسے خوب ظاہر ہے کہ جناب عیسی عم نے اپنے معجزات کو اپنی نبوۃ کی دلیل وحجۃ قرار دیا پس کچھہ شک وشبہ اسمین نہین رہا کہ بموجب شرع یعنی قران مجید اور توریۃ اور انجیل مقدس کے معجزات انبیاء اونکی نبوۃ کے برہان قاطع اور حجت ساطع ہین **قولہ** شرع سے جاننا تو غیر ممکن ہے کیونکہ شرع تو رسول

جو رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے معجزے دکہاتے ہین اور جو شخص کہ معجزے دکہاتا ہے وہ رسول ہوتا ہے اور اسلئے یہ شخص بہی رسول ہے **قلت** ہرگاہ کہ آثار رسولون کا از روی دلایل عقلیہ کے ضروری ہے اور مقارن دعوی نبوۃ کے اپنے دعوی کے اثبات پر وہ نشانی اپنے بہیجنے والے کی پیش کرتا ہے کہ جسکا احداث بجز اوس بہیجنے والے کے کسی مخلوق کی حد قدرۃ مین نہین تو مقدمات دلیل کے سب بدیہی ہین کیونکہ تسلیم اور عدم تسلیم اور ماننے نہ ماننے پر موقوف نہین **قال** مگر یہ ماننا کہ اوس شخص نے جو رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے معجزے دکہائی ہین وہ یونہین ہوسکتا ہے جبکہ اول تسلیم کرلیا جاوے کہ ایسی باتین انسان سے ہوسکتی ہین **قلت** یہہ تو سید الطایفہ کی سراسر کج فہمی اور نقصان عقل ہے معاملہ اسکے برعکس ہے کیونکہ بناء اعجاز کی تو اسپر ہے کہ یہ باتین بجز قادر مطلق کے کہ جس نے اوس رسول کو بہیجا ہے اور کسی کے حد قدرۃ مین نہین پس ہم نہین سمجہتے کہ سید الطایفہ نے یہ فقرہ جو محض لغو ہے کسطرح پر تحریر فرمایا **قال** اور درحقیقت اونکا ہونا بخوبی محسوس ہوا ہو **قلت** البتہ یہ امر ضروری ہے چنانچہ انبیا کے معجزات کے محسوس ہونے مین کچہہ شک وشبہ نہین چنانچہ بیان اوسکا بہ نسبت چند معجزات جناب موسیٰ ع م کے مفصلاً ہوچکا ہے اور معجزہ فصاحت قران مجید کا جسکا مفصلاً ذکر اوپر مذکور ہوچکا ہے تیرہ سو برس سے ابد تک ہر شخص کی آنکہون کے سامنے موجود ہے اسیطرح پر اکثر معجزات کا حال ہے **قال** اور یقین ہوگیا ہو کہ وہ کسی لاگ سے اور کسی حکمت سے اور خواص اشیاء سے نہین **قلت** یہ سب امور اوسوقت مظنون ہوسکتے ہین کہ جن اشخاص کے ہاتون پر معجزات ظاہر ہوی ہین اونہون نے اون امور کے سیکہنے مین مزاولت کی ہو اور ایک مدۃ تک اسکی تعلیم مین اپنی عمر صرف کی ہو اور ان فنون کے ماہرون کے ساتہہ مصاحبت کی ہو اور اثبات اسکا بذمہ منکر کے ہے حالانکہ اثبات تو ایک طرف آجتک کسی مخالف وموافق کی زبان

دعوی نبوۃ کے وقوع مین آیا اوسکا نام معجزہ ہے واقع مین وہ فعل نبی کا نہین بلکہ فعل ہی اوس
قادر قدیر کا کہ جس نے اوس نبی کو بھیجا تہا اور ہرگاہ کہ وہ ایسا فعل ہے کہ اوسپر کوئی شخص قادر نہین تو
وہ خاص نشانی ہے خدای تعالے کی جو اوس نے اپنے نبی کو واسطے تصدیق رسالت کے عطا فرمائی ہے
قال اگر وہ نشانیان بہت سی دفعہ اونہین لوگون سے ظاہر ہوتین جو رسول ہونے کا دعوی کرتے
ہین اور اونکے سوا اور کسی سے نہوئی ہوتین تو جو لوگ رسولون کے ہونے کو مانتے ہین اونکے لئے
دلیل ہوسکتی **قلت** ایسے امور جو معجزے کہلاتے ہین سوائے رسولون کے اور کسی سے نہین ہو سکتے
گو کہ بعض امور خارق عادۃ سوائے رسولون کے اورون سے بہی ہوئے ہین مگر اونمین اور معجزات مین
اور وجوہ سے تمیز حاصل ہوتی ہے جنکا ذکر آئندہ آویگا اور رسولون کا ماننا تو امر برہانی ہے اور کتب کلامیہ
مین از روی براہین عقلیہ کے اوسکو ثابت کیا ہے قران مجید مین بہت مقامات پر دلائل بھیجنے پیغمبرونکے
مذکور ہین رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی الله حجة بعد الرسل ان تقولوا ما جائنا
من بشیر ولا نذیر فلاسفہ بہی دلائل عقلیہ سے اوسکو ثابت کرتے ہین چونکہ خود سید الطائفہ نے
بہی تبئین الکلام کے مقدمہ اولی مین بعد ایک بڑی تمہید عقلی کے نتیجہ عقلی متفرع کیا ہے کہ آنا انبیا
کا ضروری ہے پس ہم کو ضرور نہین کہ استدلالات عقلیہ کے بیان مین جو فلاسفہ اور متکلمین اور
خود سید الطائفہ نے قایم کی ہین کلام کی تطویل کرین اور چونکہ دلائل مذکورہ نقلی نہین بلکہ عقلی ہین
تو ہر آئنہ کافہ انام پر حجت ہین کچہ خصوصیت اونہین لوگون کی نہین جو رسولون کو مانتے ہین اور یہ
جو لکھتے ہین کہ اگر وہ نشانیان بہت سی دفعہ الی قولہ دعوی کرتے ہین" یہ تو ایک لغو کلام ہے
یہ ضرور نہین کہ جو معجزے ایک نبی سے ظاہر ہوئے ہون وہی معجزات اور انبیا سے بہی ظاہر
ہوئے ہون البتہ قدر مشترک یعنی خارج ہونا اونکا حد قدرۃ مخلوقات سے اور ظہور اونکا محض قدرۃ
کاملہ قادر قدیر سے سب مین پائی جاتی ہے **قال** اور اوسوقت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس شخص نے

جس جس زمانہ مین کہ یہہ امور واقع ہوئے ہین سید الطایفہ اون زمانون کو زمانہ جاہلیت قرار دیتے ہین اور بہت اصرار سے مدعی اسکے ہین کہ اب علم و حکمت نے بہت ترقی کی ہے اور ہر قسم کے فنون کمال کو پہونچے ہین باوجود اسقدر ترقی علم و کمال فنون کی عاجز ہونا ہر ایک منکر کا پیش کرنے سے امور مذکورہ کے عین دلیل اسکی ہے کہ بنا معجزات کے اوپر لاگ اور حکمت اور خواص اشیاء کی تہی اور باوجود عجز تام کے ایسے ایسے نامعقول معذرات کا تو جواب یہی ہے کہ شعر باچنین بیہودہ گوئی میتوان گفتن اگر چہ قوتے داری بگو و رقدرتے داری بیار قال اور وہ دہٹ بندی نہ تہی بلکہ حقیقت مین واقع ہوا ہے قلت دہٹ بندی منجملہ اقسام سحر کے ہی اور اوسکے واسطے تعلیم و تعلم ضرور ہے پس جو لوگ کہ ایسے ہون کہ اونکی نسبت یقین کامل ہو کہ ساحرون کے پاس نہین بیٹہے نہ ساحرون سے تعلیم پائی اونکی نسبت کسیطرح پر گمان دہٹ بندی کا نہین ہوسکتا علاوہ برآن جب یہ امر ظاہر ہے کہ جو امور کہ بطریق اعجاز کے انبیاء عم سے ظہور مین آئی ہین وہ واقعی ہین مثلاً دریا کا پہٹ جانا اور بڑے بڑے پہاڑون کی مانند داہین بائین کہڑا ہوجانا اور ایک گروہ کا اوسمین سے ایسا نکل جانا کہ اونکے پاؤن کو نمی بہی نہ پہونچی اور دوسرا گروہ جب اوسمین اونکے پیچہے پیچہے داخل ہو تو اوسکا غرق ہوجانا اس قسم کے امور واقعیہ موجودہ کو دہٹ بندی پر محمول کرنا محض سفسطہ ہے پہر دہٹ بندی کے ماہر تو ہزارون آدمی تہے اور اب بہی ہین اور باوجود اسکے کہ اکثر اونمین سے درپئے ابطال معجزات انبیاء تہے اور اب بہی ہین تسپر بہی ایسے ایسے امور خارق عادت سے باوجود کمال فن دہٹ بندی کے قاصر و عاجز ہین ساحران فرعون نے کونسا دقیقہ اپنے ہنر اور کمال کے دکہلانے مین رکہہ چہوڑا تہا آخرکار بمقابلہ اوس عصا کے ایک کی بہی نہ چلی اور سب نے سمجہ لیا اور یقین کرلیا کہ یہہ جو موسی عم کے ہاتہہ سے ظاہر ہوا کسی قسم کی لاگ یا حکمت یا خواص اشیاء یا دہٹ بندی سے

تک بہی یہ بات نہین آئی کہ اون لوگون نے جنکی نبوۃ کو ہم تسلیم کرتے ہین ان امور کے حاصل کرنے
مین کچہ زمانہ اپنی عمر کا صرف کیا ہو یا ایسے لوگون سے صحبت رکہی ہو علاوہ بران اگر حدوث امور
معجزہ کا کسی لاگ یا حکمت یا خواص اشیاء سے ہوا ہوتا تو سوای انبیاء عم کے اور لوگون مین سے
بہی بعض لوگ اونکی مانند کر دکہاتے اور جو باتین کہ لاگ اور حکمت اور خواص اشیا سے حاصل
ہوتی ہین وہ مخصوص کسی ایک آدمی کے ساتہ نہین ہوتین اگر ہزارون نہین تو دس بیس آدمی تو
کر سکتے ہین اور جب کہ بڑے بڑے حکمت والے اور واقفان خواص اشیاء اور شعبدہ باز اونکی
مانند نہ کر سکے تو صاف ظاہر ہے کہ اونکی نسبت یہ عذرات کرنے صریح خلاف عقل ہے اور آفتاب
کو خاک اوڑا کر چہپانا ہے علاوہ بران سید الطائفہ فرماتے ہین کہ یہ امر کہ سمندر کا پانی بمجرد عصا کے
مارنے سے ٹکڑے ہو جاوے اور ہر ایک ٹکڑا دونون بازون برے بڑے پہاڑونکی مانند کہڑا ہو جاوے
اور بنی اسرائیل کی عورت مرد بچے اور اونکی بہیڑ بکریان اور دواب بیچ مین دریا کے ہو کر ایسی
چلی جاوین کہ کسی کے پانون بہی نہ بہیگین اور جب فرعون اونکے پیچہے ہی پیچہے اوسمین داخل
ہو تو معہ ہزارون گاڑیون اور لشکر جرار کے تہ آب ہو جاوے ایک پتہر کی چٹان سے بمجرد مارنے
عصا کے بارہ چشمہ پانی کے ایسے جاری ہو جاوین کہ لاکہون آدمی معہ مواشی اور دواب کے سیراب
ہو جاوین ایک پہاڑ ہوا مین معلق ہو جاوے یا مردون کا زندہ ہو جانا اور کوران مادرزاد
اور مجذومون مفلوجون اور مبروصون کا بمجرد ہاتہ پہیرنے کے چنگا ہو جانا انگلیون سے اسقدر
پانی جاری ہونا کہ کئی سو آدمی وضو بہی کرلین اور سیر ہو کر پی لین چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا
ایک کلام ایسا فصیح و بلیغ پیش کرنا اور اوسکی نسبت یہ فرمانا کہ اگر تم اسکے منکر ہو تو ایک سورۃ
کی مانند بہی بنا لاؤ اور یہ دعوی کرنا کہ اگر تمام جن و انس جمع ہو کر بہی اوسکی مانند بنانے کا قصد
کرینگے تو ہرگز نہ بنا سکینگے کس لاگ یا کس حکمت اور کن اشیا کے خواص سے ہو سکتی ہین

کہ مثلاً ہم یہ کہین کہ زمین و آسمان اور چاند و سورج اللہ تعالی نے بنائے ہین اور کسی نے
نہ یہہ چیزین بنائین نہ انکی مانند کے بنانے پر قادر ہے پس اگر کوئی اسکا منکر ہو اور یہہ کہے
کہ اور کسی نے بہی بنائے ہین تو اسکا اثبات اوسکے ذمہ ہے **قال** مثلاً جس شخص کے
سامنے یہ دلیل کیجاوے کہ العالم محدث تو ضرور ہے کہ اوسکو یہ بات معلوم ہو کہ عالم موجود
ہے اور محدث بہی ہے **قلت** منطقیت بگہارنے تو بیٹہہ گئے مگر خوب ظاہر ہو گیا کہ
اس فن کی بو بہی اونکے دماغ تک نہین پہونچی العالم محدث کہ نتیجہ مقدمات دلیل کا ہے
اوسکو دلیل سمجہتے ہین پہر پیشتر تو یہ تمہید اوٹہائی کہ دونون مقدمہ مان لئے گئے ہون
یہان ایک ہی مقدمہ کی دونون جزؤن مین کلام کرتے ہین سوا اسکے اور بہی بہت سے
نقصان اونکی اس تقریر مین ازروی قواعد منطقیہ کے ہین مگر ہم کو کچہ ضرورت اونکی تفصیل
کی نہین **قال** پس ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ یہ بات کہ جو شخص معجزہ دکہاتا وہ رسول
ہوتا ہے کہان سے ثابت ہوئی **قلت** جب وہ دعوی رسالت کا کرتا ہے اور اپنی
رسالت پر ایسے امر کو دلیل لاتا ہے کہ حد اختیار مخلوقات سے باہر ہے اور مخلوقات سے اوسپر
کوئی قادر نہین اور وہ امر صرف اوسی قادر مطلق کا فعل ہے جسنے اوسے رسالت پر بہیجا ہے
تو اوسکی رسالت کے ثبوت مین کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے اوسکا معجزہ دکہانا ہی عین دلیل
ثبوت رسالت کی ہے **قال** کیونکہ ابتک رسالت کا وجود ثابت نہین ہوا ہے اور دو مقدمونکو
ملاکر نتیجہ نکالنے کے لئے اون دونون کا ثابت ہوجانا ضرور تہا **قلت** مقدمہ اول یعنی
ثبوت رسالت خود برہان عقلی مسلمہ و پیش کردہ سید لطائفہ سے جسکا ذکر مکرر آچکا ہے ثابت ہے
اور معجزہ دکہانا اوسکا بہی از قسم محسوسات کے ہے کہ بدیہیات اولیات مین ہے پس ثبوت مین
دونون جزؤن مقدمہ کے کیا شک و شبہ ہے **قال** اور یہ بات نہین کہی جاسکتی کہ جب رسولون کا

نہین اور یہ یقین کرکے ایمان لائی اور یقین بہی ایسا کہ اپنے مارے جانے کا بہی خوف نکیا اور باعلان تمام پکار اوٹہے کہ آمنا برب العالمین رب موسی و ہارون ہرگاہ فن سحر و دہمٹ بندی کے ماہرین کا یہ حال ہو کہ معجزات انبیا کو از قسم سحر و دہمٹ بندی کے نٹہیراوین اور دل سے اوسکی من اللہ ہونے پر یقین واثق کرین تو اور لوگون کا جو اصول دہمٹ بندی اور سحر سے مطلقاً واقف نہین سحر و دہمٹ بندی کی حیلے پیش کرنا محض قساوۃ قلبی اور سوفسطائیۃ ہی

قال اور یہ کہنا کہ جو شخص معجزے دکہاتا ہے وہ رسول ہوتا ہے جب صحیح ہوگا کہ پہلے رسولون کا وجود اور یہ بات کہ وہ معجزے بجز رسولون کے اور کسی نے نہین دکہائی مان لیا جاوے کیونکہ اس قسم کی منطقی دلیل کا جسمین دو مقدمہ ملاکر نتیجہ نکالا جاتا ہے یہ خاصہ ہے کہ دونون مقدمہ مان لئے گئے ہون **قلت** یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ (یہ خاصہ ہے) اونکی نادانی ہے مقدمات کا کچہہ خاصہ نہین ہو سکتا بجای اسکے یہ کہنا چاہیئے تہا کہ ضرور ہے کہ دو مقدمات مان لئے گئے ہون سو ہم کہتے ہین کہ ضرور نہین کہ دونون مقدمہ یا ایک مقدمہ اون دونون مین سے خصم نے مان لیا ہو اگر برہان عقلی سے یا (اگر خصم معتقد نقل ہو) برہان نقلی سے دونون مقدمہ ثابت ہوگئے ہون تو گو خصم تسلیم نکرے اور ہٹ دہرمی سے انکار پر اصرار کرتا ہے ہر آینہ وہ دونون مقدمات منتج نتیجہ کے ہونگے چنانچہ وجود رسولون کو خود سید الطائفہ نے مقدمہ تبئین الکلام مین برہان عقلی سے ثابت کیا ہے اور متکلمین اور اکثر فلاسفہ بہی از روی براہین عقلیہ وجود رسولون کا ضروری ثابت کرتے ہین اور یہ امر کہ سوای رسولون کے اور کسی نے معجزات اون شرائط کے ساتھہ کہ جن شرائط کے ساتھہ رسولون نے دکہائے ہین نہین دکہائے خود بدیہی ہے اگر سید الطائفہ اسکے منکر ہین اور مدعی اسکے ہین کہ اورون نے بہی دکہائی ہین تو اسکا اثبات سید الطائفہ کے ذمہ ہے یہ ایسی بات ہے کہ

شاعر بہی طبیب بہی اپنے اپنے فن کے امام یا پیغمبر ہو سکتے ہین مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور تحسین اخلاق انسانی کی تربیت وتعلیم کا ملکہ بمقتضائی اوسکی فطرۃ کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے انتہی مختصراً الغرض ان سب تمہیدات مین سید الطائفہ معترف ہین کہ امکان رسالت انسان کی طبیعت وخلقت وفطرت مین محقق وموجود پایا جاتا ہی جسطرح امکان تجاری اور شاعری اور طب محقق وموجود پایا جاتا ہے پس خود اونہین کے اعتراف کی مطابق وجود امکان تجاری اور شاعری اور طب اور رسالت مین کچہ فرق نہین اور جسطرح برہیہ کہہ سکتے ہین کہ طبیب اور نجار اور شاعر کا ہونا ممکن ہے اسیطرح کہہ سکتے ہین کہ رسول کا ہونا ممکن ہے پس ظاہر ہوا کہ یہ قول سید الطائفہ کا کہ وہ امکان اس قسم کا نہین جو موجودات کی طبیعت مین پایا جاتا ہی محض غلط اور مناقض اونکے اقوال سابقہ کے ہی قولہ اور واجب کا حال اسکے برخلاف ہے اور وہ وہ ہی جو ہمیشہ موجود اور محسوس ہے (الی قولہ) اوسکا متغیر اور بدلا جانا ممکن نہین **اقول** اس فقرہ کو اوپر کے کلام سے کیا نسبت ہی کلام تو امکان رسالت مین ہے یہ تو کسیکا قول نہین کہ جملہ رسل ویا اونمین سے کوئی واجب الوجود ہے بہر بہیہ جو لکہتے ہین جو ہمیشہ موجود اور محسوس ہو ہم دریافت کرتے ہین کہ واجب تعالی اونکے نزدیک موجود ہی یا نہین اگر موجود ہے تو فرماوین کہ وہ حواس عشرہ ظاہری اور باطنی مین سے کس حاسہ کے ساتہہ محسوس ہے اور اگر موجود نہین تو عبث مدعی اسلام ہو کر تفسیر قران کرنے بیٹہے ہین قطع نظر ان سب امور کے متکلمین اور فلاسفہ نے دلایل عقلیہ جو واسطے اثبات نبوات کے پیش کی ہین وہ صرف منتج امکان نبوات ہی کے نہین بلکہ منتج ضرورۃ نبوات کو ہین خود سید الطائفہ نے بہی تبیین الکلام کے مقدمہ اولی کے عنوان مین یہ دعوی کیا ہے کہ انسان کی نجات کو نبیون کا آنا ضرور ہے اور اس قضیہ کو بدلیل عقلی ہی ثابت کیا ہے چونکہ اونکی

ہونا عقلاً ممکن ہے تو اونکے ہونے پر عقل دلالت کرتی ہے کیونکہ وہ امکان اس قسم کا امکان
نہین جو موجودات کی طبیعت مین پایا جاتا ہے جسطرح کہ ہم کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ منیہہ برسے
اور نہ برسے اسلئے کہ جو امکان موجودات کی طبیعت مین مانا جاتا ہے وہ اسلئے مانا جاتا ہے
کہ وہ شئے کبھی موجود ہوتی ہے اور کبھی نہین ہوتی جیسے منیہہ کا حال ہے کہ کبھی برستا ہے اور
کبھی نہین برستا اور اسلئے عقل بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بات کہتی ہے کہ منیہہ برسنا ممکن ہے اور ذات جب
کا حال اسکے برخلاف ہے اور وہ وہی ہے جو ہمیشہ موجود اور محسوس ہو اور اسلئے اوسکی
نسبت عقل بطور قاعدہ کلیہ کے یہ بات کہتی ہے کہ اوسکا متغیر ہونا اور بدلا جانا ممکن نہین
قلت عجیب و غریب بے سروپا تقریر ہے کہ شروع مین کچھہ کہہ رہے ہین آخر مین اوسکے
خلاف کہنے لگے **قولہ** وہ امکان اس قسم کا امکان نہین جو موجودات کی طبیعت مین پایا
جاتا ہے **اقول** یہ قول سید الطائفہ کا مناقض ہے اونکے اقوال کا جو صفحہ ۲۰ اور صفحہ ۲۱
پر بہ نسبت نور قلب اور نور فطرت کے بہت وثوق کے ساتھ لکھا ہے **لکھتے مین** کہ یہ قوہ تمام
انسانون مین فطری ہے اور بمقتضائی اونکی خلقت کے قوی اور ضعیف ہے مگر معدوم نہین اور کبھی
وہ قوہ فطری ایسی قوی ہوتی ہے کہ خودبخود اوسمین سے روشنی اوٹہتی ہے یہی وہ لوگ ہین جو
شرع کی زبان مین پیغمبر کہلاتے ہین پھر صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہین کہ نبوۃ درحقیقت ایک فطری چیز ہے
جو انبیا مین بمقتضای اونکی فطرۃ کے مثل دیگر قوای انسانی کے ہوتی ہے جس انسان مین وہ قوۃ
ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جو نبی ہوتا ہے اوسمین وہ قوۃ ہوتی ہے جسطرح تمام ملکات انسانی
اوسکی ترکیب اعضاء دل و دماغ و خلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتی ہین اوسیطرح بلکہ نبوۃ بھی اوسے
علاقہ رکھتا ہے ہزارون قسم کے جو ملکات انسانی ہین بعض دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان
مین از روی خلقت و فطرت کے ایسا ہوتا ہے کہ وہ اوسی کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے لوہار بھی

کی طبیعتون کا مساوی ہونا ضرور ہے اور یہ مساوات خدا اور بندون مین نہین ہے
قلت جب ہم خود سید الطائفہ کے اقرار سے ثابت کرچکے ہین کہ رسولون کا بھیجنا ضروری ہے
تو اوسکے امکان مین سید الطائفہ کا کلام کرنا محض جہالت ہے یہ بات عقلی ہی اور بدیہی ہے اور
فن میزان مین بحث قضایا مین مصرح ہوچکی ہے کہ ضرورۃ اور امکان مین نسبت عموم
وخصوص مطلق کے ہے یعنی ضرورۃ خاص اور امکان عام ہے پس جب ضرورۃ متحقق ہوگئے تو
امکان بھی متحقق ہوگا یہ ممکن نہین کہ ضرورۃ تو متحقق ہو اور امکان متحقق نہو مثلاً حیوان اور
جسم مین عموم مطلق کی نسبت ہے جب حیوان پایا جاویگا ضرور ہے کہ جسم بھی پایا جاوے
اسیطرح جب کہ مطابق اقرار سید الطائفہ کے وجود رسالت ضرور ہے تو اوسکا امکان بھی
ضرور ہے ہر چند کہ ایسے ایسے لغویات سید الطائفہ کی طرف ہمکو توجہ ضرور نہ تھی اور نہ ہماری
طرف سے ایسے ضعیف دلایل پیش ہوئی ہین لیکن ہمنے ایسے ایسے امور کی طرف صرف اس
نظر سے توجہ کی ہے کہ ہم سید الطائفہ کے مقلدون پر اونکی جہالت اور ناواقفی کا علم مناظرہ
اور میزان سے اعلان کردین تاکہ وہ بھی اپنے دلمین سمجھ لین کہ ہم کیسے اجہل الناس کی تقلید
کے سبب بڑی گمراہی مین پہنس رہے ہین دیکھو اسی دلیل ضعیف طبعزاد کو جو ہماری طرف سے
پیش کرکے اوسکا جواب یہ دیتے ہین کہ ایسی صورت مین زید وعمرو کی طبیعتون کا مساوی
ہونا ضرور ہے کیسا نامعقول جواب ہے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر ایک امر کے صدور کے واسطے
مساوات طبیعت صادر کرنے والون کی ضرور ہے اسپر کیا دلیل ہے رحم وغضب کا صدور
زید وعمرو سے بھی ممکن ہے اور خدای تعالی سے بھی ممکن ہے حالانکہ خدای تعالی اور بندون
مین مساوات نہین پس ایسا جواب کہ محض بے دلیل بلکہ بدیہی البطلان ہے عین دلیل
سفاہت اور نادانی کی ہے **قال** اور اگر آیندہ کے لئے رسول ہونے کا امکان فی نفسہ

اس قضیہ مین کہ انسان کی نجات کو نبیون کو آنا ضرور ہے حکم امکان نہین بلکہ حکم ضرورۃ ہے
پس جسقدر راونہون نے اس جگہہ بربنائی امکان خامہ فرسائی کی ہے محض شاغبہ اور تناقض
کلامی ہے کہ ایک جگہہ تو رسالت کا ضروری ہونا ثابت کرتے ہین دوسری جگہہ اوسکے امکان
کے تسلیم مین بہی کلام کرتے ہین وما ہذا الاخبط العشوار **قال** پس جو شخص کسی ایک رسول
کے ہونے کا بہی قایل ہوگیا ہو تو اوسکے مقابل مین کہا جا سکتا ہے کہ رسولون کا ہونا ممکن ہے
مگر جو شخص رسول ہونے کا قایل ہی نہو تو اوسکے مقابل مین اوسکا امکان کہنا جہالت ہے۔
قلت اول تو یہ فرمائی کہ آپ کن لوگون مین ہین کیونکہ اس تحریر مین ہم کو اورون سے
چندان بحث نہین اسوقت صرف آپ ہی ہمارے مخاطب ہین اور اسوقت مین بمقابلہ آپ ہی کے
ہمکو اس امر کا ثابت کرنا مقصود ہے کہ معجزہ دلیل نبوۃ ہے اور مبعوث ہونا رسولون کا ضروری ہے
اگر آپ اون لوگون مین ہین کہ مبعوث ہونے انبیا کے قایل ہین تو خود آپ ہی کے اس قول کے
اقرار سے ہماری حجت آپ پر تمام ہوچکی اور آپ کو گنجایش کسی عذر اور حیلہ کی باقی نہین رہی
اور اگر آپ جملہ انبیا کے حضرت آدم عم سے لیکر محمد صلعم تک منکر ہین تو عنایت فرماکر صاف صاف
لکھدیجے ہم اسیکے منتظر ہین اور اسی سبب سے ہمنے دلائل اثبات نبوۃ کو اس تحریر مین مفصلاً
نہین لکہا صرف حوالہ کتب کلامیہ وفلاسفہ اور آپکے تبئین الکلام پر اکتفا کیا ہے ثانیاً مدعی
امکان کے مقابلہ مین مخالف کو امتناع کا ثابت کرنا لازم ہے اور بدون اثبات امتناع کے
امکان کا انکار کرنا ایسے جاہلون کا کام ہے جیسے سید الطایفہ ہین **قال** اگر یہ کہا جاوے
کہ لوگون کی طرف سے ایلچیون کا وجود کا ہونا اسمبات کی دلیل ہے کہ خدا کی طرف سے بہی
رسولون کا ہونا ممکن ہو جیسے کہ عمرو کے ایلچی کا ہونا اسمبات کی دلیل ہے کہ زید کی طرف سے
بہی ایلچی کا ہونا ممکن ہے تو یہہ بہی ٹہیک نہین ہوگا اسلئے کہ ایسی صورت مین زید عمرو دونون

حالت مین اوسکی رسالت اور نیابت پر یقین نکرنا صریح قساوۃ اور محض ہٹ دہرمی ہے اگر
وہ نشانیان اوسکی نیابت اور رسالت کی نشانیان نہین تو اور کیا چیز ہے جسکے واسطے وہ
نشانیان عطا فرمائی گئی ہین اور چونکہ یہ نشانیان مثبت اور موجب علم رسالت اور نیابت
اوس مدعی رسالت و نیابت کے ہین پس یہہ کہنا سید لطائفہ کا کہ یہ بات جب ہوگی جب ہم جان
چکے ہون کہ اوس نے اپنا ایلچی بھیجا ہے صریح اونکی نادانی اور نافہمی ہے اور ایسی بات ہے کہ ایک شخص
دعوی طلوع آفتاب کا کرے اور اوسپر دن کی روشنی سے استدلال کرے اور سکے ساتھ یہ مجادلہ اسطور پر
پیش آیا جاوے کہ روشنی صبح کی دلیل طلوع آفتاب کی جب ہوگی کہ جب ہم جان چکے ہون کہ آفتاب
طلوع ہوا ہے دیکھو ایسے مجادلہ کرنے والے کو کون عاقل ہے کہ اجہل الناس نہ کہیگا۔
قال پس جبکہ ہمنے یہ تسلیم بھی کرلیا کہ رسالت ہوتی ہے اور معجزے بھی ہوتے ہین تو
کسطرح یہہ بات معلوم ہوگی کہ جس نے وہ معجزے دکھائے ہین وہ رسول ہے کیونکہ اوسکے
رسول ہونے کا خدا کی طرف سے تو اوسوقت تک ثبوت نہین ہوسکتا جب تک کہ اوسکا رسول
ہونا ثابت نہولے ورنہ تصحیح الشی بنفسہ لازم آتی ہے **قلت** چونکہ معجزات ایسے شخص کے
اوسکی رسالت کے دلیل قطعی ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا پس تصحیح رسالت جو شہادۃ معجزات
سے ہوئی ہے اوسکی نسبت یہ کہنا کہ تصحیح الشی بنفسہ ہے کیسی حماقت کی بات ہے کہ اطفال
دبستان بھی اوسپر ہنستے ہین **قال** اور تجربہ اور عادۃ سے بھی اوسکے رسول ہونے کا ثبوت
نہین ہوسکیگا بجز اسکے کہ معجزہ رسول ہی دکھایا کرین اور کوئی نہ دکھا سکے حالانکہ خرق عادۃ
جسکا ایک نام معجزہ بھی ہے رسول اور غیر رسول دونون دکھا سکتے ہین **قلت** یہ جو کہتے ہین
کہ "خرق عادۃ جسکا ایک نام معجزہ بھی ہے" اونکی ناواقفی ہے اور اسی ناواقفی پر اونکے اس کلام کی
بنا ہے حالانکہ مطلق خرق عادۃ کا نام معجزہ نہین بلکہ معجزہ اوس خرق عادۃ کو کہتے ہین

مان لیا جائے تو یہ تسلیم ایک امکانی امر کی تسلیم ہوگی نہ اوسکے وقوع کی **قلت** ہرگاہ کہ سید الطائفہ معترف ہین کہ رسولون کا بہیجا جانا ضرور ہے پس یہ تسلیم مجرد امکان عام ہی کی نہین کہ جسکی دونون جانبین ایجاب وسلب کے ایک ہی درجہ مین ہون بلکہ بموجب اونکے اعتراف کے جانب ایجاب کی فعلیت اور متحقق ہونا نفس الامر اور خارج مین بخوبی ثابت ہے اور جب خود اونہین کے اقرار سے فعلیت تحقق رسالت کا نفس الامر اور خارج مین ثابت ہی تو اونکی جہالت صریح ہے کہ اوسکے امکان مین کلام کررہے ہین **قال** جیسے کہ اس بات مین شک ہوتا ہے کہ عمرو نے کسی زمانہ گذشتہ مین ایلچی بہیجا ہے یا نہین اور آیندہ زمانہ مین بہیجنے مین شک کرنا کہ آیندہ بہی وہ بہیجیگا یا نہین گذشتہ زمانہ کے شک کرنے سے بالکل مختلف نہین ہے **قلت** ایک بات کا بار بار تکرار کیے جانا بجز شاغبہ کے اور کچہ نہین جب تم خود اقرار کرتے ہو کہ انبیا کا بہیجنا تا اختتام سلسلہ نبوۃ کے ضرور ہے اور برہان عقلی سے اوسکو خود ثابت کرتے ہو تو یہ تمہاری فضول باتین محض بیکار ہین **قال** پہر جب ہم کو یہ بات معلوم نہین ہے کہ زید نے گذشتہ زمانہ مین کوئی ایلچی بہیجا ہے یا نہین تو ہم کو یہہ کہنا صحیح نہوگا کہ جسکے پاس زید کی نشانیان ہین وہ زید کا ایلچی ہے جب تک کہ ہم یہہ نہ جان لین کہ یہ نشانیان اوسکے ایلچی ہونیکی ہین اور یہ بات جب ہوگی جب ہم جان چکے ہون کہ اوس نے اپنا ایلچی بہیجا ہے **قلت** جب ایک شخص جامع شرائط صحت رسالت دعوی رسالت کا کرتا ہے اور جس نے اوسکو بہیجا ہے اوسکی طرف دعوت کرتا ہے اور اس دعوی پر وہ نشانیان بطور شہادت کے پیش کرتا ہے کہ مخصوص ہین اوسی کی ذات سے جس نے اوسکو بہیجا ہے اور وہ نشانیان ایسی نہین کہ کسی نے ازراہ سرقہ یا دغا اور دہوکے کے اونکو حاصل کیا ہو نہ اوس بہیجنے والے کی نسبت ایسا گمان ہوسکتا ہے کہ اوسکی نشانیون خاص کو کوئی شخص چوری و دغا فریب سے حاصل کرسکے پس ایسی

دستگاہ رکہتے تھے اور رکہتے ہین اور باوجود ان سب باتون کے سب کے سب ایک معجزہ کی مانند بہی پیش نکر سکے نکر سکتے ہین اور معترف عجز کے ہین پس اگر معجزات محض قدرۃ ربانی اور دلیل قاطع رسالت پر نہین تو دلیل قاطع اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین **قال** ہان یہ ہو سکتا ہی کہ دیکہنے والا یہ اعتقاد کرے کہ جس شخص سے یہ خرق عادۃ ہوئی ہے وہ ایک بڑا شخص ہے اور بڑا شخص جہوٹ نہین بولتا **قلت** ہرگاہ کہ وہ دعوی رسالت کا کرتا ہے اور اوسپر ایسی دلیل پیش کرتا ہے کہ اوسکی رسالت پر حجت قاطع ہے جیسا کہ اوپر مصرح ہو چکا پس اوسکی بزرگی دیکہنے والون کو کسی اور حیثیت سے مسلم نہوگی بلکہ ہر ایک دیکہنے والا بشرطیکہ مثل فرعون مصر اور فراعنہ زمانہ کے قاسی القلب ہٹ دہرم نہو بیشک اوسکی بزرگی پر من حیث الرسالۃ یقین کریگا جسطرح ساحران فرعون نے یقین کیا اور ایمان لای پہر ہم یہ دریافت کرتے ہین کہ دیکہنے والا جو بقول سید الطایفہ کے یہ اعتقاد کریگا کہ یہہ ایک بڑا شخص ہے دیکہنے والا کس اعتبار سے اوسکو بڑا شخص اعتقاد کریگا آیا اس اعتبار سے کہ خدای تعالے کا بہیجا ہوا ہے یا اس اعتبار سے کہ بڑا جادوگر یا بڑا شعبدہ باز یا بڑا واقف خواص اشیاء کا ہے اگر پہلے اعتبار سے اعتقاد کریگا تو مدعا ہمارا حاصل ہے ماسواء اعتبار اول کے اور اعتبارات بہ نسبت معجزات کے صریح البطلان ہین چنانچہ ہم پیشتر اونکا بطلان ثابت کر چکے ہین پس کوئی صاحب عقل معجزات کو اون اعتبارات پر محمول نہین کر سکتا **قال** بلکہ اوسکے رسول ماننے کو یہ بہی کافی نہوگا جب تک کہ یہہ بہی نہ مان لیا جاوے کہ رسالت درحقیقت ایک چیز ہے اور ایسی خرق عادت بجز رسول کے اور کسی بڑے شخص سے نہین ہوتی **قلت** وہی ایک بات ہے کہ بار بار اوسکا تکرار کرتے چلے جاتے ہین

کہ بمقارن دعوی نبوۃ ایسے مدعی نبوۃ کے ہو کہ اوسکے امکان نبوۃ کی سلب پر کوئی دلیل
عقلی یا نقلی قطعی موجود نہو چنانچہ بحث اسکی عنقریب آویگی پس اس قسم کی خرق عادۃ جسکو معجزہ
کہتے ہین سوائے رسول برحق کے کوئی نہین دکہا سکتا **قال** ان تمام اشکالات کے سبب متکلمین
نے ان سب باتون کو چہوڑکر صرف یہ بات کہی ہے کہ جس شخص کے پاس معجز یعنی عاجز کرنے والی
چیز ہو وہ رسول ہے مگر یہ بہی صحیح نہوگا بجز اسکے کہ وہ شئے معجز فی نفسہ رسالت اور رسول
پر دلالت نہ کرے **قلت** جسقدر باتین سید الطائفہ نے یہانتک لکہی ہین وہ سب توہمات
باطلہ اور مغالطات جاہلانہ ہین اونمین ایک بات بہی ایسی نہین کہ اوسکو از قسم اشکالات سمجہا
جاوے اور متکلمین نے ان توہمات کے جوابات ایسے دئے ہین کہ سید الطائفہ نے صرف اس نظر سے
کہ اونکے جوابات کا رد ہو نہین سکتا اونکے جوابات سے تعرض نہین کیا اور اونہین شبہات
واہیہ کو بلا تعرض کے جوابات سے نقل کر دیا ہے اور یہ جو لکہتے ہین کہ یہ بہی صحیح نہوگا بجز اسکے کہ وہ
شئے معجز فی نفسہ رسول و رسالت پر دلالت نکرے" یہ بہی ایک بیفائدہ تکرار ہے کہ ہم پیشتر
اوسکو رد کر چکے ہین **قال** عقل مین یہ قوۃ نہین کہ جب کوئی عجیب خرق عادۃ دیکہے تو
یہ جان لے کہ وہ ربانی ہے اور رسالت پر دلیل قاطع **قلت** یہ ہمنے تسلیم کیا کہ فرقہ نیچریہ
کی عقل پر بسبب سخافت اور بہی بسبب اونکی بدبینی کے خدا کا قہر نازل ہے اور غیبی پردہ پڑا ہے
اس امر مین تمیز نہین کر سکتے کہ یہ امر تو حد اختیار مخلوقات سے باہر ہے اور یہ امر حد اختیار مخلوقات
سے باہر نہین اور شاید اس بنا پر اونکی عقل ناقص زمین و آسمان اور چاند سورج اور کواکب اور
دیگر عجائبات عالم کو بہی ربانی تجویز نکرتی ہوگی مگر اونکو اسقدر تو سمجہنا چاہیے تہا کہ منکران
نبوۃ زمانہ انبیا مین تہے اور اونکے بعد بہی بہت گذرے ہین اور اب بہی موجود ہین اور اکثر
اونمین سے وہی لوگ ہین کہ سحر اور خواص اشیا اور صناعت اور ہنرمندی مین اعلی درجہ کی

بیشک جسقدر دلیلین سید الطائفہ نے انکار معجزات پر پیش کی ہین سب بودی اور پوچ ولچر اور صریح البطلان ہین اور بمقابلہ دلائل اثبات کے کچھہ بہی وقعت نہین رکہتین عبث سید الطائفہ نے حق کے چہپانے کی غرض سے مشاغبہ طولانی کیا ہے ۶ مغز ما خورد و حلق خود بدرید **قال** اگر ہم بطور تنزل کے رسالت کے امکان امری کو امکان وقوعی فرض کرلین اور معجزہ کو بہی اوس شخص کے سچا ہونے کی دلیل مان لین جو رسالت کا دعوی کرتا ہے تو بہی اون لوگون کے نزدیک جو کہتے ہین کہ رسول کے سوا اوروں سے بہی شئی معجز ظاہر ہوتی ہے رسالت پر معجزے کی دلالت لازمی نہین ہوگی اور متکلمین اس بات کے قایل ہین کہ شئی معجز کبہی جادوگر سے اور ولی سے بہی ظاہر ہوتی ہے اور اس مقام پر جو اونہون نے یہ شرط لگائی ہے کہ شئی معجز اوسی وقت رسالت پر دلالت کرتی ہے جبکہ وہ رسالت کے دعوی کے مقارن ہو اور جو شخص رسول نہین اور وہ یہ دعوی کرکے کہ مین رسول ہون شئے معجز کو دکہانا چاہے تو نہ دکہا سکیگا یہ ایک ایسی بات ہے جسپر کوئی دلیل نہین نہ تو اسکا نشان منقولات مین پایا جاتا ہے نہ عقل سے معلوم ہوسکتا ہے **قلت** امکان امری ایک مہمل لفظ بولے کہ جسکے معنی کچھہ نہین سمجھے جاتے ایسے ہی امکان وقوعی نئے نئے الفاظ گہڑ کر پیش کرتے ہین غرض اس سے یہ ہے کہ جہلا کو تردد مین ڈالدین اور مشاغبہ کرکے اصل حال اونپر منکشف نہ ہونے دین ظاہر امراد یہ ہے کہ رسالت جو مرتبۂ امکان عام مین ہے اوسکے وقوع کی جانب کو تسلیم کرین لیکن ہرگاہ کہ وہ خود وقوع رسالت کو ضروری ثابت کرچکے ہین پس یہ کہنا اونکا کہ بطور تنزل کے رسالت کو وقوعی فرض کرلین صریح مغالطہ ہے جو شی کہ وقوع اوسکا ضروری ہے اوسکے وقوع کو بطور تنزل کے فرض کرنا صاف دلیل جہالت کی ہے ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ خرق عادۃ اولیاء اللہ سے بہی ظہور مین آتا ہے مگر وہ خرق عادۃ مقارن دعوی نبوۃ نہین ہوسکتا کیونکہ مرتبہ ولایت کا عمداً مانع ارتکاب گناہ کبیرہ کا ہے چہ جائے

رسالت کے ضروری ہونیکو خود بدلیل عقلی ثابت کر چکے ہین اور ہم پیشتر ثابت کر چکے ہین کہ ایسی خرق عادۃ جسکو معجزہ کہتے ہین بجز رسولون کے کسی اور سے نہین ہوسکتی **قال** شئے معجز بہی رسالت پر دلالت نہین کرتی کیونکہ عقل نہین جان سکتی کہ رسالت اور شئے معجز مین کیا علاقہ ہے جب تک کہ یہ نہ مان لیا جائی کہ اعجاز رسالت کے افعال مین سے ایک فعل ہی جیسے بیمار کا اچہا کرنا طب کے افعال مین سے ایک فعل ہے اور جو شخص کہ بیمار کو اچہا کر دیتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ طب کا وجود ہے اور یہ شخص طبیب ہے **قلت** ہرگاہ کہ ہم ثابت کر چکے ہین کہ اعجاز خصایص رسالت سے ہی پس اگر نیچریون کی عقل پر ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ وہ اتنا بہی نہین سمجہ سکتے کہ خصایص کو مخصوص بہم سے کچہ علاقہ ہوتا ہی تو اونکو ادن فرعونیون مین شمار کرنا چاہیئے کہ جنکی نسبت وارد ہے وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا اور یہ جو لکہتے ہین کہ بیمار کا اچہا کرنا طب کے افعال مین سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکو اصول طب پر بہی اطلاع نہین ہر فن مین اپنا تشخص جتانے کو دخل کرتے ہین مگر ساتھ ہی اوسکے جہالت بہی ظاہر ہوجاتی ہے اول تو طب کے افعال ہی کیا ہوسکتے ہین ہان طبیب کے افعال ہوسکتے ہین سو اوسکے افعال مین سے اچہا کرنا بیمار کا نہین بلکہ تدبیر ازالہ مرض کی کرنا اوسکا فعل ہے بیمار اچہا ہوجائے نہو اگر اوسکے افعال مین اچہا کرنا ہوتا تو خود طبیب ہی کیون مر جایا کرتے یا ایسے بیمارون کو جنکے چنگا کرنے پر از بس حریص ہوتے ہین کیون مرنے دیتے ثانیا جسطرح پر یہ نسبت طبیب کے سید الطائفہ نے تقریر کی بہ نسبت رسول کے ہم اوسیطرح پر کہہ سکتے ہین کہ معجزہ دکہانا خاصہ رسولون کا ہے اور جو شخص معجزہ دکہاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسالت کا وجود ہے اور یہ شخص رسول ہے **قال** یہ تمام دلیلین بودی ہین **قلت**

معجزات کو سحر کہا تہا اونکے رد مین اونسے یہ کہا گیا کہ تم جو ان معجزات حق کو سحر کہتے ہو کیا یہ سحر ہو سکتا ہے حالانکہ فلاح نہین پاتے ساحر اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی ساحر رسالت کا دعوی کرکے معجزات دکہانے مین ہرگز کامیاب نہین ہو سکتا یعنی افترا اوسکا عیان اور ظاہر ہو جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ معجزہ نہین بلکہ سحر ہے چنانچہ ایسا ہی وقوع مین آیا فلما القوا قال موسی ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین یعنی جب اونہون نے اپنی رسیان اور لاٹہیان ڈالین تو حضرت موسی نے کہا کہ جو تم بنا لائی ہو یہی ہے سحر بیشک خدا اوسکو جہوٹا کر دیگا کہ بیشک اللہ تعالے مفسدون کے عمل کو درست نہین کرتا اللہ تعالی قران مین فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین یعنی اگر نبی ہمپر جہوٹی باتون کا افترا کرتا تو ہم پکڑتے اوسکے دائین جانب اور کاٹ ڈالتے گردن کی رگ اور بموجب تفسیر زجاج اور فراء اور مبرد کے یہ معنی ہین کہ اگر جہوٹی باتین ہمپر افترا کرتا تو ہم اوسکی قدرۃ اور قوت سلب کر لیتے اور اوسکو ہلاک کر دیتے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکہتے ہین کہ اعلم ان حاصل ہذہ الوجوہ انہ لو نسب الینا قولا لم نقلہ لمنعناہ عن ذلک اما بواسطۃ اقامۃ الحجۃ فانا کنا نقیض لہ من یعارضہ فیہ حینئذ یظہر للناس کذبہ فیکون ذلک ابطالا لدعواہ وہدما لکلامہ واما بان نسلب عنہ القدرۃ علی التکلم بذلک القول وہذا ہو الواجب فی حکمۃ اللہ تعالی لئلا یشتبہ الصادق بالکاذب یعنی جان تو کہ حاصل ان وجوہ کا یہ ہے کہ اگر وہ نسبت کرے ہماری طرف وہ قول جسکو ہمنے نہین کہا ہو تو ہم اوس کو باز رکہین گے اس نسبت کرنے سے یا تو بواسطہ اقامۃ حجۃ کے پس ہم متعین کرینگے اوسکے لئے اوس شخص کو کہ وہ معارضہ کریگا اوسکا اوسمین اور اوسوقت مین ظاہر ہوگا لوگون کو کذب اوسکا پس ہوگا یہ ابطال اوسکے دعوی کا اور ہدم اوسکے کلام کا یا ہم اوس سے اوسکی قدرۃ کو جو اوس قول پر کلام کرنے کی ہے

کہ ایسا گناہ کبیرہ اونسے ظہور مین آوے کہ اللہ تعالی پر افترا برپا کرین اور کرامت دکھا سکین
اور یہ امر کہ کوئی شخص ساحر اور غیر ساحر جہوٹا دعوی نبوۃ کا کرکے معجزہ نہین دکہا سکتا دلائل نقلیہ
اور عقلیہ سے ثابت ہی توریۃ کے سفر استثنا کے ۱۸ باب کے آخر مین ہے کہ اگر تو کہے کہ مین کیونکر
جانون کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہین تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے
اور وہ جو اوس نے کہا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہین کی یرمیا نبی کی کتاب کے ۱۴ باب
مین یرمیا کا بیان خداوند تعالی کی حضور اور اوسکا جواب اسطور پر ہی اے خداوند یہوواہ دیکھ
انبیاء اونسے (یعنی بنی اسرائیل سے) کہتے ہین تم تلوار نہ دیکھوگے اور تمپر کال نہ آویگا بلکہ مین
اس مکان مین تم کو ایسی سلامتی دونگا جو قایم رہیگی تب خداوند نے مجھے کہا کہ انبیا میرا نام لیکر
جہوٹی نبوت کرتے ہین مین نے اونہین نہین بہیجا اور حکم نہین دیا نہ اونہین کہا وہ جہوٹی رویا
اور جہوٹا علم غیب اور بے اصل باتین اور اپنے دل کی مکاریان نبوۃ کی طرح تمپر ظاہر کرتے ہین
اسلئے خداوند یون کہتا ہی کہ اون نبیون کی بابت جو میرا نام لیکر نبوۃ کرتے ہین جنہین مین نے
نہین بہیجا اور جو کہتے ہین کہ کال اور تلوار اس سرزمین پر نہ ہوگا یہی تلوار اور کال سے ہلاک کئے
جاوینگے اور جن لوگون سے وہ نبوۃ کرتے ہین سو وہ تلوار اور کال کے سبب سے یروسلم کے
کوچون مین پہینک دئے جاوینگے ،، ان سب تصریحات سے ظاہر ہے کہ جو شخص جہوٹا دعوی نبوۃ
کا کرکے کوئی بات بطور معجزہ کے ظاہر کریگا اوسکا وقوع کبہی نہوگا بلکہ کتاب یرمیاہ سے تو یہہ
بات ظاہر ہے کہ اوسکے خلاف وقوع مین آویگا اور قرآن مجید سے بہی تائید اسکی ظاہر ہے حضرت
موسی ع کے قصہ مین ہے ثم بعثنا من بعدہم موسی و ہارون الی فرعون وملائہ بآیاتنا فاستکبروا
وکانوا قوما مجرمین فلما جاءہم الحق قالوا ان ہذا لسحر مبین قال موسی اتقولون للحق لما جاءکم
اسحر ہذا ولا یفلح الساحرون چونکہ فرعون اور اوسکے گروہ نے مدعیان نبوۃ صادقہ کے

سفہا رکے بہکانے کے واسطے اون دلائل نقلیہ اور عقلیہ سے جو متکلمین نے اوپر امتناع صدور معجزات کے ساحرون اور کذابون سے پیش کی ہین کچہہ تعرض نہین کرتے اور اپنی طرف سے لغو اور لاطائل باتین بناکر ازراہ کذب وافترا کے متکلمین کی طرف منسوب کرتے ہین اونکو لازم تہا کہ اون دلائل نقلیہ اور عقلیہ مین جو متکلمین نے پیش کی ہین گفتگو کرتے نہ یہہ کہ اپنے دل سے ایک واہی بات بناکر اوسمین بحث کرنے لگے - ہم پیشتر اس امر کو ثابت کر چکے ہین کہ ساحر ہو یا اور کوئی شخص ہو دعوی نبوۃ کا کرکے معجزہ دکہلانے مین کامیاب نہ ہوگا اور ہم اس قسم کے واقعات مین سے ایک واقعہ کا ذکر بھی کتاب ہیر مباحثی سے لکھہ چکے ہین سید الطایفہ کو لازم تہا کہ ہمارے مقابلہ مین کوئی ایسا واقعہ ثابت کرتے کہ کسی زمانہ مین کسی کذاب نے جہوٹا دعوی نبوۃ کا کرکے کوئی معجزہ دکہایا ہے اور بغیراسکے تو یہ سب خرافات اونکی سطر بہر قابل توجہ کے بہی نہین بقول آنکہ ؎ باچنین بیہودہ گوئی مے توان گفتن اگر ✻ تو لتے داری بگو ور قدر تے داری بیار

قال ان سب خرابیون پر خیال کرکے بعض لوگون نے یہ کہا ہے کہ خرق عادۃ بجز انبیا کے اور کسی سے نہین ہوتا **قلت** سید الطایفہ اپنے مزخرفات بیہودہ پر خیال کرین کہ بلحاظ اون بیہودہ خیالات کے امور محکمہ واقعیہ اور اصلیہ کو خراب تصور کرتے ہین اور جن لوگون نے کرامات اولیا کا انکار کیا ہے اونہون نے بڑی غلطی کی ہے امام فخرالدین رازی نے تفسیر آیات قصہ اصحاب کہف مین اس باب مین بہت مبسوط کلام کیا ہے اور دلائل نقلی اور عقلی سے جواز وصدور کرامات اولیا ثابت کیا ہے چونکہ یہ مقام بحث کرامات اولیا نہین ہے اسلیے ہم اون دلائل کا یہان نقل کرنا ضروری نہین سمجہتے **قال** اسی خیال پر شاہ ولی اللہ صاحب نے بہی حجۃ اللہ البالغہ مین کرامات اولیا سے انکار کیا ہے **قلت** دیکہو تو کیا بڑا افترا کیا ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر سبحانک ہذا بہتان عظیم حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ

سلب کر لینگے اور یہ ضرور ہے حکمۃ اللہ تعالیٰ مین تا کہ نہ مشتبہ ہو سچا ساتھ جھوٹے کے"
اور متکلمین نے اس دلیل نقلی کی تائید مین دلیل عقلی بھی پیش کی ہے وہ کہتے ہین کہ ہم اس
بات کو ثابت کر چکے ہین کہ کوئی چیز وجود مین بجز خدا کے موثر نہین پس اعجاز بجز خدا کے اور کسیکا فعل
نہوگا اور سحر اور مانند اسکے اگر حد اعجاز کو نہین پہونچتا جیسا کہ مذہب جملہ عقلا کا ہے مثل پھٹ جانے
سمندر اور چنگے ہو جانے اندہون اور مبروصون کے اور جاری ہوجانے پانی کے بہت کثرۃ سے
انگشت مبارک سے اور انشقاق قمر اور فصاحت قران کی تو فرق درمیان معجزات اور سحر کے
صاف واضح ہے اور اگر کوئی سحر حد اعجاز کو پہونچتا ہے تو اسصورت مین اگر بدون دعوی نبوۃ اور معارضہ
کے ہے تو بہی فرق درمیان سحر اور معجزات کے ظاہر ہے اور اگر مقارن دعوی نبوۃ اور معارضہ کے ہی
تو بیشک یا تو اللہ تعالے اوس فعل کو پیدا نہ کریگا یا کسی دوسرے کو اوسکے معارضہ پر قادر کر دیگا ورنہ
تصدیق کاذب کی خدای تعالی پر لازم آویگی اور یہ امر محال ہے اور صحت اس دلیل پر وقوع
واقعہ کا مطابق اس دلیل کے شاہد عدل ہے کہ جب مدعیان نبوۃ نے جہوٹا دعوی نبوۃ کا پیش
کر کے اپنی تصدیق کے واسطے بطور اعجاز کے یہ بات کہی کہ پیر و سلیم پر نہ تلوار چلے گی نہ اونپر کال
پڑیگا تو اللہ تعالی نے اونکی تکذیب کے لئے پیر و سلیم پر تلوار بہی چلوائی اور کال بھی ڈالا اور باوجودیکہ
پیرمیاہ نے بہت عاجزی کے ساتھ اس آفت کے دفع کیلئے دعا بھی کی مگر بہین مصلحت کہ دفع مین
اوس آفت کے تصدیق کاذب لازم آتی ہے جو امر محال اور ناجایز ہے وہ دعا اونکی مقبول نہوئی
دیکھو باب ۱۴ کتاب پیرمیاہ نبی عرم **قال** اور یہ کہنا کہ شئے معجز ایک بڑے شخص سے ظاہر
ہوتی ہے اور جو شخص جہوٹا دعوی کرے وہ بڑا شخص نہین ہے اور اسلئے اوسسے ظاہر نہوگی اسلئے
غلط ہوجاتا ہے کہ متکلمین جادوگر سے شئے معجز کا ظاہر ہونا تسلیم کرتے ہین اور جادوگر بڑا شخص
تسلیم نہین کیا جا سکتا **قلت** یہ سب مغالطہ اور دہوکے سید الطائفہ کے ہین کہ اپنے اتباع

تہین اور قریب قریب اسکے واقعات ہوئی ہین حضرت حزقیل اور موسی اور ونکے سوا ر
اور اور پیغمبرون علیہم السلام کو اور ہسیطرح ہوا ہے اولیاء امۃ کو تاکہ ہووی بلندی اونکے
مرتبہ کی اللہ تعالی کے نزدیک حالت بیداری مین مثل حال خواب کے" جب یہ حال ہے سید الطائفہ
کا کا ایسی مشہور کتاب کی نسبت ایسا صریح افترا کرتے ہین تو غیر مشہور کتابون کی نسبت جسقدر
افترا کرین تہوڑا ہے **قال** رسول خدا صلعم کے حال سے ظاہر ہوگا کہ آنحضرت نے نہ کسی ایک
شخص کی نہ کسی ایک گروہ کی دعوت کرتے وقت یہ نہین کیا کہ اوس سے پہلے اوسکے سامنے خرق عادۃ
کی ہو اور ایک چیز کو دوسری چیز مین بدل دیا ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی اور
سونے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنا دیا ہو اور اسلام لانے کی دعوت کے وقت کوئی کرامات اور
کوئی خوارق عادۃ آنحضرت صلعم سے ظاہر نہین ہوئی **قلت** تم لوگون کی آنکھون اور کانون
اور دلون پر پردے پڑے ہوئے ہین تمہارا طابق النعل بالنعل فرعون و فرعونیون کا سا حال
ہے جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا صریح قران مین موجود ہے وان کنتم فی
ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین
چنانچہ یہ مضمون مکی سورتون مین بھی اور مدنی سورتون مین بھی موجود ہے اور ظاہر ہے کہ یہی
زمانہ دعوۃ اسلام کا ہے علاوہ برآن اخبار صحاح سے ثابت ہے کہ اہل مکہ نے حضرت صلعم سے
سوال کیا کہ کوئی نشانی اپنی رسالت کی دکھاؤ اوسوقت اونکو انشقاق قمر کا معجزہ دکھایا
چنانچہ قران مین بھی اسکی خبر موجود ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیۃ یعرضوا
ویقولوا سحر مستمر یعنی نزدیک آئی قیامت او شق ہوا چاند اور اگر دیکہین وہ (کافرین)
کوئی نشانی اعراض کرین وہ اور کہین جادو ہے قوی" بس یہ کہنا سید الطائفہ کا کہ اسلام
کی دعوت کے وقت کوئی کرامات اور کوئی خوارق عادۃ آنحضرت صلعم سے ظاہر نہین ہوئی کیا

نسخہ مطبوعہ اور قلمی موجود ہین اول سے آخر تک دیکھو تو کہین بھی انکار کرامات اولیا کا نہین
بلکہ برخلاف اوسکے اوسکے ثبوت پر اصرار ہے دیکھو صفحہ ۸ مطبوعہ دہلی لکھتے ہین من ہذا القسم
سوال القبر و وزن الاعمال والمرد علی الصراط والرویۃ وکرامات الاولیاء فہذا کلہ ظہر بہ الکتاب والسنۃ
وجری علیہ السلف ولکن ضاق نطاق المعقول عنہا بزعم قوم فانکروہا اواولوہا وقال قوم آمنا
بذلک وان لم ندر حقیقتہ ولم یشہد بہ المعقول عندنا ونحن نقول آمنا بذلک کلہ علی بینۃ من ربنا
ویشہد لہ المعقول عندنا یعنی اس قسم سے ہے (یعنی اس قسم سے کہ جو قران وحدیث سے ثابت ہے
اور صحابہ اور تابعین اوسپر ہین) سوال قبر اور گذرنا صراط پر اور دیکھنا اللہ تعالی کا اور کرامات
اولیا کی پس یہ سب چیزین ظاہر ہے انکے ثبوت پر قران اور حدیث اور اسی پر ہین سلف
لیکن ایک گروہ کے زعم پر ٹپکا معقول کا اسمین تنگ ہوا تو اونہون نے انکا انکار کیا یا
اونکی تاویلین کین اور ایک گروہ نے کہا کہ ہم ایمان لائی انپر اگرچہ ہم انکے حقیقت کو نہین
جانتے اور اگرچہ معقول اسکی شاہد ہمارے نزدیک نہین (اسکے بعد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہین) اور ہم ان سب پر ایمان لائے برنبای حجۃ کے جو ہمارے رب کی طرف سے ہے اور ہمارے
نزدیک معقول اسکی شاہد ہے" دیکھئے بہت صاف اقرار ہے کرامات اولیا کا اقرار ہی نہین
بلکہ اصرار ہے کہ خدا کی طرف سے ہمارے پاس اسکی بصیرۃ وحجت ہے اور معقول بھی ہمارے
نزدیک اسکی شاہد ہے پہر صفحہ ۲۰۸ دیکھو اوسمین لکھتے ہین ذکر معراج پیغمبر صلعم مین واسری
بہ الی المسجد الاقصی ثم الی السدرۃ المنتہی والی ما شاء اللہ وکل ذلک لجسدہ صلعم فی الیقظۃ
وقد ظہر لحزقیل وموسی وغیرہم علیہم السلام نحو من تلک الوقائع وکذلک لاولیاء الامۃ لیکون
علو درجاتہم عند اللہ کحالہم فی الرویا یعنی رات مین لیگیا پیغمبر صلعم کو مسجد اقصی تک پہر سدرۃ المنتہی
اور جہانتک کہ چاہا اللہ تعالی نے اور یہ سب پیغمبر صلعم کے بدن مبارک کے ساتھہ بیداری مین

نہین ہون مگر رسول (اور دوسری آیہ کا ترجمہ لکھتے ہین) کہ نہین روکا ہمکو آیات کے بہیجنے
سے مگر یہ کہ جہٹلایا اونکو اگلون نے (اوران آیات سے یہ استنباط کرتے ہین کہ کوئی معجزہ
پیغمبر خدا صلعم سے نہین ہوا **قلت** اول تو سید الطائفہ نے بسبب ناواقفی کے لغات عرب کے
ترجمہ مین کئی غلطیان کی ہین ایک یہ کہ (ینبوع) جو واحد (ینابیع) ہے اور (یفعول) ہے
مادہ (نبع) سے اوسکا ترجمہ (چشمے) بلفظ جمع کر دیا دوسری (رقی) بالضم وتشدید الیاء کو
جو مصدر ہے بمعنی چڑہنے کے اوسکا ترجمہ منتر کر دیا صراح مین ہی رقی برآمدن بر نردبان بکسر العین
فی الماضی وفتحہا فی الغابر یقال رقیت فی السلم رقیا ورقیا ارتقاء مثلہ اور منتر کے معنی مین (رقیہ)
بالضم وتخفیف الیاء ہے حالانکہ اس آیہ مین تشدید الیاء بغیر الحاق تاء کے واقع ہے تیسری
ترجمہ (کما زعمت) کا بالکل چہوڑ دیا یعنے تو آسمان کے ٹکرے نہ ڈالے جیسا کہ تو کہتا ہی" چونکہ
(کما زعمت) دلالت کرتا ہے اسپر کہ صاحب وحی علیہ السلام کے نزدیک ہی مثل سایر انبیاء کے آسمان
ایک ایسی مجسم چیز ہے کہ جسکے ٹکرے گر سکتے ہین اور سید الطائفہ وجود آسمان سے منکر ہین لہذا اونہون
نے یہی بہتر سمجہا کہ اس کلمہ کا ترجمہ چہوڑ دیا جائے چوتہی (تنزل علینا) جو (نزلہ تنزیلاً)
سے متعدی ہے اور جسکے معنی مین (اوتاری) اوسکو بلفظ لازمی یعنی (اتری) ترجمہ کر دیا
بسبب ناواقفی کے علم تصریف سے یہ ہی تو نہ سمجھے کہ اس مادہ مین باب (تفعیل) کا خاصہ تعدیہ
کا ہے اور بباعث جہالت کے علم نحو سے یہ ہی نہ سمجہے کہ (کتاباً) جو منصوب واقع ہوا ہے
مفعول بہ ہے اور فعل متعدی کو چاہتا ہے ثانیاً پہلی آیہ سے جو استدلال عموماً اوپر نفی معجزات
کے کرتے ہین یہ بھی غلط ہی کیونکہ اس آیہ سے صرف اسقدر ظاہر ہے کہ جو معجزات خاص کہ جنکا
ذکر اس آیہ مین ہی کفار طلب کرتے تھے وہ نہین دکہائے گئے اور چونکہ یہ بات ضرور نہین کہ
کفار جو معجزہ طلب کرین بالضرور اونکو دکہایا جاوے پس اس سے عموماً نفی ظہور معجزات کی

کذب عظیم ہے اگر اسپر بھی اپنی ہٹ دہرمی سے باز نہ آوین تو اونکی کمال قساوۃ ہے ثم قست قلوبھم فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ ۵ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ رہت خواہی ہزار چشم چنان ؛ کور بہتر نہ آفتاب سیاہ ؛ اور یہ جو کہتے ہین کہ یہہ نہین کیا کہ ایک چیز کو دوسری چیز مین بدل دیا ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی اور سونے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنا دیا ہو" یہ بہی ایک حماقت کی بات ہو کیا اونکے نزدیک خرق عادت اور اعجاز انہین دو باتون مین منحصر ہے ان دونون سے بڑہکر تو انشقاق قمر اور وہ معجزہ باقیہ ہے کہ تیرہ سو برس سے زیادہ سے منکرین کے سر پر ڈنکا بج رہا ہے لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا مگر سب سرنگون ہین

قال اور اسکا ثبوت خود قران مجید سے پایا جاتا ہے جہان خدا نے آنحضرت صلعم سے فرمایا قالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا (اور خدا نے فرمایا) وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون (سید الطائفہ نے ان آیات کو نقل کرکے ترجمہ اونکا اسطور پر کیا ہے کہ) کافر کہتے ہین کہ ہم تجہپر ایمان نہین لاینگے جب تک کہ تو زمین پہاڑکر ہمارے لئے چشمے نہ نکالے یا تیرے پاس کہجور اور انگور کا باغ نہو جسکے بیچ مین تو بہتی ہوئی نہرین نہ نکالے زور سے بہتی یا تو ہمپر آسمان کے ٹکڑے نہ ڈلے یا خدا اور فرشتون کو اپنے ساتھہ نہ لاوے یا تیرے لئے کوئی مزین گھر نہو یا تو آسمان پر چڑہ نجاوے اور ہم تو تیرے منتر پر ہرگز ایمان نہ لائینگے جب تک کہ ہمپر ایسی کتاب نہ اوترے جو ہم پڑہ لین تو اونسے کہدے کہ پاک ہی میرا پروردگار مین تو کچہ

کم تہا بلکہ اور چیزون کی نسبت گمان سحر اور نظر بندی کا بہی کر سکتے تہے اسکی نسبت تو یہ
گمان بہی نہین ہو سکتا پس جب اسی پر ایمان نہ لائے تو اگر اونکے معجزات مطلوبہ مین سے
کوئی معجزہ دکہایا جاتا تو بہی اصلا امید نہ تہی کہ اوسکے بعد بہی وہ ایمان لاتے چنانچہ آیۃ سورۂ
انعام مین اونکی اس قساوۃ قلبی سے بالتصریح خبر دیگئی واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءتہم آیۃ
لیومنن بہا قل انما الآیات عند اللہ وما یشعرکم انہا اذا جاءت لا یومنون ونقلب افئدتہم
وابصارہم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ ونذرہم فی طغیانہم یعمہون ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ
وکلمہم الموتی وحشرنا علیہم کل شیء قبلا ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرہم یجہلون
ان آیات سے خوب ثابت ہی کہ اگر کوئی معجزہ اون معجزات مین سے بہی اونکو دکہلایا جاتا تو
جسطرح پر معجزہ سابقہ پر ایمان نہ لاے اوسیہی ایمان نہ لاتے اور کلمہ (اول مرۃ) جو
ان آیات مین ہے علی رغم انف سید الطائفہ کے دلیل جلی اور نص صریح ہے اوپر ابطال
اس قول سید الطائفہ کے کہ آنحضرت صلعم نے کوئی معجزہ نہین دکہلایا فانہا لا تعمی الابصار
ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور الغرض ہرگاہ کہ بہ دلیل قاطع قران کا معجز ہونا بیان
فرمایا اور ظہور اس معجزہ کا موافق دعوی نبوۃ آنحضرت صلعم کے واقع ہوا تو حجۃ اللہ تعالی کی نسبت
صدق آنحضرت صلعم کے منکرین پر تمام ہوچکی اور شرط نبوۃ سے یہ بات اصلا نہین کہ جیسا
کوئی منکر کہا کرے اوسی کے کہنے کے مطابق معجزہ دکہایا جایا کرے اگر ایسا ہو تو سلسلہ طلب کا
کبہی منقطع ہی نہوگا آج ایک منکر نے ایک معجزہ مانگا کل کو دوسرا آیا اوس نے دوسرا مانگا
پرسون کو تیسرا آ کہڑا ہوا اوس نے تیسرا معجزہ طلب کیا تو یہ سلسلہ تو کبہی اختتام کو
نہ پہونچے گا اور انبیاء عم صرف معجزے ہی دکہانے کے ہو رہے اس سبب سے ان آیات
مین اونکو ایسا جواب دیا گیا جسمین اونکی جہالت پر بہی اشارہ ہی چنانچہ تقریر اوسکی اتمام

لازم نہین آتی کیونکہ نفی خاص کی مستلزم نفی عام کی نہین ہوسکتی اس آیۃ سے ابتداء
پادریون اور لالہ اندرمن نے استدلال اوپر نفی صدور معجزات کے آنحضرت صلعم سے کیا تہا
مگر یہ دونون فریق جواب شافی پاکر ساکت تہے سید الطائفہ ذاوہنین کی کاسہ لیسی کی کہ حسب عادۃ
بدون تعرض کے جواب سے اعادہ سوال کا کیا ہرچند کہ ہم کو ازالۃ الاوہام اور استفسار اور
دیگر کتب کا جو پادریون کے مباحثہ مین اور سوط اللہ الجبار کا جو لالہ اندرمن کے
جواب مین لکہی گئی ہے حوالہ کافی تہا مگر مناسب معلوم ہوا کہ مختصراً سید الطائفہ کے مقابلہ مین بہی
کچہ لکہا جائے اور نیچریون کے کان بہی کہولدئے جائین واضح ہو کہ اس آیۃ سے پیشتر یہ آیات ہین
قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القران لا یاتون بمثلہ ولوکان بعضہم
لبعض ظہیرا ولقد صرفنا فی ہذا القران من کل مثل فابی اکثر الناس الا کفورا یعنی کہہ
قسم ہے کہ اگر اکہٹے ہووین انس اور جن اسپر کہ بنالاوین اس قران کی مانند نہ بنا سکینگے
اسکی مانند اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار رہون اور تحقیق بیان کیا ہمنے اس قران مین ہر مثل سے
پس نہ راضی ہوئی اکثر آدمی مگر ناسپاسی پر اسکے بعد یہ ہے وقالوا لن نومن لک
الی آخر الآیۃ پس صاف ظاہر ہے کہ جب اعجاز قران کا خوب ظاہر ہوگیا اور حجۃ منکرین پر
بالکل الوجوہ تمام ہوچکی اور وہ صاف صاف مغلوب ہوگئے تو اون سے کچھ اور تو بن نہ آئی مگر
حیلہ وحوالہ کرنے شروع کئے کہ یہ معجزہ دکہلاؤ وہ معجزہ دکہلاؤ جیسا کہ عادۃ مغلوب لوگونکی
ہوتی ہے کہ جب حجۃ قاطعہ کو اوٹہا نہین سکتے تو اوس حجۃ سے قطع نظر کرکے اور حجتین طلب
کرنے لگتے ہین اگر دل اونکے راستی کی طرف مایل ہوتے اور ضد وعناد اونکے دلون مین راسخ
نہوتا تو کیا وہی معجزہ باقیہ قران مصرحہ آیۃ سابقہ جسکا پیشتر ظہور ہوچکا تہا اور اوسکی نسبت
دعوی اعجاز کا کرکے حجت تمام کی گئی تہی کافی نہ تہا کیا وہ معجزہ باقیہ ان معجزات مقترحہ سے

جواب کافی ہے اس باب مین اور حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے بیان کیا اپنے قول (سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا) مین اون لوگون کا گمراہی پر ہونا آلہیات اور نبوات مین آلہیات مین تو دلالت کرتا ہے اونکی گمراہی پر قول اللہ تعالی کا (قل سبحان ربی) یعنی پاک ہی وہ اس سے کہ اوسکے لئے ہولانا اور آنا اور جانا اور اونکی گمراہی پر نبوات مین دلالت کرتا ہے قول اللہ تعالی کا (ہل کنت الا بشرا رسولا) اور تقریر اوسکی وہ ہی جو ہم نے ذکر کی ہے،، مخفی نہ رہے کہ خود اسی آیۃ سے یہ بات ظاہر ہے کہ جو کچھ کفار طلب کرتے تھے محض ازراہ تعنت اور عناد تہا اونکا ارادہ ہرگز یہہ نہ تہا کہ درحالت ظہور ان اشیاء کے بھی ہم ایمان لاوینگے کیونکہ اول تو یہ کہا کہ او ترقی فی السماء یعنی چڑہ جای تو آسمان پر پہر اوسکے ساتھہ ہی اپنی فسادۃ کا اظہار بہی کر دیا کہ لن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ یعنی اس تیرے چڑہ جانے پر بہی ہم ایمان نہ لاوینگے جب تک ہمارے اوپر کوئی کتاب نہ اوتار لاویگا اور ظاہر ہے کہ خود چڑہ جانا آسمان کا ہی ایک بڑا معجزہ ہے پس جب ایسے معجزہ پر بہی اونکا ارادہ ایمان کا نہ تہا اور اوسکے ساتھہ ایک امر ممتنع کے طالب ہوئی یعنی خواستگار اسکے ہوے کہ ہمپر بہی کوئی کتاب اتار لا حالانکہ نزول کتاب کا مخصوص انبیاء عم کے ساتھہ ہے پس صاف ظاہر ہوا کہ اونکا ارادہ کسیطرح ایمان لانے کا نہ تہا اور یہ اقتراحات اونکے محض ازراہ تعنت اور اپنی ندامت مٹانے اور مشاغبہ کے تھے اور اونکا حال بہی اس باب مین ایسا ہی تہا جیسا کہ یہود کا حال تہا عیسی عم کے ساتھہ کہ باوجود دیکھنے معجزات باہرہ کے بار بار اونسے معجزات طلب کرتے تھے چنانچہ اونہون نے بہی اکثر اوقات اونکو کبہی اسی قسم کے جواب دیدیے ہین اور کبہی اونکو لایق جواب کے نہ سمجھکر سکوت فرمایا ہے یہانتک کلام تہا آیہ اولی مین اور ہمارے بیان سے خوب ثابت ہو گیا کہ استدلال سید احمد لطائفہ

فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدگی کے ساتھ لکھی ہے وہ لکھتے ہین تقریر ہذا الجواب

ان یقال اما ان یکون مرادکم من ہذا الاقتراح انکم طلبتم الاتیان من عند نفسی بہذہ الاشیاء او

طلبتم منی ان اطلب من اللہ تعالیٰ اظہارہا علی یدی لتدل علی کونی رسولا حقا من عند اللہ والاول

باطل لانی بشر والبشر لاقدرۃ لہ علی ہذہ الاشیاء والثانی ایضاً باطل لانی قد اتیتکم بمعجزۃ دالۃ علی

کونہا معجزۃ فطلب ہذہ المعجزات طلب لما لاحاجۃ الیہ ولا ضرورۃ فکان طلبہا یجری مجری التعنت

والتحکم وانا عبد مامور لیس لی ان اتحکم علی اللہ فسقط ہذا السوال فثبت ان قولہ تعالیٰ قل سبحان

ربی ہل کنت الا بشرا رسولا جواب کاف فی ہذا الباب وحاصل الکلام انہ سبحانہ بین بقولہ

سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا کونہم علی الضلال فی الالہیات وفی النبوات اما فی الالہیات

فیدل علی ضلالہم قولہ سبحان ربی ای سبحانہ ان یکون لہ اتیان ومجئی وذہاب واما فی النبوات

فیدل علی ضلالہم قولہ ہل کنت الا بشرا رسولا وتقریرہ ماذکرناہ یعنی تقریر اس جواب کی یہ ہے

کہ کہا جاوے کہ یا تو مراد تمہاری اس اقتراح یعنی تحکم چاہنے سے یہ ہے کہ تم طلب کرتے ہو لانا

اون امور کا میری ذات سے یا طلب کرتے ہو تم مجھ سے یہ بات کہ مین اللہ تعالیٰ سے طلب

کرون اوسکا یعنی معجزہ کا اظہار اپنے ہاتھ پر تاکہ وہ دلالت کرے اوسپر ہونے میرے کو

سچا رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اول باطل ہے اسلئے کہ مین بشر ہون اور بشر کو قدرت

نہین ان اشیا پر اور دوسری شق بھی باطل ہے اسلئے کہ تحقیق مین لایا تمہارے پاس ایک

بڑا معجزہ اور وہ قرآن ہے جو خود دلالت کرتا ہے اوپر اپنے معجزہ ہونے کی پس طلب ان

معجزات کی طلب اوس چیز کی ہے جسکی طرف حاجت اور ضرورۃ نہین پس ہے طلب اوسکی قایم مقام

تعنت کے اور تحکم کے اور مین مامور بندہ ہون مجکو اللہ تعالیٰ پر تحکم کرنا نہین پہونچتا پس ساقط ہوا

یہ سوال پس ثابت ہوا یہ کہ قول اللہ تعالیٰ کا (قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا)

یقینا کہتے ہین کہ قاضی ابن رشد نے ہرگز بہ نسبت اعجاز قران کے ایسا نلکہا ہوگا جیسا کہ سید الطایفہ نے صفحہ ۳۱ لغایت ۳۴ پر لکہا ہے اور یہ کہنا سید الطایفہ کا کہ ابن رشد نے قریبا قریبا وہی لکہا ہے جو ہم صفحات مذکورہ پر لکہہ چکے ہین افترا ہے ابن رشد پر کیونکہ سید الطائفہ کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ ابن رشد نے قران کو مثبت نبوۃ قرار دیا ہو اور سید الطائفہ نے جسقدر خامہ فرسائی صفحہ ۳۱ سے لغایت ۳۴ پر کی ہے اوس مین ایک بات بہی ایسی نہین کہ ثبوت نبوت کے دلیل ہوسکے اور اگر اس قسم کے توہمات کو جس قسم کے سید الطائفہ نے اس بحث مین بہ نسبت معجزات کے پیش کئے ہین بنسبت اوس تحریر سید الطایفہ کے جو اونہون نے صفحہ ۳۱ سے لغایتہ ۳۴ لکہی ہے دخل دیا جاوے تو وہ تحریر اونکی کسیطرح پر لایق التفات کے نہین رہتی قاضی ابن رشد اگر معجزہ کو دلیل نبوۃ نہین قرار دیتے اور صرف قران ہی کو مثبت نبوۃ قرار دیتے ہین تو نہایت تعجب ہو اسلئے کہ جب مطابق اونکی تقریر ماسبق کے اونسے کہا جاویگا کہ قران تو دلیل نقلی ہے اور اوسکا دلیل ہونا موقوف ہو اوپر ثبوت نبوت کے اگر ثبوت نبوۃ کا موقوف ہو اوپر قران کے تو توقف الشی علی نفسہ لازم آیا معجزات کے دلیل ہونے پر تو الزام ثبوت الشی علی نفسہ کا قایم کرتے ہین یہان اوسکو کیون بہول گئے **س** زیر کی باردت راخواب برد ؛ وان توہمات راسیلاب برد ؛ اسکا کیا جواب قاضی جی اور سید الطائفہ دیسکتے ہین مگر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یقینا سید الطائفہ نے جسقدر عبارت بنام ترجمہ عبارت قاضی ابن رشد کے لکہی ہے اوسمین بلاشک تحریف کی ہے اسی لئے ہمنے اوس عبارت کو سید الطائفہ ابو الغی کی عبارت قرار دی ہے نہ ابن رشد کی **قال** قاضی ابن رشد کی بحث کا حاصل یہ ہو کہ اگر خدا کو موجد و مرید و متکلم و مالک عباد تسلیم بہی کر لیا جاے اور یہ بہی مان لیا جاوے کہ وہ رسول بہیجا کرتا ہے اور معجزات کا بہی وقوع قبول کر لیا جاوے تب بہی معجزات کے وقوع سے یہ بات ثابت نہین

کا اس آیۃ سے اوپر نفی صدور معجزات کے آنحضرت صلعم سے محض مغالطہ اور صریح دہوکا ہے
اور نہ دکہانا چند معجزات خاص مقترحہ کا کہ مبنی بر وجوہ مصرحہ بالا کے ہے مستلزم اسکا نہین
کہ عموماً کوئی معجزہ دکہایا ہی نہین گیا اب رہی آیۃ دوسری اوسمین بہی جو لفظ (الآیات) کا
واقع ہی اوسے وہی معجزات مقترحہ مراد ہین چنانچہ اس بحث مین سید الطائفہ نے آگے چلکر اعادہ
اوسکا کیا ہے مفصل بیان اوسکا عنقریب آویگا **قال** غرض کہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو
مثبت نبوۃ قرار نہین دیا اور اوسکی بعد صرف قرآن کو مثبت نبوۃ قرار دیا ہے اور قریباً قریباً وہی لکہا ہے
جو اوس بحث مین ہم لکہہ چکے ہین (دیکہو صفحہ ۱۳ لغایت ۴۴) مگر وہ بحث اسمقام سے متعلق
نہین ہی **قلت** ہمارے پاس کتاب قاضی ابن رشد کی نہین کہ ہمکو معلوم ہوتا کہ قاضی ابن
رشد نے کیا لکہا ہے اور ہم کو سید الطائفہ کے لکہنے کا اصلا اعتبار نہین ہم بہت مقامات مین
دیکہہ چکے ہین کہ سید الطائفہ نے بعض اکابر پر بہی افترا کیا ہے چنانچہ اسی بحث مین بحوالہ
حجۃ اللہ البالغہ کے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ افترا کیا ہے کہ اونہون نے کرامات
اولیا سے انکار کیا ہے حالانکہ حجۃ اللہ البالغہ نہایت مشہور کتاب ہے اور صدہا نسخہ اوسکے
قلمی اور مطبوعہ موجود ہین اونمین سے کسی ایک نسخہ مین بہی یہ مضمون مخترعہ سید الطائفہ کا
نہین بلکہ صاف اقرار ہے جب ایسی مشہور کتابون کی نسبت اونکے افترا کا یہ حال ہے تو
ہم ہرگز یقین نہین کرسکتے کہ قاضی ابن رشد کی کتاب غیر مشہور کا مضمون اونہون نے صحیح لکہا
ہوگا اور زیادہ تر باعث یقین نہونے کا یہ ہے کہ الفاظ قاضی ابن رشد کا ایک حرف بہی
نقل نہین کیا صرف اپنی طرف سے بطور ترجمہ کے کچہہ عبارت لکہہ دی ہے اور ہم بالیقین کہہ
سمجہتے ہین کہ گو کہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو مثبت نبوۃ نہ سمجہا ہو مگر نفس معجزات سے
انکار نہین کیا برخلاف سید الطائفہ کے کہ اونکو نفس معجزات ہی سے انکار ہے اور ہم یہہ بہی

کہ وہ اوس مین ہوکر ایسے نکلگئے کہ کسی کا پانون بہی نہ بہیگا یا کوئی مردہ بمجرد قم باذن اللہ کہنے کی
زندہ ہوگیا الی غیر ذلک پس وہ کونسا اجہل الناس ہے کہ اوسکو مطابق عادۃ کے کہہ سکتا ہے
اور اسیطرح پر اوسکو مخالف قدرۃ بہی کہنا جہالت محض ہی اور یہ جو کہتے ہین کہ بہت عجائبات ایسے
ظاہر ہوتے ہین الخ یہ بات تو اونکو اوسوقت کہنی زیبا تہی کہ کسی ایسی ایک خرق عادۃ کا بہی نشان
دیتے کہ مقارن دعوی نبوۃ کے کسی غیر نبی کی وساطت سے بہی واقع ہوئے ہوتے علاوہ برآن
جب وہ اقرار کرتے ہین کہ بہت سے عجائبات ایسے ظاہر ہوتے ہین جو فی الحقیقت اونکا وقوع
قانون قدرۃ کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون معلوم نہین" پہر سمندر کی پہٹ جانے اور پہاڑ
کے معلق ہوجانے اور دیگر معجزات انبیا کو جو خلاف قانون قدرۃ کہتے ہین اور اس بنا پر
حد سے زیادہ اونکے انکار پر اصرار کرتے ہین یہ سب سے زیادہ جہالت بالائی جہالت ہے
صاف صاف کیون نہین کہتے کہ موافق قانون قدرۃ کے وقوع مین آئے مگر ہم کو وہ قانون معلوم
نہین یہہ تو سخت جہالت کی بات ہی کہ اپنے جہل کی بنا پر ایک ایسے امر کا انکار کرین کہ جسکی
وقوع کے اسباب سے جاہل ہون **قال** (۵) کچہہ ثبوت اسکا نہین ہوتا کہ جو امر واقع ہوا
وہ خواص نفس انسانی سے جو ہر ایک انسان مین ہی کچہہ تعلق نہین رکہتا **قلت** عجب مہمل
اور پریشان تقریر ہے اگر مطلب یہ ہے کہ وہ خاصہ ہر ایک نفس انسانی مین ہی تو وہ خاصہ
نہوا اور اگر مطلب یہ ہے کہ نفس انسانی جو ہر ایک انسان مین ہی بعض نفوس مین یہ خاصہ ہے
کہ وہ خرق عادات پر قدرت رکہتے ہین تو یہہ بات سید الطائفہ کے حق مین نہایت مضر ہے کیونکہ
یہ دلیل ہے فلاسفہ کے اوپر اثبات نبوات کی وہ کہتے ہین کہ بعض نفوس قدسیہ کو بسبب
تصفیہ کے کدورات عنصریہ سے ایک ربط حاصل ہوجاتا ہی نفوس عقلیہ اور نفوس سماویہ سے جو
مدبر عالم ہین اور اوس ارتباط کے سبب وہ احداث خوارق عادت پر عالم عنصری مین قادر ہوتے ہین

ہوئی کہ یہ شخص خدا کا رسول ہے **قلت** بالیقین ہم یہ کہتے ہین کہ قاضی ابن رشد کی تقریر کا
یہ حاصل نہین اسلئے کہ قاضی ابن رشد گو کہ اس عقیدہ مین کہ معجزات دلیل ثبوت نبوۃ کے
نہین خطای عظیم پر ہون مگر پھر بھی اہل اسلام مین سے تھے اور کوئی مسلمان ایسی تقریر نہین کرسکتا
کہ جس سے خدای تعالی کے وجود ذات وصفات مین کچھ بھی شک وشبہ مترشح ہوتا ہو پس صاف
ظاہر ہے کہ یہ افترا ہے ابوالغی کا ابن رشد پر **قال** مختصر طور پر اسکی یہ دلیلین ہین (۱) جو
امر کہ واقع ہوا اوسکی نسبت اس امر کے لزوم کا ثبوت نہین ہوتا کہ جس شخص سے وہ واقع ہو وہ
رسول ہوتا ہے (۲) کوئی خرق عادۃ ایسی معلوم نہین ہی جو بطور خاصہ رسولون سے مخصوص ہو (۳)
کچھ ثبوت نہین کہ خرق عادۃ سے رسالت کو کیا تعلق ہے **قلت** ان سب توہمات جاہلانہ
کی ہم جواب دے چکے ہین ضرورت اعادہ کی نہین یہ تینون امر وہی ہین کہ پیشتر بھی سید الطائفہ
نے لکھی ہین پھر اونہین کو لکھکر عبث خامہ فرسائی کی **قال** (۴) اسکا کچھ ثبوت نہین ہوتا
کہ اوسکا وقوع قانون قدرۃ کے مطابق نہین ہوا کیونکہ بہت سے عجائبات اب بھی ایسے ظاہر
ہوتے ہین جو فی الحقیقت اونکا وقوع قانون قدرۃ کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون ابھی
لا معلوم ہے **قلت** یہ تو بڑی حماقت اور جہالت ہی کہ جو شئے وقوع مین آوے اوسکی نسبت
یہ کہا جاوے کہ وقوع اسکا موافق قدرۃ کے نہین ہوا اول تو قدرۃ کاملہ کو جو بے انتہا اور غیر محصور
ہے اوسکو کسی قانون مین محصور سمجھنا بھی ایک بڑی حماقت نیچریون کی ہے کہ غیر محصور کو محصور سمجھتے
ہین اور صریح ایک امر محال یعنی اجتماع النقیضین کے قایل ہوتے ہین ثانیاً اگر مراد یہ ہے کہ وقوع
اوسکا موافق عادۃ کے ہوا ہے تو یہ اوس سے زیادہ جہالت ہی مثلاً جب یہ بات وقوع مین آئی
کہ سمندر کا پانی ایک لاٹھی کے مارنے سے دائین بائین مثل بڑے بڑے پہاڑون کے کھڑا ہو گیا
اور درمیان مین ایک گروہ کے آدمیون اور مویشی اور بچون کے لئے ایسی خشک سڑک بنگئی

باتون بہی نہ بہیگے **قال** (۶) غیرانبیا سے جو امور خرق عادت کے واقع ہوتے ہین اور جو
انبیا سے واقع ہوتے ہین اون دونون مین ما بہ الامتیاز کیا ہے **قلت** ہم تفصیل کے ساتھ
ما بہ الامتیاز کو بیان کرچکے ہین ضرورت اعادہ کی نہین **قال** (۷) یہانتک کہ اہل ہنر سے
جو امور واقع ہوتے ہین اونمین اور خرق عادت مین امتیاز نہایت مشکل ہے **قلت** یہہ
نیچریون کی قوۃ ممیزہ کا نقصان ہے کہ جس چیز کا بذریعہ آلات اور خواص اشیا کے وقوع
عیان ہوا اوسمین اور خرق عادت مین تمیز نہین کرسکتے اگرچہ سید الطائفہ نے یہانتک اس بحث
مین بہت خامہ فرسائی کی اور بہت سے توہمات نیچریانہ پیش کیئے اور ایک ایک بات کو مکرر
بطور شاعبہ کے پیش کیا اور اس ضمن مین بعض اکابر پر افترا بہی کیا مگر بحمد اللہ و قوتہ ہمنے
بہی اونکے ہر ایک مغالطہ اور وہم کا رد کیا اگر انصاف کرینگے تو اپنے دل مین شرماکر پہر اس بات
مین کوئی حرف زبان پر نہ لاوینگے فللہ الحجۃ البالغۃ ولو شاء لہدیکم اجمعین اب پہر اصل
مطلب یعنی معنی آیات بینات کی طرف رجوع کرتے ہین **قال** کوئی معترض غلطی سے یہ
کہہ سکتا ہے کہ قران مجید مین جسطرح آیات بینات کا اطلاق قران کی آیتون یا احکام و نصایح
و مواعیظ قرانی پر ہوا ہے اوسیطرح معجزات پر ہوا ہے **قلت** اسکی بحث مفصلاً ہوچکی ہے
اور ہمنے خوب ثابت کردیا ہے کہ آیۃ کے معنی نشانی ہین اور معجزات حجۃ و علامت صدق نبوات
کے ہین اور چونکہ آیات قران بسبب اعجاز کے خدا کی طرف سے اور پر صدق نبوۃ محمد صلعم کے
حجۃ قاطعہ اور علامۃ واضحہ ہین لہذا اونکو بلفظ آیات تعبیر کیا گیا ہے سید الطائفہ کا یہ قول ہے
کہ آیات کے لفظ سے احکام و مواعیظ و نصایح ہی مراد ہین ہمنے اونکے اس قول کو بہت دلائل قطعیہ
سے باطل کردیا ہے چونکہ سید الطائفہ نے ابتک ایک دلیل بہی اسپر پیش نہین کی کہ جس سے یہ بات
پائی جاوے کہ اطلاق آیات یا بینات کا احکام و نصایح و مواعیظ پر کہین ہوا ہے پس کوئی غلطی کا

اور غیب کی باتون پر (بسبب اسکے کہ مبادی حادثات عالم عناصر کے تکون کے نفوس عقلیہ اور
سماویہ ہی ہین اور نفوس عقلیہ اور سماویہ مین جو امور کہ منتقش ہوتے ہین وہ بسبب کمال
ارتباط کے ان نفوس ناطقہ انسانیہ مین بھی منعکس ہو جاتے ہین) آگاہ ہوتے ہین پس ایسے نفوس
ناطقہ کو انبیاء اور رسل کہتے ہین اور اونکی نبوۃ اور رسالت پر اونہین خوارق عادات اور اخبار
غیبی کو دلیل قرار دیتے ہین ہرچند کہ ہم اونکی ان باتون کو تمامہا تسلیم نہین کرتے اور اونکے بعض
مقدمات پر بہت ایسے اعتراضات کرتے ہین کہ جنکی تشریح کا یہ محل نہین لیکن اگر سید الطائفہ اسکو
تسلیم کرتے ہین تو اونکو ثبوت نبوۃ اور وقوع خرق عادات مین اور بھی اس امر مین کہ خوارق عادات
جو ایسے نفوس مقدسہ سے ظہور مین آتے ہین دلیل ہین اوپر اونکی نبوۃ کے کوئی محل عذر کا باقی
نہین رہتا ایسے ایسے امور سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید الطائفہ کو اتنی تمیز بھی نہین اور یہہ
بھی نہین سمجھتے کہ جو شبہ وہ پیش کرتے ہین اونکے حق مین مفید ہے یا مضر یہان ایک امر قابل
بیان ہے کہ سید الطائفہ نے اپنی تہذیب نیچریہ مطبوعہ یکم محرم سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین الفاظ قوۃ نفس
انسانی کے مستعمل کئے ہین مگر اوس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد اونکی عمل ایہام ہے کہ عامل
معمول علیہ کو ایسا مغلوب الوہم کر دیتا ہے کہ معمول علیہ کو اشیاء خلاف واقع متوہم ہوتی ہین چنانچہ
حضرت موسی عم کے معجزے عصا کو اسی پر محمول کیا ہے اور ساحران مصر کے عمل کو بھی اسی پر محمول
کیا ہے اگر یہان بھی وہی مراد ہے تو تمیز درمیان معجزہ اور اوس عمل کی صاف ظاہر ہے کیونکہ اوس عمل سے
صرف وہی ایک یا چند شخص جو معمول علیہم ہین ایسا وہم کر سکتے ہین نہ تمام جماعت حاضرین کی اور
چونکہ وہ امر واقعی نہین ہوتا اسلئے اوسپر وہ امور مترتب نہین ہوتے جو معجزات پر مترتب ہوتے
ہین مثلاً دریا کا شق ہونا اگرچہ معمول علیہ کو متوہم ہو گا لیکن جب اوس مین داخل ہو گا بیشک
ڈوب جاویگا یہہ نہو گا کہ بنی اسرائیل کیطرح جماعۃ کثیر اوسمین داخل ہو کر ایسی نکلجاوے کہ

قتل کے ارادہ سے اوسوقت کیا تہا جبکہ وہ احکام خدا اونکو سنا رہے تھے کافرون نے کہا
ہوا جادو بنایا بینات کے لفظ سے اوسکو کچہ تعلق نہین ہے **قلت** امرا ہم قابل بحث کے یہان
آیہ مین یہ تہا کہ جن جن چیزون کا ذکر اس آیہ مین ہے آیا از قسم معجزات باہرہ کے ہین یا نہین
چونکہ کچہ شک اسمین نہین ہو سکتا کہ فی الحقیقت یہ سب امور معجزات باہرہ ہین لہذا سید الطائفہ نے
اسمین کلام کرنے سے گریز کیا اور ایک خفیف بات پر بحث شروع کی اس مقام مین سید الطائفہ نے
کچہ عربیت جتائی ہے مگر ہم بہت مقامات پر یہ لکہہ چکے ہین کہ سید الطائفہ جملہ علوم وفنون سے
بے بہرہ ہین جہان کہین از راہ بوالفضولی کے کسی فن مین دخل دیتے ہین جہالت بہی اونکی
اوسی کے ساتہ عیان ہوجاتی ہے چنانچہ یہی حال ہے اس مقام مین بہی **قولہ** ہذا کا اشارہ الیہ الذی جئتہم بہ
نہین ہو سکتا **اقول** یہان تو یہ دعوی کیا کہ نہین ہو سکتا دو سطر بہی ختم نہ ہوئے پائی تہین
کہ اپنی ہی زبان وقلم سے اس دعوی کی تکذیب کردی اور خود برخلاف اوسکے بول اوٹھے کہ کففت
کی طرف اشارہ اولی ہے جسکا منشا یہہ ہے کہ اشارہ الذی جئتہم بہ کی طرف بہی ہو سکتا ہے
مگر کففت کی طرف اولی ہے **قولہ** اذ جئتہم ظرف اور جزء زائد ہے جو کلام مین مقصود بالذات نہین
ہو سکتا **اقول** (اولاً) جزء زائد یعنی ظرف یا حال یا قید ہونے سے لازم نہین آتا کہ اشارہ
بطرف اوس قید یا حال یا ظرف کے نہو سکے یا اوسکی طرف اولی نہو اگر اس قاعدہ پر کوئی سند
رکہتے تہے اور ایسہ عربیہ کی کہین اسپر تصریح اونکی نظر سے گذری تہی تو اوسکو پیش کیون نہین کیا
اور بے سند بات توکسیطرح مقبول نہین ہو سکتی (ثانیاً) اذ کففت بہی باعتبار کلمہ اذ و معطوف
ہونے کے اوپر (ایدتک) کی ظرف ہے پس بربناے توہم سید الطائفہ کے لازم آیا کہ اوسکی
طرف بہی اشارہ صحیح نہو اور جسطرح کففت کو کہتے ہین کہ فعل مسند ہے جو مقصود بالذات ہے
اسیطرح جئت بہی فعل مسند ہے جو مقصود بالذات ہوتا ہے (ثالثاً) ما بہ الکف کیا چیز مجئت بہ وغیرہ

غلط فہم یہ کہہ سکتا ہے کہ قران مجید مین جسطرح آیات بینات کا اطلاق قران کی آیتون اور انبیا کی معجزات پر ہوا ہے اسیطرح احکام و مواعظ و نصایح پر بہی ہوا ہے **قال** اور دو آیتین قران کی اوسکی دلیل مین پیش کرسکتا ہے پس مناسب ہی کہ ہم اس مقام پر بتادین کہ ان آیتون مین سے آیات بینات سے معجزے مراد نہین **قلت** بہت سی آیات جنسے اوپر نقل کی ہین جنسے ثابت ہی کہ آیات سے احکام مراد نہین بلکہ صرف نشانیان اور معجزات ہی مراد ہین اور ہم دعوی کرتے ہین کہ ان دونون آیتون مین بھی آیات اور بینات سے معجزات ہی مقصود ہین اور سید الطائفہ کو بتاتے ہین کہ وہ غلطی فاش مین ہین **قال** پہلی آیۃ سورۂ مائدہ کی جہان خدا تعالی نے حضرت عیسی کی نسبت فرمایا ہے کہ اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المہد وکہلا واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوریۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کہیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتہم بالبینات فقال الذین کفروا منہم ان ہذا الا سحر مبین اس آیۃ مین مفسرین کے نزدیک حضرت عیسی کے معجزات کا بیان ہے اور پہر کہا گیا ہے کہ کافرون نے کہا کہ یہ تو کہلا ہوا جادو ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بینات سے جو اس آیۃ مین ہی معجزات مراد ہین جنکو کافرون نے جادو کہا صاحب تفسیر بیضاوی کے نزدیک بہی اس جگہہ بینات سے معجزہ ہی مراد ہین مگر یہ سید کا قول صحیح نہین اول تو ان ہذا کا مشار الیہ الذی جئت بہ ہو نہین سکتا کیونکہ وہ ظرف واقع ہوا ہے کففت کا جیسے کہ خود صاحب تفسیر بیضاوی نے بہی اسکو تسلیم کیا ہے پس ان ہذا کا مشار الیہ ما بہ کففت ہے نہ الذی جئت بہ کیونکہ اذ جئتہم ظرف اور جزو زاید ہے جو کلام مین مقصود بالذات نہین ہوتا اور کففت خود فعل مسند ہی جو مقصود بالذات ہے اور اسلیے ہذا کا اشارہ اوسیکی طرف اولی ہے غرض کہ حضرت عیسی کا بنی اسرائیل کے حملہ سے بچ جانے کو جو اونہون نے اونکے

کہ ظرف مقصود بالذات نہین ہوتا" کلیۃً غلط ہے بہت جگہہ ظرف ہی اہم المقاصد ہوتا ہے
دیکھو آیۃ اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع کوئی کہہ سکتا
ہے کہ وقت ندا روز جمعہ مقصود بالذات نہین اور یہ بات تو عموماً ہے کہ جو کلام کہ مقید ظرف
سے ہوتا ہے اوسمین صرف مضمون جملہ کا ہے بلا لحاظ ظروف کے مقصود بالذات نہین ہوتا
بلکہ مضمون جملہ کا مع قید ظروف کے مقصود بالذات ہوتا ہے مثلاً آیۃ ینبأ الانسان یومئذ
بما قدم واخر مجرد خبردار کیا جانا انسان کا ہی مقصود بالذات نہین بلکہ مقصود بالذات
کلام کا یہ ہے کہ اوس روز خبردار کیا جاویگا سید الطائفہ نے نحویون کی کسی کتاب مین یہ دیکھہ پایا
کہ ظروف وغیرہ عمدہ کلام نہین بلکہ فضلہ کلام ہین اوسکا مطلب یہ سمجھے کہ ظروف مقصود بالذات
نہین ہوتے حالانکہ اوسکا مطلب یہ نہین ہے (سابعاً) سب انجیلون مین دیکھہ لو انہین
چیزون یعنی ابرار اکمہ وغیرہ امور مصرحہ آیت کی بابۃ جو عین معجزات ہین یہودی جناب عیسی عم
پر طرح طرح کے تہمتین لگاتے تھے اور انہین امور کے سبب سے اونکو ساحر اور سامری بتلاتے
تھے اونکو قتل سے باز رہنے کا ایک لفظ بھی زبان پر نہین لاتے تھے پس جس چیز کی بابت الزام
لگاتے تھے وہی مشار الیہ ہذا کا ہو سکتی ہے نہ وہ چیز کہ نہ اونکے ذہن مین تھی نہ زبان پر
(ثامناً) علماء عربیہ کا اسپر اتفاق ہے کہ وضع اسماء اشارہ کے واسطے اشارہ کے بطرف
مشار الیہ محسوس کے ہے اور یہی فرق ہے درمیان اسماء اشارہ اور مضمرات کے پس فرض
کیا جاوے کہ کوئی شئے مابہ الکف بھی ہو تب بھی ظاہر ہے کہ کوئی شئے محسوس نتھی اور معجزات
جناب عیسی مسیح عم کے از قسم محسوسات کے تھے پس باوجود موجود ہونے مشار الیہ محسوس کے
غیر محسوس شئی کو مشار الیہ اسماء اشارہ کا کہ جنکی اصل وضع واسطے اشارہ حسیہ کے ہے
جایز نہین اور استعمال کرنا لفظ کا غیر ما وضع لہ مین ہے قولہ حضرت عیسی کے بنی اسرائیل کے

تھی جسکی طرف اشارہ ہے آیا کوئی غیبی فوج اونکے بچانے کو آسمان سے اوتری تھی یا قتل کے ارادہ کرنے والون کے ہاتھہ پانون پر کوئی آفت یکایک پڑی تھی کہ اوسکی طرف اونہون نے اشارہ کرکے یہ کہا کہ ان ہذا الا سحر مبین اور چونکہ اس قسم کے امور مین سے ایک امر بہی واقع نہین ہوا تو ما بہ الکف کوئی چیز مشار الیہ بہی نہ قرار پائی اور جب کہ ما بہ الکف کوئی چیز مشار الیہ ہی نہین تھی تو ہذا کا اشارہ بہی ما بہ الکف کی طرف صحیح نہین ہوسکتا (رابعًا) بموجب عقیدہ باطلہ بیہودانہ سید الطائفہ اور اونکی اتباع بیدینون کے تو یہ بات ہے کہ حضرت عیسی عم کو بہت بے ادبی کے ساتھہ یہودیون نے پکڑواکر صلیب پر کہنچوایا پس اس عقیدہ خبیثہ کے اعتبار سے تو کف ہی غلط ٹھہرتا ہے اور جب کف ہی غلط ہو تو ما بہ الکف بہی کچھہ نہین اور جب ما بہ الکف ہی معدوم ہے تو ہذا کا اشارہ بہی اوسکی طرف ممنوع ہے (خامسًا) بعید نہین کہ اسکے جواب مین سید الطائفہ یہ کہین کہ اس آیۃ مین اشارہ اوس بچ جانے کی طرف ہے جسکا ذکر یوحنا کے باب ۸ کے ورس ۵۹ مین ہے جسکی عبارت یہ ہے تب یہودیون نے پتھر اوٹھائے کہ اوسے مارین پر یسوع نے اپنے تئین پوشیدہ کیا اور اونکے بیچ سے گذر کر ہیکل سے نکلا اور یون چلا گیا" تو ہم کہین گے کہ اس بچ جانے کو یہودیون نے سحر نہین کہا تھا بلکہ اوسی باب کے ۴۸ ورس کو دیکھو اس پتھر اوٹھانے سے پیشتر یہودی اونکو جادوگر کہہ چکے تھے کہ تو سامری ہے یعنی جادوگر ہے اور تیرے ساتھہ ایک دیو ہے اسکے بعد بہت قیل وقال ہوئی اور بہت سی گفتگو کے بعد یہودیون نے اونپر پتھر مارنے کا ارادہ کیا تھا پس وہ ورس موئد ہمارے مدعا کا اور مبطل عذر سید الطائفہ کا ہے علاوہ برین خود ورس ۵۹ سے ظاہر ہے کہ وہ بچ جانا حضرت عیسی عم کا اور اپنے آپ کو پوشیدہ کرکے مجمع یہودیون کے بیچ مین سے نکلجانا ایک معجزانہ طریق پر تھا پس بالفرض اگر اوس بچ جانے ہی کی طرف اشارہ ہے تب بہی خلاف مدعای سید الطائفہ اور موئد ہمارے مدعا کے ہے (سادسًا) یہ قول اونکا

کلام تو اسمین ہے کہ (البینات) معرف باللام جو (اذ جئتہم بالبینات) مین واقع ہے اوس سے
مراد احکام ہین یا وہی معجزات مراد ہین جنکا اوپر مذکور ہوا ہے علوم عربیہ اور علم اصول مین یہ
امر منقح ہوچکا ہے کہ جمع معرف باللام مین اصل یہ ہے کہ لام تعریف کو اوپر عہد خارجی کے
حمل کیا جاوے اگر عہد خارجی پر حمل نہو سکتا ہو تو اوپر استغراق کے حمل کیا جاوے اب ہم
کہتے ہین کہ کلمہ (البینات) جمع معرف باللام ہے پس بموجب اوس قاعدہ کے واجب ہے
کہ اوس لام کو اوپر عہد خارجی کے حمل کیا جاوے یعنی جب کہ لایا تو اونکے پاس اون (بینات)
کو جنکا اوپر ذکر ہوا اور چونکہ وہ (بینات) جنکا ذکر اوپر ہوا عین معجزات ہین پس یہ کہنا سید الطائفہ
کا کہ (بینات) سے معجزات مراد نہین صریح غلط ہے اور جو مدعا ہمارا ہے اسی آیہ سے حاصل
ہے اور بطلان اس دعوی سید الطائفہ کا کہ (بینات) سے احکام مراد ہین بخوبی ظاہر ہوگیا علاوہ
برآن ارادہ احکام کا (بینات) سے غلط محض ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہین کہ لام جو (البینات)
پر ہے یا عہد خارجی کا ہے یا استغراق کا ہے استغراق کا تو ہو ہی نہین سکتا کیونکہ جملہ احکام
خداے تعالی کے حضرت عیسی نہین لائے تھے اور عہد خارجی پر بھی محمول نہین ہو سکتا کیونکہ
کسی حکم کا ذکر پیشتر نہین ہوا جسکی طرف اشارہ ہوا اور جب دونون حالتین متصور نہین تو صاف
ظاہر ہے کہ وہی معجزات جو اوپر مذکور ہین مقصود ہین اور صاف ظاہر ہوگیا کہ سید الطائفہ جو
(بینات) سے احکام مراد لیتے ہین یہ اونکی نہایت درجہ کی غلطی ہے اور تمامتر خلاف قواعد عربیہ
کے ہے اور خود اسی آیہ مین جو لام تعریف کلمہ (بینات) پر داخل ہے مانع ارادہ احکام کا کلمہ
(بینات) سے ہے اور منشا اس غلطی کا جہالت ہے زبان عربی اور طرق استعمال کلمات
عربیہ سے اور چونکہ (بینات) کے معنی احکام نہین چنانچہ تحقیق اسکی شروع بحث معجزات مین
ہوچکی ہے پس ہم اونکے اس قول کو تسلیم کرتے ہین کہ (بینات) سے کوئی خاص معنی لفظ

حملہ سے بچ جانے کو جو اونہون نے اونکے قتل کے ارادہ سے اوسوقت کیا تھا جبکہ وہ احکام سنا رہے تھے کافرون نے کھلا ہوا جادو بتایا **اقول** اسپر کیا دلیل ہے ہماری دلیلون قاطعہ کے مقابلہ مین ایک بات بے اصل بے دلیل کہدینی بیش بر ہذیان نہین اور ہرگز اس قابل نہین کہ اوسپر کچہہ بھی توجہ کی جائے **قال** دوسرے یہ کہ جب سادے طور سے تمام اس آیۃ پر نظر ڈالی جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدای تعالی نے حضرت عیسی پر جو انعام کئے تھے اونکو اذ اذکر بیان کیا ہے اور اخیر کو جو قول کافرون کا تھا اوسکا ذکر کیا ہے پس وہ قول اونہین چیزون سے متعلق ہے جن سے کہ وہ متعلق ہو سکتا ہے نہ یہہ کہ اوس سے کوئی خاص معنی بینات کو ثابت ہو سکتے ہین **قلت** دعوی سید الطائفہ کا یہ ہے کہ اس آیت مین جو کلمہ بینات ہے اوس سے مراد وہ معجزات نہین جنکا ذکر اس آیۃ مین ہے اور ہذا کا مشار الیہ صرف ما بہ الکف ہے اسپر ایک دلیل تو اول بیان کی جو متعلق اشارہ کلمہ ہذا کے ہے اوس دلیل کا حال تو خوب واضح ہوگیا کہ بے اصل محض اور توہم فاسد ہے اب دوسری دلیل اس دعوی پر پیش کرتے ہین اگرچہ پریشان بیان مثل ہذیان کے ہے لیکن ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ (بینات) مین کلام کرنا مقصود ہے اس بات کے تو ہم خود مدعی ہین کہ اللہ تعالی نے جو بڑے بڑے انعام حضرت عیسی عم پر کئے ہین اونکا بیان ان آیات مین ہے اور خود خدای تعالی ہی فرماتا ہے کہ یا عیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک یعنی اے عیسی یاد کر میرے انعام کو اپنے اور اپنی مان پر چنانچہ اونہین انعامات کی یہ تفصیل فرمائی کہ روح القدس کی تائید اور کلام کرنا آدمیون سے بچہ پن اور کہولت کے حال مین اور تعلیم کتاب وحکمۃ اور توریۃ وانجیل اور مٹی کا پرند بنا کر اوسمین دم ڈال کر پرند جانور بنا دینا اور چنگا کرنا اندہے مادر زاد اور ابرص کا اور زندہ کردینا مردون کا اور بنی اسرائیل کے ہاتون سے محفوظ رہنا جبکہ وہ معجزات اونکے سامنے لائے الغرض ان امورمین تو کچہ کلام اور کچہہ بحث نہین

معرف باللام ہے اور اس لام کو لام استغراق نہین کہہ سکتے کیونکہ جمیع معجزات جو ممکن الوقوع ہین کسی ایک نبی بلکہ جملہ انبیاء کی وساطت سے انکا ظہور ممکن نہین پس یہی بات متعین ہوئی کہ مراد اس سے معجزات مقترحہ ہین جنکا ذکر بہت جگہہ قران مجید مین ہوچکا ہے اگر قاضی ابن رشد نے واقع مین لام تعریف کو لام استغراق سمجھکر عموما معجزات کا انکار کیا ہے تو نہایت درجہ کی غلطی کی ہے اور طریق رشد سے انحراف کیا ہے واللہ تعالی اوس پر رحم کرے وامرہ الی اللہ چنانچہ بحث اسکی مفصلا اوپر ہوچکی ہے ۵ دکنی و وصفی آیات لہ ظہرت ✤ ظہور نار القری لیلا علی علم ✤ لا یعجبن لحسود راح ینکرہا ✤ تجاہلا وہو عین الحاذق الفہم ✤ قد تنکر العین ضوء الشمس من رمد ✤ وینکر الفم طعم الماء من سقم ✤ ابن رشد کی بات کا جواب تو ہم مناظرہ عیسائیون مین اور اسی رسالہ مین دیکھ چکے ہین اب ابوالعلی کی تقریر کو بھی دیکھتے ہین **قال** مگر اس تفسیر مین چند نقصان ہین اول تو یہ سمجھہ مین نہین آسکتا کہ خدا نے لوگون کے نہ ماننے اور جھٹلانے سے کیون معجزون کا بھیجنا بند کر دیا **قلت** سید الطائفہ کی اوندھی سمجھ کا ہمارے پاس کچھ علاج نہین جس تفسیر پر اعتراض کرنے بیٹھے ہین اوسمین صاف یہ ہے کہ معجزات مقترحہ کا بھیجنا بند کر دیا چنانچہ خود ترجمہ تفسیر بیضاوی کا اوسی کے مطابق کر چکے ہین اوسمین یہ کہان ہے کہ عموما معجزات کا بھیجنا بند کر دیا **قال** دوسرے یہ کہ آدم سے عیسی تک برابر کیون بھیجتا رہا اور کیون ایسی بیرحمی سے انکون کو غارت کرتا تھا **قلت** تکذیب رسول اور تکذیب آیات اور بغاوت پر سزا دینا اور ایسے جرم فخیم پر کہ ایک شی کے حصول پر عہد و پیمان کرین کہ اگر یہ بات حاصل ہوگی تو ہم ایمان لاوینگے اور جب انکے مونہہ مانگی بات حاصل ہو تو اسپر بھی بغاوت کرین (تعذیب کرنا اسکا نام آپ کے نزدیک بیرحمی ہے ۵ شہ برین عقل و گزینش نہ تراست ✤ کان جہلی عاقلت گفتن خطاست اگر یہ کہین کہ اس امت پر کیون ایسا رحم کیا

(بینات) کے ثابت نہین ہوسکتے یعنی بجز حجج او براہین کے جو معنی (بینات) کے لغت عرب مین ہین کوئی او معنی مثل احکام و مواعیظ و نصایح کے مراد نہین ہوسکتے اور یہی ہے مدعا ہمارا کہ بحکم الحق یعلو ولا یعلی اللہ تعالی نے خود سید الطائفہ کی تقریر سے ثابت کرادیا اور اونکو خود اونہین کی زبان وقلم سے جھوٹا بنادیا اور ہمارے مدعا کی تائید آیات سورۂ آل عمران سے بھی ظاہر ہے انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحیی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین ومصدقا لما بین یدی من التوریۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم اس آیۃ مین جو جو چیزین کلمہ (فی ذلک) سے پیشتر مذکور ہین احکام نہین بلکہ وہی معجزات ہین جنکا ذکر آیۃ مانحن فیہ مین ہے اور اونہین کی طرف اشارہ ہے کلمہ (ذلک) مین اور اونہین کو (آیۃ) قرار دیا ہے پس ہرگاہ کہ وہ سب چیزین احکام نہین تو بحکم ضرورۃ واجب ہوا کہ کلمۂ (بینات) اور (آیۃ) کے معنی معجزات ہی ٹھہرائی جاوین نہ احکام

قال دوسری آیۃ سورۂ بنی اسرائیل کی ہے جہان خدا نے فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا وما نرسل بالآیات الا تخویفا قاضی ابن رشد نے اس آیۃ سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ادعای نبوۃ کے ساتھ کوئی معجزہ کسیکو نہین دکھلایا اور اس سے پایا جاتا ہے کہ قاضی ابن رشد نے اس آیۃ مین جو لفظ آیات ہے اوس سے معجزات مراد لئے ہین صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی یہہ سمجھا ہے کہ جو معجزات قریش نے طلب کئے تھے اس آیۃ مین لفظ بینات سے وہی معجزے مراد ہین

قلت (آیات) کی معنی جیسے کہ صاحب تفسیر بیضاوی اور جملہ مفسرین نے سمجھے ہین نہایت صحیح ہین اور تمامتر مطابق قواعد لغت عرب کی ہین اسلئے کہ اس آیۃ مین بھی کلمہ (آیات)

کہ تمام قران مین کوئی حکم خاص نسبت کسی شخص کے یا کسی خاص قوم کے مخصوص نہین کیا بلکہ تمام انسانون کے لئے یکسان حکم ہین اور نہ کسی حکم مین کوئی خاص بات یا کسی امر کی نشانی کا ہونا بتایا ہے برخلاف اسکے بعضی اگلی امتون پر بعض بعض احکام خاص بطور نشانی کے تھے پس خدا فرماتا ہے کہ ہمنے وہ احکام اسلئے نہین بھیجے کہ اگلی قومین جنپر وہ احکام تھے وہ اوسکو بجا نہین لاسکین اور اسیکے ساتھہ بطور تمثیل کے قوم ثمود کا ذکر کیا ہے جنکو حکم تھا کہ اونٹنی کو کھاتا پیتا پڑا پھرنے دین اور کسیطرح ستاوین نہین اور پھر آخر کو بتادیا کہ وہ خاص احکام صرف ڈر قایم رکھنے کے لئے تھے نہ مقصود بالذات **قلت قولہ** قران مین کوئی حکم **اقول** غلط ہے کیونکہ بعض احکام مخصوص واسطے پیغمبر صلعم کے ہین جسطرح چند حکم سورۂ احزاب مین درباب ازواج کے ہین کہ فرمایا ہے خالصۃ لک من دون المومنین **قولہ** نہ کسی حکم مین نشانی کا ہونا بتایا ہے **اقول** حکم مین تو کسی امت مین کسی نشانی کا ہونا نہین بتایا نشانی تو صرف معجزات ہی مین نہین ہوسکتی ہے احکام مین نشانی کچھ نہین ہوسکتی مگر یہ قول سید الطایفہ کا فی الجملہ خلاف اونکے اس قول کے ہے جو صفحہ ۱۲۸ پر لکھتے ہین کہ احکام اوپر وجود حکم دینے والے کے دلالت کرتے ہین اس قول سے ظاہر ہے کہ احکام قران کے خود نشانی ہین **قولہ** بعض امتون پر بعض احکام خاص خاص بطور نشانی کے تھے **اقول** قوم ثمود پر جو ناقہ کی نسبت یہ حکم تھا کہ اوسکو آزار نہ پہونچاؤ یہہ حکم کس چیز کی نشانی تھی اگر یہ کہین کہ نشانی اسکی تھی کہ اگر نہ مانینگے تو اونپر عذاب نازل ہوگا تو ہم کہین گے کہ اوس حکم مین تو کسی نشانی کا بیان نہین ایسا تو قران مین کفار کے حق مین بھی فرمایا ہے قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم وبئس المہاد (آل عمران) اور جیسا کہا گیا تھا ایسا ہی وقوع مین بھی آیا پس اس حکم مین اور قوم ثمود کے حکم مین کیا فرق ہے کہ ایک کو تو کہتے ہو کہ بطور نشانی کے ہے اور دوسرے کو کہتے ہو کہ نہین **قولہ** پس خدا فرماتا ہے کہ ہمنے وہ احکام اسلئے

تو اس اعتراض ابلہیانہ وحاسدانہ کا جواب اپنی تبئین الکلام مین دیکھہ لین صفحہ ۲۳۱
کتاب پیدایش پر بابت ہلاک کرنے تمام حیوانات ونباتات روے زمین کی بسبب جرایم
قوم نوح کے لکھتے ہین کہ تمام دنیا اوسیکا مال ہے اور اوسیکا حق ہے اگر وہ سب کو برباد کرے
تو اور اگر سب کو نہال کر دے تو وہ اپنے مال کا مالک ہو جو چاہے سو کرے اور جو کرے
وہ اوسکو سزاوار ہے اور اوسکا عین انصاف ہے اوسکے کسی فعل سے ظلم کا ہونا ممکن ہی
نہین کیونکہ وہان کسی دوسرے کے حق کا وجود ہی نہین جسمین تصرف ہونے سے ظلم کا اطلاق ہو سکے
تمام حیوانات اور نباتات کے برباد کرنے مین جو اصلی حکمت اوس حکیم مطلق نے رکھی ہو وہ
ہماری ناچیز عقل مین نہین آسکتی مگر ظاہر جو معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اوس قہار نے اپنی
شان قہاری دکہانے کو حیوانات بھی انسان کے ساتھہ برباد کر دے تاکہ لوگ جان لین کہ جب
اوس قہار کی قہاری کا ظہور ہوتا ہے تو اوسی بجز اون لوگون کے جنپر خاص رحم کرے اور کوئی مین
کے رینگنے والون سے ہوا کے اوڑنے والون تک بچ نہین سکتا ؎ بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم
بماند کروبیان صم وبکم ؛ دگر در دہد یک صلای کرم ؛ عزازیل گوید نصیبے برم ؛ انتہی بالفاظہ
ہر چند کہ مطابق تبئین الکلام کے ہم بھی کہتے ہین کہ اوس حکیم مطلق نے جو اس امت مرحومہ پر
ایسا رحم فرمایا کہ جو کچہ کہ وہ طلب کرتے تھے اور اوسکے ظہور مین اونکی ہلاکت تھی اوسکا اظہار
نہ فرمایا اسمین جو اصلی حکمت تھی ہماری ناچیز عقل مین نہین آسکتی مگر بظاہر حال جسقدر ہماری
سمجہ نے رسائی کی ہے اوسکا بیان ہم پیشتر اوس مقام پر کر چکے ہین جہان سید الطائفہ
نے عرب کی مذمت مین زبان درازی کی ہے اور جہوٹی تہمتین اونپر لگائی ہین اور ہمنے اونکی
باتون کو رد کیا ہے **قال** اسلئے میری سمجہہ مین اسمقام پر بھی آیات کے معنی معجزات
کے لینا صحیح نہین ہے یہان بھی احکام ہی کے معنی ہین (پہر چند سطر بعد لکھتے ہین)

دیکھو صفحہ ۲۵ جلد اول

تو اوسکے بجا نہ لا سکنے پر بجا نہ لانے والون کو اسقدر تعذیب کیون ہوئی کہ دفعتاً ہلاک کردیے گئے اور اسکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ احکام عام کا بجا نہ لانا تو موجب ہلاکت نہو حکم خاص کا عدم امتثال موجب ہلاکت ہوجاوے اگر یہہ کہین کہ وہ حکم خاص منجملہ ارکان ایمان تہا تو ہم کہینگے کہ توحید اور تصدیق رسالت سے زیادہ تو کوئی حکم رکن ایمان نہین ہوسکتا اور ناقہ صالح عم کی نسبت جو احکام تھے اونمین تو کوئی حکم ایسا نہتا کہ ارکان ایمان مین سمجہا جاوے الغرض جو کچھہ لکھا ہے سب غلط ہے اور تحریف جلی ہے اور اصل قرآن مجید کی آیہ کا یہ مطلب نہین بلکہ آیہ (وما نرسل بالآیات) کا مطلب یہ ہے کہ معجزات جو ہم بہیجتے ہین اوس سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے کہ مخلوق اونکو دیکھہ کر خوف کرے اور خوف کرکے اوس نبی کی تکذیب سے باز رہے اب یہان ایک اور بات قابل بیان کے ہے یعنی اس آیہ مین جو ارسال معجزات کا قصر تخویف پر کیا گیا یہہ کس قسم کا قصر ہے پس جاننا چاہئے کہ یہ قصر الموصوف علی الصفۃ ہے اور اس قسم کا قصر قصر حقیقی نہین ہوتا چنانچہ یہ امر کتب علم معانی مین مصرح بیان ہوا ہے اسلئے یہ قصر اضافی ہے چونکہ منکرین اصرار دکہانے معجزات پر کرکے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم کوئی معجزہ دیکہین تو ایمان لاوینگے اور ظہور معجزہ ہمارے ایمان کا موجب ہوگا اسلئے یہ فرمایا کہ معجزات کے ارسال سے غرض تخویف ہے نہ ایمان پر مجبور کردینا جس نے خوف کیا ایمان لایا اور جس نے قساوۃ قلبی سے خوف نہ کیا وہ ایمان نہ لایا چنانچہ سورہ (انعام) مین ہے وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین فمن آمن و اصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کذبوا بآیاتنا یمسھم العذاب بما کانوا یفسقون یعنی اور نہین بہیجتے ہین ہم پیغمبرون کو مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پس جو کوئی ایمان لایا اور نیک کام کئے اوس نے پس نہین ہے کچھہ خوف اون پر اور نہ وہ اندوہگین ہونگے اور جن لوگون نے تکذیب کی آیات ہماری کی پہونچیگا اونکو عذاب بسبب فسق اونکے کے"

نہین بہیجے کہ اگلی قومین اوسکو بجا نہین لاسکین **اقول** دیکہو تو کسقدر تحریف جلی قران کے معنی مین کررہے ہین صفحہ ۱۳۶ پر آپ ہی ترجمہ اس آیۃ کا یہ لکہا ہے کہ نہین روکا ہم کو آیات کے بہیجنے سے مگر یہ کہ جہٹلایا اونکو اگلون نے یہان یہ لکہتے ہین کہ اسلئے نہین بہیجے کہ پہلی قومین اونکو بجا نہ لاسکین ہر ایک صاحب عقل یہ جانتا ہے کہ جہٹلانا اور بات ہے اور بجا نہ لاسکنا اور بات ہے تکذیب کے معنی جہٹلانا ہے بجالانا یا بجا نہ لاسکنا ہرگز نہین احکام الٓہی کا بجا نہ لانے والا فاسق ہے اور جہٹلانے والا کافر ہے دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہے قوم ثمود پر جو عذاب نازل ہوا وہ محض اسی سبب سے نہ تہا کہ اونہون نے حکم کی تصدیق کرکے حکم پر عمل نہ کیا بلکہ اس سبب سے تہا کہ پیغمبر اور حکم کی تکذیب کرکے برخلاف حکم کے عمل کیا فکذبوہ فعقروہا فدمدم علیہم ربہم بذنبہم فسواہا **قولہ** پہر اخیر کو بتلا دیا کہ وہ خاص احکام صرف ڈر قایم رکہنے کے لئے تھے نہ مقصود بالذات **اقول** یہان بہی تحریف سے نہ چوکے تخویف کے معنی ہین ڈرانا نہ ڈر قایم رکہنا اور یہ کیسی جہالت کا اعتقاد ہے کہ خداوند تعالی ایسے حکم بہی بہیجتا ہے کہ جو مقصود نہین ہوتے ناقہ ثمود ہی کی نسبت فرمائیے کہ اگر وہ لوگ اوس حکم کا امتثال کرتے تو کیا اوس پر اوس حالت مین بہی وہی عذاب نازل ہوتا جو بحالت تکذیب و عدم امتثال کے نازل ہوا پہر ایک اور ناواقفی اور جہالت پر غور کرنا چاہیئے کہ آیۃ مین کلمہ نرسل فعل مضارع ہے جو متضمن معنے حال یا استقبال کے ہے اوسکو معنی کو متعلق بزمانہ ماضی کے سمجہا کہ وہ احکام ڈر قایم کرنے کے لئے تھے جب یہ حال ہے سید الطائفہ کا کہ ماضی اور مضارع کے صیغون مین بہی اونکو تمیز نہین حالانکہ میزان منشعب کے پڑہنے والے بہی اونمین بخوبی تمیز کرسکتے ہین پس سمجہہ لینا چاہئیے کہ اونکی سب خامہ فرسائی بغرض تفسیر نہین بلکہ مطلب صرف الحاد پہیلانا ہے ؎ وکنت امری زیدا کما قیل سیدا ﴿ اذا ہو عبد للقفا واللہازم ﴾ پہر اگر وہ احکام مقصود بالذات نہ تھے

کیونکہ احکام خدا کے تو حضرت صالح برابر اونکو سناتے ہی تھے پھر طلب احکام بے معنی محض ہے اور اونھون نے کسی اونٹنی کی بابت کوئی حکم بھی نہین مانگا تھا پس کلمہ (آیتہ) جو اس قصے مین واقع ہوا ہے کسیطرح بمعنی حکم نہین ہو سکتا الا بطریق تحریف اور یہہ جو کہتے ہین وہ اونٹنی فی نفسہ معجزہ نہ تھی یہہ بھی ناواقعی ہے فی الواقع وہ اونٹنی بنفسہا معجزہ تھی کہ ظہور اوسکا عجیب قدرۃ کاملہ سے ہوا تھا چنانچہ جملہ مؤرخین اور مفسرین کی کتب تواریخ وتفاسیر سے ظاہر ہے اور قران مین اوسکو کسی جگہہ (ناقۃ) بلفظ تنکیر جو تعظیم پر دلالت کرتا ہے اور کہین بصفۃ (مبصرۃ) کہین بصفۃ (آیتہ) اور کہین اوس کو اپنی ذات پاک کی طرف مضاف کرکے بلفظ (ناقۃ اللہ) فرمانا عین دلیل اس کی ہے کہ ظہور اوسکا عجیب طور پر قدرت کاملہ سے ہوا ہے اور بنفسہا وہ ایک عجیب وغریب معجزہ تھی اور بعض آیات مین جو کلمہ (مبصرۃ) وارد ہے اسی مدعا پر دال ہے علاوہ بران ہرگاہ کہ خداے تعالے اوس اونٹنی کو (آیتہ) فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ اونٹنی کوئی حکم نہین ہو سکتی بلکہ احکام تو اور ہی تھے جنکا کئی جگہہ قران مین ذکر ہے پس (آیتہ) کو اوسکے اصلی معنی سے پھیر کر بمعنی حکم کے ٹھہرانا صرف مخالفت لغت ہی نہین بلکہ مخالفت کلام الہی بھی ہے کہ کلام الہی کو ایسے معنی پر محمول کرنا ہے کہ وہ معنی صحیح نہین ہو سکتے اور اون سے غلطی کلام کی لازم آتی ہے پھر صفحہ ۱۲۸ پر جو تقریر کی ہے اوس سے واضح ہے کہ لفظ (آیتہ) سے صرف احکام قران ہی مراد ہو سکتے ہین چنانچہ بحث اسکی پیشتر بھی ہو چکی ہے اور ظاہر ہے کہ احکام جو قوم ثمود کو بہ نسبت اوس ناقہ کے سنائے گئے تھے وہ احکام قران کے نہ تھے اسلئے بہ نسبت اوس ناقہ کے جو لفظ (آیتہ) وارد ہوا ہے خود سید الطائفہ کی تمہید صفحہ ۱۲۸ کے بموجب اوس سے حکم یا احکام مراد نہین ہو سکتے۔ **قال** جو حکم خاص کسیکو یا کسی قوم کو دیا گیا ہے وہ بھی آیتہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے **قلت** یہہ بھی غلط ہے بنی اسرائیل کو حکم تعظیم سبت کا دیا گیا تھا لیکن

اسی قسم سے ہے ما محمد الا رسول یعنی محمد صلعم رسول ہی ہین خدا نہین کہ اونکو موت نہ عارض ہو ایسے ہی یہان بھی ہے کہ ما نرسل بالآیات الا تخویفا یعنی (لا موجبا للایمان) ہرچند کہ ہمارے اس بیان کو سید الطائفہ کے مباحثہ سے کچھ علاقہ نہین وہ غالبا بسبب ناواقفی کے علوم فصاحت وبلاغت سے اس بیان کو سمجھنے کے ہی نہین مگر طرداً للباب مناسب معلوم ہوا کہ مختصراً نسبت قصر کے بہی کچھ لکھا جاے آمدم برسر مطلب ہرچند کہ سید الطائفہ نے جو کچھ لکھا ہے غلطی اوسکی واضح ہے کچھ زیادہ لکھنا اس باب مین ضرور نہ تہا لیکن پہر بھی ہم اونہین کے اعتراضات کا اونکی تقریر پر اعادہ کرتے ہین اول تو یہ سمجھ مین نہین آتا کہ خداے تعالی نے لوگون کے بجا نہ لانے سے احکام خاص کا بھیجنا کیون بند کردیا دوسرے یہ کہ آدم عم سے عیسی عم تک برابر کیون بہیجتا رہا اور کیون ایسی بیرحمی سے اگلون کو غارت کرتا رہا اسلئے سید الطائفہ کے بیان کی مطابق بہی آیات کے معنی احکام خاص کے لینا صحیح نہین فرمائیے جناب سید الطائفہ یہ کیسے لینے کے دینے پڑے اپنے ہی اعتراضات کی آپ کو جوابدہی مشکل ہوگئی مثل مشہور عرب کی آپ پر صادق آئی من حفر لغیرہ جبا وقع فیہ منکبا ۷ گفتار تو خود قطع زبان تو شد آخر ✱ وہ وہ کہ زبان تو زبان تو شد آخر ✱ **قال** قوم ثمود کو جو احکام حضرت صالح نے نسبت ناقہ کے بتائے اونکے سبب سے اوسپر بھی آیۃ کا اطلاق ہوا جہان خدا نے فرمایا ہے ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ کیونکہ وہ اونٹنی فی نفسہ معجزہ نتھی **قلت** قوم ثمود کو جب حضرت صالح عم نے احکام خداے تعالی کے سنائے جیسا کہ سورہ (شعراء) اور اعراف مین مذکور ہے تب اونہون نے کہا کہ تو تو جادو زدہ ہے جزین نیست کہ تو ایک آدمی ہے ہماری مانند اگر تو سچا ہے تو کوئی نشانی اپنے سچے ہونے کی پیش کر فأت بآیۃ ان کنت من الصادقین ۷ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیۃ کے معنی حکم کے نہین

جاہل لوگ ہین یہ سمجہین کہ حضرت ذکریا کی زبان تو بند نہین ہوئی تھی مگر بپاس امتثال حکم کے اونہون نے کلام نہین کیا تھا لیکن یہ اونکی عین جہالت ہے صرف و نحو کے مبتدی بہی اس بات کو سمجہتے ہین کہ یہان (لا تکلم) بسبب داخل ہونے (ان) ناصبہ کے منصوب ہے اور نہی ہمیشہ مجزوم اللام ہوتی ہے مگر جہان کہین بسبب اجتماع ساکنین کے ضرورت اوس کے متحرک کرنے کی واقع ہوتی ہے تو اوسکے حرف اخیر کو کسرہ کی حرکت دیجاتی ہے جیسے (یا ابت لا تعبد الشیطان) (لا تطع المکذبین) پس سید الطائفہ نے جو (لا تکلم) فعل مضارع کو بمعنی نہی کے ترجمہ کیا ہے اور جملہ خبریہ کو بمعنی جملہ انشائیہ کے ترجمہ کر دیا ہے صریح غلطی کی ہے اور تحریف جلی کو کام مین لائے ہین صحیح ترجمہ اوسکا یہ ہے کہ تو کلام نہ کر سکیگا چنانچہ اسی کے موافق پہلے باب انجیل لوقا مین ہے فرشتے نے ذکریا سے کہا کہ تیری دعا سنی گئی اور تیری جورو بیٹا جنے گی تب ذکریا نے فرشتے سے کہا مین اسکو کیونکر سچ جانون فرشتے نے اوسے جواب مین کہا مین جبرئیل ہون جو خدا کے حضور مین کہڑا رہتا ہون اور بہیجا گیا ہون کہ تجہہ سے کہون اور یہہ خوشخبری تجہے دون اور دیکہہ تو گونگا ہو جاویگا اور جس دن تک یہ چیزین واقع نہوں بول نہ سکیگا اور لوگ ذکریا کی راہ دیکہتے تھے جب وہ باہر آکر اون سے بول نہ سکا اونہون نے دریافت کیا کہ اوس نے ہیکل مین کوئی رویا دیکہی تہی اور وہ اون سے اشارہ کرتا تھا اور گونگا رہ گیا انتہی مختصرًا اب تو سید الطائفہ کو اپنی تحریف کے کہل جانے پر یقین ہو گیا یا اب بہی کچہ شبہ اسمین باقی رہ گیا کہ نہ بول سکنا حضرت ذکریا کا علامت تہی حکم نہ تہا حصہ دوم تنقیح البیان جو جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور نے رد حصہ دوم تحریف سید الطائفہ مین لکہی ہے اوسکے صفحہ ۵۲ مین سید الطائفہ کا قول نقل کیا ہے کہ تفسیر کبیر مین ابو مسلم کا قول لکہا ہے کہ لا تکلم الناس کا مطلب یہ ہے کہ تو مامور ہوا ہے کہ تین دن تک بات نہ کرے

اوسکو بلفظ (آیۃ) تعبیر نہین کیا گیا علاوہ بران شروع بحث مین لکھہ چکے ہین کہ احکام قران کو
بلفظ (آیات) تعبیر کیا گیا ہے اوس مقام پر جو تقریر کی ہے اوس سے ظاہر ہے کہ تعبیر کرنا
احکام کا بلفظ (آیات) مخصوص احکام قران سے ہے یہان آپ ہی اوس تخصیص مسلمہ اپنے
کو غلط کئے دیتے ہین **قال** جیسکہ سورۂ آل عمران سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ذکریا سے
جب خدا نے کہا کہ تیرے بیٹا ہوگا تو اونہون نے عرض کیا کہ میرے لئے خاص (آیۃ) یعنی حکم
مقرر کر خدا نے کہا کہ آیتک ان لا تکلم الناس ثلٰثۃ ایام الا رمزا یعنی تیرے لئے یہ حکم ہے کہ
تین دن تک بجز اشارہ کے کسی آدمی سے بات نکر **قلت** اس آیۃ کو اپنے قول سابقہ پر کہ حکم
خاص کو بلفظ (آیۃ) تعبیر کیا گیا ہے دلیل لائے ہین مگر یہ استدلال تو اوسی صورت مین صحیح ہوسکتا
ہے کہ جب یہ بات تسلیم کر لیجاوے کہ سید الطائفہ کو یہ منصب حاصل ہے کہ اپنی طرف سے ایک
آیۃ مین دو یعنی لگا کر قران کے معنی مین تحریف کر سکتے ہین اور فعل مضارع کو بمعنی نہی کے یعنی خبر کو
انشا قرار دے سکتے ہین چونکہ ایسی اصلاح اور تحریف کو کوئی مسلمان منظور نہین کر سکتا بس یہہ
استدلال اونکا صریح غلط ہے ہم کہتے ہین کہ کلمہ (آیۃ) سے یہان بہی نشانی ہی مراد ہے جو
اوسکے حقیقی معنی ہین جب ملائکہ نے حضرت ذکریا عم کو حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کی بشارت
سنائی تو اونہون نے تعجب کیا اور کہا کہ اے میرے رب مین تو بہت بوڑہا ہون اور میری
عورت بانجھ ہے میرے لڑکا کیسے ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے ہی ہوگا اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے
تب حضرت ذکریا نے عرض کیا کہ کوئی نشانی اسکی مجھکو بتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا نشانی تیرے لئے
یہہ ہے کہ تو کلام کسی سے تین دن تک نکر سکیگا بجز اشارہ کے سید الطائفہ نے آیۃ کے معنی مین
تو تحریف کی ہی تھی اوس سے زیادہ (لا تکلم) کے معنی مین تحریف کی کہ ترجمہ (لا تکلم) کا اس
طور پر کیا کہ کلام نکر (لا تکلم) جو فعل مضارع ہے اوسکا ترجمہ بمعنی نہی کے کردیا تاکہ اونکے اتباع جو

ترجمہ کیا (تصیر ماموراً بان لا اتکلم) بسبب اسکے کہ (تصیر) فعل مضارع اور (لا اتکلم) بھی
فعل مضارع ہے اور بھی بسبب دخول (ان ناصبہ) کے اوپر (لا اتکلم) کے کہ جسکے خواص سے
یہہ ہے کہ مثل (سوف) اور (سین) کے مضارع کو خاص استقبال کے معنی مین کر دیتا ہے
جملہ استقبالیہ ہے یعنی زمان آیندہ مین تو مامور ہوگا اسپر کہ نہ کلام کرے گا سید الطائفہ
نے جو یہ ترجمہ کیا کہ مامور ہوا ہے تو صاف غلط ہے کہ مضمون جملہ کو جس کا حصول زمانہ آیندہ
مین ہوگا اوسکے حصول کو زمانہ ماضی مین ٹھیرا دیا علاوہ بران کلام تو اسمین ہے کہ (آیۃ) کا کلمہ
اس (آیۃ) مین بمعنی (حکم) ہے یا بمعنی (نشانی) کے ابو مسلم کی تفسیر سے خوب واضح ہے کہ بمعنی
(نشانی) کے ہے اسلئے کہ اونکی عبارت مین جو یہ الفاظ ہین (طلب من اللہ آیۃ تدلہ علی
حصول العلوق) یعنی طلب کی ایک (نشانی) کہ دلالت کرے اوپر حصول علوق کے اس سے
صاف ظاہر ہے کہ (آیۃ) کے معنی ابو مسلم کے نزدیک بھی علامت دالہ علی المطلوب ہین پس
اگر ہم تفسیر ابو مسلم کو بھی صحیح مان لین تب بھی مدعا ہمارا ہی حاصل ہے اور اس سبب سے ہم کو
زیادہ تر کلام کرنا ضرور نہین ہے گو کہ تفسیر ابو مسلم مین کئی نقصان ہین چونکہ اس مقام مین
بحث اس امر کی تھی کہ سید الطائفہ نے دعوی کیا ہے کہ قران مین جہان لفظ (بینات) یا (آیات)
یا (آیات بینات) کا آیا ہے اوس سے ہمیشہ احکام و مواعیظ و نصائح مراد ہین اور ہم
کہتے ہین کہ نہین سید الطائفہ نے اپنے دعوی کے اثبات کے لئے تمام قرآن مین سے یہہ
دو آیتین پیش کین مگر ہم نے بہت دلائل قویہ سے ثابت کر دیا کہ ان آیات مین ہی مراد (آیۃ)
اور (آیات) سے (نشانی) اور (نشانیان) ہی ہین (احکام) اصلا مقصود نہین چونکہ بنا ر
انکار سید الطائفہ کی معجزات انبیا ع م سے اسی دعوی پر تھی اور ہم نے بحبل اللہ
وقوتہ اس دعوے کے بطلان کو بخوبی ظاہر کر دیا علاوہ بران اور فضول باتین

اسلئے ہمنے اوسکا ترجمہ بمعنی نہی کے کیا ہے **قلت** مطلب اسکا یہہ ہوا کہ سید الطایفہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور اوسکا عذر اسطور پر کرتے ہین کہ ابو مسلم اصفہانی معتزلی کی تقلید سے ہمنے یہ غلطی کی ہے مگر اسوقت اوس لاف وگزاف کو کیون بہول گئے کہ ہم قران کے وہی معنی مراد لینگے جو معنی عرب قدیم اپنے محاورے کے موافق مراد لیتے تھے کسی ملا مجتہد کی تقلید سے گمراہی مین نہ پڑینگے یا تو یہہ شور اشوری یا یہہ بے نمکی کہ ایک معتزلی کی تقلید سے ایسے گمراہ ہوئے کہ قران اور انجیل دونون کو پس پشت پہینک دیا علاوہ بران نہ پوری عبارت ابو مسلم کی لکھی نہ صحیح ترجمہ ابو مسلم کی عبارت کا کیا ابو مسلم کی عبارت کے تحریف کرنے مین بہی نہ چوکے

ہم اونکی عبارت نقل کرتے ہین ان المعنی ان ذکریا علیہ السلام لما طلب من اللہ تعالے آیۃ

تدلہ علی حصول العلوق قال آیتک ان لا تکلم تصیر ماموراً بان لا تتکلم ثلاثۃ ایام ولیالیہا

مع الخلق اے تکون مشتغلا بالذکر والتسبیح والتہلیل معرضا عن الخلق والدنیا

شاکراً للہ تعالے علی عطاء مثل ہذہ الموہبۃ فان کانت لک حاجۃ تدل علیہا بالرمز فاذا

امرت بہذہ الطاعۃ فاعلم انہ قد حصل المطلوب یعنی غرض یہ ہے کہ جب ذکریا علیہ السلام نے اللہ تعالے سے ایک ایسی نشانی طلب کی جو دلالت کرے اونکو اوپر ٹھہر جانے نطفہ کے رحم مین زوجہ ذکریا عم کے تو فرمایا کہ نشانی تیرے لئے یہہ ہے کہ کلام نہ کرے گا تو ہوویگا تو مامور اسپر کہ کلام نکرے تین رات دن آدمیون سے مطلب یہ ہے کہ ہووے گا تو مشغول خدا کی یاد اور تسبیح اور تہلیل مین کنارہ کش مخلوق اور تمام دنیا سے شکر گذار اللہ تعالی کا اوپر عطا فرمانے اس بخشش کے پہر اگر ہوگی تجہکو کچہہ حاجت تو آگاہ کرے گا تو اوس پر رمز سے پس جب مامور ہوگا اس طاعت پر تو جان لیجیو کہ حاصل ہو گیا مطلب ،، سید الطایفہ نے جو قول ابو مسلم کے اس جملہ کا (تصیر ماموراً بان لا تتکلم) یہہ ترجمہ کیا کہ تو مامور ہوا ہے غلط

سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر وما انزل علی الملکین بابل

ہاروت وماروت وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منہما

مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ وماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ویتعلمون مایضرہم

ولا ینفعہم ولقد علموا لمن اشتراہ مالہ فی الآخرۃ من خلاق ولبئس ما شروا بہ انفسہم لو

کانو ایعلمون ترجمہ آیتون کا بہت صاف ہے اور اوسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا

یعنی جب آیا اونکے پاس کوئی پیغمبر خدا کی طرف سے تصدیق کرتا ہوا اوس چیز کی جو اونکے

پاس ہے تو ایک فریق نے اون لوگون مین سے جنکو کتاب دی گئی تھی خدا کی کتاب کو اپنی

پیٹون کے پیچھے پھینک دیا گویا کہ وہ اوسکو جانتے ہی نہین اور پیروی کی اوسکی جو پڑھتے

تھے شیاطین سلیمان کے عہد مین اور سلیمان کافر نہین تہا بلکہ شیاطین ہی کافر تھے

سکہاتے تھے آدمیون کو جادو اور پیروی کی اوس چیز کی جو اوتاری گئی تھی ہاروت اور

ماروت دو فرشتون پر بابل مین (یہ اوس تقدیر پر ہے کہ ما انزل کو اوپر ماتتلوا کے معطوف

کیا جاوے اور اگر کلمہ سحر پر ما انزل کو معطوف کیا جاوے تو معنی یہ ہین کہ سکہاتے تھے

شیاطین آدمیون کو جادو اور سکہاتے تھے اوس چیز کو جو اوتاری گئی تھی ہاروت اور

ماروت دو فرشتون پر بابل مین) اور وہ فرشتے نہین سکہاتے تھے تا آنکہ کہتے

تھے کہ جز این نیست کہ ہم آزمائش ہین تو کافر نہ بنیو پھر سیکھتے تھے وہ اون سے

وہ بات جسسے جدائی ڈال دین مرد اور اوسکی عورت مین اور وہ اس سے کچھ ضرر کسیکو

نہین پہونچاتے تھے مگر بحکم خدا اور سیکھتے تھے وہ لوگ ایسی باتین جو ضرر پہونچاوین اونکو

اور نفع نہ بخشین اور بتحقیق جان لیا تہا اونہون نے کہ جو کوئی خریدیگا اوسکو اوسکے لئے

آخرۃ مین کچھ حصہ نہین کیا بری چیز ہے جسکے عوض مین اونہون نے اپنی جانون کو بیچا

جو اس بحث مین سید الطائفہ نے لکھی تہین اونکو بہی ہمنے بدلائل قطعیہ رد کر دیا اور ہمنے بہت آیات ایسی لکہین کہ جن سے بجز معجزات او رعجائبات قدرۃ کے اور کچہ مراد نہین ہو سکتا غالب ہے کہ سید الطائفہ بہی اب اس باب مین کچہ عذر نہ کر سکین بس اب ہم اوس آیۃ کی تفسیر پر رجوع کرتے ہین کہ جسپر یہ بحث شروع ہوئی تہی اور وہ یہ ہے (وآتینا عیسی بن مریم البینات) (بینات) کی صاحب معالم التنزیل اور جملہ مفسرین نے معجزات ہی تفسیر کی ہے اور اشارہ کیا ہے اون معجزات کی طرف جو سورۂ (آل عمران) اور (مائدہ) مین مذکور ہین اور یہہ تفسیر اونکی تمامتر مطابق قواعد زبان عرب کی ہین جسمین قران نازل ہوا ہے کیونکہ لام تعریف جو (البینات) مین ہے لام استغراق تو ہو ہی نہین سکتا اسلئے کہ جملہ (بینات) جو ممکن ہین حضرت عیسی ع م کو نہین دئے گئے تھے پس متعین ہوئی یہی بات کہ لام عہد ہے اور معہود وہی چیزین ہین کہ جنکا بیان سورۂ (مائدہ) اور (آل عمران) مین ہے اور اہل کتاب کو معلوم ہین اور اون مین حد سے زیادہ مشہور و معروف ہین اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے کہ لام عہد جنس کا ہو تو جواب اوسکا یہ ہے کہ کتب فن اصول و عربیۃ مین یہ بات مبرہن ہو چکی ہے کہ جب تک استغراق اور عہد خارجی ممکن ہو گا حمل ایسے لام کا جو جمع پر داخل ہوتا ہے عہد جنس پر جایز نہین ہے کیونکہ اسمین ابطال معنی جمعیت کا لازم آتا ہے الغرض سید الطائفہ نے اس بحث معجزات مین مشاغبہ تو بہت کیا اور فضول باتین بہت لکہین قران کی آیات مین تحریف بہی کی بعض اکابر پر افترا بہی کیا مگر بعنایت الہی ایک بہی نہ چل سکی اور جو بات حق تہی آخر کو وہی منقح ہو گئی جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا والحمد للہ رب العالمین

قال اللہ تعالی ولما جاءہم رسول من عند اللہ مصدق لما معہم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتب کتاب اللہ وراء ظہورہم کانہم لا یعلمون واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان وما کفر

ملک سلیمان کی نسبت پڑہتے تھے اگرچہ اونکے ترجمہ کے خلاف ہے کیونکہ ترجمہ اوس طور پر لکھتے ہین کہ سلطنت مین سلیمان کے پڑہتے تھے اور (علی) کو بمعنی (فی) کے قرار دیکر بحوالہ بیضاوی وعصام کے لکھتے ہین کہ علی التقدیرین علی بمعنی فی لیکن تفسیر اوسکی خلاف جو لکھتے ہین اوس سے پایا جاتا ہے کہ تتلوا کو متضمن معنی تتقول کے ٹہیراکر یہ معنی ٹہیراتے ہین کہ نسبت ملک سلیمان کے پڑہتے تھے چنانچہ ابن ہشام بھی مغنی اللبیب مین یہ احتمال لکھتے ہین

الساوس الظرفیة کفی نحو دخل المدینة علی حین غفلة من اہلہا ونحو وما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان ای فی زمن ملکہ ویحتمل ان تتلوا ضمن معنی تتقول فیکون بمنزلة ولو تقول علینا یعنی احتمال رکہتی ہے یہ بات کہ تتلوا جو اس آیہ مین ہے معنی تتقول کا متضمن کیا گیا ہو تو اوس صورت مین بمنزلہ لو تقول علینا کے ہوگا یعنی جب متضمن معنی تتقول کا ہوا تو اوس وقت مین (علی) کو بمعنی (فی) قرار دینا ضرور نہوگا بلکہ جسطرح پر کہ تقول کے صلہ مین (علی) آتا ہے اوسیطرح پر یہان بھی ہے اس صورت مین معنی آیہ کے یہ ہونگے کہ تابع ہوئے وہ لوگ اوس چیز کے کہ جو افترا کرتے تھے شیاطین نسبت مملکت سلیمان کے چنانچہ تفسیر کبیر مین تفسیر ابو مسلم اصفہانی کی بھی اسیطور پر نقل کی ہے قال ابو مسلم تتلوا ای تکذب علی ملک سلیمان یقال تلا علیہ اذا کذب اس تفسیر مین تو کچھ بھی شک نہین کہ وما کفر سلیمان رد ہے اغوای شیاطین کا اور الزام کفر کا ہے بہ نسبت شیاطین کے اور بمنزلہ دلیل کے ہے اوپر براءۃ سلیمان کے یعنی شیاطین جو بہ نسبت مملکت سلیمان کے افترا کرتے تھے کہ انہین اعمال سحر سے سلیمان کا تسلط ہوا ہے یہ اونکا افترا تھا کیونکہ یہ اعمال موجب کفر ہین اور سلیمان کافر نہ تھا بلکہ شیاطین ہی کافر تھے کہ سکھاتے تھے آدمیون کو سحر جو موجب کفر ہے الغرض دونون تفسیرون پر رد ہے افترا شیاطین کا اور یہود کی سمجھ سے کچھ بحث آیہ مین نہین اگر یہود کی سمجھ سے کچھ بحث ہوتی

اگر وہ جانتے ہوتے" ترجمہ سید الطایفہ کا بھی یہی ہے کچھ الفاظ کا فرق ہے مگر اونہون نے اپنے ترجمہ مین کئی جگہہ خط ہلالی کہینچکر قران مین اصلاح کی ہے یہی بات اونپر موجب الزام تحریف ہے چنانچہ بیان اوسکا اونکی تقریر کے ضمن مین آویگا پیشتر بہی سید الطایفہ نے پرچہ تہذیب نیچریہ مرقوم یکم محرم ۱۲۹۳ھ ہجری مین ان آیات مین بہ نسبت سحر کے کلام کیاتہا اوسکے جواب مین مین نے جو کچھ لکہا ہے وہ پرچہ نور الآفاق مطبوعہ ۱۰ صفر ۱۲۹۴ھ ہجری مین منطبع ہوا ہے اوس بحث کا اعادہ کچھہ ضرور نہین مگر بقدر ضرورت محل مناسب مین لکہا جاویگا

قال خدا نے جو یہہ فرمایا کہ ماکفر سلیمان اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھہ وہ لوگ پڑہتے تھے اوسکی نسبت سمجھتے تھے کہ سلیمان نے اوسکو کیا یا کہا یا لکہا ہے **قلت** یہہ بات تو اس سے کسیطرح پر بھی ثابت نہین ہوتی کہ جو کچھہ وہ لوگ پڑہتے تھے اوس کی نسبت یہہ سمجھتے تہے کہ سلیمان نے کیا بلکہ ظاہر یہہ ہے کہ جیسا سب مفسرین لکھتے ہین کہ شیاطین لوگون کو بہکاتے تہے کہ سلیمان بسبب انہین اعمال سحر کے جن وانس وہوا پر حکومت کرتا تہا اوسکے رد مین اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ ماکفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعنی یہہ امر کہ سلیمان ان اعمال کی وجہ سے ایسے زور کی سلطنت کرتا تہا افترا ہے شیاطین کے یہہ اعمال سحر ایسے ہین کہ انکا عامل کافر ہے حالانکہ سلیمان کافر نہتا بلکہ جو شیاطین اوسپر یہہ افترا کرتے ہین وہی کافر ہین سلیمان ان اعمال کا مرتکب ہوکر کافر نہین ہوا **قال** پس تقدیر آیۃ کی یون ہوتی واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان ظناً منہم انہ من سلیمان وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعنی پیروی کی اوس چیز کی جو شیاطین ملک سلیمان کی نسبت پڑہتے تھے یہہ سمجھکر کہ سلیمان نے اوسکو کیا ہے حالانکہ سلیمان نے کفر نہین کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا **قلت** یہہ جو لکھتے ہین

ولقد علموا (لنظنهم) لمن اشتراه ماله فی الآخرة من خلاق ولبئس ما شروا به انفسهم (لنظنهم) لوکانوا یعلمون (لنظنهم) حالانکہ کوئی عاقل اس امر کو کہ ایسی خرابیان مترتب ہون سیاق کلام نہین کہہ سکتا یہ بات علوم عربیہ مین قرار پا چکی ہے کہ جب تک کہ کوئی قرینہ قویہ اعرابیہ یا لغویہ یا عقلیہ مقتضی حذف کا نہوگا ایک حرف بہی محذوف نہ مانا جاویگا بہلا پہلے جملہ مین تو ایک قرینہ سید الطائفہ نے اپنے وہم سے قایم کیا تہا گو کہ وہ بھی محض توہم باطل تہا اس جملہ مین تو کوئی قرینہ وہمیہ بہی نہین پس یہان جو (لنظنهم) کو محذوف قرار دیتے ہین یہ تو صریح تحریف جلی ہے اور اصلا قابل تسلیم کے نہین **قال** پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ درحقیقت خدا کی جانب سے کوئی چیز اون فرشتون پر اوتاری گئی تہی بلکہ صرف یہ پایا جاتا ہے کہ جسطرح وہ لوگ اون چیزون کو سمجہتے تہے کہ سلیمان سے ہین حالانکہ سلیمان سے نہین تہین اسیطرح دونون فرشتون کی نسبت بہی سمجہتے تہے کہ خدا کی طرف سے وہ علم اونکو دیا گیا ہے حالانکہ خدا کی طرف سے کچہ نہین دیا گیا تہا **قلت** وجود سے دونون فرشتون کے تو سید الطائفہ کو بہی انکار نہین بلکہ صاف اقرار ہے اور (ما انزل) کے کلمہ سے یہہ بھی ثابت ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی علم اونپر نازل ہوا تہا اور آیت (وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر) سے ثابت ہے کہ وہ دونون فرشتے کوئی علم تعلیم بہی کرتے تہے اور اسکے بعد کی آیۃ (فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه وما هم بضارین به من احد الا باذن الله) سے ظاہر ہے کہ لوگ اون دونون فرشتون سے کوئی علم سیکہتے بہی تہے اور یہہ بہی ان آیات سے ثابت ہے کہ وہ علم ایسا خطرناک بہی تہا کہ اگر بے محل اوسکو کام مین لایا جاوے تو موجب کفر ہو جاوے اور اوسکے اوپر اس اثر کا مترتب ہونا بہی محتمل تہا کہ زن وشوہر مین مفارقت اور باذن الله موجب ضرر بہی

اور اونکی سمجھ کا رد کیا جاتا تو بجاے ولکن الشیاطین کفروا کے یہ کہا جاتا کہ (ولکن الیہود کفروا
(بطنہم) السحر بسلیمان) چونکہ کلمہ استدراک یعنی (لکن) کے بعد صاف تصریح لفظ (شیاطین) کی موجود
ہے پس صاف ظاہر ہے کہ وماکفر سلیمان رد ہے افترا شیاطین کا اور ظن یہود سے کچھ
تعرض نہین پس ظاہر ہوا کہ سید الطایفہ نے جو الفاظ (بظنہم انہ من سلیمان) اس آیۃ مین بڑہائے
ہین صاف تحریف جلی ہے نہ کوئی قاعدہ عربیہ اس تحریف کا مقتضی ہے نہ کوئی قرینہ قویہ
عقلی ہے محض طبع زاد توہم فاسد کی بنا پر مرتکب تحریف قران سے ہوئے ہین **قال**
آگے اتنے لفظ ہین وما انزل علی الملکین) مگر بہ سیاق اوس کلام کے جو اوسکے اوپر ہے
اسکا صاف یہ مطلب پایا جاتا ہے (واتبعوا ما انزل بظنہم علی الملکین) یعنی پیروی کی اوس
چیز کی جسکی نسبت وہ گمان کرتے تھے کہ دو فرشتون پر اوتاری گئی ہے **قلت** مین نہین
سمجھتا کہ سیاق سید الطائفہ کے نزدیک کس چیز کا نام ہے ظاہرا وہ سیاق اسکو سمجھے ہین
کہ جو الفاظ و کلمات جملہ سابقہ مین بسبب قیام کسی قرینہ موجودہ یا متوہمہ کے محذوف ٹہرائی
گئے ہون وہی جملہ مابعد مین بھی محذوف ماننے چاہئین خواہ جملہ مابعد مین قرینہ موجودہ
یا متوہمہ موجود ہو یا نہو مگر یہ تو نہایت نادانی ہے اگر ایسا ہو تو جسقدر جملہ واتبعوا
ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان کے بعد واقع ہین سب مین (بظنہم انہ من سلیمان) محذوف کیا
جاتا ہے پس تقدیر آیات کی اس سیاق قرار دادہ سید الطائفہ کے مطابق یہ ہوئی کہ و
ماکفر سلیمان (بظنہم) ولکن الشیاطین کفروا (بظنہم) یعلمون الناس السحر (بظنہم)
وما انزل (بظنہم) علی الملکین ببابل ہاروت وماروت وما یعلمان (بظنہم) من احد
حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون (بظنہم) منہما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ
وما ہم بضارین بہ (بظنہم) من احد الا باذن اللہ ویتعلمون (بظنہم) ما یضرہم ولا ینفعہم

لئے جاوین کہ باحتمال بعید محتمل ہوسکتے ہون اور تاویل بھی اوسوقت مقبول ہوسکتی ہے کہ ظاہری
معنی کا کوئی امر مانع نہو اسکا نام تاویل نہین کہ اپنی خواہش کے موافق اصل کلام پر کلمات ٹرہا کر
اپنی مرضی کے موافق معنی گھڑ لئے جاوین اسکو تحریف کہتے ہین پس بیشک سید الطائفہ نے تاویل نہین
کی مگر اسمین کچھ شک وشبہ نہین کہ تحریف مین کچھہ دریغ نہین کیا **قال** پس مخالفین قرآن
نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا لوگون کو جادو بھی سکھاتا ہے اور
ایسا ناپاک کام خدا نازل کرتا ہے وہ ایک لغو وبیہودہ ناسمجھی کا اعتراض ہے **قلت** سید الطائفہ
کے ترجمہ اور تفسیر سے تو اعتراض کا جواب حاصل نہین ہوتا کیونکہ اعتراض معترض کا مبنی
اسپر ہے کہ وہ دونون فرشتے سحر سکھاتے تھے اور وہ سحر اونپر خدا نے نازل کیا تھا سید الطائفہ
نے اسکو تو تسلیم کر لیا کہ وہ سحر سکھاتے تھے مگر اسکو تسلیم نہین کیا کہ خدا کی طرف سے نازل ہوا
تھا اسپر وہ معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ اولاً تو اس امر کا تسلیم نہ کرنا کہ خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا
مبنی ہے آپ کی تحریف پر اور بربنائے تحریف قرآن آپ کا یہ جواب اسی قسم سے ہے کہ ہرب
عن المطر ووقفت تحت المیزاب ثانیاً یہ کہ مسلمانون کے عقیدہ مین یہ بات ہے کہ فرشتے
معصوم ہین اور بغیر حکم خدا کے کوئی کام نہین کرتے جب اونہون نے ایسا ناپاک کام کیا تو
اگر بحکم خدا کیا تو اعتراض بدستور وارد رہا اور آپ کی تحریف بھی بیکار ہوگئی اور اگر بدون حکم کے
کیا تو وہ دونون عاصی ہوئے اور معصوم نہ رہے پس مسئلہ عصمت ملائکہ کا غلط ہوگیا یہہ ایک
دوسری خرابی عاید ہوئی الغرض آپ کی تفسیر اور تحریف پر وہ اعتراض اوٹھہ نہین سکتا تاوقتیکہ
(ملکین) کے معنی مین اور (ما انزل) مین کچھ تحریف نہ کی جائے مگر (ما انزل) کی بہ نسبت
تو آپ نے ایک حرف بھی نہین لکھا اور (ملکین) کے معنی مین جو تحریف کی ہے اوسکا بیان
آگے آویگا ہم نے آپکی تحریر مرقومہ تہذیب نمبر ۹ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ ہجری کے ردمین اسکا

ہو جاوے اور ان امور مین سید الطائفہ بہی اصلاح قران کے لفظ (نطنہم) سے نہین کرتے اور اگر کرین بہی تو مقبول نہین ہو سکتی پس اب ہم دریافت کرتے ہین کہ اگر وہ علم خدا کی طرف سے اون فرشتون کو نہین دیا گیا تہا تو کیا اونہون نے اپنی طبیعت سے گہڑ لیا تہا اور کیا ابتداء پیدایش آدم عم مین جب ملائک خدائے تعالی کی حضور مین اسکے معترف ہوئے تھے کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا یہہ اقرار اونکا جہوٹہا اقرار تہا اور کیا وہ دونون فرشتے اس آیۃ سے سید الطائفہ کے نزدیک مستثنی ہین (لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون) کہ بدون حکم خدای تعالی کے اپنے دل سے کچہہ علوم و فنون گہڑ کر لوگون کو سکہاتے تھے پس اب کچہہ اسمین شک و شبہہ نہ رہا کہ کوئی علم خدا ہی کی طرف سے اون دونون فرشتون کو دیا گیا تہا اور اوسکو تعلیم کرتے تھے اور سیکہنے والے کو اول یہہ سمجہا دیتے تھے کہ ہم ایک امتحان عظیم ہین دیکہہ تو کافر نہ ہو جیو اور سید الطائفہ کا یہ قول کہ خدا کی طرف سے اونکو کچہہ نہین دیا گیا صاف و صریح باطل اور خلاف آیات قران مجید ہے **قال** یہہ معنی جو ہمنے بیان کئے ہین ایسے صاف و صریح ہین کہ کوئی شخص انکے صاف و صریح اور سیدہے ہونے مین کلام نہین کر سکتا۔ **قلت** بیشک آپ کی عبارت و الفاظ کے معنی بہت صاف و صریح ہین مگر قران مجید کی آیات کے معنی یہہ نہین بلکہ صاف و صریح ایسے ہین کہ اونکی قران کی تحریف صریح ہونے مین کوئی شخص کلام نہین کر سکتا ایک عادت سید الطائفہ کی یہہ بہی ہے کہ جہان کہین حد سے زیادہ قران مین تحریف کرتی ہین تو اپنے اتباع جہال کو دہوکا دینے کی غرض سے وہان یہ بہی بالضرور کہدیا کرتے ہین کہ یہہ معنی ایسے صاف و صریح ہین الخ **قال** اور کسی قسم کی تاویل بہی اسمین نہین **قلت** بیشک تاویل نہین کیونکہ تاویل اسکا نام ہے کہ کلام کے ایسے معنی غیر ظاہر مراد

اشیا اور خواص کواکب واجرام فلکیہ اور علم طبعیات ہوا اور چونکہ مجرد تعلیم وتعلم ان امور کا
کفر وفسق نہین پس اوتارا جانا اونکا اون دونون فرشتون پر اور تعلیم کرنا اونکا اون علوم کو
کچہہ موجب اعتراض نہین ہو سکتا ہان یہ بات بیشک ہے کہ بعض ضعیف الایمان کم عقل لوگ
جنکی عقلین محسوسات سے آگے نہین بڑہتین اون علوم کے پڑہنے سے خالق کائنات اور خالق
افعال وخواص سے غافل ہوکر اور خالق کائنات کو معطل سمجہکر کواکب واجرام فلکیہ اور ادویہ
ہی کو موثر حقیقی سمجہنے لگتے ہین اور اکثر اسی بناء پر دہریہ و نیچریہ ہو جاتے ہین اور خدا کی کتاب
کو پس پشت ڈال دیتے ہین اور اوسمین تاویلات رکیکہ دور از کار اور تحریفات کرنے لگتے
ہین اور خدا کی قدرة پیش کرتے ہین لہذا فی الحقیقت یہ ایک امتحان ہے خدای
عزوجل کی طرف سے کہ عقلا جنکو خدا نے توفیق عطا فرمائی ہے حقیقت معلوم کر لیتے ہین اور کم عقل
ظاہر بین جہل مرکب مین پہر کر غافل ہوکر فاسد الاعتقادات دہری اور نیچری ہو جاتے ہین لہذا
اون علوم وفنون کی تعلیم مین بہت احتیاط ضرور ہے چنانچہ اہل اسلام کے مدارس مین بمقتضای
اسی احتیاط کے عمل کیا جاتا ہے کہ قبل از تعلیم علوم مذکورہ یا اوسکے ساتہہ ہی دینیات بہی
پڑہائے اور سمجہائے جاتے ہین پس برعایت اوسی احتیاط کے وہ دونون فرشتے خوب سمجہا دیتے
تہے چنانچہ فرمایا وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر اور اگر ہم یہہ بہی فرض کر لین
کہ وہ سحر ہی تہا تب بہی یہ ضرور نہین کہ اس قسم کا سحر ہو کہ جس سے فسق وکفر لازم آتا ہو خود
سید الطائفہ نے تہذیب نیچریہ کے پرچہ مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ھ مین آٹہہ قسمین سحر کی لکہی ہین
اونمین سے کئی قسمین ایسی ہین کہ نہ وہ فی نفسہ کفر وفسق ہین نہ اونکا تعلیم وتعلم فسق وکفر ہے
ہان اونکو غیر محل مین کام مین لانا اور اونکے ذریعہ سے دہوکا دیکر لوگون کو گمراہ کرنا البتہ نہایت
مذموم ہے ہم نے یہ سب باتین کہ جنکا خلاصہ یہان لکہا ہے مفصلاً سید الطائفہ کے پرچہ

جواب آپکو بہت معقول دیا ہے اور وہ پرچہ نور الآفاق مطبوعہ ۱۰ صفر ۱۲۹۴ ہجری مین چہپ بہی گیا ہے اور آپ کی نظر سے بہی گذرا ہوگا خلاصہ اوسکا ہم یہان بہی لکہتے ہین کہ دو حال سے خالی نہین کہ یا تو (ما انزل علی الملکین) معطوف ہے کلمہ (السحر) پر اس صورت مین معنی آیات کے یہہ ہوئی کہ اتباع کی اون لوگون نے اوس چیز کی جو پڑہتے تھے شیاطین زمانہ سلیمان مین اور سلیمان کافر نہین ہوا تہا بلکہ شیاطین ہی کافر تھے سکہاتے تھے آدمیون کو جادو اور سکہاتے تھے اوس چیز کو جو ہاروت اور ماروت دو فرشتون پر اوتاری گئی تھی" پس چونکہ (سحر) معطوف علیہ ہے اور (ما انزل) معطوف اور باعتبار اصل وضع عطف کے تغایر معطوف و معطوف علیہ مین واجب ہے پس اس تقدیر پر تو صاف ثابت ہے کہ جو چیز فرشتے تعلیم کرتے تھے سحر نہ تہا ممکن ہے کہ منجملہ اون فنون کے ہو کہ جنکا بیان ہم آگے چلکر کرین گے یا اونکی مانند کوئی اور فن خطرناک ہو چونکہ فرشتے اوسکی تعلیم مین بہت احتیاط کرتے تھے اور سمجہا دیتے تہے کہ اوسکو سیکہہ کر کافر نہ ہو جاءے اور ظاہر ہے کہ شیاطین سے بسبب خبث جبلی اور شرارت اور کفر کے یہ احتیاط متصور نہین بلکہ برخلاف اوسکے اغوا اور کتاب اللہ سے روگردان کردینا ہی متیقن ہے اس سبب سے سیکہنا اونکا شیاطین سے اور کتاب اللہ کو بمقابلہ اونکے ایسا حقیر سمجہنا کہ مطلقًا اوسکی طرف توجہ بہی نہ کرنا اور کتاب اللہ کہ جسکے سیکہنے کے مامور تھے اوسکو چہوڑ کر ایسی چیزون کا سیکہنا کہ جسکے سیکہنے کے مامور نہ تھے ہر آئینہ نہایت مذموم اور معیوب تہا اسی جہت سے یہود پر اشد ملامت کی گئی پس اس قصہ کی بنا پر اس تقدیر پر کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا یا (ما انزل) عطف ہے (ما تتلوا الشیاطین) پر یعنی کتاب اللہ کو پیٹ پیچہے پہینک کر اتباع کیا اونہون نے اوس چیز کا جو شیاطین پڑہتے تھے اور اتباع کیا اوس چیز کا جو اون دو فرشتون پر اتاری گئی تھی اس صورت مین بہی یہہ بات لازم نہین آتی کہ وہ سحر ہی ہو کیا بعید ہے کہ علم نجوم اور معرفت خواص نباتات وغیرہ

اور باطل فرمایا ہے تو چونکہ سید الطائفہ کے نزدیک دونون کا عمل ایک ہی قسم کا تہا تو عمل
حضرت موسی کا بہی مکر اور کید اور سحر اور باطل ٹہیرا اور جسطرح پر ساحرون نے دہوکا اور
فریب کیا تہا حضرت موسی نے بہی دہوکا اور فریب کیا تہا پس اگر یہہ دہوکا اور کید اور
مکر اور سحر موسی کا بحکم خدا تعالی کے تھا جیسا کہ تمام قران اور توریت سے معلوم ہوتا ہے
پس معلوم ہوا کہ خدا ہی تعالی پیغمبرون کو مکر و فریب اور جادو کی ہدایت کرتا ہے اور ایسے
ناپاک کام کو اپنی رسالت کی نشانی قرار دیتا ہے اور لوگون کو دہوکا دیتا ہے اور اگر وہ بحکم
خدا کے نہ تہا تو معلوم ہوا کہ موسی سا شخص کہ جسکو تم نہایت مقدس پیغمبر اولوالعزم کلیم اللہ کہتے
ہو خدا پر افترا پردازی کرتا تہا اور اپنی دغابازی اور مکر اور جادو کے بہ نسبت یہ کہتا تہا کہ
جئتکم ببینۃ من ربکم کہ لایا ہون مین تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے
دلیل روشن ۵ ان حضرت موسی سے تو جادوگر ہی ہزار درجہ بہتر تھے کہ اپنی جادوگری ہی کے قایل
تھے اور خدا تعالی پر تو افترا نہین کرتے تھے کہ یہ عمل ہم خدا کی طرف سے لائے ہین فرمائے جناب
سید الطائفہ اسکا کیا جواب ہے اس اعتراض کو دیکھیے گا قال ہمارے مفسرین نے بہت سی لغو باتین
اور جہوٹی روایتیں اور یہودیون اور مجوسیون کی حکایتین اپنی تفسیرون مین بہر دی ہین جسکا الزام
خود اون مفسرون پر ہے نہ قران پر قلت مفسرین نے جسقدر لغو اور بے اصل باتین یہودیون
اور مجوسیون نے بنا رکہی ہین اونکو لکہہ کر رد کر دیا ہے چنانچہ ہاروت و ماروت کے قصہ مین جو
بے اصل اور لغو باتین تہین انکو تفسیر کبیر مین اور تفسیر بیضاوی مین رد کر دیا ہے اور لکہدیا ہے کہ
یہود کے افسانہ ہین مگر تعجب ہے کہ سید الطائفہ اونہین کتابون کے استناد سے جو یہود نے
بیبل مین داخل کی ہین اور بہت سے اکاذیب باطلہ اونمین موجود ہین اکثر مقامات مین اپنی بحث
مین سند لیتے ہین اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ نسبت ایسے امور کے بہی جو قران سے بہی ثابت

تہذیب نیچریہ مرقوم یکم محرم ۱۲۹۳ ہجری کے رد مین لکھدی تہین اور ہماری تحریر پرچۂ نورالافاق مطبوعہ
۱۰ صفر ۱۲۹۳ ہجری مین چہپ کر مشتہر ہوگئی تہی لیکن ازبسکہ فرقۂ نیچریہ خصوصًا سید لطایفہ کے
دماغ مین پندار (اناخیر) اور خودپسندی کا یہانتک راسخ ہے کہ کسی کے سمجہائے بہی نہین سمجہتے
جو کوئی اونکے زعم باطل کو بدلائل رد کرتا ہے اوسکے دلائل پر اصلا توجہ نہین کرتے اور باوجودیکہ
مخالف کی دلائل کے جواب سے عاجز ہوتے ہین مگر جب اپنے اقوال مردودہ کا اعادہ کرتے
ہین تو اونہین توہمات مردودہ سے کہ جو بدلائل قطعیہ رد کئے گئے ہوتے ہین بلا تعرض کی دلائل
مخالف سے استدلال کرتے ہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ اونکو تحقیق حق منظور نہین ہے
بلکہ صرف جہلا کا بہکانا اور جاہل لوگون مین اپنا تشخص جتانا اور دین اسلام سے بپیرایہ ادعائے
منافقانہ اسلام مین لوگون کو مرتد کردینا مقصود ہے وبس مگر یہ اعتراض جو معترض کرتا ہے
سید لطائفہ پر بربنائے اونکی تحریر مطبوعہ یکم محرم ۱۲۹۳ھ کی البتہ وارد ہوتا ہے اور غیر ممکن الدفع
ہے کیونکہ وہ لکہتے ہین کہ درحقیقت وہ امور جو فرعون کے ساحرون نے کئے اور جو امر کہ
حضرت موسی نے کیا وہ ظہور قوۂ نفس انسانی کا تہا مگر چونکہ انبیا مین ازروئے خلقت کے وہ
قوۂ اقوی ہوتی ہے اسلیے حضرت موسی سحرۂ فرعون پر غالب آئے گو فرعون نے بہی کہا
کہ انہ لکبیرکم الذی علمکم السحر یعنی موسی تمہارا گرو ہے جس نے تم کو جادو سکہایا ہے"
اور اس تمام تحریر مین اسپر اصرار ہے کہ حضرت موسی کا عصا درحقیقت سانپ نہین ہوگیا تہا
بلکہ جسطرح ساحرون کے سانپ دہشت بندی کے سبب سے لوگون کے واہمہ مین سانپ
معلوم ہوتے تہے ایسے ہی حضرت موسی کا عصا بہی دہشت بندی سے سانپ معلوم ہوتا تہا
عمل ساحرون اور حضرت موسی دونون کا ایک ہی قسم کا تہا صرف قوۂ وضعف کا فرق تہا
اور چونکہ قران شریف مین بہت تصریح کے ساتہ ساحرون کے عمل کو مکر اور کید اور سحر

آگے گذرانتے تھے اور اوس نے فرات کی نہر سے لیکر فلسطین کے ملک تک اور مصر کی حد تک بادشاہون پر بادشاہی کی پہر کتاب اول سفر الملوک ۳ باب مین ہے خدا تعالے نے سلیمان سے کہا کہ مین نے تجھکو دولت و عزت ایسی بخشی کہ بادشاہون کے بیچ تمام عمر کوئی تیری مانند نہو گا اور ایسا عاقل اور سمجھدار دل تجکو بخشا کہ تیری مانند تجہہ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجہسا برپا ہوگا" پہر چوتھے باب مین لکھا ہے کہ سلیمان ساری مملکتون پر سلطنت کرتا تہا نہر فرات سے فلسطین کی زمین اور مصر کی سرحد تک وے اوسے ہدیہ دیتے تھے اور سلیمان کی زندگی بہر اوسکی خدمت گذاری کرتے رہے" پس جن نامعتمد کتابون کے بہروسہ پر سید الطائفہ نے یہ افترا برپا کیا ہے خود اونہین کتابون نے اونکو جہوٹا کر دیا غرضکہ فقرۂ اول کا تو یہ حال ہوا جن کے بہروسہ پر اونہون نے یہ افترا برپا کیا تہا اونہون نے ہی اونہین جواب دیدیا ہے دل و دیدہ اپنے جو یار تھے سو وہ بحر غم مین ڈبا گئے ٭ ہمین جنسے چشم امید تھی وہی ہم سے آنکہین چرا گئے ٭ اب سنئے حال فقرۂ ثانیہ کا جسمین بت پرستی کا افترا برپا کیا ہے اوسکو اللہ تعالی جہوٹا کرتا ہے اللہ تعالی قرآن مجید مین کئی جگہہ حضرت سلیمان عم کی تعریف کرتا ہے اور اونکو ایسی تہمتون سے بری کرتا ہے اسی آیۃ مین ہے

(ماکفر سلیمان) سورۂ انعام مین ہے ونوحًا ہدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وہارون وکذلک نجزی المحسنین یعنی نوح کو ہدایت دی ہمنے پہلے اور اوسکی ذریۃ مین سے ہدایت دی ہمنے (داؤد) اور (سلیمان) اور (ایوب) اور (یوسف) اور (موسی) اور (ہارون) کو اور ایسے ہی جزا دیتے ہین ہم نیک کام کرنے والون کو"

سورۂ (نساء) مین ہے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیئین من بعدہ واوحینا الی ابراہیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسی وایوب ویونس وہارون وسلیمان

ہوتی مین اکثر جگہ یہہ کہدیتے ہین کہ مسلمانون نے یہود کی پیروی سے یہ کہا ہے چنانچہ ملایک کے باب مین اس قسم کی باتین بہت لکھی ہین لیکن اپنے آپ کو ایسا صاحب اختیار ٹہیرا رکہا ہے کہ مفتریات یہود سے بہی استدلال کرنے مین کچہہ تامل نہین کرتے چنانچہ قول آیندہ سے یہ بات ثابت ہے **قال** حضرت سلیمان کا زمانہ ایک ابتر حالت مین ہوگیا تہا کافرون کو موافق اپنے مذہب اور عقاید کے پوجا پاٹ اور بت پرستی کرنے سے کچہہ ممانعت نہ تہی خود حضرت سلیمان نے نہایت کثرت سے بیویان کری تہین اور بت پرست عورتون کو بہی اپنی بیویان بنایا تہا **قلت** بالکل کذب و افترا ہے اور کوئی سند اسکی نہین بجز پیروی اباطیل یہود کے حضرت سلیمان کی سلطنت ایسی تہی کہ نہ کسی کی ہوئی نہ ہووے چنانچہ قران مجید مین سورہ (ص) مین ہے قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیاطین کل بناء وغواص وآخرین مقرنین فی الاصفاد ہذا عطاؤنا فامنن اوامسک بغیر حساب یعنی کہا سلیمان عم نے اے رب میرے بخش مجکو وہ بادشاہی کہ لایق نہو کسیکو سواے میرے تحقیق تو ہی ہے بخشایندہ پس مسخر کیا ہمنے اوسکے لئے ہوا کو چلتی تہی اوسکے حکم سے نرم جہان چاہتا اور مسخر اوسکا کیا ہمنے دیوون کو ہر عمارت بنانے والے اور دریا مین غوطہ مارنے والے اور مسخر اوسکا کیا دوسرے دیوون کو بندہی ہوئی قیود مین یہ عطا ہے ہماری پس منت کر یا روک رکہہ بے حساب" جن کتب غیر معتمدہ کے بہروسہ پر سید الطائفہ نے یہ افترا برپا کیا ہے اونمین ہی سے کتاب دوسری تواریخ کے بابون کو دیکہہ لین اوسمین لکھا ہے کہ سلیمان بادشاہ دولت اور حکمت مین سب بادشاہون سے سبقت لے گیا اور زمین کے سارے بادشاہ سلیمان کی ملاقات کے مشتاق تھے کہ وے اوسکی حکمت کو جو خدا نے اوسکے دل مین ڈالی تھی سنین اور اونمین سے ہر ایک سال بہ سال ہدیہ چاندی سونا وغیرہ جتنے ہر ایک سال کے لئے ٹہیرائے ہوئے تہے اوسکے

یعنی پس ہم آوینگے [illegible] اونپر لشکرون کو کہ نہ طاقت ہوگی اونکو اونکے مقابلہ کی اور ہم اونکو
نکالینگے [illegible] اونکو اوس شہر سے رسوا اور وہ خوار ہونگے [illegible] وہ خود آئی اور توبہ کرکے
اسلام لائی قالت رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین یعنی کہا
بلقیس نے اے رب میرے مین نے ظلم کیا اپنے نفس پر اور اسلام لائی مین ساتھ سلیمان کے
واسطے اللہ پروردگار عالمون کے ”تو اوسکی مملکت سے کچہ تعرض نفرمایا سورہ (سبا) مین
چند انعامات کا بیان ہے جو بطور معجزات کے حضرت سلیمان کو عطا ہوئے تہے سورہ (ص) مین بہی
معجزہ تسخیر ہوا اور جن و شیاطین کا جو حضرت سلیمان کو عطا ہوئے تہے بیان فرمایا اور بہت بڑی
تعریف اونکی کی ہے نعم العبد انہ اواب یعنی سلیمان اچہا بندہ تہا وہ بہت رجوع کرنے والا تہا
خدا کی طرف“ ان لہ عندنا لزلفی وحسن مآب یعنی تحقیق سلیمان کے لئے ہمارے نزدیک
قرب ہے اور نیک بازگشت“ جب یہ بات خوب متحقق ہوگئی کہ حضرت سلیمان عم کی اللہ تعالے
کے حضور مین بڑی قدر و منزلت ہے اور بڑے مقربین بارگاہ الٰہی مین سے ہین اور بڑے
رسول صاحب عزم ہین اور یہ بہی ظاہر ہے کہ یہ بات بدون اسکے حاصل نہین ہوسکتی کہ بدل وجان
ظاہر و باطن تابع حکم الٰہی ہون اور جو شخص کہ کچہ بہی مخالفت احکام کی کرے اوسکو اسقدر قرب
و منزلت اور یہ مرتبہ نہین ملسکتا علاوہ بران یہ امر بہی مسلم ہے کہ انبیاء ارتکاب جرائم سے
معصوم ہین پس صاف ظاہر ہوا کہ جو کچہ سید الطائفہ نے لکہا ہے سب غلط ہے توریت مقدس
مین بہت مقامات مین نہایت تاکید شدید قلع قمع بت پرستی کی ہے یہانتک کہ سفر استثنا کی
١٣ باب مین یہ حکم ہے کہ اگر تو اون شہرون مین سے کسی کی بابت جو خداوند تیرے خدا نے تجکو
سکونت کے لئے بخشی ہین یہ افواہ سنی کہ بعضے لوگ بنی بلیعال تمہارے درمیان مین سے
نکل گئے اور اپنے شہر کے لوگون کو یون کہکر گمراہ کیا کہ آؤ ہم چلین اور غیر معبودون کی جنہین

(الی قولہ تعالے) رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ہم آئینہ ہمنے وحی بھیجی ہمنے تیری طرف جیسے وحی بھیجی ہمنے طرف (نوح) اور اون نبیون کے جو بعد اوسکے ہوئے اور وحی بھیجی ہمنے طرف (ابراہیم) اور (اسمعیل) اور (اسحق) اور (یعقوب) اور انبیر گان آئے اور (عیسی) اور (ایوب) اور (یونس) اور (ہارون) اور (سلیمان) کی (قول اللہ تعالے تک) رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل یعنی پیغامبران بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ نہو دے آدمیونکو کوئی حجۃ اللہ پر بعد بھیجنے پیغمبرون کے،، سورہ (انبیاء) مین ہے وداود و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمہم شاہدین ففہمناہا سلیمن وکلا آتینا حکما و علما یعنی یاد کر (داود) اور (سلیمان) کو جبکہ وہ حکم کرتے تھے کھیت کے باب مین جبکہ رات مین پہیل پڑی تہین اوسمین ایک گروہ کی بکریان اور تہے ہم اونکے حکم کے گواہ پس سمجہا دیا ہمنے سلیمان کو اور ہر ایک کو دی ہمنے بادشاہی و دانش،، سورہ (نمل) مین ہے ولقد آتینا داود و سلیمان علما وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین ہم آئینہ دیا ہمنے (داود) اور (سلیمان) کو علم اور کہا اون دونون نے سب تعریف خدا کے واسطے ہے جس نے فضیلت دی ہم کو اوپر بہت کے اپنے بندگان مومنین سے،، اور اسی سورۃ مین ہے کہ جب حضرت سلیمان ع م کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ملک سبا کی ملکہ اور قوم آفتاب پرستی کرتی ہین تو اونہون نے اونپر جہاد کا قصد کیا اور اول ملکہ سبا کو بذریعہ اپنے نامہ کے دعوت اسلام کی فرمائی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان لا تعلوا علی واتونی مسلمین یعنی آئینہ یہ نامہ بنام خدا ے بخشائندہ مہربان کے ہے باین مضمون کہ تکبر مت کرو مجہپر اور آؤ میرے پاس مسلمان ہوکر،، پہر جب اوس نے کچھ چیزین بطور ہدیہ کے بہیجین اور اظہار اسلام نکیا تو اوسکی ہدیہ کو واپس فرمایا اور کہلا بہیجا فلنأتینہم بجنود لا قبل لہم بہا ولنخرجنہم منہا اذلۃ وہم صاغرون

دل تھا سو سلیمان نے صیدانیون کی دیبی عستارات اور بنی عمون کی نفرتی مولک
کی پیروی کی اور سلیمان نے خداوند کی نظر مین بدی کی اور اوس نے خداوند کی پوری
پیروی اپنے باپ داؤد کی مانند نہ کی چنانچہ سلیمان نے موآبیون کی نفرتی
کموس کے لئے اوس پہاڑ پر جو یروسلم کے سامنے اور بنی عمون کی نفرتی مولک
کے لئے ایک بلند مکان بنایا یونہی اوس نے اپنی ساری اجنبی جورؤن کی
خاطر کیا جو اپنے معبودون کے حضور بخور جلایا کرتی تہین اور قربانیان گذرانا کرتی تہین"
اور اسی کے اعتماد پر سید الطائفہ نے حضرت سلیمان عم پر افترا برپا کیا ہے صریح
بہتان ہے کہ کسی بے ایمان ملعون نے ایسے پیغمبر صاحب عزم اور مقرب بارگاہ
الٰہی پر بہتان کیا ہے جب کہ اس قدر تاکید شدید توریت مین موجود ہے
کہ بت پرستون کے شہر کو جلا دینا چاہیئے اور وہان کے آدمیون کو
مع مواشی کے تلوار کی دہار سے قتل کر دینا چاہیئے اور وہانکا سب مال ومتاع پہونک دینا چاہیئے
اسیطرح پر سفر استثنا کے ۱۲ باب مین ہے کہ تم اونکے مذبحون کو ڈہا دو اونکے بتون کو توڑو اونکے
گہنے باغون کو کاٹ ڈالو اور اونکی تراشی ہوئی مورتین آگ مین جلا دو" پس بجز کسی بے ایمان کے
کون شخص یہ بات کہہ سکتا ہے کہ سلیمان عم کے حضور مین کافرون کو ممانعت بت پرستی کی تہی
اور اونکی بیبیان اونکے محلون مین بت پرستی کرتی تہین اور نبوۃ کے گہر مین بت پرستی
ہونے لگی تہی اگر ایسے اکبر الکبائر حضرت سلیمان کے گہر مین اور علانیہ اونکے عین دار الخلافت
مین واقع ہوتے اور وہ اوسکا انسداد و ممانعت نہ کرتے اور برخلاف حکم توریت کے عمل مین لاتے
تو وہ نبی کاہیکو ہوتے عیاذاً باللہ وہ تو بدترین فساق شہوت پرست ٹہیرتے **قال** اور اس
سبب سے گویا شاہی محل مین بت پرستی ہونے لگی تہی **قلت** مین اس گویا کا مطلب نسمجہا

سنتے نہین جانا بندگی کرین تب تجہے پوچہنا اور تلاش کرنا اور خوب تحقیق کرنا ہوگا اور دیکہہ
اگر یہ بات سچ ہو اور یقین کو پونہچے کہ ایسا نفرتی کام تمہارے درمیان کیا گیا تو تو اوس شہر
کے باشندون کو تلوار کی دہار سے ضرور قتل کریگا اور اوسے اور سب کچہ جو اوس شہر مین ہے
اور وہانکے مواشی کو تلوار کی دہار ہی سے نیست و نابود کریگا اور اوسکی ساری لوٹ کو وہانکی
کوچہ کے بیچون بیچ اکہٹا کریگا اور اوس شہر کو اور وہین کی لوٹ کو خداوند اپنے خدا کے لئے
آگ سے جلاویگا اور ہمیشہ کو وہ ایک ٹیلا ہوگا پہر بنایا نہ جاویگا" اور اوسی باب مین ہے اگر تیرا
بہائی یا تیرا ہی بیٹا یا بیٹی یا تیری ہمکنار جورو یا تیرا دوست جو تجہے جان کی برابر عزیز ہو تجہے
پوشیدہ مین پہسلاوے کہ آؤ ہم غیر معبودون کی بندگی کرین تو اوسپر رحم کی نگاہ نہ کرنا تو اوسے
پوشیدہ نہ رکہنا بلکہ تو اوسکو ضرور قتل کرنا اوسکے قتل پر پہلے تیرا ہات پڑے اور بعد کو سب
قوم کے ہاتہہ اور تو اوسے سنگسار کرتا کہ وہ مرجائے کیونکہ اوس نے چاہا کہ تجہے خدا سے برگشتہ
کرے تب سارے بنی اسرائیل ڈرینگے اور تمہارے درمیان مین پہر ویسی شرارت نہ کرینگے" پس
صاف ثابت ہوا کہ کتاب اول سلاطین کے گیارہوین باب مین جو یہ لکہا ہے کہ سلیمان بہت
سی اجنبی عورتون کو فرعون کی بیٹی کے سوا چاہتا تہا (موآبی) اور (عمونی) اور (ادومی)
اور (صیدانی) اور (حتی) عورتون کو اون قومون کی جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل کو
حکم کیا کہ تم اونکے پاس اندر نہ جاؤ اور وے تم پاس اندر نہ آوین کہ وے یقیناً تمہارے دلون کو
اپنے معبودون کی طرف مائل کرائنگی سو سلیمان اونہین سے عاشق ہوکر لپٹا اور اوسکے سات سو
جورو ین بیگمات تہین اور تین سو حرمین اور اوسکی جورؤون نے اوسکے دل کو پہیرا کیونکہ ایسا
ہوا کہ جب سلیمان بوڑہا ہوا تو اوسکی جورؤن نے اوسکے دل کو غیر معبودون کی طرف
مائل کیا اور اوسکا دل خداوند اپنے خدا کی طرف کامل نہ تہا جیسا اوسکے باپ داؤد کا

اوس کتاب کے لکھنے والے تک سند متصل ہمارے پاس نہو مگران کتابونکی نسبت ایسی سند متصل ہمارے پاس نہین ہے پہر صفحہ ۶۲ پر اوسی کتاب کے لکھتے ہین کہ ہم مسلمان اور عیسائیون مین اختلاف صرف اسقدر ہے کہ جن کتابون کو علماے عیسائی معتبر نہین جانتے اون کتابون کے کسی قول پر اعتبار نہین کرتے مگر ہم مسلمان اوسکے اصل مضامین پر خیال کرتے ہین اور جسقدر مضامین اوسمین مندرج ہوتے ہین اونکی تین قسمین کرتے ہین اول یہہ کہ اوسکی صحت وصداقت اورکسی دلیل معتبر یا معتبر کتاب سے پائی جاتی ہے تو اوس مضمون کو صحیح اور واقعی مانتے ہین دوسرے یہ کہ اوس مضمون کا غلط اور جہوٹ ہونا اورکسی معتبر دلیل یا معتبر کتاب سے ثابت ہوتا ہے تو اوسقدر مضمون کو صحیح نہین مانتے تیسرے یہ کہ جس مضمون کی نہ معتبری ثابت ہو اور نہ غلط ہونا ثابت ہے اور نہ کوئی ایسی قوی دلیل ہے جس سے اوسکے غلط ہونیکا یقین ہو تو اوس مضمون کی نہ صحت کا اقرار کرتے ہین نہ اوسکی صحت سے انکار کرتے ہین" جب یہ امور متحقق ہوے تو ہم کہتے ہین کہ یہ فقرہ کتاب نحمیاہ مین الحاقی ہے کیونکہ قران مجید سے نبوۃ حضرت سلیمان کی ثابت ہے اور بڑی فضیلت اونکی قران مجید سے پائی جاتی ہے چنانچہ بیان اوسکا اوپر ہو چکا اور چونکہ انبیا رعوم گناہ صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہین چنانچہ سید الطائفہ بہی صفحہ ۶ مقدمہ تبئین الکلام مین لکھتے ہین کہ تمام نبی صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے پاک ہین" پس اگر ہم اس فقرہ کتاب نحمیاہ کو صحیح مان لین تو صاف مخالفت قران کی لازم آتی ہے اس سبب سے بموجب وجہ دوم معرحہ سید الطائفہ کے یہہ فقرہ کتاب نحمیاہ کا صحیح نہین علاوہ برانں خود وہی فقرہ اپنی عدم صحت پر دلیل ہے کیونکہ اوسمین لکہا ہے کہ سلیمان اپنے خدا کا پیارا تہا اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر وہ ایسے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے تو کسیطرح سے خدا کے پیارے نہین ہو سکتے اسلئے کہ خدا ایسے گناہ گارون کو پیار نہین کرتا ان اللہ لا یحب المعتدین

قال یہانتک کہ اوس محل مین جسمین حضرت داود رہتے تھے ایک دفعہ تابوت سکینہ آیا تہا تو اوسکے ادب سے اونہون نے اپنی ایک بت پرست بیوی کو وہان رہنا پسند نکیا **قلت** اسکا

صاحب لکھتے ہین کہ اونکی بیبیان اپنے اپنے گہرون مین بت پرستی کرتی تہین پہراس گو یاکی کیا معنی کیا اونکی بیبیون کے محل شاہی محل نہ تھے **قال** مگر خود حضرت سلیمان خدا کا نہایت ادب کرتے تھے **قلت** یہہ خوب ادب ہے کہ توریت کے حکم کے برخلاف بہی عمل کرتے تھے اور کتاب اللہ کے احکام کو بھی نہ مانتے تھے اور بت پرستی جو سب سے بڑہکر گناہ ہے اوسکی کچہ ممانعت نہ کرتے تہے اور بت پرست عورتون کو نکاح مین لاتے تھے جسکی اشد ممانعت خدای تعالی کی طرف سے سب شریعتون مین بہت تاکید کے ساتہہ ہے شاید بہی سید الطائفہ کے نزدیک نہایت ادب کرتے تھے ایسے بڑے بڑے جرایم کبیرہ کا تو اونپر الزام لگا چلے شاید یہہ کہتے ہین کہ خدا کا نہایت ادب کرتے تھے خیر اتنا کہنا بھی سید الطائفہ سے غنیمت سمجھنا چاہئے ع آفرین بر دل نرم تو کہ از بہر ثواب کشتۂ غمزۂ خود را بنماز آمدہ ٭ اگر سید الطائفہ یہہ فرماوین کہ اگرچہ کتب تواریخ و سلاطین سبب نامعتبری کے لایق استناد کے نہین مگر ان مضامین کی جنکو ہمنے سلیمان عم کی نسبت لکھا ہے کتاب نحمیاہ سے صداقت پائی جاتی ہے کہ اوسکے ۱۳ باب مین ہے کہ کیا شاہ اسرائیل سلیمان نے انہین باتون مین گناہ نہین کیا حالانکہ اکثر قومون مین ایسا پادشاہ نہ تہا کہ وہ اپنے خدا کا پیارا تہا اور خدا نے اوسے تمام اسرائیل کا بادشاہ کیا تہا تو بہی اجنبی عورتون نے اوسے گنہگار کیا کیا ہم تمہاری سنکے ایسی بری خباثت کرین کہ اجنبی عورتون کو بیاہ لاکر خدا کے گنہگار ٹھہرین تو جواب اسکا یہ ہے کہ خود سید الطائفہ مقدمہ سادسہ دیباچہ تبئین الکلام مین نسبت اعتبار و عدم اعتبار کتابون عہد جدید و قدیم کے لکھتے ہین کہ اول تو یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ اوسکا لکھنے والا معتبر شخص ہے یا نہین اگر معتبر نہین تو وہ کتاب بھی معتبر نہین ہے اور اگر وہ کتاب معتبر شخص کی طرف منسوب کی جاتی ہے تو اس بات کی سند درکار ہوتی ہے کہ درحقیقت یہہ کتاب اوسی شخص کی لکھی ہوئی ہے اور یہ بات ثابت نہین ہوتی جب تک ہمارے زمانہ کی

سے سچ مین ملاکر وجوہ خرابی اوس سلطنت قوی کے بیان کرتے ہین یہ بات تو مسلم ہے کہ حضرت داؤد عم کے بعد حضرت سلیمان بجائے اونکے سلطنت پر بیٹھے مگر یہہ جو کہتے ہین کہ گویا دو گروہ خدا پرستون کے قایم ہو گئے اور تیسرا گروہ بت پرستون کا گویا سلیمان کے شرکوین یا ساتہیون مین شمار ہوتا تہا بالکل افترا ہے جس کتاب کے اعتماد سے یہ مفتریات لکہتے ہین خود اوسی کتاب سے ثابت ہے کہ حضرت سلیمان نے شروع سلطنت مین اودنیاہ اور یواب کو اونکے جرایم کے سبب قتل کرادیا اور ابیاتار کو خارج کردیا اور منصب کہانت سے اوسکو معزول کردیا اور ایک اور شخص سمعی کو جو شریر تھا اوسکو بھی قتل کرادیا اور سلطنت سلیمان کے ہاتھ مین ثابت ہوگئی دیکھو باب ۲ سفر الملوک اول کو اور یہہ بات کہ خدا پرستون کے دو گروہ قایم ہو گئے بالکل غلط ہے سلیمان عم کے تخت پر بیٹھتے ہی سب بنی اسرائیل اونہین کے ساتہہ ہو گئے تھے صرف اودنیاہ اور یواب تنہا اپنی جان بچانے کو مذبح کی سینگون سے لپٹے پہرتے تھے اور یہ جو کہتے ہین کہ تیسرا گروہ بت پرستون کا موجود تہا گویا سلیمان کے ساتہیون اور شرکوین مین شمار ہوتا تہا یہ تو ایسا افترا ہے کہ حضرت داؤد پر بھی اسکا الزام وارد ہوتا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ بت پرستون کا گروہ ابتداے سلطنت سلیمان عم مین موجود تھا تو معلوم ہوا کہ سید الطایفہ کے نزدیک حضرت داؤد عم کے عہد سے موجود تہا اور اونہون نے اونپر حکم توریۃ کا جاری نکیا اور یہہ بات تو اوس جہوٹی نامعتمد کتاب کے بھی برخلاف ہے کیونکہ اوس نامعتمد کتاب مین بھی جسقدر افترا حضرت سلیمان پر برپا کیا ہے وہ اونکی اخیر عمر کا ہے اوس کتاب کے گیارہوین باب مین صاف لکہا ہے کہ جب سلیمان بوڑہا ہوا تب اوسکی بیبیون نے اوسکا دل پہیرا اور اوسنے یہ باتین کین الغرض ان امورین سے ایک امر بھی اون نامعتبر کتابون سے بھی ثابت نہین ہوتا صرف افترا سید الطایفہ کا ہے اور خود اونکی تقریر ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی طبیعت سے جہوٹی باتین بنا رہے ہین کیونکہ لکہتے ہین کہ گویا دو گروہ خدا پرستون کے قایم ہو گئے اور تیسرا گروہ بت پرستون کا گویا شریک یا ساتھی

کیا ثبوت ہے علاوہ بران اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت سلیمان کو اپنی بیبیون کی بت پرستی کا علم تھا پس اس سے یہ بات لازم آئی کہ اونہون نے دیدہ و دانستہ برخلاف حکم توریۃ کے عمل کیا ہور چونکہ ایسی عورت کے ساتھہ نکاح کیا کہ بموجب حکم خدای تعالےٰ کے وہ نکاح باطل ہے پس سید الطایفہ نے حضرت سلیمان کو زناکار بھی ٹھہرای دیا تابوت سکینہ کا بت پرست عورت کے گھر مین نہ لانا تو محض ادب ہی ہے اور محرمات شرعیہ کا ارتکاب کبایر مین سے ہے اگر باوجود ارتکاب محرمات شرعیہ کے یہ آداب بجالائے تو کوئی مدح و ثنا کی بات نہین بموجب حکم شریعت کے تو اونپر واجب تھا کہ اوس بت پرست ہی کو گھر سے نکال دیتے اور جو سزا بت پرستون کی شریعت مین ہے وہ سزا دیتے یہ سب خرافاتین یہود و نصاری کی ہین کہ جنکا اتباع سید الطائفہ کر رہے ہین اور ان اباطیل اور خرافاتون پر تفسیر قران کی بنا قایم کی ہے اور اپنے اس فعل پر تو نادم نہین ہوتے مفسرین پر الٹا الزام لگاتے ہین **قال** سلیمان کی سلطنت اگرچہ بہت بڑی اور قوی تھی لیکن اوسمین بھی خرابیان ہوگئی تہین **قلت** تمام افترا ہے اور بالکل کذب و دروغ ہے اونکی سلطنت مین کسی زمانہ مین خرابی اور ضعف نہین آیا چنانچہ بیان اوسکا پیشتر ہوچکا **قال** حضرت داؤد جب نہایت ضعیف ہوگئے تو ادونیاہ اونکے بڑے بیٹے نے یواب اور ابیاتار کی سازش سے تخت پر بیٹھنا چاہا مگر حضرت سلیمان کی مان نے جاکر حضرت داؤد کو خبر کی اور سلیمان کو تخت پر بٹھانے کی درخواست کی حضرت داؤد نے سلیمان کو تخت پر بیٹھنے کی اجازت دیدی اور بنایاہ اور صادوق اور ناثان نبی نے حضرت سلیمان کو تخت پر بٹھادیا مگر ادونیاہ اور یواب اور ابیاتار دون مین مخالف تھے اور گویا دو گروہ خدا پرستون کے ایک دوسرے کے مقابلہ مین قایم ہوگئے تھے اور تیسرا گروہ بت پرستون کا موجود تھا اور گویا حضرت سلیمان کے شرکوین یا ساتھیون مین شمار ہوتا تھا **قلت** کسقدر جھوٹ تھوڑے سے سچ مین ملاکر تودہ طوفان و بہتان برپا کیا ہے اپنے زعم باطل مین دیدہ و دانستہ چند جھوٹی باتون کو تھوڑی

وسلیمان علیہما السلام مین اور ملک حیرام مین ثابت نہین تو یہ توہم پرستی سید الطایفہ کے محض باطل اور بنار فاسد علی الفاسد ہے بعد اسکے سید الطایفہ نے اونہین پچہلے اقوال باطلہ کا اعادہ کرکے اور کئی ہوگا ہوگا اور ہونگے ہونگے کہکر اون سب اوہام باطلہ پر یہہ نتیجہ **متفرع کیا** کہ اسی امر کی نسبت خدا نے فرمایا کہ سلیمان کی تحریرین نہین تہین بلکہ شیطانون یعنی کافرون کی تحریرین تہین اور اونہون نے ہی کفر کی باتین لکہی تہین پس یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جسکا اشارہ قران مین ہے **قلت** بحث معجزات مین تو بڑی دہوم مچائی تھی کہ ترتیب نتیجہ کے واسطے اون مقدمات کا جنپر نتیجہ متفرع ہو یقینی ہونا چاہیئے اور امکان عام بھی کافی نہین یہان وہ سب منطقیت اور فلسفیت خاک مین ملگئی کہ محض جہوٹے مقدمات اور بے اصل توہمات پر یہ نتیجہ یقینی متفرع کرتے ہین کہ اسی امر کی نسبت خدا نے فرمایا الخ اسیطرح یہ بڑی شوراشوری بہ نسبت کتب احادیث صحیحہ اور تفاسیر کی کی تھی کہ ثابت نہین عنعنہ ہی بناوٹ ہے اتباع یہود ہے یہان یہ بے نکلی کہ افسانہاے باطلہ یہود ونصاریٰ کو کہ خود اونکی تبئین الکلام کے اصول کے بموجب غلطی اور بے اصلی اونکی واضح ہے بلا عذر وحجت تسلیم کرلیا اور اباطیل یہود اور اپنے مفتریات کی بنا پر تفسیر قران مجید کی کرنی شروع کی ع شہ برین عقل وگزینش کہ تراست ۔ مجکو ایک حکایت مثنوی شریف کے اس موقع پر یاد آئی کہ حسب حال سید الطائفہ کے ہے ؎ گفت موسی با یکے مست خیال ٭ کای بداندیش از شقاوت وز ضلال ٭ صدگمانت بود در پیغمبرم ٭ با چنین برہان واین خلق کریم ٭ صد ہزاران معجزہ دیدی زمن ٭ صد خیالت میفزود شک وظن ٭ بانگ زد گو سالۂ از جادوی ٭ سجدہ کردی کہ خدای من توئی ٭ چون نبودی بدگمان در حق او ٭ چون نہادی سر چنان ای زشت رو ٭ چون خیالت نامد از تزویر او ٭ وز فساد سحر احمق گیر او ٭ آن توہمہات را سیلاب برد ٭ زیرکی باردت را خواب برد ٭ پیش گاوی سجدہ کردی از خری ٭ گشت عقلت صید سحر سامری ٭ چشم وز دیدی ز نور ذوالجلال ٭

سلیمان کا شمار ہوتا تہا ہر مقام مین ایک گویا ہی جو لگا یا ہے یہہ گویا صاف گویا ہے کہ ان باتون کو سید الطایفہ
بہی اپنے دلمین غلط سمجہتے ہین ۵ زبان سے ایک بہی نکلی نہ سچ بات ۴ معاذ اللہ من تلک الخرافات
آگے اسکے جناب سید الطائفہ انہین مفتریات کی بنا پر کہ جنکو گویا گو یا کر کے بیان کیا ہے کچہ
توہم پرستی بلفظ ہوگا ہوگا کرتے ہین **قال** یہہ سب واقعات تاریخی ہین اور ایسے واقعات کا مقتضی
یہ ہے کہ ہر ایک گروہ کے مجمع جدے جدے قایم ہو گئے ہونگے اور ایک گروہ دوسرے گروہ سے اپنے
رازون کو مخفی رکہتا ہوگا **قلت** وہ واقعات بہی تو تاریخی ہی ہین جنکو بعض لوگون نے بنسبت
ہاروت و ماروت اور زہرہ کے لکہا ہے جنکو ہمارے محققین مفسرین نے اباطیل یہود مین قرار دیکر رد
کر دیا ہے پہر کیا وجہ ہے کہ ہم اونکے واقعات تاریخی کو تو رد کر دین اور سید الطایفہ کے واقعات کو رد
نکرین ہمارے نزدیک تو دونون ایک ہی حکم مین ہین کالی بہلی نسبت ۵ دونون ارو ایک ہی کہیت ہے
اور ہرگاہ کہ متفرق ہونا لوگون کا دو گروہ یا تین گروہ پر ثابت نہین بلکہ غلط محض ہے تو سب توہم پرستی
سید الطایفہ کی کہ یون ہو گئے ہونگے اور یہ ہوگا محض لغو ہی اور اصلا لایق التفات کے نہین **قال**
یہی بنا معلوم ہوتی ہے جسکے سبب حضرت سلیمان کے وقت مین وہ مجمع قایم ہو گیا تہا جسکو اس زمانہ
مین فریمیسن کہتے ہین اور ہمارے ملک کے لوگون نے جادو گہر اوسکا نام رکہا ہے **قلت** اسکا
کیا ثبوت ہے کہ حضرت سلیمان کے عہد مین ایسا مجمع قایم ہو گیا تہا یہ تو محض افترا ہے کہ جسکی اصلیت
اون نامعتبر کتابون سے بہی نہین پائی جاتی **قال** اس قسم کا مجمع راز حیرام بادشاہ صور کے ہان
بہی تہا یہ بادشاہ حضرت داود کا بہت دوست تہا اور کچہ عجب نہین کہ وہین سے اس مجمع راز کے
قایم کرنے کو اخذ کیا ہو **قلت** اولا اسکا کیا ثبوت ہے کہ حیرام کے یہان ایسا مجمع تہا ثانیاً
اگر وہ حضرت داود کا بڑا دوست تہا تو کیا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کچہ حیرام کے ملک مین
ہوتا تہا وہی حضرت داود کی مملکت مین ہوتا ہو اور ہرگاہ کہ خود وجود ہی ایسے مجمع کا مملکت وارود

بصیرۃ کو دیکھنا چاہیے کہ جسقدر احتمالات اونہون نے لکھے ہین اونمین سے کونسا احتمال قوی اور
مطابق قواعد علم معانی وبیان اور اصول فقہ کے ہے اور کونسا احتمال ضعیف اور قابل اسکے ہے کہ
اوسکو ترک اور رد کردیا جاوے چونکہ اس مقام مین ظاہر ہے کہ کوئی قرینہ ارادۂ کفار کا اور عدم ارادہ
معنی حقیقی شرعی کا موجود نہین تو جو قول اکثر مفسرین کا ہے کہ مراد شیاطین جن مین وہی صحیح ہے اور
بعض معتزلہ کا قول کہ مراد کفار ہین بے دلیل محض ہے اور قابل قبول نہین **قال** لیکن ہر ایک
سمجھدار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ شیاطین سے شیاطین الجن مراد لینا مذہب کو ایک اعجوبہ بنانا ہے
قلت کس مذہب کو اعجوبہ بنانا ہے آیا مذہب اسلامی کو جو آدم عم سے محمد صلعم تک ہے اوسکو اعجوبہ
بنانا ہے یا مذہب نیچریہ کو مذہب اسلامی مین تو برابر وجود جن وشیاطین کا اقرار ہے اور اغوا کرنا بھی
اونکا ثابت ہے یہانتک کہ عوام لوگ تو یکطرف انبیاء جلیل المنزلۃ کے بہکانے کا بھی قصد
کرتے تھے دیکھو باب ۴ انجیل متی اور باب ۴ لوقا خود جناب عیسی عم کے بہکانے کا خیال خام جمایا تھا
پس مذہب اسلام مین تو شیاطین الجن کے مراد لینے سے کوئی خلل واقع نہین ہوتا ہان مذہب
نیچریہ مین جو تمام ملتون برحق کے برخلاف ہے اور جن وشیاطین کے وجود سے انکار کرتے
ہین خلل عظیم واقع ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سید الطائفہ شیاطین سے انسان مراد لیتے ہین
قال اور شیاطین سے شیاطین الجن مراد لینے پر نہ کوئی تاریخی دلیل ہے نہ کوئی عقلی دلیل ہے
اور نہ اس آیۃ مین کوئی اس قسم کا اشارہ ہے بلکہ جو تاریخی واقعہ ہمنے اوپر بیان کیا اوس سے
صاف پایا جاتا ہے کہ وہی کافر مراد ہین جنہون نے کفر کی جھوٹی تحریرین یا جھوٹی باتین بنائی تہین
قلت آپ نے جو کچھ بیان کیا اول تو وہ اون جھوٹی تاریخون سے بھی ثابت نہین ہوتا اپنے
دل سے آپ نے بہت سی غلط باتین بنا کر اونکو تاریخی واقعات قرار دیا ہے چنانچہ مفصلاً حال
اوسکا ہماری تحریرون سے جو ہمنے اوپر لکھی ہین ظاہر ہے ثانیاً کسی نامعتمد تاریخ سے بھی اصلا یہہ

اپنیت جہل و افرد عین ضلال ؟ علاوہ بران قران مجید مین تو ذکر ہی تحریرون کا نہین پہر کلام مجید مین تو شیاطین کے بعد (یعنی کافرین نہین) کہ سید الطایفہ نے خدا کے قول مین اوسکو لاحق کر دیا ہے

قال شیاطین کے معنی بہت نے کافرون کے لئے ہین بیضاوی مین لکہا ہے الشیاطین من الجن والانس اومنہما یعنی شیاطین کے لفظ سے یا تو شیاطین جن مراد ہین یا شیاطین انس یعنی شریر آدمی یا دونون تفسیر کبیر مین بہی لکہا ہے کہ اکثر مفسرین شیاطین جن مراد لیتے ہین اور معتزلی شیاطین انس اور بعضے دونون کو قرار دیتے ہین **قلت** ایک بات پر قایم رہیے یا تو اقرار کیجے کہ ہم مقلدانہ تفسیر کرتے ہین اور اوس لاف وگذاف سے دست بردار ہو جئی کہ ہم کسی مجتہد ملا مفسر کی تقلید نہ کرینگے یا کسی مقام پر کسیکی تقلید نہ کیجے یہہ تو نہایت مذموم بات ہے کہ باوجود ایسے لاف وگذاف کے کہین تو ابو مسلم اصفہانی کے قدمون پر گر پڑی کہین اور کسی مفسر کے پانون پکڑ لئے جب تک کہ آپ صاف صاف اوس لاف وگذاف سے دست بردار نہونگے ہم آپکی مقلدانہ استدلال کی طرف ہرگز توجہ نہ کرینگے اب سنئے کہ قران مجید مین جہان کہین کلمہ (شیطان) و (شیاطین) مطلق یعنی بدون اضافت کے کسی مضاف الیہ کی طرف وارد ہوا ہے اوسی ابلیس اور اوسکی ذریات شیاطین جن ہی مراد ہے ہان اگر انس کی طرف مضاف ہے تو البتہ بہ قرینہ اضافت مجازاً اوسے کافر آدمی مراد ہو سکتا ہے اور اصطلاح شرع مین یہ لفظ شیاطین جن مین حقیقت ہے اور شیاطین انس مین مجاز ہے پس جب تک کہ کوئی قرینہ قوی ارادہ کافرون اور عدم ارادہ شیاطین جن کا قایم نہو گا بموجب قاعدہ حقیقت اور مجاز کے اوس لفظ سے کفار انس کا مراد لینا جایز نہین ہمارے مفسرین رحمۃ اللہ علیہم تفسیر قران مین نہایت احتیاط کرتے ہین اور اونکا یہ دستور نہین کہ اپنے مذہب ہی کی موافق بالتعیین یہہ بات کہین کہ اس کلمہ سے یہی معنی مراد ہین بلکہ ہر ایک فرقہ کی مذہب کی طرف اشارہ کر دیتے ہین پس صاحبان

قران اور تمامتر بہتان سلیمان عم پر ہے اپنے گریبان مین تو مونہہ ڈالکر دیکھا ہوتا ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہی تب اورون پر آمادہ طعن و تشنیع کے ہوئے ہوتے مفسرین نے جہان یہہ قصے لکھے ہین اونکو ردبہی کردیا ہے واے برحال سید الطایفہ کے کہ جہوٹی باتین بہی لکھین اور اوسپر نہایت درجہ کا اصرار کرین اور دل مین زرا بہی نہ شرماوین بہرہم تو خود یہ بات کہتے ہین کہ سب قصے اور سب روائتین خواہ مفسرین اسلام نے لکہی ہین خواہ سید الطایفہ نے قابل اعتماد نہین ان سب کو چہوڑ دو اور جو معنی آیتون کے ہین صرف اونہین پر اکتفا کرو قران مین تو تحریفات نہ کرو فقرہ کے فقرہ اپنے دل سے گہڑکر قران مین شامل نہ کرو شیاطین کے معنی کفار اور ملک کے معنی آدمی برخلاف عرف شرع اور لغت کے نہ گہڑو بعد اسکے اپنی تفسیر پر عقل و انصاف سے نظر کرو اور دیکہو کہ فی الحقیقت تحریف ہے یا نہین مگر یہ عقل و انصاف کہان ہے ؎ امارۃ العقل مکسوف بطوع ہوی ؛ وعقل عاصی الہوی یزداد تنویرا ؛ **قال** مسٹر ہاڈ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسیون مین اونکی نسبت بہت سے قصے لغو مشہور تہے (صفحہ ۱۵۹) اور ہاڈ صاحب کی کتاب سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی اونکو فرشتہ کہتے تہے (صفحہ ۱۶۰) **قلت** فرمائے کہ یہ مسٹر ہاڈ کوئی آپ کے پیرو مرشد تہے یا ہین جنپر آپ کو ایسا اعتماد ہے کہ قران کی تفسیر مین اونکی تحریر کو سند کیا جاتا ہے آرے خوش گفتہ ؎ باطلان را کہ ربا ید باطلی ؛ عاطلان را چہ خوش آید عاطلی ؛ زانکہ ہر جنسے رباید جنس خود کاو سوی شیر نرکی رونہد ؛ **قال** یہہ دونون فرشتے نہ تہے بلکہ آدمی تہے **قلت** یعنی اسوجہ سے کہ قران مجید مین خدا نے اونکو فرشتہ کہا ہے اور سید الطایفہ ہمیشہ مخالفت پر قران اور رد اسکے کلام کے سرگرم ہین جناب کوئی دلیل ایسی لائے ہوتے کہ خدا کے کلام کے معارض ہوسکتی اور بلا دلیل زمین کو آسمان کہدینا تو فرقہ نیچریہ ہی کا کام ہے نہ کسی مسلمان کا **قال** ہمارے ہان کے بعض مفسرین نے بہی اونکو آدمی قرار دیا ہے چنانچہ حسن نے ملکین کے لفظ کو لام

بات نہین پائی جاتی کہ کافرون سے کوئی تحریر کی تھی یا کوئی جھوٹی بات بنائی تھی پس آپکے پاس شیطان سے کافر مراد لینے پر نہ کوئی دلیل تاریخی ہے نہ کوئی دلیل عقلی اور ہمارے پاس تو نہایت قوی دلیل شرعی موجود ہے یعنی لفظ شیطان سے کہ جسکی جمع شیاطین ہے شرع مین ہمیشہ جن ہی مراد لئے جاتے ہین ہان اگر کوئی قرینہ قوی پایا گیا ہے تو مجازاً کفار انس بھی مراد لئے گئے ہین سو یہان کوئی قرینہ ارادہ کافرون کا موجود نہین اور جب کوئی قرینہ ارادہ کفار کا موجود نہین تو اشارہ کیا معنی خود یہ آیۃ صریح دلیل ارادہ جنون کی ہے **قال** ہاروت ماروت دونون تاریخی شخص ہین اونکا وجود تاریخی کتابون سے پایا جاتا ہے یہ دونون شخص شام کے رہنے والے تھے **قلت** کلام تو اسمین ہے کہ یہہ دونون شخص انسان تھے یا فرشتے وجود مین تو اونکے کچہ کلام نہین دوسری بات یہ ہے کہ بابل مین تھے یا شام مین تھے قران مجید کے کلمات سے ظاہر ہے کہ فرشتے تھے بابل مین سید الطائفہ برخلاف قران مجید کے کہتے ہین کہ دو شخص شام کے رہنے والے تھے اور بمقابلہ ظاہر قران کے تاریخ کی کتابون سے استدلال کرتے ہین جو کسیطرح پر عقلاً اور نقلاً معارض ظاہر قران نہین ہوسکتین اور طرہ اوسپر یہہ کہ نام و نشان کسی تاریخ کی کتاب کا نہین لکھتے نہ اوسکے مولف کا نام نہ مولف کے زمانہ کا نہ اون دو شخصون کے زمانہ کا تعین کرتے ہین اور چونکہ سید الطائفہ کی عادت سب کو معلوم ہے کہ بحوالہ مشہور کتابون کے غلط باتین لکھا کرتے ہین چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ کے بڑا بہتان کیا ہے اسلئے غیر مشہور کتابون کے حوالے سے تو بدرجہ اولی غلط بات لکھنے مین کب تامل کرینگے **قال** تمام قصے جو مفسرین نے اونکی نسبت اپنی تفسیرون مین بھر لئے ہین اونکی کچہ اصل مذہب اسلام مین نہین جتنی روایتین اونکی نسبت مذکور ہین وہ سب موضوعی اور جھوٹی ہین **قلت** ہمنے مانا کہ تمام قصہ اور روایتین موضوعات سے ہین مگر یہہ تو فرمائے کہ آپنے جو ایک تودہ طوفان کا اپنی تفسیر مین بنا کر کھڑا کیا ہے اسکی کیا اصل ہے یہ تو اون سب قصون اور روایتون سے زیادہ تر جھوٹا اور خلاف

کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور اور چند مفسرین نے جو ابن عباسؓ سے یہ قصہ نقل کیا ہے
اوسمین ملکین بفتح لام یعنی دو فرشتون کے ہی منقول ہے اور تفسیر جو بروایت عبد اللہ ہروی کے
منسوب بطرف ابن عباسؓ ہے اوس سے بھی روایت ملکین بفتح لام ظاہر ہے اور چونکہ روایات اس
باب مین خود بقول سید الطائفہ کے بھی قابل اعتبار کے نہین پس وہ روایات کسیطرح برمعارض
قراءت مشہورہ متواترہ کے نہین ہوسکتین اور ہر آئینہ درجہ اعتبار سے ساقط ہین اور اصلا کسی مسئلہ
شرعیہ کے استنباط کے واسطے حجت نہین علی الخصوص ایسی حالت مین کہ باہم متعارض ہین باقی
رہی قراءۃ حسنؒ کی سو وہ امام شافعیؒ کے قول کے مطابق بسبب شذوذ کے کچھ بھی حجت نہین
اسیطرح پر امام ابو حنیفہؒ کے قول پر بھی اس سبب سے حجت نہین کہ قراءۃ شاذہ اونکی نزدیک
اوسی صورت مین حجت ظنیہ ہوسکتی ہے کہ احتمال سماع کا پیغمبر صلعم سے رکھتے ہو اور چونکہ حسنؒ تابعی تھے
صحابی نہ تھے پس یہ احتمال بھی مفقود ہے پس اونکے مذہب پر بھی یہ قراءۃ کچھ حجت نہین ہوسکتی
علاوہ برآن ہرگاہ کہ یہ قراءۃ قراءۃ متواترہ کے معارض ہے اس صورت مین اگر اوسکو حجت
ظنیہ بھی فرض کیا جاوے تب بھی بمقابلہ قراءۃ متواترہ کے کہ حجت قطعیہ ہے ہر آئینہ ساقط ہو
اس بکھیڑے سے قطع نظر کرکے مسلمات پر سید الطائفہ ہی کے رجوع کرو صفحہ ۵ و ۶ پر بڑی لمبی
چوڑی تقریر کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بسبب ضعف حافظہ حافظون کی ابتدا مین اختلاف
زیر و زبر کا واقع ہوگیا تھا مگر جب اعراب و نقاط لگائے گئے تو بالکل اختلاف معدوم ہوگیا
گو کہ کتابون مین پہلے اختلافون کا ذکر ہوتا ہے غرضکہ اس تقریر کی بنا پر لازم ہے کہ قراءۃ
حسن کو کالعدم سمجھا جاوے پس لام کے زیر کی بنا پر جو سید الطائفہ نے جو کچھ لکھا ہے یا
اور کسی شخص نے کچھ کہا ہے اوسکو کالعدم سمجھنا چاہیئے مزید برآن اسقدر اختلاف کہ کوئی تو
اونکو کافر کہتا ہے کوئی نیک مرد ٹھیراتا ہے دلیل اسکی ہے کہ اونکا آدمی ہونا بھی ثابت نہین

کے زیر سے پڑہا ہے جسکے معنی دو بادشاہون کے ہین اور ضحاک اور ابن عباس سے لام کے زیر سے پڑہنا روایت کیا گیا ہے پہر اونمین اس بات پر اختلاف ہوا کہ وہ کون تھے حسن کا قول ہے کہ وہ دونون بابل مین عجم کے کافرون مین سے تھے بغیر ختنہ کئے ہوئے کہ لوگون کو جادو سکہاتے تھے اور یہہ بہی کہا گیا ہے کہ وہ دونون بادشاہون مین سے صالح آدمی تھے قرء الحسن الملکین بکسر اللام وہو مروی

ایضا عن الضحاک وابن عباس ثم اختلفوا فقال الحسن کانا علجین اقلفین ببابل یعلمان الناس السحر

وقیل کانا رجلین صالحین من الملوک تفسیر کبیر **قلت** سید الطایفہ کی وہ مثل ہے کہ الغرق یتشبث بکل حشیش اول ہم ترجمہ مین سید الطائفہ کے دیکہتے ہین کہ کچہ تحریف تو نہین کی اور اگر کی ہے تو کس غرض سے واضح ہو کہ یہ لفظ (عجم کے کافرون مین سے) اپنی طرف سے بڑہا دیے ہین اور غرض اس تحریف سے یہ ہے کہ پیشتر یہ لکہہ چکے ہین کہ یہ دونون شخص شام کے رہنے والے تھی اگر یہ الفاظ نہ بڑہاتے تو یہ دلیل اونکی اونکے مدعا کے خلاف ہو جاتی تھی چونکہ شام بھی عجم مین داخل ہے اسلئے فی الجملہ یہ بات کہنے کی گنجایش باقی رہی کہ عجم شام کے تہی بابل مین سحر تعلیم کرتے تھے اب ہم قرارت شاذہ کا بھی مختصر بیان کرتے ہین اس پر تمام امۃ کا اتفاق ہے کہ مالیس بمتواتر لیس من القران یعنی جو قراۃ متواتر نہین وہ قران نہین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو قراۃ شاذہ کو کچہہ بھی حجت نہین ٹھہراتے وہ فرماتے ہین کہ چونکہ قران نہین اور اخبار کے طور پر منقول بھی نہین پس نہ قران ہے نہ خبر ہے اسلئے اوسپر عمل صحیح نہین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسکو ایک ظنی حجۃ قرار دیتے ہین بشرط احتمال سماع کے پیغمبر صلعم سے امام رازیؒ کی تفسیر سے جو سید الطایفہ نے عبارت نقل کی ہے اوس سے یہ امر ظاہر ہے کہ بکسر لام حسنؒ کی قراۃ ہے اور ابن عباس اور ضحاک سے روایت ہے اس سے ظاہر ہے کہ ابن عباس اور ضحاک کی بکسر اللام قراۃ نہین بلکہ اون سے ایک روایت ہے بسطرح پر کہ فتح لام کی روایات ہین چنانکہ تفسیر مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم ہوتا ہے

یا استعارہ کہتے ہین وہان اوسکے تمثیلی معنی قرار دیتے ہین مگر دلیل سے خواہ وہ دلیل اسی مقام مین موجود ہو یا دوسرے مقام مین" اب ہم سید الطایفہ سے دریافت کرتے ہین کہ یہہ بات تو مسلم ہے کہ ملک کے معنی نیک آدمی نہین فرماوین کہ یہان کون قرینہ کونسی دلیل اسپر قایم ہے کہ حقیقی معنی مراد نہین بلکہ معنی تمثیلی مجازی مراد ہین اور ہرگاہ کہ کوئی دلیل کوئی قرینہ عدم ارادہ معنی حقیقی اور ارادہ معنی مجازی کا نہین تو (ملکین) کے کلمہ سے آدمی مراد لینی خود انہین کے قاعدہ مسلمہ کی رو سے غلط ہین اور ہرگاہ کہ خود اونکی تقریر سے جو عنقریب ذکر اوسکا آویگا ظاہر ہے کہ وہ دونو کافر تھے پس اونپر تو خود سید الطایفہ کی تقریر کے مطابق اطلاق (ملک) کا مجازًا بھی صحیح نہین قال جسطرح کہ زلیخا کی سہیلیون نے حضرت یوسف کو دیکھکر کہا تھا ما ہذا بشرا ان ہذا الا ملک کریم قلت یہہ تو سید الطایفہ نے اپنے مدعا کے اثبات پر ایسی نظیر پیش کی کہ تلخیص المفتاح کے پڑھنے والے بھی اونکی عقل پر قہقہہ اوڑاتے ہین ظاہر ہے کہ یہ کلام تشبیہی ہے جیسے کوئی شخص زید کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ ہذا اسد ظاہر ہے کہ زید مشار الیہ اوس قایل کے ذہن مین آدمی بہادر ہے شیر نہین پس اوسکا آدمی متحقق ہونا ہی دلیل اسکی ہے کہ لفظ (اسد) سے معنی حقیقی اوسکے مراد نہین اسیطرح پر مصر کی عورتون کا یہ قول ہے کہ ان ہذا الا ملک کریم یعنے باوجودیکہ وہ عورتین یوسف عم کو آدمی جانتی تھین تسپر بھی جو اونہون نے اونکو فرشتہ کہا تو اونکا یوسف کو آدمی جاننا قرینہ قوی اسکا ہی کہ (ملک) کے لفظ کا استعمال اونہون نے معنی مجازی مین کیا ہے مگر یہان تو اون دونو فرشتون کا آدمی ہونا ہی ثابت نہین پس (ملک) کے کلمہ کو بمعنی مرد صالح کے ٹھہرانا صریح غلط ہے سید الطایفہ کو لازم تھا کہ اول اونکا آدمی ہونا ثابت کر دیتے بعد اوسکے اونکا نیک مرد ہونا ثابت کرتے جب یہ دونون باتین ثابت کر چکتے تب واسطے صحت اطلاق لفظ (ملک) کی اون دونون پر یہ نظیر پیش کرتے ہرگاہ کہ اون دونون امرون مین سے ایک بھی ثابت نہین کر سکتے ہین بلکہ اونکے نیک ہونے کے تو خود بھی قایل نہین خود اونکو کافر ٹھہراتے ہین اور

قال ہم ملکین کو مطابق قرارۃ مشہورہ لام کے زبر سے پڑہتے ہین مگر فرشتے مراد نہین لیتے بلکہ آدمی مراد لیتے ہین **قلت** حاصل اسکا یہ ہے کہ پڑہتے تو بفتح لام ہین جسکے معنی لغوی و شرعی فرشتون کے ہین مگر تحریف معنوی کرتے ہین کہ برخلاف معنی کلمہ کے آدمی مراد لیتے ہین **قال** جسکو لوگ نیک سمجھتے ہین اوسپر فرشتہ کا اطلاق کرتے ہین **قلت** یہ امر تو دو چیزون کے ثبوت پر موقوف ہے اول یہ کہ جسکو نیک سمجھتے ہون وہ درحقیقت آدمی ہی ہو اور آدمی ہونا اوسکا متحقق ہو دوسرے یہ کہ نیک ہونا اوسکا متحقق ہو فرماے کہ ان دونون مین سے کونسا امر آپ کو ثابت ہوگیا اور کس دلیل سے ثابت ہوا اور جبکہ ان دونون امرون مین سے ایک بہی ثابت نہین تو یہ قول آپکا محض مغالطہ ہے پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ معنی ملک کے نیک آدمی نہین غایۃ الامر یہ کہ مجازاً ایسے شخص کو ملک کہتے ہین اور چونکہ مجاز اور غلط دونون مین استعمال کلمہ کا اوسکے معنی غیر حقیقی مین ہوتا ہے پس غلط اور مجاز جو باہم متمایز ہوتے ہین تو صرف بسبب وجود ایسے قراین تو یہ ظاہر الدلالۃ کے ہوتے ہین کہ مانع ارادہ معنی حقیقی اور مستلزم ارادہ معنی مجازی کے ہون اگر بلا قرینہ کے کسی لفظ کو اوسکے معنی غیر حقیقی مین بولا جاویگا تو بلا شک و شبہ وہ کلام جہوٹ سمجہا جاویگا مثلاً (اسد) کا لفظ ایک حیوان معروف کے واسطے موضوع ہے کبہی مرد شجاع کے لئے بہی مستعمل ہوتا ہے مگر اوسی صورت مین کہ قرینہ قویہ اوپر عدم ارادہ حیوان معروف اور ارادہ مرد شجاع کے قایم ہو یہی وجہ ہے کہ علماء اصول اور علماء

بیان بہت تاکید سے اسطرف توجہ دلاتے ہین کہ لابد للمجاز من علاقۃ علی وجہ یصح مع قرینۃ عدم ارادۃ الموضوع لہ اور یہ قاعدہ عقلی ہے کوئی عاقل اسمین عذر نہین کرسکتا سید الطائفہ بہی تبئین الکلام مین اسکے قایل ہین صفحہ ۳۰ و ۳۱ دیباچہ کتاب پیدایش مین لکہتے ہین ہمیشہ جہانتک ہوسکتا ہے لفظ سے اوسکے حقیقی اور اصلی معنی مراد لئے جاتے ہین مگر جہان کہین کہ سیاق کلام سے یا کسی اور دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان حقیقی معنی مراد نہین ہین بلکہ تمثیلی معنی مراد ہین جسکو ہم مجاز

انزلنا علیہما من شی) تمام قران مجید مین دیکہہ لو کہ جہان کسی فریق کے عقیدہ باطلہ کا ذکر کیا ہے
اوسکے ساتھہ ہی اوسکا انکار اور رد بھی ضرور کر دیا ہے مثلاً کفار کے عقیدہ کا کہ فرشتے خدا کی بیٹیان
ہین نصرانیون کے عقیدہ کا کہ عیسی خدا کے بیٹے ہین بعض بے ایمانون کے عقیدہ کا کہ سلیمان کافر
بت پرست تھے جہان ذکر آیا ہے اوسکا وہان رد بھی موجود ہے چونکہ یہان اونکے فرشتہ ہونیکا
کچہہ رد نہین اس سے صاف ثابت ہے کہ جو کچہہ سید الطایفہ نے لکہا ہے سب غلط اور صاف معلوم
ہوتا ہے کہ دیدہ و دانستہ ایک جرم کبیرہ یعنی تحریف کتاب اللہ پر اصرار کر رہے ہین اور پہر اسقدر پر بہی
اکتفا نہین اون تحریفات مین بہی ایک یعنی ضرور لگایا جاتا ہے کہ بغیر اوس یعنی کے مدعا حاصل نہین
ہوتا چنانچہ لکہتے ہین **قال** یعنی اون لوگون نے اوس چیز کی پیروی کی جسکی نسبت وہ کہتے تھے
کہ بابل مین ہاروت و ماروت پر جنکو وہ فرشتہ کہتے تھے خدا کی طرف سے اوتاری گئی تہی **قلت**
اس بد دیانتی کا کیا ٹہکانا ہے ایک مرتبہ دل کہولکر تحریف کر چکے ہین صفحہ ۵۶ اپر اوس تحریف کی
بنا پر یہ لکہہ چکے ہین یعنی پیروی کی اوس چیز کی جسکی نسبت وہ گمان کرتے تھے کہ دو فرشتون پر اوتاری
گئی ہے اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ درحقیقت خدا کی جانب سے کوئی چیز اون فرشتون پر اوتاری
گئی تہی بلکہ صرف یہ پایا جاتا ہے کہ جسطرح وہ لوگ اون چیزون کو سمجہتے تھے کہ وہ سلیمان سے ہین
حالانکہ سلیمان سے نہین تہین اسیطرح دونون فرشتون کی نسبت بہی سمجہتے تھے کہ خدا کی طرف
سے یہہ علم اونکو دیا گیا ہے حالانکہ خدا کی طرف سے کچہہ نہین دیا گیا ہے وہان کچہہ (ملکین) مین تحریف
نہ تہی بلکہ صاف اقرار تہا اونکے فرشتہ ہونے کا یہان پہلی تحریف پر ایک اور تحریف یہہ زیادہ ہوئی
(کہ جنکو وہ فرشتہ کہتے تھے) بس اس صورت مین تقدیر انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت
کے سید الطایفہ کی تحریفات پر یہہ ہوئی (اتبعوا ما یزعمون انہ انزل علی ہاروت و ماروت الرجلین
الذین یزعمون انہما ملکان وما کانا ملکین ولم ینزل اللہ علیہما من شی) ایک اصل جملہ جسپر

جادوگر بتاتے ہین پس سب خامہ فرسائی اونکی محض بیسود ہے **قال** اور بائیڈ صاحب کی
کتاب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی ہاروت ماروت کو فرشتہ کہتے تھے **قلت** یہ تو نہیہ مثل ہوئی
کہ استغاث بالمیتہ اسسے تو ہمارے قول کی تائید ہوئی کہ وہ دونون فرشتہ تھے **قال** پس اس
آیہ مین جسطرح کہ لوگون کے اس گمان کو کہ جو علم اونکے پاس تہا وہ خدا کی طرف سے اوتارا گیا تہا بیان
کیا گیا ہے اسیطرح جس خیال سے کہ وہ اونکو فرشتہ کہتے تھے ملکین کا لفظ لام کے زیر سے لایا گیا ہے
قلت کہانتک قران مین تحریف کیے جاوگے کوئی کلمہ بھی بغیر تحریف کے باقی چہوڑوگے یا نہین
اونکے خیال اور گمان کا قران مین تو کچہ ذکر ہی نہین یہہ تو خبر خدا کی طرف سے ہے کہ ما انزل علی الملکین
ببابل ہاروت ماروت اسمین اونکے اور آپکے خیالات اور توہمات کو کیا دخل ہے پہر ہم دریافت
کرتے ہین کہ درحقیقت وہ دونون نیک آدمی تھے یا جادوگر اور شریر اور کافر شریر اور کافر کو تو کوئی بھی فرشتہ
نہین کہتا خود سید الطایفہ بھی اسی صفحہ کے اخیر مین معترف ہین کہ جادو سے ضرر پہونچانا ہر کوئی یہانتک کہ
جادوگر بھی برا جانتا ہے اور اگر نیک آدمی تھے تو مطابق اعتقاد سید الطائفہ کے ایک بے اصل اور وہم
کی باتین کیون سکہاتے تھے نیک آدمیون کا اصلا یہہ کام نہین غرضکہ جسقدر فقرات سید الطایفہ نے
لکھے ہین اور جسقدر تمہیدات باندہی ہین ایک دوسرے کی تکذیب کرتی ہین اور یہہ عین دلیل اسکی ہے
کہ سب غلط ہین علاوہ بران فرض کیا جاوے کہ لوگون کا یہہ خیال کہ وہ دو فرشتے تھے باطل تہا
مگر خدا کے کلام مین جو اونکو بہ کلمہ (ملکین) تعبیر کیا ہے اسکی یہہ وجہ تو کسیطرح نہین ہوسکتی کہ خدا نے
بھی اونکے قول باطل کا اتباع کیا کافر لوگ اگر کسی نبی کو کذاب کہدین تو کیا یہہ امر جایز ہوسکتا ہے
کہ خدا بھی اونکے اتباع سے اوس نبی کو کذاب کہدے اور کیا وجہ ہے کہ جسطرح نسبت حضرت سلیمان کے
برخلاف خیالات شیاطین کے بہت صراحت کے ساتھ فرمایا وما کفر سلیمان اگر وہ دونون آدمی بھی تھے
اور اونپر خدا کی طرف سے کچہ نہین اوترا تہا تو اونکی نسبت کیون نہین فرمایا (وما کانا ملکین وما

سے ظاہر قرآن کسیطرح پر متروک نہین ہو سکتا پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ (انزل) جو فعل مالم یسم فاعلہ
ہے اوسکا فاعل کون ہے پہ اگر خدانے وہ علم نہین اوتارا تہا تو اور کس نے اوتارا تہا پہر یہہ جو کہتے ہین کہ جو
زعم کافرون یا یہودیون کا تہا اوسکا بیان ہے چونکہ قرآن کے کسی کلمہ سے یہ بات نہین پائی جاتی پس
از قسم الہمنی ربی ہے یا از قسم ۵ اذا قالت حذام فصدقوہا ہے اسکی تفصیل کردینی مناسب تھی کیونکہ جب
خدانے یہہ بیان نہین فرمایا تو انہین دونون قسمون سے ایک قسم کا ہوگا **قال** ایک شبہ باقی رہ جاتا ہے
کہ وہ جادو سیکہنے والون کو منع کیون کرتے تھے کہ تم مت سیکہو اور کافر مت بنو **قلت** قرآن مجید سے
یہ بات نہین پائی جاتی کہ مت سیکہو بلکہ صرف اسقدر پایا جاتا ہے کہ وہ سیکہنے والون کو جب تک یہہ
نہین سمجہا دیتے تھے کہ تم کافر نہو جاویو تب تک نہین سکہاتے تھے اس سے یہ بات پائی نہین جاتی کہ
مطلقاً سیکہنے کو منع کرتے تھے محتمل ہے کہ مجرد سیکہنا اور سکہانا اوسکا موجب کفر نہو بلکہ بے محل اوسکا
استعمال مین لانا یا بعد سیکہنے اوس علم کے اعمال یا خواص اشیا کو جو اوس علم سے معلوم ہوے ہین فرقہ نیچریہ
کی طرح پر موثر حقیقی سمجہنا اور موثر حقیقی سے غافل ہوجانا باعث کفر ہو اور اسی کے دفع کے واسطے یہہ فرمایا
کہ ماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ یعنی یہ چیزین خود ضرر مین مستقل نہین ہین بلکہ بدون حکم خدای تعالی
کے کچہ ضرر ان چیزون سے نہین پہونچ سکتا **قال** یہہ بات کچہ تعجب کی نہین جادو سے اپنے خیال
مین نقصان پہونچانا خواہ فی الحقیقت اوس سے نقصان پہونچتا ہو یا نہین ہر کوئی یہانتک کہ جادوگر بھی برا
جانتا ہے اور اوسی وجہ سے وہ سیکہنے والے کو منع کرتے تھے اس زمانہ مین بھی بہت لوگ ایسے ہین جو کوئی
برا کام جانتے ہین مگر جب کوئی اوسے سیکہنا چاہتا ہے تو کہتے ہین کہ یہ برا کام ہے کیون سیکہتے ہو لیکن
جب سیکہنے والا اصرار کرتا ہے تو سکہا دیتے ہین پس ہاروت و ماروت کا سیکہنے والون کو ایسا کہنا ایک
عام مجراء طبعی کے موافق ہے **قلت** جادو سے جادوگر نفع اور نقصان دونون باتون کا اعتقاد رکہتا ہے
اور ہاروت و ماروت عموماً اوس علم کے سیکہنے والے سے کہدیتے تھے کہ کافر نہوجاویو اس سے معلوم

ایسے پانچ جملے تحریفی بڑہائے ہین کہ جنسے آیۃ کا مضمون تمامتر خلاف کلمات آیۃ کے ہوگیا نہ خدا کا
خوف ہے نہ بندون سے شرم ہے کلام پاک مین اپنے دل سے ناپاک کلام گہڑکر اوسکو خدا کا کلام
ٹہیراتے ہین اور ابھی کیا ہے ابہی تو مولوی مہدی علی اور منشی چراغ علی کے حاشیہ باقی ہین اگر ہم ان
تحریفات کو مان لین تو قرآن سے نہ توحید ثابت ہو سکیگی نہ کسی نبی کی نبوۃ لا الہ الا اللہ پر بھی
یہ حاشیہ چڑہ سکتا ہے کہ (بظن الناس) حضرت موسی کے جہان قصص ہین وہان بھی یہ لفظ زیادہ
ہوسکتا ہے کہ (بظن الیہود) جب ایک جگہ یہ زیادتی مقبول ہوئی تو اور مقامات مین کیون نہین
ہوسکتی آب چو از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست شاید سید الطایفہ کی طرف سے
اسکا یہ جواب دیا جاوے کہ جب ہم اسلام سے پہرکر نیچری ہوگئے تو ہمکو ان امور کی بھی کیا پڑی ہے
ہرچہ بادا باد ۶ انا الغریق فما خوفی من البلل ۵ پاس اب پردہ دری مین دل نالان کسکا ہے
دامن یار ہی چہوٹا تو گریبان کسکا ؛ جہاڑ کانٹا تو کسے پہر سر سودا ہے زکی ؛ کانٹے گہر کو ہی
لگائے تو بیابان کسکا ؛ **قال** پس خدا نے نہ یہہ فرمایا ہے کہ جو علم اونکے پاس نہادہ
خدا کی طرف سے اوتارا گیا تہا اور نہ یہہ فرمایا کہ وہ دونون فرشتے تھے بلکہ جو زعم اون دونون
باتون کی نسبت کافرون یا یہودیون کا تہا وہ بیان کیا ہے **قلت** یہ جو کہتے ہین کہ
جو علم اونکے پاس تھا اس لفظ (اون) کے مشار الیہ کون ہین آیا کوئی دو فرشتے ہین موسوم بہ
ہاروت و ماروت یا کوئی دو آدمی ہین اس نام کے ظاہر قرآن سے تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے
تھے اسلئے کہ یہہ عطف بیان ہے (ملکین) کا جسکا آپ ہی ترجمہ بلفظ (فرشتون) کے
کرتے ہین آپ جو خلاف ظاہر قرآن کے اونکو دو آدمی ٹہیراتے ہین اسکا ثبوت باوجود بہت سی
اباطیل اور مغالطات کے آپ کی طرف سے کچہ بھی پیش نہین ہوا پس آپ نہ خدا ہین نہ کوئی
پیغمبر ہین نہ کوئی عالم بلکہ ایک عامی نیچری ہین ایسے عوام الناس نیچریون کے مجوزہ کہدینے

بیانات سید الطایفہ کے غلط اور باہم متناقض ہین **قال** اس آیۃ مین اس بات پر بہی دلیل ہے
کہ سحر باطل ہے یعنی سحر کچہ موثر نہین ہے کیونکہ خداے تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کسیکو بسبب اپنے
سحر کے نقصان پہونچانے والے نہ تھے اور یہ کہنا نص صریح ہے اس بات پر کہ سحر کچہہ اثر نہین کرتا
اور یہی معنی سحر کے باطل ہونے کے ہین آگے خدا نے فرمایا ہے کہ الا باذن اللہ اسکے یہ معنی سمجہنا
کہ اونکا سحر خدا کے حکم سے اثر کرتا تہا محض غلطی اور ناسمجہی ہے کبہی ایسا ہوتا ہے کہ عامل یا جادوگر کسی کام
کے لئے عمل یا جادو پڑہتا ہے اور وہ کام اتفاقیہ اسکے خواہش کے مطابق ہوجاتا ہے اور شبہ ہوتا ہے
کہ عمل یا جادو کے اثر سے ہوا ہے اس شبہ کے مٹانے کو خدا نے یہ فرمایا الا باذن اللہ یعنی الا بحکم اللہ یعنی
جو کام ہوجاتا ہے وہ خدا کے حکم سے ہوجاتا ہے کچہ جادو یا عمل کے سبب سے نہین ہوتا **قلت** واہ کیا
خوب استدلال ہے اور خوب ہی آیۃ کے معنی گہڑے ہین دوبارہ لندن جانے کا انتظار ہے اب کی دفعہ
اگر وہان پہونچے اور ملاحدہ سے گرم صحبت ہی اور وہان سے واپس آئے تو الوہیت خداے تعالےٰ
کا بہی انکار کیا جاویگا اور مسلمانون پر قران کی اس آیۃ سے (ما من الٰہ الا اللہ) حجت قایم کیجاویگی
اور کہا جاویگا کہ الوہیت عموماً باطل ہے کیونکہ کلمہ (من) (ما من الٰہ) مین فائدہ استغراق نفی کا دیتا
ہے یعنی کوئی بہی معبود نہین اور یہہ کہنا نص صریح ہے اس بات پر کہ الوہیت کچہہ نہین ہے اور کوئی الٰہ
نہین اور یہی معنی ہین بطلان الوہیت کے آگے اسنے جو (الا اللہ) ہے اوسے یہ سمجہنا کہ اللہ معبود ہے
محض غلطی اور ناسمجہی ہے بعض لوگ وجود (اللہ) سے منکر ہین اونکے شبہ مٹانے کو یہہ کہا کہ (الا اللہ)
یعنی کوئی شبہ نہ کرے کہ اللہ کا وجود ہی نہین اوس مین وجود کا اثبات ہے اور الوہیت یعنی معبود ہونے
کا اثبات نہین کیونکہ الوہیت تو بنص صریح (ما من الٰہ) باطل ہوچکی ہے موجود ہونے سے معبود
ہونا ثابت نہین ہوتا اور رسالت کے انکار مین تو بزنہار (ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ)
سے کچہ تامل ہی نہوگا اور صاف کہدینگے کہ رسالت باطل ہے کیونکہ خداے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمنے

ہوتاہے کہ نفع اور ضرر دونون حالتون مین اوس علم کے سیکہنے مین احتمال کفر کا ہے مثلاً تاثیر کواکب کو اگر نفع مین مستقل سمجھکر اللہ تعالی سے غافل ہوجاوے تب بھی کافر ہے اور اگر نقصان مین ایسا سمجھے تب بھی کافر ہے اور یہہ جو کہتے ہین اس زمانہ مین بھی الخ جسطرح بہت لوگ ایسے بھی ہون جیسے سید الطایفہ لکھتے ہین اور یہہ بھی کہدیا کرتے ہون کہ ہم تو محض فسادی ہین تو بہت لوگ ایسے بھی ہین کہ منع کرنا تو درکنار لوگون کو برے کام کی ترغیب دیتے ہین پس جس امر کو وہ مجرای طبعی قرار دیتے ہین درحقیقت وہ امر طبعی نہین مخفی نہ رہے کہ جو شبہ سید الطایفہ نے یہان پیش کیا ہے اوسکا دفع بنظر اختلاف حالات تعلیم کرنے والونکے ایک بنا پر نہین ہوسکتا یعنی اگر وہ نیک آدمی تھے اور یہہ کام نہایت مذموم اور بالذات قبیح تہا تو تعلیم و تعلم اوسکا بہی مذموم ہے اور نیک آدمیون کو اوسکا سیکہنا اوسکہانا اونکی صلاحیت سے نہایت بعید ہے علاوہ بران کلمہ (فتنۃ) جو (انما نحن فتنۃ) مین ہے اگر اوسکو بمعنی فساد سمجہا جاوے جیساکہ سید الطایفہ کے ترجمہ سے مترشح ہوتاہے تو وہ دونون نیک مرد کسیطرح پر متصور نہین ہوسکتے اور اگر درحقیقت وہ کافر اور شریر آدمی تھے اور کلمہ (فتنۃ) بہی مطابق ترجمہ سید الطایفہ کے اونکے کفر او شرارت پر دلالت کرتاہے تو قطع نظر اسکے کہ جواب شبہ کا جو سید الطایفہ نے دیاہے کافی ہویا نہو سراسر برخلاف اونکے اوس توجیہ کے ہے جو نسبت اطلاق کلمہ (ملکین) کے اونپر کی ہے کیونکہ اوس توجیہ کی بنا اونپر نیک ہونیکے ہے اسلئے کہ اوس توجیہ مین لکہتے ہین کہ ہم فرشتے مراد نہین لیتے ہین بلکہ آدمی ہی مراد لیتے ہین جسکو لوگ نیک سمجھتے ہین اوسپر فرشتے کا اطلاق کرتے ہین الخ اور اس جگہہ خود سید الطایفہ کی تقریر سے ظاہر ہے کہ وہ جادوگر تھے اور برا کام سکہاتے تھے اور خود بہی جانتے تھے کہ یہہ برا کام ہے اور مفسد تھے جب اونکا خود سید الطایفہ کے نزدیک بہی یہ حال تہا تو ایسے بدشریر آدمیون کو تو کوئی بہی فرشتہ نہین کہہ سکتا یعنی جب وہ بسبب ساحری کے خود اپنے آپ کو برا جانتے تھے اور بقول سید الطایفہ ہر کوئی برا جانتاہے تو اونپر اطلاق (الملک) کا کہ اونپر نیک سمجھنے کے سبب کیسکی زعم پر بہی نہین ہوسکتا غرضکہ ہم

دخول بعض ما تنا وله صدر الکلام فی حکم صدر الکلام بالا وا نوا تہا لیکن اگر اسقدر سمجہ سید الطایفہ کو
ہوتی تو یہان یہہ واہیات تقریر کیون کرتے یہہ بہی تو کلام استثنای منفی ہے اور ماقبل (الا)
کے جو (ہم بضارین بہ من احد) ہے چونکہ جادوگران کے نزدیک سحر واجب التاثیر تہا اور وہ مئوثر
حقیقی سے بالکل غافل تہے اور سحر ہی کی تاثیر کو واجب جانتے تہے اور (ضارین بہ) یعنی (ضارین
بالسحر) مشتمل ہے اوپر ضرر سحر باذن اللہ اور ضرر سحر بغیر اذن اللہ پر لہذا ان دونون شقون
مین سے شق اول کا جو بعد حرف (الا) کی واقع ہے اثبات ہے اور شق ثانی کی نفی ہے مطلق
ضرر سحر کی نفی نہین ہے اگر وہ اس قاعدہ سے جسکا تمنے ذکر کیا واقف ہوتے تو یہان برخلاف
اوسکے کیون ایسی واہی تقریر کرتے جو تمامتر اونکی بے علمی اور نافہمی پر مبنی ہے اور ناواقفی اونکی
زبان عربی سے کچہ محتاج بیان کی نہین اکثر مقامات مین ہم نے اونکی ناواقفی کا بیان کیا ہے
بہ نسبت جبرئیل اور میکائیل اور آدم کے جو اونہون نے لکہا ہے کہ یہہ اعلام نہین مین مدرسۃ العزبا
کے ادنی طالب علمون ہدایت النحو کے پڑہنے والون نے کیسی تجہیل اونکی کی ہے اور کیسے قہقہہ
اونکے ناواقفیت پر اوڑائے ہین چنانچہ مفصل حال اوسکا پرچہ عین الاخبار مراد آباد مطبوعہ ۲۶ جولائی
۱۸۸۰ء مین مرقوم ہے علاوہ ناواقفیت کے غباوت اس حد کو پہونچی ہے کہ ہرچند سمجہا یا جاتا ہے
مگر سمجہ مین نہین آتا تفسیر کبیر ہاتہہ مین لئے بیٹہے ہین اوسمین اسی آیۃ سے اوپر تاثیر سحر کے
استدلال کرکے لکہا ہے اما القران فقولہ تعالی فی ہذہ الآیۃ وماہم بضارین بہ من احد
الا باذن اللہ والاستثناء یدل علی حصول الاضرار بسببہ یعنی ثبوت ضرر سحر کا قران سے
اس آیۃ مین ہے کیونکہ استثناء دلالت کرتا ہے حصول اضرار پر بسبب سحر کے امام رازی
نے صاف اشارہ اسپر کیا ہے کہ مستثنی منہ ضرر پہونچانا بسبب سحر کے ہے چونکہ وہ منفی
ہے اوسمین سے اضرار بالسحر باذن اللہ کو بلفظ (الا) مستثنی کیا تو صاف حصول اضرار بالسحر

کسی رسول کو نہین بہیجا اور یہی معنی ہین رسالت کے بطلان کے اور آگے اسکے جو یہہ ہے کہ (الا لیطاع باذن اللہ) اسکے یہ معنی سمجہنے کہ رسولون کو اسواسطے بہیجا ہے کہ اونکی اطاعت بحکم خدا کیجاوے محض غلطی اور ناسمجہی ہے کبہی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص جہوٹا دعوی رسالت کا کرکے کوئی حکم دیتا ہے اور اپنی اطاعت چاہتا ہے اور شبہہ پڑتا ہے کہ یہہ حکم خدا کا ہے تو اوس شبہہ کے مٹانے کو یہہ فرمایا کہ (الا لیطاع باذن اللہ) یعنی ایسی حالت مین جو وہ حکم خدا کا حکم سمجہا جاوے تو اطاعت اوسکی خدا کے اذن سے کیجاوے اوس رسول کے کہنے سے اطاعت نکیجاوے غرضکہ (ما ارسلنا من رسول) نص صریح ہے اسپر کہ ہمنے کوئی رسول نہین بہیجا اسیطرح پر (ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ) سے استدلال کیا جاویگا ابطال رسالت پر کہ (ما ارسلنا من رسول) نص صریح ہے اوپر بطلان رسالت اور (الا بلسان قومہ) کا مطلب یہہ ہے کہ جہوٹا دعوی کرکے اپنی قوم کی زبان سے رسول بن جاے مین ہماری طرف رسالت نہین ہوئی اگر کوئی یہ کہے کہ سید الطائفہ یہہ کیونکر کہہ سکتے ہین کیا وہ اس قاعدہ عربیت سے واقف نہین کہ کلام استثنای متصل منفی مین ماقبل (الا) کے جو مستثنی منہ ہوتا ہے وہ بہت شقوق پر مشتمل ہوتا ہے اونمین سے ایک شق کا جو لعبد (الا) کے واقع ہے اثبات مقصود ہوتا ہے اور باقی شقون کی نفی مقصود ہوتی ہے چونکہ الوہیت بر حق مشرکین کے نزدیک مشتمل ہے اوپر بہت سے معبودونکے کہ منجملہ اونکے ایک اللہ بہی ہے لہذا الوہیت کو اور معبودون کی نفی کرکے مابعد (الا) کے جو معبود ہے اوسی کی الوہیت کے اثبات کیواسطے یہ کلام استثنائی فرمایا ہے مطلق الوہیت کی نفی نہین بلکہ معبودان غیر خدا کی الوہیت کی نفی ہے اور الوہیت اللہ تعالے کا اثبات ہے تو ہم کہین گے کہ فی الواقع جو تمہنے شرح کلام استثنائی کی کی صحیح ہے اور یہی معنی ہین قول علماء عربیہ کے کہ المستثنی ہو المخرج عن متعدد بالا واخواتہا اور یہہ ہی معنی ہین قول علماء اصول کے کہ الاستثناء ہو المنع عن

کہ وہ واجب التاثیر نہین جہان خدا کا حکم ہوا وہان ضرر پہونچا یا جہان نہوا وہان نہ پہونچا یا سحر موثر حقیقی نہین کہ اوسپر مطمئن ہوکر موثر حقیقی سے غافل ہو جاؤ خلاصہ کلام اس مقام مین یہہ ہے کہ قولہ تعالی ماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ کلام استثنائی ہے (الا) حرف استثنا ہے (باذن اللہ) مستثنی ہے (ماہم بضارین بہ من احد) مستثنی منہ ہے کہ متناول ہے اونکے اضرار بالسحر کو حالت اذن اللہ اور بغیر اذن اللہ مین ان دونون حالتون مین سے اضرار بالسحر باذن اللہ کو مستثنی کیا چونکہ مستثنی منہ منفی تھا لہذا اضرار بالسحر باذن اللہ کا مثبت ہونا واجب ہوا پس صاف معنی آیۃ کے یہ ہین کہ ساحر وہ بسبب سحر کے ضرر نہین پہونچانے والے مگر بسبب سحر کے باذن اللہ ضرر پہونچانے والے ہین یعنی خدا کا حکم ہوتا ہے تو بسبب سحر کے ضرر پہونچاتے ہین ورنہ نہین چنانچہ اسی قاعدہ پر سب مثالین جو ہمنے اوپر لکھی ہین مبنی ہین اب ہم سید الطایفہ سے دریافت کرتے ہین کہ آیۃ مانحن فیہ مین مستثنی منہ کیا ہے اگر (ماہم بضارین بہ من احد) ہی ہے تو آپ کی نہایت درجہ کی ناواقفی ہے کہ اس آیۃ سے کہ جس سے صراحۃ فی الجملہ تاثیر سحر کی ثابت ہے اوسپر ابطال سحر کے عموماً استدلال کرتے ہین اور اگر مستثنی منہ کوئی اور ہے تو فرمائے کہ کیا ہے اور ثابت کیجئے لیکن لحاظ رکھئے کہ استثنا از قسم بیان تغیر کے ہے کہ اوسکا مستثنی منہ سے موصول ہونا واجب ہے مفصول ہونا ممتنع ہے اور یہان بجز (ماہم بضارین بہ من احد) کی کوئی چیز موصول نہین اور آپنے جو یہ فضول باتین لکھی ہین کہ کبھی ایسا ہوتا ہے (الی) کہ جادو کے اثر سے ہوا ہے" یہ تو نہ مستثنی منہ ہوسکتا ہے نہ مفصولا مذکور ہے نہ مستثنی سے موصولا مذکور ہے پس یہہ سب باتین آپ کی مغالطہ اور محض بناوٹ ہین کلام معجز کے ایسے معنی کہنے چاہئین کہ نظم معجز سے مطابق قواعد عربیہ کے مفہوم ہوتے ہون اور بے قاعدہ ایک معنی اپنے دل سے گھڑکر اوسکو معانی قرآن قرار دینا نہایت مذموم ہے اور طریقہ یہود دیانہ اختیار کرنا ہے کہ جسپر نہایت

باذن اللہ کا ثابت ہوگیا سید الطایفہ نے یہی تقریر پرچۂ تہذیب نمبر ۲ یہ مرقوم یکم محرم ۱۲۹۳ھ
مین کی تہی ہمنے اونکو بذریعہ تحریر مطبوعہ نور الافاق ۱۰ صفر ۱۲۹۳ھ کی اونکی غلطی پر خوب آگاہ
کیا تہا اور بہت نظیرین اسکی اونکو سمجہائی تہین مگر مرض غباوت اور جہل مرکب کا علاج ہمارے
پاس کچہہ نہین ہے ٭ نی غلط گفتم کہ این قہر خداست ٭ علتی راپیش آوردن چراست ٭ اب ہم
چند کلام اسی قسم کے لکہتے ہین جس سے لغویت اور بطلان قول سید الطایفہ کا اور اونکی ناواقفیت
زبان عرب سے ثابت ہے (۱) ماکان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ نہین ہوتہا کسی پیغمبر کو
کہ لاوے کوئی معجزہ (یا سید الطایفہ کے مذہب پر یون کہو کہ لاوے کوئی حکم) مگر ساتہہ اذن خدا کے
کوئی کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر کا معجزہ یا حکم لانا باطل ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ اتفاقیہ اگر کوئی معجزہ یا حکم
آگیا تو اوسمین پیغمبر کی وساطت کو کچہہ دخل نہین کیا کوئی مسلمان اس آیۃ کا انکار کرسکتا ہے کہ ما آتاکم الرسول
فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (۲) ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کون کہہ سکتا ہے کہ موت
کا ہونا باطل ہے (۳) یوم یات لا تکلم نفس الا باذنہ کون کہہ سکتا ہے کہ قیامت کے دن کسی
نفس کا کلام کرنا باطل ہے (۴) ماکان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن اللہ (۵) لا تنفع الشفاعۃ
الا لمن اذن لہ (۶) ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ (۷) لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال
صوابا (۸) شعر لم تلق ہذا الوجہ شمس نہارنا ٭ الا بوجہ لیس فیہ حیاء کونسا احمق ہے کہ یہہ
کہہ سکتا ہے کہ شمس کا مقابلہ مین ہونا ممدوح کے مقصود نہین سوا اسکے بہت سے اسکی نظایر
ہین اون سب مین کلیۃ وعموماً نفی مستثنی منہ کی مقصود نہین بلکہ سب مین مستثنی منہ کا اثبات ایک
طور خاص پر یا ایک فرد مستثنی منہ کا اور ما بقی کی نفی مقصود ہے اسیطرح یہان بہی یہ مقصود ہے
کہ بسبب سحر کے باذن اللہ ضرر پہونچا سکتے ہین اور بدون اذن خدا کے کچہہ ضرر نہین پہونچا سکتے
یعنی وہ لوگ جو سحر کو واجب التاثیر سمجہتے تہے کہ ہر حال مین خواہی نخواہی ضرر پہونچاتا ہی ہے اوسکا یہ رد ہے

الا بوجہ لیس فیہ حیار ای لقیقۃ بوجہ لیس فیہ حیار پس صاف مطلب آیۃ کا یہہ ہے کہ اگر خدا کا حکم ہوتا ہے تو سحر کے سبب سے ضرر پہونچ جاتا ہے نہ یہہ کہ کبھی سحر سبب ضرر کا نہین ہوتا

قال ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ آیتون مین دو زمانہ کے لوگون کا ذکر ہے ایک اوس زمانہ کے یہودیون کا جو حضرت سلیمان کے وقت مین اور اونکے بعد تھے اور ایک اون لوگون کا جو ہاروت و ماروت کے زمانہ مین تھے ان لفظون تک کہ بابل مین ہاروت و ماروت دو فرشتون پر اوتاری گئی ہے اون لوگون کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان کے وقت مین اور اونکے بعد تھے اور ان الفاظ سے کہ اور وہ کسیکو نہین سکہاتے ان الفاظ تک اور اونسے سیکھتے تھے وہ چیز جو اونکو نقصان دیتی تھی اور نہ نفع پہونچاتے تھے اون لوگون کا ذکر ہے جو ہاروت و ماروت کے زمانہ مین تھے اور اوسکے بعد عام یہودی مخاطب ہین جو توریۃ سے جانتے تھے کہ جادو گناہ اور کفر ہے **قلت** یہہ بیان آپ کا غلط ہے ہمنے پیشتر اوس سے تعرض نہین کیا تہا اور اس مقام پر اوسکے ابطال کو مناسب جانا تہا سو اب ہم یہہ کہتے ہین کہ یہہ کہان سے معلوم کیا کہ ما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت تک اون یہودیون کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان عم کے زمانہ مین تھے اگر آپ یہہ کہین کہ (ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان) جسکے معنی ہین کہ پڑہتے تھے شیاطین سلیمان کے عہد مین اسپر دلیل صریح ہے تو ہم کہین گے کہ شیاطین سے آپ نے آدمی کفار مراد لئے ہین حالانکہ سلیمان عم کے زمانہ مین بنی اسرائیل مین سے ایک آدمی بہی کافر نہ تہا چنانچہ بحث اسکی مفصلاً ہو چکی ہے اور آپ سے یہہ بات اصلا ثابت نہو سکی کہ سلیمان عم کے وقت مین کوئی ایک آدمی بہی بنی اسرائیل مین سے کافر تہا بلکہ ہمیشہ خود آپ نے یہودیون کے دو گروہ قرار دیکر اون دونون کو دو گروہ خدا پرست قرار دیا ہے پس آپکا یہہ کہنا کہ اون یہودیون کا جو سلیمان عم کے زمانہ مین تھے غلط ہے اور خود آپ ہی کے قول کے خلاف ہے اور اگر شیاطین سے مراد جن

شدید وعید قران مجید مین وارد ہے علاوہ بران (فیتعلمون منہما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ) صاف ناطق ہے اسپر کہ اونکی اوس علم مین اسقدر تو اثر تہا کہ اوسکے سبب سے مرد اور اوسکی عورت کے درمیان مین تفرقہ ڈالتے تھے پس یہہ کہنا سید الطایفہ کا کہ سحر کچہ اثر نہین رکہتا صریح خلاف نص قرانی کے ہے سوا اسکے قران مجید سے ثابت ہے کہ سحر ساحران فرعون کے یہہ اثر مترتب ہوا تہا کہ اونکی رسیان اور لاٹھیان دوڑتی ہوئی سانپ متخیل ہوتی تہین اور سید الطایفہ نے اونکے عمل اور حضرت موسی عم کے عمل کو ایک ہی قسم کا قرار دیا ہے اور چونکہ خدای تعالی کے فرمانے کے بموجب مطابق نصوص توریۃ اور قران مجید کے عمل ساحران مذکور کا سحر ہی تہا تو سید الطائفہ کے قول کے مطابق ضرور ہوا کہ عمل حضرت موسی عم کا بہی سحر تھا اب دیکہیے کہ اوس عمل حضرت موسی پر کیسا اثر مترتب ہوا اور اونکے اوس عمل نے کیسی کیسی تاثیرین کین پس سید الطایفہ کا یہہ کہنا کہ سحر کچہہ اثر نہین رکہتا صریح برخلاف نصوص کتب الٰہیہ اور خلاف مشاہدات کے ہے اور خود انہین کی تصریحات تہذیب بحریہ مرقوم یکم محرم ۱۲۹۳ھ کے برخلاف ہے **قولہ** ایسی حالت مین جو کچہہ کام ہو جاتا ہے وہ خدا کے حکم سے ہو جاتا ہے کچہ جادو یا عمل کے سبب سے نہین ہوتا **اقول** یہہ بہی قران کے معنی کی تحریف ہے اسلئے کہ بموجب قاعدہ کلام استثنائی کی تقدیر اس کلام کی یہہ ہے کہ (ماہم بضارین بہ من احد الا انہم ضارون بہ باذن اللہ) یعنی وہ بسبب سحر کے کسیکو ضرر پہونچانے والے نہین مگر بحکم خدا ہی سحر کے سبب سے ضرر پہونچانے والے ہین ایسے ہی (ما آمن لموسی الا ذریۃ من قومہ) اے آمن ذریۃ من قومہ (نہین ایمان لائی موسی پر مگر ایک ذریۃ اوسکی قوم مین سے یعنی ایمان لائے ایک ذریۃ اوسکی قوم سے (ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو) اے ہو کاشف لہ (اگر پہونچاوے تجہکو خدا کچہ ضرر اوسکا دفع کرنے والا کوئی نہین مگر وہی) یعنی اوسکا دفع کرنے والا وہی ہے لم تلق ہذا الوجہ شمس نہارنا ؛

معلوم ہے کہ صرف غرض تحریف قران ہے واسطے افشاء الحاد و نیچریت کے پیرایہ ادعار اسلام مین یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اب یہہ بحث ختم ہوئی اور ہمنے مفصلاً اونکی غلط باتون کا رد کردیا اب یہان چند امور کا بیان مجملاً کہ جسکی تفصیل اوپر ہو چکی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ بنا سب تحریفات سید الطایفہ کی زیادہ تر اونہین پر ہے حالانکہ اونہین سے ایک کو بہی ثابت نکر سکے بلکہ ہماری تحریر سے بطلان اونکا قرار واقعی ثابت ہوگیا ہے (۱) سلیمان عم کے عہد مین بت پرستی کی کچہ ممانعت نتہی (۲) بت پرستی خود اونکے محلون مین ہوتی تہی بہت سی عورتین اونکے محلون مین تہین اور تمام بت پرست قومین اونکی مددگار تہین (۳) مجمع فریمسن اونکے عہد مین قایم ہوگیا تہا (۴) اونکی سلطنت مین خرابیان ہوگئی تہین اور اونکا زمانہ ایک ابتر حالت مین ہوگیا تہا (۵) اونکی سلطنت مین دو گروہ خدا پرستون کے بایکدگر مخالف تہے (۶) تیسرا گروہ موجود تہا وہ حضرت سلیمان کے ساتہیون مین شمار ہوتا تہا (۷) کلمہ شیاطین جو آیات مین ہے اوس سے کافر آدمی مراد ہین (۸) ہاروت و ماروت فرشتے نتہے در آدمی کافر شام کے رہنے والے تہے (۹) حیرام بادشاہ صور کے ہان بہی مجمع فریمسن کا تہا (۱۰) سب سے زیادہ اصلاح قران مجید کی زیادہ کردینے لفظ لبطنہم اور اور چند الفاظ کے الغرض یہہ دس دعوی سید الطایفہ کے ہین مگر انمین سے ایک بہی ثابت نہین اور زیادہ تر بنار اونکی تحریف کی انہین امور پر ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اور نصرانی جو نبوۃ حضرت سلیمان کا انکار کرکے اونکو بت پرست کہتے ہین اور بہت سی جہوٹی جہوٹی باتین اونکی نسبت اونہون نے لکہہ رکہی ہین اونہین کی پیروی سید الطایفہ نے بہی کی ہے اور خود سید الطایفہ بہی خوب سمجہ رہے ہین کہ وہ کتابین جنسے یہہ مضامین مستنبط کئے ہین محض اباطیل یہود و نصاری اور مفتریات ہین اسی سبب سے اونہون نے اس بحث مین کسی ایک کتاب کا بہی نام نہین لکہا مگر بڑی شرم کی بات ہے

ہین جیسا کہ ہمنے ثابت کر دیا ہے تب تو کسیطرح پر بہی اس آیۃ سے ذکر یہودیون زمانہ سلیمان کا
مستنبط نہین ہو سکتا بہرحال ان سب آیات مین اونہین یہودیون کا ذکر ہے جو بعد سلیمان عم کے
مرتد اور کافر ہو گئے تہے پہر آپ اس امر کو بہی ثابت نہ کر سکے کہ ہاروت و ماروت جو بقول آپکے
دو کافر ملک شام کے تھے کس زمانہ مین تہے حضرت سلیمان کے زمانہ مین تھے یا اون سے پیشتر
یا اونسے بعد اگر حضرت سلیمان سے پیشتر یا اونکے عہد مین تھے تو اسپر کیا دلیل ہے کہ اونکی تعلیم
حضرت سلیمان عم کے بعد شروع ہوئی او حضرت سلیمان عم سے پیشتر یا اونکے عہد مین نہ ہوئی پہر
یہہ جو کہتے ہین کہ اسکے بعد عام یہودی الخ یہہ بہی صحیح نہین اسلئے کہ (ولقد علموا) سے تا
(من خلاق) جملہ حالیہ ہے اور صاحب حال وہی فریق ہے جو (نبذ) کا فاعل ہے اس جملہ مین اونہین
کی مذمت اور اونہین پر ملامت اور اونہین کی خراب حالی کا بیان ہے یعنی باوجودیکہ اسبات کو
جانتے تھے کہ جس نے ایسا معاملہ کیا کہ کتاب اللہ کے عوض مین یہہ خراب چیزین اختیار کین اوسکو
آخرۃ مین کچھ بہتری نہین تسپر جان بوجہہ کر اونہون نے ایسا کیا بعد اسکے پہر کلمہ (بئس) سے
جو انشاء ذم کے واسطے موضوع ہے زیادہ تر اونپر ملامت فرمائی اور چونکہ عموماً سب یہودیون نے
سحر اور اوسکے مثل فنون مضرت رسان کا سیکہنا اختیار نہین کیا تہا چنانچہ کلمہ (نبذ فریق منہم)
اسپر نص صریح ہے پس کلمہ (اشتروا) (جو بجاے کتاب اللہ کے سحر وغیرہ کے اختیار کرنے پر دلالت
کرتا ہے) جملہ یہودیون سے متعلق نہین ہو سکتا ہم کو نہایت افسوس ہے سید الطایفہ کے
حال پر کہ بوالفضولی مین پہر کر کلام معجز کی تفسیر کرنے بیٹھے ہین جب وہ ایسے ایسے ظاہر
اور واضح بیان کو بہی بسبب اپنی ناواقفی کے علوم معانی و بیان سے نہین سمجہ سکتے تو جو اشارات
اور رموز کہ جنکا سمجہنا موقوف ہے اوپر کمال علم معانی و بیان وغیرہ کے کیا خاک سمجہ سکینگے
مگر اس سے اونکو کیا غرض ہے جو مطلب اونکا اس خامہ فرسائی سے ہے وہ سب اہل ایمان کو

سید الطائفہ نے باوجود اسکے کہ کسی فن مین استعداد نہین رکہتے اور علوم عربیہ سے تو محض نابلد
ہین ایسی بحث اہم مین ازراہ بوالفضولی اور جہل مرکب کے دخل دیا ہے اور قدم قدم پر ٹہوکرین کہائی
ہین آری خوش گفتہ مثنوی آن منافق باموافق در نماز ٭ از پے استیزہ آید نے نیاز ٭
این کند از امردان بہر ستیز ٭ بر سر استیزہ رویان خاک ریز ٭ در نماز و روزہ و حج و
زکوۃ ٭ با منافق مومنان در برد و مات ٭ مومنان را برد باشد عاقبت ٭ بر منافق مات اندر آخرت
حرف درویشان بدزدد مرد دون ٭ تا بخواند بر سلیمی صد فسون ٭ کار مردان روشنی و گرمی است
کار دونان حیلہ و بے شرمیست ٭ خرقہ پشمین از برای کد کنند ٭ بومسیلم را لقب احمد کنند ٭
بومسیلم را لقب کذاب ماند ٭ مر محمد را اولو الالباب ماند ٭ مخفی نہ رہے کہ حجج شرعیہ بیان کے
محتمل ہوتے ہین اور بیان پانچ قسم پر ہے (اول) بیان تقریر یعنی تاکید کلام کی کہ جسسے احتمال مجاز کا باقی
نہ رہے (دوم) بیان تفسیر مثل بیان لفظ صلوۃ اور صیام و زکوۃ کے (تیسری) بیان تغییر مثل
استثنا کے کہ جس سے یہ بات ظاہر ہو کہ منجملہ اون چیزون کے جنکو کلام متناول تہا بعض مراد ہین
نہ کل چنانچہ بحث سابق مین اوسکا حال مختصرا بیان کیا گیا ہے (چوتہے) بیان ضرورۃ یعنی کوئی لفظ
تو ایسا نہ بولا گیا ہو کہ اوس بیان پر دلالت کرے مگر سکوت مراد پر دلالت کرتا ہو مثل وورثہ ابواہ فلامہ
الثلث چونکہ اس کلام سے یہ بات تو متحقق ہوئی کہ میراث کی مستحق بجز مان باپ کے اور کوئی
نہون اور حصہ میراث کا انہین دونون مین ہوا اور یہہ بہی معلوم ہوا کہ اون دونون مین سے مان
صرف ایک ثلث کی مستحق ہے پس گو کہ بہ نسبت دو ثلث کے سکوت ہے لیکن چونکہ حصہ میراث
اونہین دونون مین تہا یہ سکوت ہی بیان ہے اسکا کہ دو ثلث باقی ماندہ کا مستحق باپ ہے
یا مثلا آیۃ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم بیان حرمت ذبائح مشرکین کا ہے اسلئے کہ مسلمان
اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے ذبائح سے اوس عہد مین پرہیز کرتے تہے جب اہل کتاب کے ذبائح کے

کہ بعض ایسے ایسے امور جنکے اہل اسلام قایل ہین اور کتب انبیا سابقین سے اور قرآن مجید سے ثبوت اونکا واضح ہے اور یہود و نصاری کا بھی اوسپر اتفاق ہے مثل قصہ آدم عم اور وجود شیطان اور جنون اور ملائکہ وغیرہا کی گمراہ ملاحدہ و فرنگ کو اور بہ تبعیت اونکے سید الطایفہ کو اونکا انکار ہے اونکی نسبت تو بہت زبان درازی کرتے ہین کہ مفسرین اور علماء اسلام یہود کی پیروی کرتے ہین مگر جب کوئی بات خلاف قران مجید کے بتقلید ملاحدہ اور اپنی خواہش کے موافق لکھتے ہین تو اوسمین یہانتک اتباع یہود و نصاری کا ہوتا ہے کہ اونکے مفتریات کو بھی نصوص قران پر ترجیح دیتے ہین اور اونکے مفتریات کی پیروی سے قران مین تحریف کرنے سے بھی کچھ خوف نہین کرتے اور ایک بڑے جلیل القدر نبی جسکی قرب و منزلت اور نیکوکاری کا قران مین بہت صراحت کے ساتھہ بیان ہے اوسکو مرتکب جرایم کبیرہ کا جو ہر آئینہ شان نبوۃ سے نہایت مستبعد بلکہ محال ہے ٹھہراتے ہین اب مین اس مقام پر کیا کہون بجز اسکے (مثنوی) چون قلم در دست غدارے بود ✤ لاجرم منصور بر دارے بود ✤ چون سفیہان راست این کار و کیا ✤ لازم آمد یقتلون الانبیا ✤ **قال اللہ تعالی**

ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا یعنی جو کچھہ منسوخ کرتے ہین ہم کسی آیۃ سے یا بھلا دیتے ہین ہم اوسکو تو لاتے ہین اوس سے بہتر یا مانند اوسکی " یہان بحث نسخ کی ہے اور یہ بحث نہایت دقیق ہے اور اون امور اہم مین سے ہے کہ جب تک اسکے اصول مین واقفیت کامل حاصل نہو استنباط احکام فقہیہ مین دخل دینا غیر ممکن ہے لہذا ہمارے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے اسکی تحقیقات مین بہت کوشش کی ہے اور بکمال نظر دقیق اور تحقیق کے ساتھہ اسکے مسایل کو صاف کیا ہے اس بحث مین دخل دینا ہر کس و ناکس کا کام نہین (مثنوی) از کرد اللہ کار ہر اوباش نیست ✤ ارجبی برای ہر قلاش نیست ✤ پیل باید تا بخسپد او ستان ✤ خواب بیند خطہ ہندوستان ✤ خر نہ بیند ہیچ ہندوستان بخواب ✤ خر ز ہندستان نکرد ست اغتراب ✤ تا کہ نمرودی تو در آتش مرو ✤ رفت خواہی اول ابراہیم شو

غباوۃ او ناواقفی زبان عرب اور فہم معانی قران سے بجہا سے سابقہ مین ظاہر کی ہے اسیطرح پر اس بحث
مین بہی انکار کرتے ہین **قال** اس آیۃ کی تفسیر مین مفسرین نے بے انتہا کچہ بحثیان کی ہین اور
مذہب اسلام کو بلکہ خدا کو بدنام کیا ہے اور قران مجید کو ایک شاعر کی بیاض بنا دیا ہے **قلت** شرم
نہ آئی یہ بات کہتے ہوئے وہ لغویات جو قصہ حضرت آدم اور شیطان و ملائکہ اور حضرت سلیمان مین لکہے
ہین بہت جلد بہول گئے کہ قران مجید اور جملہ کتب سماویہ کو قصہ کہانی کی کتاب مثل کلیلہ دمنہ اور میر حسن کی
مثنوی اور گل بکاولی کے افسانہ جات کے ٹہیرایا ہے اور صاف لکہا ہے کہ یہہ قصہ بے اصل محض ہے اور
کلام غیر مقصود بہت قران مین بہر دیا ہے اور یہہ ایک اور تحریر مین حضرت آدم عم کو خیالی ٹہیرا کر اونکو خوب
کودایا اور نچایا ہے اور بہت سی (او اوا او اوای ای) کرائی ہے اور خوب گیت گوائے ہین ۔
بڑے شرم و حیا کی بات ہے کہ اپنے عیب اوروں پر لگاتے ہین مگر حقیقت یہ ہے کہ الحیاء شعبۃ من الایمان
جب ایمان ہی نہین تو حیا کہان کچہ فرمائے کہ کونسی بات مفسرین نے ایسی لکہی ہے کہ جسکی بنا پر
یہ تہمتین جو آپ نے اونپر لگائی ہین اون پر عاید ہوسکتی ہین بے اصل بات کہدینا تمام زمانہ مین اپنے
آپ کو کذاب مفتری مشہور کرنا ہے **قال** اونہین کچہ بحثون مین بعض مفسرین نے جنکو خدا نے
ہدایت کی ہے سیدہی راہ بہی اختیار کی ہے **قلت** مراد اس سے ابو مسلم جاحظ ہے جو رئیس معتزلہ
اور معتزلی غالی ہے اور اوسکو ہمارے علماء نے بہت تاڑا ہے اور ایسا مغلوب کیا ہے کہ اوسے
کچہ جواب بن نہ آیا اور اوسکے بعد جسقدر معتزلی المذہب مفسرین اونہون نے اوسکے قول کو متروک
کیا ہے چنانچہ جار اللہ زمخشری بہی کہ اکابر اہل اعتزال مین سے ہین اپنی تفسیر مین مطابق جمہور مفسرین
کے تفسیر کرتے ہین مگر جو کہ طبیعت مین سید الطائفہ کے نہایت درجہ کی کج روی اور میلان تمام بطرف
بطلان کے ہے اس سبب سے ہمیشہ وہ غلط کارون کی تقلید کرتے ہین **قال** جسکے مزاج مین
کج بحثی نہین ہے وہ اس آیۃ کو اور اوس سے پہلی آیۃ کو پڑہ کر سیدہا اور صاف مطلب سمجہ سکتا ہے

حلت کی تخصیص فرمائی گئی تو بحکم ضرورۃ حرمت ذبائح مشرکین کی ثابت ہوگئی (ا بانچوان) بیان تبدیل
ہے جسکو اصطلاح مین بلفظ نسخ تعبیر کرتے ہین اور تعریف اسکی یہہ ہے کہ وارد ہونا ایک دلیل شرعی
کا بعد ایک زمانہ کے ایک دوسری دلیل شرعی سے کہ مقتضی خلاف حکم شرعی سابق کے ہو چونکہ شارع جل وعلا
شانہ کے علم مین یہہ بات تہی کہ یہ حکم اول ایک وقت معین تک موقت ہے مگر اوسکا وقت ہم کو معلوم
نہتہا اس سبب سے یہ حکم ثانی بیان ہے اتمام مدت حکم اول کا باعتبار شارع کے اور تبدیل ہے
باعتبار ہمارے بسبب لاعلمی ہماری کی اوس مدۃ معینہ سے درحقیقت وہ حکم سابق اوس مدۃ پر پورا
ہوگیا چنانچہ یہی ہے مطلب جناب مسیح عم کے اس فرمانے کا کہ یہہ خیال نکرو کہ مین توریۃ اور نبیون
کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا مین منسوخ کرنے کو نہین آیا بلکہ پوری کرنے کو آیا ہون ایک نقطہ یا ایک شوشہ
توریۃ کا نہ مٹیگا جب تک سب کچہ پورا نہو (باب ۵ - ۱۷ و ۱۸ متی) پس جو احکام کتب سماویہ کے
نزول انجیل تک پوری ہوگئی اور اونکی جگہہ کوئی دوسرا حکم فعل یا ترک کا نافذ ہوا اونکا اتمام اور تکمیل
انجیل سے معلوم ہوگیا اور جو احکام توریۃ اور انجیل کی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام تک
پورے ہوگئے اور اونکی جگہہ دوسرا حکم یا اونکے ترک کا حکم ہوا اونکا اتمام اور تکمیل شریعت محمدیہ صلعم سے
ظاہر ہوا اور اسی امر پر اشارہ ہے نص قرانی کا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی یعنی تمامتر
تکمیل شریعت کی جو نعمت عظمی ہے اب ہوچکی چونکہ بعد اسکے سلسلہ نبوۃ اور وحی تشریعی کا ختم ہوگیا پس
اب یہہ شریعت بہمہ وجوہ مکمل ہے اور محل نسخ وہ حکم شرعی ہے کہ قید تابیدیعنی دوام اور توقیت یعنی
قید وقت سے مطلق ہو یعنی اوسمین دوام اور مدت کی کچہ قید نہو ہمنے یہہ امور اس جگہ مختصراً بقدر
ضرورت لکہے ہین اور مفصلاً بیان اوسکا معہ شرائط و دیگر امور کے کتب اصول فقہ مین مذکور ہے اب ہم
سید الطایفہ کے اقوال کیطرف کہ محض از راہ جہالت کے اونمین بہت زبان درازی بہ نسبت طعن
کے علماء اعلام پر جو ارکان دین مین کی ہے متوجہ ہوتے ہین اور جسطرح سید الطایفہ کی جہالت اور

والمشرکین) دو فریق کا ذکر ہے ایک اہل کتاب دوسرے مشرکین یعنی اہل کتاب اور مشرکین
دونون فریق اسکو دوست نہین رکہتے کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے کچھ بہلائی اوترے
سید الطایف نے ازراہ جہالت اور فساد طبیعت کے اہل کتاب کی نسبت تو لکھا کہ وہ دوست نہین رکہتے
کہ تمہارے اوپر کچھ بہلائی اوترے مگر کلمہ مشرکین کی طرف سے جو اونکے مدعا کے مضر تہا ایسی آنکھین بند
کرلین کہ گویا اونکے نزدیک اس آیۃ مین تہا ہی نہین اور کلمہ مشرکین کو بالکل نسیاً منسیاً کر کے صرف
اہل کتاب کے رد پر آیۃ (ما ننسخ من آیۃ) کو محمول کیا ہے حالانکہ مشرکین عرب بہی تبدیل احکام کی
بابۃ اعتراض کرتے تھے چنانچہ آیۃ سورہ نحل سے واضح ہے واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ والله اعلم
بما ینزل قالوا انما انت مفتر یعنی جب کہ بدلتے ہین ہم کسی آیۃ کو بجاے دوسری آیۃ کے اور الله خوب جانتا
ہے اوس چیز کو جسکو وہ نازل کرتا ہے تو کہتے ہین وہ پیغمبر کو تو تو صرف افترا کرنے والا ہے" پس جب یہ امر
خوب ثابت ہوگیا کہ یہود اور مشرکین دونون فریق نسخ کی آیات پر اعتراضی تھے تو اونکے رد مین جو یہ فرمایا
کہ (ما ننسخ من آیۃ) اوسکو صرف اہل کتاب کے رد پر محمول کرنا صاف جہالت یا دیدہ ودانستہ حق بات
کو چہپانا ہے یہ بات کسیطرح کسی صاحب عقل کے خیال مین نہین آسکتی کہ اعتراض تو دو فریق کرین اور
جواب صرف ایک فریق کو دیا جائے اور دوسری فریق کے اعتراض کا کچھ جواب نہ دیا جائے اور اوسکے جواب سے
ایسا سکوت کیا جاوے کہ گویا اعتراض کو اوس فریق کے تسلیم کرلیا حاشا وکلا بلاغت قران نہ اسکی
مقتضی نہین یہود کا جو اعتراض تہا وہ تو بہ نسبت نسخ آیات توریۃ کے تہا اور مشرکین کا بہ نسبت
آیات قران کے تہا اون دونون کے رد مین وہ کلمات جامعہ فرمائے کہ ایک بات مین دونون
فریق کے اعتراض رد ہوگئے پس اوس جواب کو صرف ایک ہی فریق کا جواب سمجھنا صریح غلطی
اور صاف کج بحثی واسطے کتمان حق کے ہے سوا اسکے یہ ہے کہ آیۃ سابقہ مین جو اہل کتاب اور
مشرکین دو فریق کی ناخوشی کا ذکر ہے محتمل ہے کہ والله یختص برحمتہ مین آخر آیۃ تک تو رد ہو

قلت واقعی یہی بات ہے مگر عالم اور جاہل مین اور محق و مبطل مین اتنا فرق ہے کہ عالم اور محق تمام کلمات آیۃ پر لحاظ کرتا ہے اور جاہل اور مبطل منجملہ کلمات کے ایک کلمہ پر تو لحاظ رکھتا ہے اور ہوا نفسانی اوسکی اور کلمات کی طرف سے اوسکی آنکھون کو بند کر دیتی ہے اور توجہ قلبی کی مانع ہوتی ہے لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری مین صرف لاتقربوا الصلوۃ ہی پر اوسکی نظر جاتی ہے اور وانتم سکاری پر خیال بھی نہین کرتا کلوا واشربوا ولاتسرفوا مین بہایم کی طرح کلوا واشربوا پر تو عمل کرتا ہے اور لاتسرفوا کو نسیاً منسیاً کر دیتا ہے اور ایسا ہی حال ہو جاتا ہے جیسا کہ کلام استثنائی مین بحث سابقہ مین سید الطائفہ کا حال ہے اسمقام مین بہی مجکو اوسیکی قریب قریب معلوم ہوتا ہے چنانچہ قول آیندہ مین صاف معلوم ہو جاویگا **قال** اس آیۃ سے پہلی آیۃ مین خدای تعالی نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب اس بات کو دوست نہین رکھتے کہ خدا کی طرف سے تمپر کچھہ بھلائی اوترے اور بھلائی سے علانیہ مراد قران اور احکام شریعت ہین اہل کتاب جو اس بات کو دوست نہین رکھتے تھے اوسکی دو وجہین تہین اول یہ کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل مین گذرے تھے اور اونکو پسند نہین تہا کہ بنی اسمعیل مین جنکو وہ بالطبع حقیر ہی سمجھتے تہے کوئی نبی پیدا ہو اسلئے اوسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ اللہ مخصوص کرتا ہے اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے دوسری وجہ یہہ کہ احکام شریعت محمدی کے موسوی شریعت کے احکام سے کسیقدر مختلف تھے اور یہودی اپنی شریعت کی نسبت سمجھتے تھے کہ وہ دائمی ہے اور کبھی کوئی حکم اوسکا تبدیل نہین ہوگا اسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ جو آیۃ کہ ہم منسوخ کرتے ہین یا بہلا دیتے ہین تو اوسکی جگہہ اوسکی مانند یا اوس سے بہتر آیت دیتے ہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مقام مین آیۃ کے لفظ سے قران کی آیۃ مراد نہین بلکہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدی سے یا جن احکام شریعت موسوی کو یہودیون نے بہلا دیا تہا وہ مراد ہین **قلت** دیکہہ لو وہی امر پیش آیا جسکو ہمنے علامت تمیز کی درمیان محق و مبطل اور عالم و جاہل کے ٹہیرایا ہے پہلی آیۃ مین ما یود الذین کفروا من اہل الکتاب

صرف منسوخ الحکم مع بقاء التلاوۃ ان تینون قسمون کے امتناع پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی قایم نہین
پس اونکے جوازمین بدون کسی دلیل عقلی یا نقلی کے کلام نہین ہوسکتا کتب سماویہ جو انبیاء بنی اسرائیل
پر نازل ہوئی تہین وہ سب کی سب یا اکثر اونمین سے اب بکلماتہا موجود نہین ہین خود توریۃ ہی کو دیکہو
وہ کلمات جو الواح پر دست قدرت کے لکہے ہوئے تھے اب کہان ہین دیکہو سفر خروج کے ۳۱
باب کا ۱۸ ورس وہ کلمات جو حضرت موسی عم نے اپنے ہاتہہ سے لوحون پر لکہے تھے اب
کہان ہین اونکا تو اب کہین پتہ بہی نہین اور یہی معنی ہین نسخ تلاوۃ کے اب جسقدر بنام نہاد
توریۃ کے مشہور ہین توریۃ نہین بلکہ غایۃ الامر یہ کہہ سکتے ہین کہ تراجم ہین یہی حال ہے سب
کتابون سابقہ کا اور چونکہ بعض احکام بہی اونکے منسوخ ہین پس وقوع قسم اول اور دوم مین بہ نسبت
کتب سابقہ کے کچہ شک وشبہ نہین باقی رہی آیات قران اونمین بہ نسبت قسم اول اور دوم کے وقوع
مین اختلاف ہے باہم علماے اسلامیہ کے اور ہر ایک فریق اپنی اپنی دلیلین اور جواب اولہ
فریق ثانی کا پیش کرتا ہے اور یہ بحث باہم بہت مبسوط ہے بالاستیعاب اوسکا یہان لکہنا کچہ
ضرور نہین قسم ثالث کی نسبت سب علماء اور ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے بجز ابو مسلم جاحظ معتزلی کے
اصول امام فخر الاسلام بزدوی اور توضیح صدر الشریعۃ اور مسلم الثبوت مولانا محب اللہ
اور اوسکی شرح مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہم سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب جاحظ کا یہ ہے کہ
عموماً نسخ خواہ نسخ بعض احکام کتب سابقہ کا ہو یا بعض احکام قران کا ہو واقع نہین ہوا
چنانچہ وہ لکہتے ہین کہ اجمع المسلمون علی جوازہ ووقوعہ سمعا خلافا لابی مسلم وہو الصحیح
من مسلم الا بتاویل اور بعد اسکے اوسکے قول کی تاویلات کی ہین منجملہ اون تاویلات کے یہہ
تاویل بہی ہے کہ مطلب اونکا یہ ہے کہ خاص احکام قران مین نسخ نہین احکام کتب سابقہ مین
البتہ نسخ ہے سید لطایفہ نے بہ نسبت قسم اول اور دوم کے اوپر اونکے قایلین کے بہت

اہل کتاب کا اور مانسخ من آیۃ مین رد ہو مشرکین کا اس صورت مین بجز آیات قران کے توریۃ کے
احکام کا مراد لینا صحیح نہین ہوسکتا بہرحال تخصیص احکام توریۃ کی کسی صورت مین صحیح نہین اب ہم مطابق
قاعدہ عربیۃ کے بہی سید الطایفہ کی تخصیص کا بطلان ظاہر کرتے ہین کہ (ما) شرطیہ الفاظ عموم سے ہے
اور علم اصول مین بہی یہ امر مسلم ہو چکا ہے چنانچہ وہ لکہتے ہین کہ بالعموم لا یحتمل الخصوص ما تفعلوا من خیر
یعلمہ اللہ ما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ہو خیرا و اعظم اجرا اسی سبب سے جار اللہ زمخشری
نے مانسخ کی تفسیر اسطور پر کی ہے کل آیۃ تذہب بہا الخ اور (من) استغراقیۃ جو (من آیۃ) مین ہے یہہ
بیان ہے اوسی کلمہ ما کا جو واسطے عموم کے ہے پس ایسے عام کا جو احتمال خصوص بہی نہین رکہتا
بلا دلیل قوی کے مخصوص آیات کتب متقدمہ سے کرنا اور اوسکو مشتمل اوپر قران کے نہ سمجہنا صراحۃ
مخالفت لغت ہے بعید نہین کہ سید الطایفہ یہہ کہین کہ بہ قرینہ مذکور ہونے اہل کتاب کی آیۃ سابقۃ
مین ہمنے کلمہ (ما) کو خاص ٹہیرایا ہے تو ہم کہینگے کہ اس بات کو ہم رد کر چکے ہین اور بسبب مذکور ہونے
مشرکین کے ساتہ اہل کتاب کے آیۃ سابقۃ مین زیادہ تر تائید اسکی ہے کہ کلمہ (ما) اس جگہ خصوصیت
کا محتمل بہی نہین علاوہ بران اگر ذکر بہی مشرکین کا آیۃ سابق مین نہوتا اور سبب نزول آیۃ کا اعتراض
اہل کتاب ہی کا ہوتا تب بہی سبب نزول کی وجہ سے حکم عام مخصوص نہین ہوسکتا کیونکہ یہ مسئلہ
مسلم الثبوت ہے کہ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص الاسباب اب کدہر گئے ابو مسلم جاحظ
معتزلی اور اونکے مقلد سید الطایفۃ النیچریہ ذرا دل مین انصاف کرین کہ اس آیۃ مین کج بحثی
اونکی ہے یا ہماری مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کی اور کسکی تفسیر بلحاظ جملہ کلمات آیۃ سابقۃ کے مطابق
لغت و بلاغت قران کے قابل قبول ہے اور کسکی خلاف لغت و بلاغت قابل رد کے ہے جب
یہ بات ثابت ہوچکی تو اب ہم کہتے ہین کہ باعتبار آیۃ منسوخہ کے تقسیم نسخ کی تین طرح پر عقلا ہوسکتی
ہے (۱) آیۃ منسوخۃ منسوخ التلاوۃ والحکم (۲) صرف منسوخ التلاوۃ مع بقاء الحکم (۳)

صیح ہو سکے اگر وہ یہ کہین کہ خدا کی قدرۃ سے وہ احکام صحیفون اور سینون سے محو ہو گئے تو ہم کہینگے
کہ یہ تو عین مدعا ہمارا ہے اس صورت مین صرف نزاع اسپر باقی رہتا ہے کہ یہ آیۃ مخصوص بہ نسبت
توریۃ ہی کے ہے یا توریۃ اور قران دونون کے نسبت ہے اور اگر یہ کہین کہ متقدمین یہود نے اونکو
اسفار توریۃ سے خارج کردیا تہا اور متاخرین کے پاس جو نسخے توریۃ کے پہونچے اون مین وہ داخل نہ تہے
اسلئے وہ اونکو بہولے ہوئے تہے تو ہم کہین گے کہ اس صورت مین اونکے عوض او نسے بہتر یا اونکی
مثل کون سے احکام نازل ہوئے اور کسپر نازل ہوے یا یہ بات ہے کہ احکام آلہی پر عمل نہ ہونا اور
اونکو متروک کرنا اونپر عمل کرنے اور ملحوظ رکہنے سے سید الطایفہ کے نزدیک بہتر ہے علاوہ برآن
اسصورت مین وقوع تحریف کا کتب سابقہ مین قایل ہونا پڑتا ہے حالانکہ ایک مسئلہ مسلمہ فرقہ نیچریہ
کا یہ ہے کہ (لا تحریف فی الکتب المقدسہ) غرضکہ ان وجوہ سے مصداق اونسہا کے احکام توریۃ
نہین ہو سکتے علاوہ برآن آیۃ سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ یعنی پڑہا دینگے ہم اے محمد پس
نہ بہولے گا تو اونکو مگر جسکو اللہ تعالے چاہے اس آیۃ سے صاف جواز وقوع نسیان کا ثابت ہے
پس سید الطایفہ نے بنسبت روایات کے جو بہو وہ کلمات لکہے ہین محض جہالت ہے اسلئے کہ اگر ہم
بہت تنزل کے ساتھ بہی کلام کرین تب بہی جواز وقوع مین توکسیطرح کا عذر نہین ہو سکتا اور ہرگاہ
کہ جواز وقوع مین کچہ تامل نہین اور روایات کہ بعض اونمین سے بروایت ثقات معتبرین منقول
ہین وقوع پر دلیل ہین پس اون روایات کو بلا تامل جہوٹہا اور مصنوعی کہہ دینا کسی صاحب ایمان
و دیانت کا کام نہین سید الطایفہ کی دیانت قابل لحاظ ہے کہ حضرت سلیمان کی نسبت جو یہودیون
نے جہوٹی اور مصنوعی ایسی ایسی روایتین بنالی ہین کہ بالکل خلاف عقل اور خلاف قران ہین اونکو تو
بلا تردد تسلیم کرلیتے ہین اور روایات ثقات اہل اسلام مین کہ مطابق قران کے ہین اور کوئی
دلیل اونکی رد کی نہین اونکو مصنوعی اور جہوٹی بتاتے ہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ

زبان درازی کی ہے اور بابت روایات کے جوازکی تائید مین بہت بیہودہ الفاظ محض از راہ عناد و فساد طینت کے زبان پر لائے ہین **قال** اکثر مفسرین نے ان دو لفظون یعنی نسخ اور ننسہا کی بنا پر جہوٹی اور مصنوعی روایتون کے بیان کرنے سے اپنی تفسیرون کے ورق کے ورق سیاہ کئے ہین مگر اونمین سے ایک روایت بہی صحیح نہین **قلت** یہ سب جاہلانہ تقریر ہے کہ اپنے مطلب کے خلاف جو کوی روایت پائی اوسکو بلا وجہ بلا دلیل جہوٹا اور مصنوعی کہدیا اور یہ شیوہ عموماً جہلا کا ہے کہ جب مغلوب ہوجاتے ہین اور کوی حجت و دلیل اپنے پاس نہین پاتے ہین تو صرف اتنی بات کہکر پیچھا چہڑاتے ہین کہ یہ حجت جہوٹی ہے سید الطایفہ کو لازم تہا کہ ان دونون قسمون کے عدم جواز پر کوی حجت قایم کرتے اور جب عدم جواز اونکا ثابت کرلیتے تب بہ نسبت اون روایات کے کوی حرف زبان پر لاتے اور بدون اسکے تو یہ سب تقریر اونکی جہوٹی بناوٹ ہے حالانکہ کلمہ (ننسہا) جسکا وہ خود ترجمہ یہ لکہتے ہین کہ ہم اوسکو بہلا دیتے ہین دلیل جواز و وقوع کی ہے اور اسکی توجیہ مین جو وہ یہ لکہتے ہین کہ جن احکام شریعت موسوی کو یہودیون نے بہلا دیا تہا وہ مراد ہین یہہ توجیہ اونکی تین وجہ سے باطل ہے (اولاً) جو تخصیص شریعت موسوی کی کرتے ہین وہ حسب وجوہ مرقومہ بالا غلط ہے (دوم) یہ کہ قرآن مجید مین خدای تعالی نے نسبت بہلا دینے کی اپنی طرف کی ہے یعنی ہم بہلا دیتے ہین نہ یہہ کہ یہودیون نے بہلا دیا تہا (سوم) یہ کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جس چیز کو ہم بہلا دیتے ہین تو اوسکے بدلے اوس سے بہتر یا اوسکی مثل لاتے ہین سید الطایفہ بتا دین کہ یہودیون نے جو حکم بہلا دئے تہے اونکے عوض خدا نے کون حکم بہیجا تہا اور پہر گا وہ کہ اون احکام کے عوض جنکو اونہون نے بہلا دیا تہا کوی حکم صادر نہین فرمایا پس وہ احکام مصداق (ننسہا) کے نہین ہوسکتے پہر احکام شریعت موسوی تو بزعم یہود سب اونہین اسفار مین ہین جو بنام نہاد توریت یہودیون کے پاس ہین اون احکام مین کونسا حکم ہے جسپر اطلاق بہلا دینے کا

کی لکھنے بیٹھے ہین اور مقابلہ علما اعلام کا یہی خیال خام دماغ مین ہے آدم بر سر مدعا ابو مسلم کا جو قول ہے وہ تمامتر خلاف سیاق آیت کے ہے اور قاعدہ عربیہ کے بھی خلاف ہے بلکہ ایک احتمال پر تو آیات کتب متقدمہ مراد ہو ہی نہین سکتین چنانچہ بحث اسکی اوپر ہو چکی بعد اسکے سید الطایفہ نے یہ عبارت تفسیر کبیر کی نقل کی ہے ومن الناس من اجاب بان الآیۃ اذا اطلقت فالمراد بہا آیات القرآن لانہ ہو المعہود عندنا ولقایل ان یقول لانسلم ان لفظ الآیۃ مختص بالقرآن بل ہو عام فی جمیع الدلایل سید الطایفہ نے اسکا ترجمہ یہ کیا کہ بعض آدمیون نے اسکا یہ جواب دیا کہ آیۃ کا لفظ جبکہ اطلاق کیا جاتا ہے تو اوس سے قران ہی کی آیتین مراد ہوتی ہین کیونکہ ہمارے نزدیک وہی آیتین مقرر ہین لیکن کوئی شخص اسکا جواب دیسکتا ہے کہ ہم یہ بات نہین مانتے کہ آیۃ کا لفظ قران کی آیتون سے مخصوص ہے بلکہ وہ عام ہے ہر دلیل پر بولا جاتا ہے **قلت** یہان بھی بسبب نافہمی کے معنی (اطلقت) مین غلطی کی (اطلقت) کے معنی اس جگہ یہ ہین کہ جب کلمہ آیۃ مطلق یعنی بلا کسی قید و قرینہ کے بولا جاتا ہے تو اوس سے مراد آیۃ قران ہے ہوتی ہین نہ آیات کتب قدیمہ اب سنئے جواب اس شبہہ کا (اولاً) کلمہ آیۃ اور آیات کا اطلاق قران مجید مین کئی چیزون پر آیا ہے (۱) معجزات (۲) قدرتی نشانیان جو اوپر ذات و صفات باری تعالی عز اسمہ کے دلالت کرتی ہین (۳) مطلق نشانی پر جو اوسکی معنی لغوی ہین (۴) قران کے جملون پر منجملہ ان چار معانی کے اول اور دوم اور سوم تین معنی اس آیۃ مین باتفاق ہمارے اور ابو مسلم کے مقصود نہین کلام ہے تو چوتھے معنی مین یعنی جب یہ کلمہ بدون ارادہ جملون کسی کتاب معہود معین کے واقع ہوتا ہے تو آیا اوس سے مراد آیات قران ہی ہوتی ہین یا جملہ توریۃ اور انجیل اور دیگر کتب متقدمہ کی بھی ہم کہتے ہین کہ معہود اور معین یہی بات ہے کہ آیات قران ہی مقصود ہوتی ہین ہماری اس دلیل کا جواب تو یہ نہین ہوسکتا کہ وہ عام ہر دلیل پر بولا جاتا ہے اسلئے کہ عام ہر دلیل تو ہماری اور ابو مسلم کی بالاتفاق

سید الطایفہ کو علماء اسلام سے قلبی عناد ہے اور سید الطایفہ کا حال بعینہ اونہین یہود کا سا حال ہے
جو مشرکین کو مسلمانون سے زیادہ ہدایت پر جانتے تھے جیسا کہ سورہ (نساء) مین ہے الم تر الی الذین
اوتوا نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھولاء اہدی من الذین
آمنوا سبیلا اولئک الذین لعنہم اللہ **قال** ہم کو اون مفسرین کی راے کا بیان کرنا مناسب ہے

قال ابو مسلم ان المراد من الآیات المنسوخة ہی الشرایع التی فی الکتب القدیمة من التوریة والانجیل کالسبت والصلوة الی المشرق والمغرب مما وضعہ اللہ عنا وتعبدنا بغیرہ فان الیہود والنصاری کانوا یقولون لا تومنوا الا لمن تبع دینکم فابطل اللہ ذلک بہذہ الآیة

جنہون نے آیہ کے لفظ سے جو اس آیہ مین ہے قرآن کی آیتین مراد لی ہین ابو مسلم ایک شخص ہے جو خلاف جمہور مفسرین کے ہماری راے سے متفق ہے اوسکا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن مین نسخ واقع نہین ہوا اور اوسکا قول ہے کہ آیات منسوخہ سے مراد وہ شریعتین ہین جو کتب متقدمہ یعنی توریة وانجیل مین تہین جیسے کہ سبت کا
ماننا اور مشرق اور مغرب کی طرف نماز کا پڑہنا اور اس قسم کے حکمون کی مانند جو اللہ نے ہمسے دور کردی
ہین اور ہم بغیر اوسکے عبادت کرتے ہین یہود و نصاری کہتے تہے کہ بجز اسکے جو ہمارے دین کا تابع ہو
اور کسی پر ایمان نہ لاؤ پس اللہ تعالے نے اس آیہ سے اوسکو باطل کیا **قلت** یہ عبارة
عربیہ سید الطایفہ نے تفسیر کبیر سے نقل کی ہے از بسکہ زبان عربی سے ناواقف محض ہین تعبدنا بغیرہ
کا ترجمہ لکہتے ہین کہ ہم بغیر اوسکے عبادت کرتے ہین حالانکہ (تعبد فعل ماضی ہے باب تفعل) سے
جسکے خواص مین سے ایک اتخاذ ماخذ ہے قاموس مین ہے تعبد فلانا اتخذہ عبدا صراح مین ہے
تعبدہ ای اخذہ عبدا سید الطایفہ نے ازراہ ناواقفی کے اوسکے معنی وہ سمجہے جو مضارع متکلم
ثلاثی مجرد کے ہین اصلی معنی تو یہ ہین کہ عبد بنایا ہم کو اور مطلب یہ ہے کہ مامور کیا یا مکلف کیا ہم کو
واسطے بجا آوری اوسکی غیر کی زہی سید الطایفہ با اینہمہ بے علمی اور بے بضاعتی کے تفسیر کلام معجز

استغراقیہ جو کلمہ (آیۃ) پر داخل ہے اوسکے احاطہ و استغراق سے کوی (آیۃ) خواہ کتب سابقہ کی ہو خواہ
قران کی خارج نہین رہ سکتی جب یہ حال ہو تو اس عموم مین قران کی آیات بہی حکم نسخ مین داخل ہو گئین پس
آپ ہی کی دلیل سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور آپ ہی کی دلیل واسطے رد قول ابو مسلم اور آپ کے
قول کی کافی ہو گئی اگر آپ یہ کہین کہ آیۃ سابقہ مین جو ذکر اہل کتاب کا ہے اس قرینہ سے ہم نے اوس
کلمہ عام کو مخصوص توریۃ کے ساتھ ٹھیرایا ہے تو ہم کہینگے کہ آیۃ سابقہ مین مشرکین کا بھی ذکر ہے پس کوئی
وجہ خصوصیت کی نہین بلکہ مذکور ہونا دونون فریق کا دلیل عموم ہے علاوہ بران اسباب نزول کے باعث
سے کوئی عام حکم خاص مین نہین ہو سکتا کیونکہ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص الاسباب
اور بحث اسکی ابھی ہو چکی ہے **قال** امام فخر الدین رازی نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ قران مجید مین
منسوخ آیتین ہونے پر اس آیۃ سے استدلال کرنا ٹھیک نہین ہے **قلت** یہ جو سید الطائفہ
نے قید قران کی آیتون کی لگائی ہے یہ اونکی نافہمی ہے قول آیندہ سے ثابت ہو جاویگا کہ یہ جو امام
فخر الدین رازی نے لکھا ہے عموماً نسخ کی بابتہ ہے خواہ وہ نسخ قران کی آیتون مین ہو یا توریۃ اور انجیل
کے احکام مین ہو **قال** چنانچہ وہ تفسیر کبیر مین لکھتے ہین واعلم انا بعد ان قررنا ہذہ الجملۃ
فی کتاب المحصول فی اصول الفقہ تمسکنا فی وقوع النسخ بقولہ تعالی ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر
منہا او مثلہا والاستدلال بہ ایضاً ضعیف لان ماہہنا یفید الشرط والجزاء وکما ان قولک من
جاءک فاکرمہ لا یدل علی حصول المجیئ بل علی انہ متی جاء وجب الاکرام فکذا ہذہ الآیۃ لا تدل علی
حصول النسخ بل علی انہ متی حصل النسخ وجب ان یاتی بما ہو خیر منہ فالاقوی ان نعول فی الاثبات
علی قولہ تعالی واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ وقولہ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب واللہ اعلم
ہمنے کتاب محصول مین جو اصول فقہ مین ہے تمام بحثین جو عدم نسخ پر دلالت کرتی ہین بیان کر کے ہم نے
وقوع نسخ پر اسی آیۃ ما ننسخ پر استدلال کیا ہے مگر اس آیت پر استدلال کرنا ٹھیک نہین ہے اسلئے

یہان مراد نہین البتہ اگر ہماری اس دلیل پر جو کوئی شبہ کرے اوسکو یہ بات ثابت کرنی چاہیے
کہ فلان مقام مین قران مین یہ کلمہ مطلق بلا قرینہ کسی کتاب کے وارد ہے اور مراد اوس سے جملے
توریۃ اور انجیل کے ہین جب تک یہ بات ثابت نکرے تب تک یہ شبہ ہماری دلیل مین ہرگز خلل
نہین پہونچا سکتا (ثانیاً) ہم بحث معجزات مین یہ بات ثابت کر چکے ہین کہ قران مجید کے جملون کو جو
بکلمہ آیات تعبیر کیا گیا ہے تو وجہ اوسکی یہی ہے کہ اوسکے جملے فصاحت و بلاغت مین حد اعجاز کو
پہونچے ہین اور اس سبب سے وہ نشانیان اور دلائل ہین اسکی کہ یہ قران مجید منزل من اللہ ہے
اور اسکی مثل بنانا حد طاقت جن و انس سے باہر ہے اور اس باب مین امام رازی بھی ہمارے ساتھ
متفق ہین اور سید الطائفہ خود مقر ہین کہ کتب متقدمہ مین معجزہ فصاحت و بلاغت کا ملحوظ نہین
ہمارے پیغمبر صلعم پر جو وحی نازل ہوئی اوسمین بالذات ایک اور معجزہ فصاحت کا بھی مقصود تھا
دیکھو صفحہ ۱۳ مقدمہ ثانیہ تبئین الکلام بس وجہ تسمیہ ہی خود دلیل ہے اسکی کہ کلمہ آیۃ سے بحالت
اطلاق قران معجزہی کے جملے مراد ہین پس اس شبہ کے وارد کرنے کی نہ امام رازی کو گنجایش ہے
نہ سید الطائفہ کو الغرض یہ شبہ بیجا ہے اور ایسے شبہات واہیہ سے ہماری دلیل مین کچھ خلل عاید
نہین ہو سکتا اور ہماری یہ دلیل واسطے رد قول ابی مسلم کے کافی ہے سن لیا جناب سید الطائفہ
آپ نے جواب اس شبہ واہیہ کا کہ جسپر آپ نے بہت وثوق کے ساتھ اعتماد کر کے فرمایا ہے
کہ کوئی شخص اسکا جواب دیسکتا ہے اب ہم کہتے ہین کہ جو ہم نے اس شبہ کا رد کیا ہے کوئی شخص
اسکا جواب دیسکتا ہے اب ایک اور بات بھی سنئے کہ یہ شبہ آپ کا عین دلیل بطلان
قول ابو مسلم کی ہے اسلئے کہ اس شبہ مین شبہ کرنے والا اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ لفظ آیۃ
ہر دلیل پر بولا جاتا ہے یعنی توریۃ کے جملون پر بھی بولا جاتا ہے اور قران کی آیۃ پر بھی بولا جاتا ہے
چنانچہ کلمہ (ما) شرطیہ جو الفاظ عموم سے ہے اس تعمیم پر دلالت کرتا ہے اور (من)

اسکا جواب دیجیے **قال** ہم امام فخر الدین رازی کا شکر کرتے ہین کہ اونہون نے اسقدر تو ہم سے اتفاق
کیا کہ اس آیۃ سے قران مین آیۃ منسوخہ کا ہونا ثابت نہین ہوتا مگر خدا نے چاہا تو ہم بتا دینگے کہ اون آیتون
سے بھی جنپر امام رازی نے منسوخ ہونے کا استدلال کیا ہے حقیقتاً منسوخ ہونا آیتون کا ثابت نہین
ہوتا **قلت** جناب آپ کس خواب خرگوش مین ہین امام رازی نے تو اصل نسخ ہی کے ثبوت کو اس
آیۃ سے رد کردیا خواہ وہ نسخ قران مین ہو خواہ توریۃ مین ہو خواہ انجیل مین ہو اور اونہون نے تو آپکی
تمام تقریر پر تو مہ صفحہ ۱۶۱ پر خط نسخ کھینچ دیا گو کہ اسکے ضمن مین نسخ آیات قران بھی داخل ہوگیا
پس اس معنی کے اعتبار سے کہ ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی + گو مشت خاک
ماہم برباد رفتہ باشد + البتہ آپ کا یہ شکر حاسدانہ بجا ہے ورنہ آپ کو تو نہایت درجہ کی شکایت
امام رازی کی کرنی تھی کہ بڑے اہتمام سے جو آپ نے صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے اور کمال وثوق کے ساتھ
اوسکی نسبت تحریر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جسکے مزاج مین کج بحثی نہین وہ اس آیۃ کو اور اس سے پہلی آیۃ کو
پڑہکر سمجھ سکتا ہے اور صاف یہ مطلب سمجھ سکتا ہے اوسکو اونہون نے بالکل غلط کردیا اگر ہمارے حسد کی راہ
سے یہ شکر امام رازی کا ہے تو آپ پر زیادہ تر شکر گذاری یہودیون کی واجب ہے کہ وہ زیادہ تر نسخ
کے منکر ہین خیر یہ تو ہمنے سمجھ لیا کہ آپ کی شکر و شکایت دونون کچھ قابل اعتبار کے نہین مگر یہ تو فرمائے
کہ بربنا شکر گذاری کے اپنی اوس تفسیر کی عبارت کی جو صفحہ ۱۶۱ پر بکمال وثوق لکھی ہے غلط ہونے
کا اقرار کرتے ہو یا نہین اگر کرتے ہو تو کسی باب مین آپکے اقوال قابل اعتبار کے نہین کہ جسکو بکمال
وثوق لکھتے ہو دو صفحہ بھی نہین گذرنے پاتے کہ خود اوسکی غلطی کے معترف ہوجاتے ہو اور اگر نہین
کرتے تو کیون نہین کرتے اب ہم سے سنئے جواب اعتراض امام رازی کا (اولاً) جو اونہون نے
(ما) کو بمعنی (متی) کے ٹھہرایا ہے یہ صحیح نہین کیونکہ یہان کلمہ (ما) محض شرطیہ ہے نہ ظرفیہ اور
(متی) کو ظرفیہ لازم ہے (ثانیاً) اپنے قول کی تائید کے واسطے جو ایک مثال یعنی (من جاءک

کہ ما کا لفظ اس جگہہ بطور شرط اور جزا کے ہے جیسے کہ تم کسیکو کہو کہ جو شخص تیرے پاس آئے تو
اوسکی تعظیم کر تو یہ کہنا کسی شخص کو آنے پر دلالت نہین کرتا بلکہ صرف اتنا نکلتا ہے کہ جب کوئی آوی
تو اوسکی تعظیم کرنی واجب ہے اسیطرح یہ آیۃ بھی حصول نسخ پر دلالت نہین کرتی بلکہ اس سے یہہ
نکلتا ہے کہ جب کوئی آیۃ منسوخ ہو تو اوسکے بدلے دوسری آیۃ جو اوس سے اچھی ہو لانی واجب ہے
پس ٹھیک بات یہ ہے کہ نسخ کے ثبوت مین ہم اور آیتون کو اختیار کرین یعنی اس آیۃ کو واذا بدلنا
آیۃ مکان آیۃ اور اس آیۃ کو یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب **قلت** امام
فخرالدین رازی نے اس سے پیشتر دلائل منکر نسخ کے لکھے ہین بعد اوسکے وہ لکھتے ہین کہ
ثبت بہذا ان القول بالنسخ محال یعنی نسخ کا ہونا محال ہے بعد اوسکے اونہون نے یہ عبارت
لکھی ہے جو سید الطائفہ نے نقل کی چونکہ یہ سب کلام عموماً نسخ مین ہے کچہ خصوصیت نسخ آیات قران
کی نہین بلکہ یہ تقریر اور دلایل جو اونہون نے لکھی ہین متعلق توریۃ اور انجیل بہی ہین پس ہم سید الطائفہ
سے دریافت کرتے ہین کہ جو کچہ امام رازی نے لکھا ہے آپکے نزدیک مسلم ہے یا نہین اگر مسلم ہے
تو آپ نے جو صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ احکام شریعت محمدی کی موسوی شریعت کے احکام سے کسیقدر
مختلف تہے اور یہودی اپنی شریعت کی نسبت سمجہتے تھے کہ وہ دائمی ہے اور کبہی کوئی حکم اوسکا
تبدیل نہین ہونیکا اسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ جو آیۃ کہ ہم منسوخ کرتے ہین یا بہلا دیتے ہین تو اوسکی
جگہہ اوسکی مانند یا اوس سے بہتر آیۃ دیتے ہین اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مقام مین آیۃ کے
لفظ سے قران کی آیۃ مراد نہین بلکہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدی مین تبدیل ہوگئے یا
جن احکام شریعت موسوی کو یہودیون نے بہلا دیا تہا وہ مراد ہین انتہی بالفاظہ بالکل غلط ہوگیا
کیونکہ یہ سب تقریر آپ کی مبنی اوپر حصول اور ثبوت نسخ کی اسی آیۃ سے ہے اور امام رازی کہتے
ہین کہ اس آیۃ سے نسخ کا وقوع ثابت نہین ہوتا اور اگر مسلم نہین تو اسکا جواب آپ کے ذمہ ہے

امام رازی نے استدلال وقوع نسخ پر کیا ہے ہم بتادینگے کہ اونسے منسوخ ہونا آیتون کا ثابت نہین
ہوتا ہمیہ تو سب لاف وگذاف ہے امام رازی کے ذرا سے شبہ پر یہ تو حال ہوگیا کہ مصداق مثل سابر
(ضل وربعیں نفقہ) کے ہوکر ایسے خودرفتہ حواس باختہ ہوگئے کہ پس وپیش کا کچھ خیال نہ رہا اور بجائے
شکایت کے اونکا شکریہ ادا کیا جب وہ دلیل پیش کرینگے تو دیکھئے کیا حال ہوگا خیر وہ وقت تو آنے دو
سب حال کھل جاویگا **قال** ناسخ ومنسوخ کی بحث درحقیقت ایک لغو بحث ہے **قلت** یہ دستور
کی بات ہے کہ جاہل نافہم لوگ اون امور کو جو اونکی سمجھ سے برتر ہوتے ہین ہمیشہ لغو ولاطایل بتایا کرتے
ہین خصوصًا آگندگان جہل مرکب مثل مشہور ہے کہ المرء عدو لما جہل اسی بنا پر سید الطایفہ
کا ایسی بحث کو کہ مباحث اصول فقہ اور عقاید مین اہم المباحث ہے لغو کہنا جای تعجب نہین مگر تعجب تو
یہ ہے کہ جس بحث کو لغو کہتے ہین اوسکو آپ ہی بہت شد ومد سے قایم بہی کرتے جاتے ہین اور وجہ اوسکے
بحث کرنے کی قول آیندہ مین یہ لکھتے ہین **قال** اس بحث کرنے کی ضرورت صرف اسوجہ سے
ہوگئی ہے کہ فقہای اسلام نے نہایت غلط قیاس اور بیجا استدلال سے اور صرف اپنے دل کے
پیدا کئے ہوے خیالات سے قران کی آیتون کا اسطرح پر منسوخ ہونا قرار دیا ہے جو خدا کی شان
اور قران کے ادب کے بالکل برخلاف ہے اور ہرگز مذہب اسلام کا یہ مسئلہ نہین ہے نہ ان فقہا
کے استنباط کے لئے کوئی دلیل ہے **قلت** اگر یہی وجہ ہے بزعم آپ کے اس بحث مین
پڑنے کی تو ہم بہی کہہ سکتے ہین کہ ضرورت اس بحث کرنے کی زیادہ تر اسوجہ سے ہوگئی کہ بعض جاہل جو
قران کے معنی بہی نہین سمجھتے اور زبان عرب کی صرف ونحو تک کی بہی استعداد نہین رکھتے محض
ازراہ جہالت کے نسخ کا انکار کرتے ہین حالانکہ یہ انکار اونکا نہ کسی دلیل شرعی پر مبنی ہے نہ دلیل
عقلی پر صرف اپنے خیال فاسد پر آیات کے کلمات کے معانی مین تحریف کرتے ہین اور احادیث کو
مصنوعی اور موضوع بتاتے ہین پس اب تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ جس وجہ سے آپ کو نسخ مین بحث کرنے

فائدہ) پیش کی ہے وہ نظیر اسکی نہین ہوسکتی کیونکہ اوس مثال مین جزا جملہ انشائیہ ہے کہ وقوع
اور عدم اوسکا زمانہ آیندہ مین محتمل ہے اور یہان شرط وجزا دونون بالانفراد جملہ خبریہ مین پس
یہ دیکھنا چاہیئے کہ بناء نزول آیۃ کی اوپر حصول نسخ کے ہے یا نہین چونکہ یہ آیۃ جواب ہے منکرین
نسخ کا جو وقوع نسخ پر یہہ اعتراض کرتے تھے کہ تم جو شریعت موسی کے بعض احکام کے تبدیل کرتے ہو
اور بعض احکام جو خود دیتے ہو چند روز بعد اونکو تبدیل کردیتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کی
طرف سے نہین اسی اعتراض کا یہ جواب ہے پس چونکہ بناء اعتراض کی اوپر متحقق ہونے وقوع نسخ کے ہے
اسلئے بناء جواب کی بہی اوپر متحقق ہونے وقوع نسخ کے ہے اگر نسخ کا وقوع ہی نہوتا تو اعتراض کس
بناء پر ہوسکتا تہا پس ظاہر ہوا کہ دونون فعل شرط وجزا کے متحقق الوقوع ہین اور جب دونون فعل
متحقق الوقوع ہین تو ثبوت وقوع نسخ مین اس آیۃ سے کسیطرحکا شبہ نہین خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہرچند کہ
نفس کلمات آیۃ سے حصول نسخ کا لازم نہین آتا جیسا کہ امام صاحب فرماتے ہین مگر چونکہ خود امام صاحب
اور سید الطایفہ کے اقرار سے اور بہی تصریحات مفسرین سے یہ امر ثابت ہے کہ یہ آیۃ جواب ہے اعتراض
اہل کتاب اور مشرکین کا اور اعتراض اونکا مبنی ہے اوپر حصول نسخ کے اور اوسی بناء پر یہ جواب ہے
پس چونکہ بقرینہ اعتراض و جواب کے حصول نسخ مین کچہ شبہ نہین ہے لہذا اس آیۃ سے استدلال
اوپر حصول نسخ کے ہرآینہ صحیح ہے اور نظیر اسکی قول متنبی ہے ؎ وماکنت ممن یدخل العشق قلبہ +
ولکن من یبصر جفونک یعشق + اسمین بہی اگرچہ (یبصر جفونک یعشق) سے حصول (عشق) کا لازم نہین
آتا مگر بقرینہ مصراع اول کے اوسکے حصول مین کچہ تردد باقی نہین رہتا یہی وجہ ہے کہ جملہ مفسرین
اور مترجمین دونون فعلون کو بمعنی حال ترجمہ کرتے ہین پس خوب ثابت ہوگیا کہ استدلال وقوع نسخ
پر جو امام رازی نے شبہ کیا ہے محض شبہ ہی شبہ ہے اور انکے اس شبہ سے کسیطرح کا ضعف
استدلال مین واقع نہین ہوسکتا واللہ اعلم بالصواب اور سید الطایفہ جو یہ لکہتے ہین کہ جن آیتون سے

کی مذمت پر ہر جگہ مستعد نہ ہوجایا کیجیے ؎ اتہجوہم ولست لہم بکفو ٭ فشرکما لخیرکما الفدا ٭
قال اور اگر ناسخ و منسوخ کی بحث صرف اتنی بات پر منحصر رہتی کہ آیا شرایع سابقہ مین کوی ایسے احکام تہے
جو اب شریعت اسلام مین نہین رہے یا اونکے عوض مین دوسرے احکام آئے اور شرایع سابقہ کے احکام منسوخ
ہو گئے یا نہین یا یہ کہ خود اسلام مین کوی ایسے احکام تھے جو بعد کو قایم نہ رہے یا اوسکے بعد اور احکام آئے
اور پہلے احکام منسوخ ہو گئے تو یہ بحث البتہ دلچسپ اور ذی عقلون کی سی بحث ہوتی **قلت** چونکہ یہ بحث بھی
موجود ہے اور بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ مع محل نسخ اور شرایط نسخ اور قابلیت دلیل نسخ کی مذکور ہے
پس کوی وجہ نہین ہے کہ آیات کے منسوخ التلاوۃ کی بحث کرنے سے تمام ناسخ و منسوخ کی بحث بقول
سید الطایفہ لغو ہوجائے علاوہ بران جو لوگ کہ مثل ابو مسلم کے مطلق نسخ کے منکر ہین اگر وہ یہ کہین کہ
جسکو سید الطایفہ دلچسپ اور عاقلون کی سی بحث کہتے ہین وہ محض لغو بحث ہے تو اوسکا سید الطایفہ
کیا جواب دیسکتے ہین کیونکہ جس بنا پر یعنی بسبب اسکے کہ سید الطایفہ کے نزدیک نسخ تلاوۃ کا قایل
ہونا غلطی ہے سید الطایفہ بحث ناسخ و منسوخ کو لغو ٹھیراتے ہین وہ بھی بربنا اسکے کہ مطلق نسخ کا قایل ہونا
اونکے نزدیک غلطی ہے بحث ناسخ و منسوخ کو لغو ٹھیراوین تو چونکہ اونکے اور سید الطایفہ کے لغو
کہنے کی بنا ایک ہی ہے یعنی صرف اپنا اپنا زعم ہے تو سید الطایفہ کو اونکے مقابلہ مین مجال جواب کی
کچھ نہین رہتی پھر اگر مدار لغویت اور دلچسپ ہونے کا قوۃ و ضعف دلایل پر رکھا جاوے تو یہہ عین
بحث ہے کہ جسکو سید الطایفہ لغو بتاتے ہین الغرض جسقدر سید الطایفہ نے اس بحث مین خامہ فرسائی
کی ہے ایک بات بھی اوسمین سے ایسی نہین ہے کہ فساد اور خلل اور تناقض اور اعتراضات سے خالی ہو
قال اور اسپر مباحثہ کرنے کی کچھ ضرورت نہ پڑتی کیونکہ جو لوگ احکام کے منسوخ ہونے کے
قایل ہین اور جو اونکے منسوخ ہونے کے قایل نہین ہین جب اون دونون کی بحثون پر غور کیا جاتا ہے
تو بجز نزاع لفظی کے یا ناسخ منسوخ کو بطور ایک علمی اصطلاح کے قرار دینے کی اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا

کی ضرورت دامنگیر ہوئی ہے اونکو بھی اس بحث کرنے کی ایک وجہ وہی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی
بحث کو لغویت سے خارج رکھتے ہو اور اونکی بحث کو لغو کہتے ہو یہ تو محض حکومت طلبی ہے دراصل یہہ ہے
کہ آپ نہ علم رکھتے ہین نہ فہم لافی عیر ولا فی نفیر ولا تعرف القبیل من الدبیر آپ کو کچھ ضرورت
نہتی کہ اس دقیق بحث مین پڑکر اپنی جہالت کا پردہ فاش کراتے یہ آپکا کام نہین اسکو بڑی عقل اور
بہت علم درکار ہے ؂ وانت فی الخلق لا عین ولا اذن ؂ وانت فی الخلق لا علم و لا ادب ؂
فقہاے اسلام نے اسی آیہ (ننسہا) سے استدلال کیا ہے اور آپ نے جو (ننسہا) کی غلط
تفسیر یہ کی ہے کہ یہودیون نے بہلادئے تھے اسکا رد قرار واقعی اوپر ہو چکا ہے سوا اسکے
آیہ سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ سے بہی اونہون نے استدلال کیا ہے جس سے آپ نے
ابتک کچہ بہی تعرض نہین کیا پس آپکا یہ کہنا کہ اپنے دل سے اپنے خیالات سے فقہانے یہہ
باتین بیدا کی ہین صریح غلط اور آپ کی جہالت کی دلیل ہے اور یہ جو کہتے ہین کہ خدا کی شان اور
قران کے ادب کے بالکل برخلاف ہے یہ تو آپ کی جہالت صریح ہے کوئی دلیل اس قول پر قایم کی
ہوتی بیدلیل ایک بات کہنی تو بیش بر ندبافات نہین ہو سکتی بڑے شرم کی بات ہے کہ ایجاد امور
ممکنہ جو دستور مستمرہ کے موافق نہون اونکو حد قدرۃ سے خارج سمجہنا قصص قران کو بے اصل کہنا
خدا کے کلام مین اپنی طرف سے فقرہ کے فقرہ لاحق کرنا معنی قران مین تحریف کرنا آیات کے ایسے
معنی گہڑنا جو برخلاف لغت ہون وجود ملایک اور شیطان سے جو نصوص قاطعہ جملہ کتب الٰہیہ سے
ثابت ہے انکار کرنا اللہ تعالی کے کلام کی نسبت یہ کہنا کہ موافق اباطیل کفار یہود و مشرکین کے
ہے یہ باتین اور اور باتین جو انکی مانند ہین موجب بے ادبی قران اور خلاف شان الٰہی تو نہون اور
یہ اقوال فقہا کے جنکا ماخذ قران و حدیث ہے موجب بے ادبی اور خلاف شان الٰہی ہو جاوین اور
از راہ حسد و عناد اسلام کے فقہا پر طعن کیا جاوے کہین تو شرمایا کیجے اپنی جہالت کی بنا پر علماء کی

ٹال دیا کہ فقہائے جن آیتون کو ایک دوسرے کے مخالف ٹھیرایا ہے ہم ہر موقع پر ثابت کر دینگے کہ وہ
باہم مخالف نہین واہ کیا خوب ناسخ و منسوخ کی بحث پر توجہ فرمائی اور کیا خوب ظہور اسکا ہوا کہ نتیجہ اس
بحث کا صرف نزاع لفظی ہی رہے غرضکہ اس قسم کے حیلہ حوالہ اور ٹال بال سے خوب ظاہر ہوگیا کہ استعداد
سمجھنے اس بحث کی کچھ بھی نہین رکھتے عیب نافہمی کے چھپانے کی غرض سے دو چار باتین ادہر اودہر کی
نقل کرکے اصل مدعا کو ٹال دیتے ہین **قال** شرع مین نسخ کے معنی یہہ ہونگے کہ ایک شرعی حکم کا کسی دوسرے
حکم سے زایل یا متغیر یا باطل ہونا **قلت** سید الطایفہ نے یہ تعریف نسخ مصطلحہ شرعی کی کی مگر یہہ اونکی
اصطلاح ہوگی شرعی اصطلاح نہین ہم پیشتر بیان کرچکے ہین کہ نسخ شریعت مین بیان ہے مدۃ انتہاء حکم
میعادی شرعی کا کہ جسکی مدۃ شارع کے علم مین تھی اور ہم کو معلوم نہ تھا کہ یہ حکم میعادی ہے اسلئے ہم اوسکو دوامی
سمجھ رہے تھے جب دوسرا حکم خلاف اوسکے وارد ہوا تو ہمنے جانا کہ وہ حکم پہلا میعادی تھا اور اب میعاد اوسکی
پوری ہوگئی پس پہلا حکم نہ متغیر ہوا نہ زایل ہوا نہ باطل ہوا بلکہ اپنی میعاد کے پورا ہو جانے پر پورا ہوگیا
اور آیندہ اوسکے بدل مین یا کوئی اور فعل قایم ہوا یا اوسی کا ترک اوسکے بدل مین قایم ہوا بعد اسکے جو
امام فخرالدین رازی نے تعریف ناسخ کی لکھی ہے اوسکو نقل کیا ہے ان الناسخ فی اصطلاح العلماء
عبارۃ عن طریق شرعی یدل علی ان الحکم الذی کان ثابتا بطریق شرعی لا یوجد بعد ذلک مع تراخیہ عنہ
علی وجہ لولاہ لکان ثابتا سید الطایفہ نے اسکا ترجمہ غلط کیا ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ناسخ اصطلاح
علماء مین عبارۃ ہے ایسی دلیل شرعی سے کہ دلالت کرتی ہے اسپر کہ جو حکم ثابت تھا بطریق شرعی کے بعد اسکے
وہ نہ رہیگا مع تراخی دلیل ثانی کے حکم اول سے اسطور پر کہ اگر دلیل ثانی نہوتی تو وہ حکم پہلا قایم رہتا“
پھر اسکے بعد امام رازی نے سب قیود کے فایدہ بتائے ہین یعنی طریق شرعی مین قول اور فعل خدا کی اور خدا
کے رسول کے داخل ہوگئے اور یہی مراد ہے طریق شرعی سے اور اجماع امۃ ایک قول پر نکل گیا یعنی
اون لوگون کا جو لوگ کہ قایل ہین اسکے کہ اجماع ناسخ نہین ہو سکتا اسلئے کہ اجماع فعل و قول خدا اور

قلت عجیب حال ہے سید الطایفہ کا کہ یہ بھی کہتے ہین کہ اگر امورات مذکورہ پر ناسخ و منسوخ
کی بحث منحصر رہتی تو البتہ یہ بحث دلچسپ اور عاقلون کی سی بحث ہوتی پھر یہ بھی کہتے ہین کہ اسپر
مباحثہ کرنے کی کچھ ضرورت نہ پڑتی اور بجز نزاع لفظی کے اور کوئی نتیجہ نہین نکلتا اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ سید الطایفہ کے نزدیک ایسی بحث کہ محض نزاع لفظی ہو اور بجز نزاع لفظی کے اوسپر کچھ
نتیجہ مترتب نہو وہ بحث دلچسپ اور عاقلانہ بحث ہوتی ہے سبحان اللہ وہ بحث کہ جسپر نتائج
مترتب ہون لغو ٹھیرے اور نزاع لفظی کہ جسپر کچھ نتیجہ معنوی مترتب نہو دلچسپ اور عاقلانہ
قرار پاوے ع شہ بریں عقل و گزینش کہ تراست **قال** پس ہم اسبات سے کہ قران
کی آیتون مین سے کوئی آیۃ منسوخ التلاوۃ اور ثابت الحکم یا منسوخ التلاوۃ والحکم ہے انکار کر کر
اس بات کی بحث پر متوجہ ہوتے ہین کہ آیا قران مین ایسی آیتین جنپر ثابت التلاوۃ و منسوخ الحکم ہونیکا
اطلاق ہو سکے ہین یا نہین نتیجہ اس بحث کا صرف یہ ہوگا کہ آیا قران مین احکام منسوخہ ہین یا نہین
یا ایک آیۃ کا حکم دوسری آیۃ کے حکم کو منسوخ کرتا ہے یا نہین اور نتیجہ اس بحث کا بجز نزاع لفظی
کے اور کچھ نہوگا **قلت** حقیقت یہ ہے کہ سید الطایفہ بحث ناسخ و منسوخ کو جو ہمارے کتب
اصول فقہ مین مبسوط ہے کچھ بھی نہین سمجھے جسکا انکار کرتے ہین وہ بھی صرف اونکا خیال
فاسد بے دلیل ہے جسکو نزاع لفظی ٹھیراتے ہین وہ بھی مبنی اوپر نافہمی کے ہے صرف اپنے
اتباع جہلا مین تشخص جتانے کو اونگلی کاٹ شہیدون مین داخل ہوا چاہتے ہین یہان تو یہ کہتے
ہین کہ ہم اس بحث پر متوجہ ہوتے ہین اور نتیجہ اس بحث کا بجز نزاع لفظی کے کچھ نہوگا مگر آخر تک
دیکھ لو کچھ بحث اسکی نہین کی کہ جس سے معلوم ہووے کہ نتیجہ اس بحث کا نزاع لفظی ہے
یا نزاع معنوی نسخ کی ایک غلط تعریف کرکے امام رازی کا تعریف ناسخ مین قول نقل کر کے
آخر کو یہ دعوی کیا کہ ہم نے قران مین کوئی حکم ایسا نہین پایا اور قران مین ناسخ و منسوخ نہین آیۃ

احکام جو کسی مدة یا استثنا یا شرط کے ساتھ مقید ہون داخل ہو گئے حالانکہ بالاتفاق اونکو ناسخ و منسوخ سے کچھ تعلق نہین سوا اسکے لفظ باطل اور متغیر اور زایل جو آپ نے تعریف مین لکھے ہین یہ سب غلط ہین

قال ہمارے نزدیک جسوقت نسخ کو شرع سے متعلق کیا جاوے تو اوسوقت حیثیت کو اوسکا جزو قرار دینا واجب اور لازم ہوگا کیونکہ جسقدر احکام شرعی ہین وہ سب کسی نہ کسی حیثیت پر مبنی ہین

قلت اول تو اس باب مین ابو الحسن اشعری سے فیصلہ کر لیجئے اور اونکے دلایل کا جواب شافی دیدیجئے کیونکہ اونکے نزدیک رعایۃ حیثیت و مصالح عباد کی اللہ تعالی پر واجب نہین وہ کہتے ہین کہ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید لا یسئل عما یفعل تبئین الکلام کی تحریر تک تو سید الطایفہ کا بہی اتفاق اشاعرہ سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲ باب پیدایش مین لکہتے ہین کہ تمام دنیا اوسیکا مال اور اوسیکا حق ہے اگر سب کو نہال کر دے تو اور اگر سب کو برباد کر دے تو وہ اپنے مال کا مالک ہے جو چاہے سو کرے وہ اوسکو سزاوار ہے اور اوسکا عین انصاف ہے اوسکے کسی فعل سے ظلم کا ہونا ممکن ہی نہین کیونکہ وہان کسی دوسرے کے حق کا وجود ہی نہین جسمین تصرف کرنے سے ظلم کا اطلاق ہو سکے جب اوس قہار کی شان قہاری کا ظہور ہوتا ہے تو اوس سے بجز اون لوگون کے جنپر وہ خاص رحم کرے اور کوئی زمین کے رینگنے والون سے ہوا کے اوڑنے والون تک بچ نہین سکتا ؎ بتہدید گر بر کشد تیغ حکم ٭ بمانند کروبیان صم و بکم ٭ وگر در دہد یک صلای کرم ٭ عزازیل گوید نصیبے برم" الغرض مذہب اشاعرہ کے بموجب تو قید حیثیت کا تعریف نسخ کے اجزا مین داخل کرنا غلط اور مخل تعریف ہے سید الطایفہ پر واجب تہا کہ اول اشاعرہ سے فیصلہ کر لیتے تب اوس قید کے وجوب و لزوم کے قایل ہوتے پہر ہم دریافت کرتے ہین اگر آپکے نزدیک حیثیت کو جزو تعریف ٹہرانا واجب تہا تو آپ نے جو نسخ کی تعریف کی ہے اوسمین حیثیت کو جزو تعریف کیون نہین کیا اور قید حیثیت کیون نہ لگائی علاوہ بران یہ جو آپ کہتے ہین کہ جملہ احکام شرعی کسی نہ کسی حیثیت پر مبنی ہین یہہ امر منصوص ہے یا آپکا

اوسکے رسول کا نہین اور یہ بہی لازم نہین آتا کہ شرع حکم عقل کی ناسخ ہو کیونکہ عقل طریق شرعی نہین اور
یہ بہی لازم نہین آتا کہ معجزہ حکم شرعی کا ناسخ ہو اسلئے کہ معجزہ طریق شرعی نہین اور قید تراخی سے وہ حکم جو مقید کسی مدۃ یا استثناء
اور شرط کے ساتہہ ہوتا ہے خارج ہو گیا اسلئے کہ غایۃ اور استثناء اور شرط متراخی نہین ہوتی اور یہ بہی لازم نہین
آتا کہ اگر خدای تعالے نے ایک کام کرنے کا حکم دیا بعد اوسکے اوسکی مثل کے کرنے سے نہی کی اسلئے
کہ اگر یہہ نہی نہوتی تب بہی مثل اوس امر کا ثابت نہ تہا سید الطایفہ نے بہی عبارت امام رازی کا
ترجمہ لکہا ہے ہم کو اوس سے کچہہ تعرض نہین مگر ایک بددیانتی کو جو ترجمہ مین کام مین لائے ہین اوسکا
اظہار نہایت ضرور ہے امام کی عبارت یہ ہے لان المعجز لیس طریقا شرعیا اسکا ترجمہ یہہ لکہتے
ہین کہ معجزہ طریق شرعی سے ثابت نہین ہوتا کہان یہ بات کہ معجزہ طریق شرعی نہین کہان یہہ کہ
معجزہ طریق شرعی سے ثابت نہین ہوتا چونکہ معجزات کی ثبوت کا انکار کرتے ہین اسلئے ترجمہ مین
عبارت امام کی یہ تحریف اور بددیانتی کی جس سے ناواقف لوگ یہ گمان کرین کہ معجزات کا ثبوت
قران اور احادیث سے نہین حالانکہ مطلب امام کا صاف یہ ہے کہ معجزہ دلیل شرعی نہین بلکہ
عقلی دلیل ہے کہ عقل مقتضی اسکی ہے کہ یہ فعل آدمی کا نہین بلکہ فعل اوسی قادر قدیر کا ہے جو ہر شئے
کی ایجاد اور اعدام پر قادر ہے **قال** یہ تعریف (یعنی امام رازی نے جو تعریف کی ہے) ناسخ و منسوخ
دونون کی تعریف ہے ظاہر ہے کہ منقوض نہین ہے **قلت** یہ کون کہتا ہے کہ منقوض ہے
سید الطایفہ نے جو نسخ کی تعریف کی ہے کیا اونکے نزدیک وہ منقوض ہے مگر تعریفات مین گو کہ
وہ منقوض نہون اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ کوئی فرد معرف کا اس تعریف سے خارج نہو جائے
یا کوئی فرد غیر معرف کا اسمین داخل نہو جاوے یعنی جامع اور مانع ہو اگر جامع یا مانع نہین تو
اوسکو کہہ سکتے ہین کہ یہ تعریف غلط ہے یا ناقص ہے اب سید الطایفہ اپنی تعریف اور امام کی تعریف
کو مقابلہ کرین کہ کون سی جامع و مانع صحیح ہے اور کون سی غلط ہے ظاہر ہے کہ اونکی تعریف مین وہ

موسی عم کے حضرت عیسی عم تک بدستور نہی بلکہ نہایت ترقی پر تھے یہانتک کہ زمانہ بعثت محمد صلعم
مین بھی یہی حال تہا چنانچہ قران مجید مین اونکی شقاوت کے سبب سے اونپر بہت ملامت اور زجر و
توبیخ فرمائی گئی ہے لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی بن مریم ذلک بما عصوا
وکانوا یعتدون الی قولہ تعالے لتجدن اشد الناس عداوة للذین آمنوا الیہود و سید الطائفہ نے تبیین الکلام
کے دسوین مقدمہ مین صفحہ ۲۷۶ پر ایک بات بنائی ہے کہ جب حضرت مسیح عم کے آنے سے دلون مین
رحمت اور شفقت پیدا ہوئی تو اوسوقت طلاق دینے کا حکم منسوخ ہوگیا مین کہتا ہون کہ یہہ قول سید الطائفہ
کا محض غلط ہے حضرت عیسی عم کے آنے سے کیا رحمت و شفقت پیدا ہو گئی تھی یا شفقت و رحمت
اسیکا نام ہے کہ حضرت مریم پر زنا کا بہتان لگایا حضرت عیسی عم کو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد ولد الزنا ٹہیرایا
باوجود دیکھنے ایسے ایسے معجزات کے کہ جنکو دیکھکر پتہر بھی موم ہو جاوے اپنی سنگدلی اور شقاوت سے
باز نہ آئے اور برابر اونکے قتل و آزار کی فکر مین رہے یہانتک کہ اونکو اپنے زعم مین صلیب پر چڑہوایا اور
کیا کیا بے ادبیان ہین کہ اونکے ساتھ نہ کین خود وہ عالیجناب علیہ السلام اونکی سنگدلی پر نہایت
درجہ کا افسوس کرتے رہے دیکھو ۱۱ باب متی کا (اون شہرون کو جنمین اوسکے بہت سے معجزے
ظاہر ہوئے ملامت کرنے لگا کیونکہ اونہون نے توبہ نہ کی تہی اے کرازین تجہپر افسوس اے بیت صیدا
تجہپر افسوس کیونکہ جو معجزے جو تم مین دکہائے گئے اگر صور اور صیدا مین دکہائی جاتی تو وے ٹاٹ اوڑہ کر
اور خاک مین بیٹہکر کب کے توبہ کر چکتے اے کفرناحوم جو تو آسمان تک پہونچایا گیا تو دوزخ مین گرایا
جاویگا کیونکہ یہ معجزے جو تجہہ مین دکہائے گئے اگر سدوم مین دکہائے جاتے تو آجتک قایم رہتا)
اسیطرح بہت جگہہ اونپر ملامت فرمائی ہے کہین اونکو سخت بے ایمان فرمایا کہین سانپ کے بچون کے
لفظ سے تعبیر کرکے اونکی مذمت کی چنانچہ قران مجید مین بھی اسکی خبر موجود ہے لعن الذین کفروا علی
لسان داؤد و عیسی بن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون اور قران مجید مین بہت آیات مین

اجتہادی ہے ظاہر ہے کہ منصوص تو نہین بس آپ نے اپنے خیال و گمان سے قایم کیا ہے
اور خود آپ ہی کے قول کے مطابق کسی مسلمان پر واجب نہین کہ آپکی حیثیت مفروضہ کو تسلیم
کرکے تعریف نسخ مین داخل کرے پہر ہم اوپر یہ بات لکھ چکے ہین کہ مدار صحت تعریف کا اسپر ہے
کہ جامع اور مانع ہو فرمائے کہ حیثیت کی قید نہ بڑہانے سے اوس تعریف کے جامع ہونے مین
یا مانع ہونے مین کیا خلل پڑگیا کوئی صورت نسخ اصطلاحی کی خارج ہوگئی یا کوئی صورت غیر نسخ کی داخل
ہوگئی ہرگاہ کہ آپنے کوئی ایسی صورت نہ ابتک بیان کی نہ آیندہ بیان کرسکینگے پہر اس فضول
بات کہنے کا حاصل کیا ہوا ہمارے علمارنے جو تعریف نسخ کی کی ہے نہایت عمدہ اور مبنی اوپر
کمال علم وعقل کے ہے اوسمین آپ کی فضول قیود کا داخل کرنا محض لغو بلکہ بیجا ہے فرض کرو کہ
حیثیت تو مبدل ہوگئی اور حکم شرعی نسبت نسخ کے صادر نہوا تو کیا وہ حکم سابق بدل سکتا ہے
یا یہہ کہ حیثیت تو نہ بدلی مگر حکم بدلاگیا تو کیا وہ حکم ثانی واجب الامتثال نہوگا دیکھو توریت مین اجازت
طلاق دیدینے عورت کی تھی حضرت عیسی عم نے اوسکو بجز زنا کے اور وجوہ کے سبب ناجایز فرمایا اور
یہہ فرمایا کہ شروع سے ایسا نہتہا موسی نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے اجازت دی اور مین یہ
کہتا ہون کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چہوڑدے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا
کرتا ہے اور جو کوئی چہوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے پس حضرت عیسی عم نے تین حکم دئے (ایک)
عدم جواز طلاق کا بجز زنا کے (دوم) یہ کہ طلاق دینے والا دوسری عورت نکرے (سوم) ممانعت
مناکحت عورت مطلقہ کے شرع محمدی مین یہ تینون حکم نہین طلاق بہی جایز ہے گو کہ ناپسند ہے مگر
جواز مین کچہ شک نہین بعد طلاق دیدینے کے مرد دوسری عورت کے ساتہہ نکاح کرسکتا ہے عورت مطلقہ
کو نکاح کرلینا دوسرے مرد سے جایز ہے نہ اس نکاح مین مرد کو کچہ گناہ ہے نہ اوس عورت مطلقہ کو یہہ
ہمنے مانا کہ حضرت موسی عم کے عہد مین بنی اسرائیل سخت دل تہے مگر شقاوت اور سنگدلی تو بعد حضرت

سید الطایفہ تعریف نسخ مین بڑہایا چاہتے ہین قطعاً غلط ہے وہ حاکم حقیقی ہے اوسکے احکام کی
حکمۃ اور مصلحۃ اوسیکو معلوم ہے ہماری ناقص اور ناچیز عقلین اوسکی حکمۃ اور مصلحت کے احاطہ
سے قاصر ہین تبدیل احکام مین جو کچہ حکمتین اوسکی نزدیک ہین کچہ تبدیل حیثیت مکلفین پر منحصر نہین
وہی اون کو خوب جانتا ہے ہماری عقل جزوی اون حکمتون کے احاطہ سے قاصر ہے پہر ایک
اور بات پر بہی خیال کرنا چاہیئے کہ مثلاً ایک حکم کی قید سے اللہ تعالی نے محض اپنے رحم وعنایت
سے مکلفین کو باوجود باقی رہنے حیثیت مکلفین کے آزاد کردیا اور اوس حکم کو منسوخ فرمایا تو اسمین کیا
قباحت لازم آئی کیا اوسکا رحم وعنایت وکرم ہمارے اعمال اور ہماری حیثیت ہی پر منحصر ہے تبیین الکلام
کے دیباچہ کے پہلے مقدمہ مین خود سید الطایفہ بہی اوسکی عموم رحمت کو کسی امر پر مبتنی نہونے
کے قایل ہین چنانچہ لکہتے ہین خدا کو اختیار ہے کہ شرک کے سوا جتنے گناہ ہین اگر چاہے تو اپنی
رحمت سے بغیر توبہ کے بخشدے لعل رحمۃ ربی حین یقسمہا تاتی علی حسب العصیان فی القسم
انتہی مختصراً پس جب وہ محض اپنی رحمت سے سب گناہ صغیرہ وکبیرہ بغیر توبہ کے
ماسوا شرک کے بخش سکتا ہے تو ایک حکم کی تکلیف بدون تبدیل حیثیت مکلفین کے بدرجہ اولی
اوٹہا دیسکتا ہے **قال** اگر باوجود بقای اوس حیثیت کے جسپر وہ حکم صادر ہوا تہا دوسرا حکم برخلاف
پہلے حکم کے صادر کیا جاوے تو کہا جاوے گا کہ دوسرا حکم ناسخ ہے اور پہلا حکم منسوخ اور اگر
وہ حیثیت جسکی بنا پر پہلا حکم صادر ہوا تہا موجود نہ رہے تو دوسرا حکم پہلے حکم کا حقیقتاً ناسخ
نہین گو مجازاً ایک کو دوسرے کا ناسخ کہین **قلت** یہان نسخ کے حقیقی اور لغوی معنی کی
بحث نہین چنانچہ خود سید الطایفہ نے صفحہ ۱۶۶ پر یہ لکہا ہے کہ لغوی معنی کی بحث کرنی سے
یہان چندان فایدہ نہین اور یہ لکہکر معنی شرعی پر بحث شروع کی ہے پہر معلوم نہین ہوتا کہ
یہان حقیقت ومجاز لغوی کو کیون دخل دیتے ہین دو صورتین جو قایم کی ہین ان دونون صورتون

اونپر لعنت وملامت اسی سنگدلی اور شقاوت پر فرمائی گئی ہے پس صاف ثابت ہوا کہ وہ حیثیت سنگدلی کی جو پیشتر سے اونمین تہی اصلا مبدل نہین ہوئی تہی اور باوجود باقی رہنے اوسی حیثیت کے حکم طلاق کو منسوخ فرمایا علاوہ بران مسلمانون مین تو وہ سنگدلی نہ تہی اونکے رحم وشفقت کی تو خدا خود گواہی دیتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیۃ انکی شریعت مین کیون حکم طلاق کا مثل شریعت موسی عم کے نافذ فرماکر مینون حکم شریعت عیسوی کو منسوخ فرمایا ایک اور بات قابل بیان کے ہے سید الطایفہ نے صفحہ ۲۶۳ پر اسی کتاب کی بحث طلاق مین لکہا ہے کہ شریعت موسوی مین جو طلاق کا دینا بغیر کسی سبب قوی کے جایز قرار دیا گیا ہے بلاشبہ یہ شریعت ناپسندیدہ شریعت ہے اور شریعت عیسوی اور بت پرستون مین جو طلاق کو ناجایز یا بجز حالت زنا کے ناجایز قرار دیا ہے اسمین تفریط ہے اور دونون شریعتین خلاف فطرۃ انسانی کے ہین ہم اونکی اس تقریر پر یہ کہتے ہین کہ اسکو تو سید الطایفہ بہی تسلیم کرینگے کہ توریت کے جس ورس مین حکم طلاق کا ہے وہ الحاقی اور محرف نہین بلکہ منزل من اللہ ہے اور اسیطرح حکم انجیل کا بہی الحاقی نہین ورنہ ثبوت تحریف کا جس سے سید الطایفہ اور اکابر فرقہ نیچریہ کو اشد انکار ہے لازم آویگا اور ظاہر ہے کہ حکم ثانی یعنی حکم انجیل ناسخ حکم توریت ہے اب وہ فرماوین کہ اللہ تعالے نے بروقت اصدار حکم توریت کے اور بروقت نسخ اوس حکم کے از روی حکم انجیل کے لحاظ حیثیت کا فرمایا ہے یا نہین اگر بلحاظ حیثیت کا فرماکر حکم توریت کو منسوخ فرمایا ہے تو باوجود ملحوظ ہولے حیثیت کے دونون وقتون یعنی وقت اصدار اور وقت نسخ مین آپ اونکو ناپسندیدہ اور خلاف فطرۃ انسانی کیون ٹہیراتے ہین کیا آپ کے نزدیک اللہ تعالے ایسے احکام بہی صادر فرماتا ہے جو ناپسندیدہ اور خلاف فطرۃ انسانی کے ہون اور اگر بلحاظ حیثیت کا نہ بروقت اصدار حکم اول فرمایا اور نہ بروقت حکم ثانی کے تو جسقدر آپ نے خامہ فرسائی اس مقام پر در باب لحاظ حیثیت کے کی ہے سب یاوہ سرائی قرار پائی ہے غرضکہ ان وجوہ سے خوب ظاہر ہے کہ قید حیثیت جو

تنزہ اور اوسکے تقدس اور اوسکے علم و دانش مین نقصان اوسیوقت لازم آتا ہے جبکہ ایک حیثیت کے لحاظ سے کوئی حکم دیا ہوا اور پہر باوجود موجود ہونے اوسی حیثیت و حالت کے دوسرا حکم اوسکے مخالف دیا ہو لیکن اگر حالت اور حیثیت مختلف ہوگئی ہو تو دوسرا حکم دینا اوس کے تقدس کو نقصان نہین پہونچاتا بلکہ نہ دینا اوسکے تقدس او علم و دانش کو نقصان پہونچاتا ہے **قلت** یہ سب ناواقفی ہے سید الطایفہ کی صفات باری تعالے سے اگر اوسی حیثیت کے موجود ہونے پر بمقتضاے حکمۃ کاملہ کے کہ ہماری عقل اوسکا احاطہ نہین کر سکتی دوسرا حکم برخلاف حکم سابق کے باوجود بقاء اوسی حیثیت کے صادر فرمایا تو کیا نقصان اوسکی تنزہ اور تقدس مین لازم آیا نقصان تو اوسصورت مین لازم آتا کہ پہلے حکم مین کچھ ایسے نقصان تہی کہ اوسکو معلوم نہ تھی بعد عملدرآمد کے ان نقصانات کا علم ہوا جسکو بدا کہتے ہین چونکہ بدا کا کوئی قایل نہین پس یہ تقریر سید الطایفہ کی بالکل لغو اور برخلاف ہے خود اونہین کی تصریح صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲ تبئین الکلام کے جسکو ہم اسی بحث مین بالفاظہ نقل کر چکے ہین بلکہ یہ کہنا کہ جس حیثیت پر پہلا حکم تہا باوجود بقاء اوس حیثیت کے وہ دوسرا حکم نہین دے سکتا اور اوسکے افعال کو معلل بالاغراض قرار دینا مخل اور مستلزم نقصان قدرۃ کاملہ اور کمال ذات کا ہے چنانچہ علم کلام مین بحث اوسکی مبسوط ہے سید الطایفہ اوس کو دیکھین اور اپنی غلطی پر متنبہ ہون کیا بقاء حیثیت سابقہ ایسی مانع قوی ہے کہ اوس قادر مختار کے کسی حکم کی مزاحم ہو سکتی ہے اور کیا اوسکی حکمت کاملہ دربارہ اصدار حکم ثانی کے تبدیل حیثیت مکلفین ہی مین محصور ہے تعالی ربنا الکبیر المتعال عن ان یوزن بمیزان الاعتزال الغرض (اول) تو ہم اسکو تسلیم نہین کرتے کہ احکام حاکم مطلق کے وجوباً معلل ساتھہ حیثیات و اغراض کے ہین اور اس باب مین شاعرہ اور جہابذہ حکما اور علماء ربانی صوفیہ کرام کا فۃ ہمارے ساتھہ متفق ہین مولانا فرماتے ہین ع کار بے علت مبرا از علل (ثانیاً) آپ لکھتے ہین کہ نقصان تقدس تنزہ مین اوسوقت آتا ہے جبکہ ایک حیثیت کے لحاظ سے کوئی حکم دیا ہوا اور پہر باوجود موجود ہونے اوسی حالت و حیثیت کے دوسرا حکم اوسکے مخالف

کی نسبت لکھتے ہے کہ دونون صورتون پر اطلاق نسخ شرعی کا ہوتا ہے یا دونون پر نہین ہوتا یا ایک پر ہوتا ہے دوسرے پر نہین ہوتا فضول باتین لکھنے سے بجز کاغذ سیاہ کرنے کے کیا فائدہ ہے ہم یہ کہتے ہین کہ چونکہ شارع جل وعلا کے پہلے حکم مین کچھ ذکر کسی حیثیت کا نہین اور ہم اپنے دل سے اپنی راے ناقص سے اوسکے ایسے حکم مین کہ جسمین اوس نے کسی حیثیت کی تصریح نہین فرمائی کوئی حیثیت پیدا نہین کرسکتے کیونکہ ہماری عقل اوسکی علم وحکمت کا احاطہ نہین کرسکتی خود سید الفضلا نے تبیین الکلام کے باب پیدایش مین صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳ پر اس امر کا اقرار کرتے ہین کہ ہم ذرہ بھر بھی اوسکی حکمت کے کاموں سے نہین لیجاسکتے حیوانات اور نباتات کے برباد کرنے مین وقت طوفان نوح کے جو اصلی حکمت اوس حکیم مطلق نے رکھی ہو وہ ہماری ناچیز عقل مین نہین آسکتی" پس اگر ہم اپنے ظن وتخمین سے کوئی حیثیت پیدا کرین تو احتمال قابل اطمینان اور وثوق کے نہین اور اوسکی نسبت یہ نہین کہہ سکتے کہ درحقیقت اسی حیثیت پر وہ پہلا حکم صادر ہوا تہا علاوہ برآن عقلی تعلیلات مین ہمیشہ باہم عقلا بلکہ ایک ہی عاقل کی راے مین اوقات مختلفہ مین اختلاف ہوتا ہے اگر ایک شخص نے ایک حیثیت ٹہرائی دوسرے نے دوسری تیسرے نے تیسری ٹہرائی تو اوس اختلاف کے تصفیہ کے واسطے ایک قانون کا بنانا ضرور پڑے گا اور پہر اوس قانون کے اصول مین بھی بالضرورۃ اختلاف واقع ہوگا پس ہم ایسے موہومات کا توجہ لحاظ نہ کرکے یہ کہتے ہین کہ حکم اول خواہ کسی حیثیت پر مبنی ہو یا نہو جب دوسرا حکم اوس حکم سابق کے بعد پہونچا اور معلوم ہوگیا کہ بعد اسکے وہ حکم سابق باقی نہ رہا تو دونون صورتون مفروضہ سید الطایفہ پر اطلاق نسخ کا بموجب اصطلاح شرع کے درست ہے کیونکہ ہماری اصطلاح مین نسخ بیان ہے مدۃ حکم سابق کا جو علم شارع مین معہود تہے اور ہم کو اوسکا علم نہ تہا جب شارع نے دوسرا حکم ایسا صادر فرمایا کہ خلاف اوس حکم سابق کے ہے تو اب ہمکو معلوم ہوگیا کہ پہلا حکم میعادی تہا اب وہ میعاد جو علم مین شارع کی تہی گذر گئی اور تعریف نسخ کی دونون صورتون پر صادق آگئی **قال** ذات باری کی

چنانچہ خود سید الطایفہ بہی ایک عرصہ مین اونہین ممبران کونسل مین داخل تھے غالب ہے کہ اون تبدیلات کو بلفظ نسخ کے تعبیر کرنے مین وہ بہی سب ممبران کے شریک ہونگے پس خود سید الطایفہ ہی ان سب امور پر لحاظ فرماکر اپنے اس قول کی (کہ ہم کیا کوئی ذی عقل الخ) داد دین البتہ بحسب معنی لغوی کے بدرپر بہی اور اتمام مدۃ کے بعد کے تغیر پر بہی اطلاق اس لفظ کا ہوسکتا ہے مگر اصطلاح شرع مین مخصوص ہے واسطے اوس تغیر کے جو بعد اتمام مدۃ کے ظہور مین آوے چنانچہ شروع بحث مین مفصلاً مذکور ہوچکا ہے **قال** ہمنے تمام قران مین کوئی حکم ایسا نہین پایا اور اسلئے ہم کہتے ہین کہ قران مین ناسخ و منسوخ نہین ہے **قلت** آپ نے نہ قران کو کسی عالم علم قران سے پڑہا نہ ابتک زبان عربی سے جسمین قران کا نزول ہے واقف ہین پس آپ کا یہ فرمانا بیشک محل اعتراض نہین ناسخ ہونے کا تو آپ ہی اقرار کرتے ہین کہ صفحہ ۱۶۱ پر صاف لکہتے ہین کہ موسوی شریعت کے احکام جو شرع محمدی مین تبدیل ہوگئے ہین وہ اس آیۃ (ما ننسخ) سے مراد ہین صرف اسمین کلام کیجئے کہ کوئی حکم قران کا کسی دوسرے حکم قران سے منسوخ ہوگیا ہے یا نہین **قال** علماء اور فقہا نے جن آیتون کو ایک دوسرے کے مخالف خیال کیا ہے اور ایک کو ناسخ اور ایک کو منسوخ ٹہیرایا ہے تو ہم ہر موقع پر ثابت کردینگے کہ وہ باہم مخالف نہین اور ہم تفاوت حیثیت بہی ظاہر کردینگے جسکے بغیر لحاظ کے ناسخ و منسوخ کا قرار دینا محالات سے ہے **قلت** شرایع مین اعتبار علماء اور فقہا ہی کا ہوتا ہے نہ ایسے عامی لوگون کا کہ جنکو اوس زبان مین بہی دخل نہین جسمین قران کا نزول ہے پس آپ آیندہ بہی اگر کچہ کہینگے تو وہ بہی ایسا ہی کلام ہوگا جیسا پیشتر کہتے آئے ہو کہ ملایک سے مراد قواے جسمیہ ہین اور آدم سے مراد یہ ہے اور شیطان سے مراد وہ ہے اور سماء سے مراد کواکب و زمین ہین اور ہاروت و ماروت سے مراد دو کافر جادوگر مین الی غیر ذلک اور جیسا اسی بحث مین بہت لغو و لاطائل کلام کیا ہے مگر بڑا تعجب تو یہ ہے کہ مفسرین نے جو دو تین آیتین اس قسم کی یہان لکہی ہین اونہین اسی مقام پر کیون کلام نکیا آخر کی صفحہ اس بحث مین سیاہ

دیا ہو اگر ہم اسکو تسلیم ہی کر لین کہ پہلے حکم مین کسی حیثیت پر لحاظ فرمایا گیا ہے مگر بقاء حیثیت سے لازم نہین
آتا کہ ایک وقت مین جو اوس حیثیت پر لحاظ کیا تو ہمیشہ اوس حیثیت کے لحاظ کو ماننا واجب ہو گیا
کیا کیا نہ کیا جب تک چاہا کیا جب نہ چاہا نہ کیا پس بقای حیثیت کسیطرح پر مقتضی بقاء حکم
کی نہین ہوسکتی نہ باوجود بقاء حیثیت کے دوسرا حکم دینے سے کچہ نقصان تقدس اور تنزہ مین واقع ہوسکتا
ہے **قال** پس ہم قبول کرتے ہین کہ ایسے احکام بہی موجود ہین جو شرائع سابق مین مامور بہ تھے اور شرائع
مابعد مین مامور بہ نہین رہے یا بالفرض ہم تسلیم کر لین کہ خود مذہب اسلام مین ہے اول کوئی حکم مامور بہ
تہا اور پہر بعد کو مامور بہ نہین رہا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حیثیت اور حالت متحد نہین رہی تھی تو ہم ایک
کو دوسرے کا ناسخ نہین قرار دیتے اور ہم کیا کوئی ذی عقل بہی ہندو مسلمان یہودی عیسائی دہریہ اونمین
سے کسیکو ناسخ و منسوخ نہین کہنے کا یہ دوسری بات ہے کہ ہم مجازا یا بطور ایک اصطلاح کے اونکو
ناسخ و منسوخ کہنے لگین **قلت** ہم نہین سمجھتے کہ سید الطائفہ یہ فضول باتین بفایدہ کیون لکھ رہے
ہین اصطلاح شرعی پر کلام کر رہے ہین یا باعتبار معنی لغوی کے حالانکہ دونون طرح پر یہ باتین اونکی
غلط ہین نسخ کے معنی لغوی خود لکھ چکے ہین کسی شئے کا دور کر دینا اور متغیر کر دینا اور باطل کر دینا
اور اصطلاح شرع مین اوسکی معنی یہ لکھ چکے ہین کہ ایک شرعی حکم کا کسی دوسرے شرعی حکم سے زائل
یا متغیر یا باطل ہونا پس جب ایک حکم دوسرے حکم سے متغیر ہو گیا گو کہ وہ بغیر تغیر حیثیت مکلفین ہی کے
متغیر ہوا پس باوجود متغیر ہو جانے اوس حکم کے کونسا عاقل ہندو مسلمان دہری یہودی عیسائی ہی
کہ یہ کہہ سکتا ہے کہ متغیر نہین آیا یہ ہوسکتا ہے کہ متغیر ہو گیا اور متغیر نہین ہوا چونکہ خود نسخ کے معنی متغیر
ہونے کے لکھ چکے ہین پس بحکم ضرورۃ متغیر ہونے والی شئ منسوخ ہے اور متغیر کرنے والی شئے
ناسخ ہے قوانین سرکار انگریزی ہمیشہ بدلتے رہتے ہین اور اکثر بنا ء تبدیل کی تغیر حیثیت ہی ہوتی ہے اور
ممبران کونسل وضع قوانین کے ہمیشہ پہلے قانون کو بلفظ منسوخ اور دوسرے کو بلفظ ناسخ تعبیر کرتے ہین

وعید و زجر اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون کے ہوگی **قال** ناسخ و منسوخ کے باب مین لوگون نے بہت سی بحثین کی ہین اور ابو مسلم نے جو ناسخ و منسوخ ہونے کا قایل نہین ہے متعدد دلیلین اوسکے امتناع پر پیش کی ہین اور اوسکے مخالفین نے جو جمہور مفسرین ہین اوسکی تردید کی ہے اور اثبات نسخ پر دلیلین پیش کی ہین ہماری سمجھ مین وہ سب قشری بحثین ہین مغز سخن تک کوئی نہین پہونچتین اور جو اصل بات اتحاد حیثیت کی ناسخ و منسوخ مین تھی اوسپر کسیکا خیال نہین گیا ہے اوسیلئے ہم اون بحثون کا اپنی تفسیر مین ذکر کرنا محض بیفائدہ سمجھتے ہین **قلت** یہ دوسرا طریق وقت ٹال دینے کا اختیار کیا جب سید الطایفہ ابو مسلم کے ساتھہ متفق ہین تو جن دلایل سے جمہور فقہا و مفسرین نے ابو مسلم کے قول کو رد کیا ہے اوس مین کلام کرتے مگر اتنی لیاقت کہان ہے کہ اوسمین کلام کر سکین مجبور ہو کر وقت کے ٹال ہی دینے مین اپنی لیاقت و علم کی پردہ پوشی مناسب سمجھی اور صرف اتنی بات کہہ کر کہ وہ سب بحثین قشری ہین جو ہم سمجھے مین وہی مغز سخن ہے ع فان القول ما قالت حذام نہ کوئی دلیل اسپر ہے کہ وہ بحثین قشری ہین نہ اسکی کوئی دلیل ہے کہ جو کچھہ ہم سمجھے ہین وہی مغز سخن ہے مین کہتا ہون کہ ہماری دلایل و براہین سے جو ہمنے اوپر بیان کی ہین خوب ثابت ہے کہ سید الطایفہ نے جس چیز کو مغز سخن تجویز کیا ہے اور اوسمین گفتگو کی ہے وہی قشری ہے اور اوسمین کلام کرنا بالکل فضول ہے اور سید الطایفہ اصلا اصل مطلب اور مغز سخن تک نہین پہونچے جہل مرکب کی راہ سے مغز سخن کو قشر اور قشر کو مغز سخن سمجھے ہین چنانچہ ہم نے اس بحث مین کئی جگہہ اوسپر اشارہ کیا ہے مخفی نہ رہے کہ ابو مسلم کو مطلقاً نسخ سے قطعاً انکار یہ نہین کہ نسخ بعض احکام توریت کے تو قایل ہون اور نسخ بعض احکام قرآن کے قایل نہون چنانچہ یہ امر اونکی دلایل سے ثابت ہے بڑی دلیل اونکی یہہ ہے کہ وہ مصلحت جو بر وقت صدور حکم ثانی

کئے ہین اونکی بحث کو آیندہ پر کیون ٹال دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپکا یہ دعوی ہی دعوی ہے
اور دعوی بھی ایسا کہ دلیل اوسکی کچھ ہے نہین مطلب پر جس وقت آئی تو کچھ بات نہ بن پڑی بجز اسکے کہ آیندہ
پر ٹال دیا اور تفاوت حیثیت کی اظہار کا جو وعدہ بر آیندہ کرتے ہین ہم نے کلیتہ اسی بحث مین
آپ کے اس قول کو باطل اور رد کر دیا ہے (کہ بغیر لحاظ حیثیت کے ناسخ و منسوخ کا قرار دینا محالات
سے ہے) پہلا عدم مخالفت آیات کو تو موقع آیات پر ٹال گئے تھے اس امر کا ثابت کرنا کہ ناسخ و
منسوخ کا قرار دینا بدون لحاظ حیثیت کے محالات سے ہے تو اسی مقام پر واجب تہا کوئی
دلیل اوسکے استحالہ کی لکھی ہوتی صرف پیشتر یہ دعوی کرکے رہگئے کہ ایک حیثیت کے باقی
رہنے پر دوسرا حکم پہلے حکم کے برخلاف دینا موجب نقصان تقدس و تنزہ باری تعالی ہے
نہ اسپر کوئی دلیل نقلی پیش کی نہ عقلی پس ایسے دعوی آپ کے کہ محض بے دلیل ہین پیش بر اوہام
فاسدہ و تخیلات باطلہ کے ہین جو مقام مباحثہ اور مناظرہ کا ہے عین اوس مقام مین کسی دعوی
کے اثبات کو تو آیندہ پر حوالہ کر دیتے ہین کسی دعوی کے اثبات کی نسبت بجز سکوت کے کچھ نہین
ہوتا آسمان کی بحث مین یہی الفاظ بولے ہین مگر دیکھو اب تک باوجودیکہ کئی آیتون مین کلمہ
سما واقع ہوا مگر کچھ بحث اوسکی نہین کی اور اپنا مدعا ایک جگہہ بھی ثابت نہین کیا پس
صاف ظاہر ہے کہ مقصود وقت کا ٹال دینا ہے و بس اور یہ جو کہتے ہین کہ ہم تفاوت
حیثیت کا ظاہر کرینگے اسپر ہمنے پیشتر بھی اعتراضات کئے ہین اور پھر ہم یہ کہتے ہین کہ
تفاوت حیثیات کا اون آیات مین تو کچھ مذکور نہین پس بالضرورۃ استخراج حیثیت غیر منصوصہ کا
اجتہاد سے ہوگا اور اپنے ظن و تخمین سے ایک حیثیت ایسی نکالوگے جو شارع کی طرف سے
منصوص نہین اور چونکہ اجتہادی حیثیت موجب علم و یقین کے نہین ہوسکتی پس اگر نسبت
اوس حیثیت کے یہ کہوگے کہ اللہ تعالی نے اس حیثیت پر یہ حکم دیا تہا تو بلا شک و شبہ مصداق

احاطہ نہین کرسکتا پس جب تک کہ وہ خود ہی بیان اوس حکمت ومصلحت یا حیثیت کا نکرے ہم کو اصلی حکمت ومصلحت یا حیثیت کا معین کرنا اپنے ظن وتخمین سے بیجا ہے اور اگر ہمنے اپنے ظن وتخمین سے کوئی حیثیت یا مصلحت وحکمت ٹھیرائی بہی تو اوسپر اثر کیا مترتب ہوسکتا ہے اسلئے کہ بعد حکم ثانی کے اگر وہ حیثیت مبدل بہی ہوجاوے تب بہی جبتک کہ حکم ثانی بنص صریح منسوخ نہوگا وہی حکم واجب الامتثال رہیگا اور سمجہا جاویگا کہ یا تو وہ حیثیت جو ہمنے اپنے ظن وتخمین سے ٹھیرائی ہے درحقیقت وہ حیثیت نہین ہمارے ظن تخمین کی غلطی ہے یا اگر درحقیقت وہی حیثیت ہے تو مصلحت وحکمت مقتضی تبدیل حکم ثانی کے باوجود تبدیل حیثیت کے نہین ہے اور تبدیل حیثیت کو تبدیل حکم مین کچہ دخل نہین اور اس بیان سے خوب واضح ہوئی غلطی اس قول سید الطایفہ کی جو اونہون نے تبئین الکلام کے مقدمۂ عاشرہ مین لکہا ہے (کہ جو حکم اب منسوخ ہوگئے ہین اگر فرض کیا جاوے کہ اس زمانہ کے آدمیون کا ایسا حال اور ایسی طبیعت ہوجاوے جو اوس زمانہ کی آدمیون کی تہی تو اب بہی سب کو اونہین حکمون پر چلنا پڑے گا) اسلئے کہ مدار تبدیل حکم کا تبدیل حیثیت پر نہین بلکہ صدور حکم ثانی پر ہے جو حسب اقتضائے حکمت کاملہ کے صادر ہوتا ہے پس ہرگاہ کہ اوسکی حکمت کاملہ نے شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام مکمل ہوگئی اور سلسلہ نبوۃ و ورود احکام تشریعی کا منتہی ہوچکا تو قیام قیامت اور بقای اس عالم تک انہین احکام شریعت محمدیہ کا قرین مصلحت وحکمت کاملہ ہونا قرار پایا پس اب کوئی حکم اوسکا کسی قسم کی حیثیت کی تبدیل سے بدلا نہین جاسکتا نہ وہ احکام جو اوسکی روسے منسوخ ہوگئے ہین پہر بحال ہوسکتے ہین الغرض تفاوت حیثیت جسکو سید الطایفہ نے مغز ٹھیرا کر اوسکے بیان کا آیندہ موقع پر وعدہ کیا ہے محض قشری بات ہے اور مغز سخن تک اونکی عقل کوتہ اصلا نہین پہونچی **قال** امام رازی صاحب نے جو دو آیتون سے اپنی دانست مین قرآن مجید مین نسخ کا ہونا قرار دیا ہے اگرچہ اون سے

کی ظاہر ہوئی اگر بروقت صدور حکم اول کے ظاہر نہین ہوئی تھی تو جہل اور بدا لازم آیا اور اگر کچہ
مصلحت احکام کے دینے مین نہین تو عبث ہے مگر یہ دلیل اونکی مردود ہے اشاعرہ کے مذہب پر
تو احکام اوسکے معلل باغراض و مصالح عباد نہین کوئی مصلحۃ عباد علۃ موثرہ اور موجبہ اوسکے احکام کے
نہین ہو سکتی پس اونپر تو یہ اعتراض وارد نہین ہو سکتا وہ شق ثانی کو اختیار کرکے کہتے ہین کہ یفعل اللہ
ما یشاء و یحکم ما یرید لا مانع لحکمہ و لا راد لقضائہ اور معتزلہ جو اسکے قایل ہین کہ رعایت مصالح
عباد کی اللہ تعالے پر واجب ہے اور فقہا جو واجب تو نہین مگر تفضلاً اور احساناً قرار دیتے ہین ان
دونون فرقون کی طرف سے جواب یہ ہے کہ علم اوسکا ماکان اور مایکون پر محیط ہے اور حکمت اوسکی
نامحصور ہے اور مصلحت عباد کی بسبب تجدد احوال اور ازمنہ کے متجدد ہوتی ہے اور اوس
حاکم علیم و حکیم کو اس تجدد کا علم ازل سے تہا پس معتزلہ کے قول پر وجوباً اور فقہا کے قول پر تفضلاً
و احساناً مصلحت بہی متجدد ہوئی اور حکم پہلا بدلا گیا پس نہ بدا لازم آیا نہ عبث سید الطائفہ
جو یہ لکھتے ہین کہ اصل بات پر کسیکا خیال نہین گیا یہ اونکی نافہمی اور بے علمی ہے معلوم ہوتا ہے کہ
اونہون نے ہمارے علمار کی کتابین علم اصول اور فقہ کی دیکھی ہی نہین یا اگر دیکھین ہین تو بجز ورق
گردانی کچہ مطلب نہین سمجہا اور اصل بات جو حیثیت مکلفین کے تبدیل کو قرار دیتے ہین اصل بات
یہ نہین بلکہ حکمۃ کاملہ اور مصلحت عامہ ہے اور اوسکی حکمت و مصلحت کچہ تبدیل حیثیت مکلفین پر
محصور اور منحصر نہین ممکن ہے کہ حیثیت مکلفین کی بدستور ہو اور باوجود اوسکے حکمت کاملہ مین
تبدیل حکم سابق کا بہتر متصور ہو تو اسمین کوئی نقصان عاید نہین ہو سکتا چنانچہ پیشتر بہی اوسکا بیان
ہو چکا ہے بہرحال اس امر مین بحث کرنا کہ وہ حیثیت یا مصلحت و حکمت کیا تھی کہ جسپر پہلا حکم صادر
ہوا تہا اور اوس مین بروقت صدور حکم ثانی کے کیا تفاوت ہو گیا محض فضول ہے اس مین بحث
کرنا نہ فقیہ کا کام ہے نہ مفسر کا ہرگاہ کہ یہ امر مسلم ہے کہ ہمارا علم و عقل اوسکے علم و حکمت کا

جل وعلا کا ہے اور یہ آیات اوسکے اس فعل کے دلایل ہین اور امام رازی نے ان آیات سے استدلال
کیا ہے پس سید الطائفہ کو یہ مواخذہ اگر کرنا تہا تو خدای تعالی سے کرتے کہ تو نے جو بدلنا آیۃ مکان آیۃ
اور یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت کہا ہے اسمین حیثیت کا بہی لحاظ کیا ہے یا نہین اگر نہین کیا تو تبدیل
اور محو و اثبات بہی ثابت نہین امام رازی سے کیون جہگڑا کرتے ہو اگر جہگڑا کرو تو خدا سے کرو
آپ سے پہلے بہی تو ایک جہگڑا ایسا ہی ہو چکا ہے (انا سجد لمن خلقت طینا) پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ
آیا ہمارا لحاظ کرنا اور نہ لحاظ کرنا حیثیت کا اور ثبوت و عدم ثبوت نسخ باہم لازم و ملزوم ہین اگر باہم تلازم
ہے تو اس تلازم کی دلیل کیا ہے چونکہ سید الطائفہ نے اس تلازم پر کوئی دلیل پیش نہین کی تہا
صاف ثابت ہے کہ بے اصل اور بیفائدہ خارج از مطلب باتین بنائی ہین اور چونکہ ہر طرح پر مغلوب
ہوے ہین لہذا اس قسم کا مشاغبہ کرکے وقت کو ٹال دیا ہے **قال** ایک اور بات قابل لکہنے کے یہ ہے
یعنی قول و فعل آنحضرت صلعم کا حکم قران کا ناسخ ہے یا نہین اس مین علما کی مختلف قول مین کہ جب
کہ ہم قران سے قران کا حقیقۃ منسوخ ہونا تسلیم نہین کرتے تو حدیث سے اوسکا حقیقۃ منسوخ
ہونا کیونکر تسلیم کر سکتے ہین خواہ وہ حدیث خبر احاد کا درجہ رکہتی ہو یا حدیث مشہور کا یا لوگون نے
معنی یا لفظا اوسکو متواتر کے درجہ تک سمجہا ہو **قلت** کلام نسخ کے حقیقی معنی مین نہین بلکہ
کلام اون معنی مین ہے جنمین اصطلاح شرعی مین منقول ہے اور جن معنی کے اعتبار سے سید الطائفہ
نے توریت کے بعض احکام کو منسوخ قرار دیا ہے اور جس معنی کے اعتبار سے صفحہ ۵۶ امین لکہا ہے
کہ موسوی شریعت کے احکام شرع محمدی مین تبدیل ہو گئے اوسکی تشریح صفحہ ۲۵ ہ مقدمہ عاشرہ
تبیین الکلام مین اس طور پر کی ہے کہ ہم مسلمانون کے مذہب مین نسخ کے معنی صرف گذر جانے میعاد
ایک حکم کے ہین اور جسکی نسبت صفحہ ۲۶ مقدمہ مذکور مین یہ لکہتے ہین کہ یہ مذہب ہم مسلمانون کا
جو نسخ کے باب مین ہے بالکل مطابق بیان حضرت مسیح علیہ السلام کے ہے جبکہ طلاق کے

نسخ کا ہونا ثابت نہین ہوتا جیسا کہ ہم اون دونون آیتون کی تفسیر مین لکھینگے لیکن ہم اول سے
نہایت ادب سے پوچھتے ہین کہ آپ نے اتحاد حیثیت کی شرط کو بھی ملحوظ فرمایا ہے یا نہین غالبا
وہ فرماوینگے کہ نہین تو ہم اونسے عرض کرینگے کہ حضرت ناسخ و منسوخ ہونے کا ثبوت بھی نہین **قلت**
دیکھو کس کس حیلہ سے دفع الوقتی کر رہے ہین جب مناظرہ مین نہایت درجہ پر مغلوب ہو چکے ہین
تو کچھ بات بن نہین آتی حیلہ حوالہ سے بات کو ٹال رہے ہین صفحہ ١٦٥ پر لکھا تھا کہ جن آیتون
سے امام رازی نے استدلال کیا ہے ہم بتا دینگے کہ اون سے بھی منسوخ ہونا آیتون کا ثابت نہین
ہوتا ہمکو یہ توقع تھی کہ اسی مقام پر جو کچھ رطب یابس بتانا ہوگا بتا دینگے کیونکہ اسی مقام مین
سب اصول و فروع اور ہر فریق کی تقریر اور ہر فریق کی دلائل اور سید الطایفہ نے جو اصول اور
دعوی قایم کئے ہین سب موجود ہین اور بسبب مستحضر اور مہیا ہونے سب مواد مباحثہ کے
اس مقام پر یہی موقع تھا امام رازی کے سمجھانے کا مگر افسوس ہے کہ عین موقع پر سید الطایفہ
کچھ نہ سکے حیلہ و حوالہ کرکے صاف ٹال گئے ؎ وای حسرت کہ دکھا کر خم صہبا خالی تھا
آج پھر پیر خرابات نے ٹالا خالی ؎ خیر کیا مضایقہ ہے یار باقی صحبت باقی جب کہین کچھ
فرماوینگے ہم بھی اونکو اونکی غلطی پر متنبہ کر دینگے انشاء اللہ تعالے اور یہ جو لکھتے ہین کہ ہم
امام رازی سے پوچھتے ہین الخ یہ تو محض لغو بات ہے امام رازی نے تو آیۃ واذا بدلنا آیۃ
مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر اور آیۃ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت
وعندہ ام الکتاب سے استدلال کیا ہے چونکہ یہ آیتین نص صریح ہین وقوع تبدیل اور
محو و اثبات مین اور یہی معنی ہین نسخ کے سید الطایفہ اس استدلال مین کچھ عذر تو نہ کر سکے
مگر بے فایدہ ایک بات مطابق عادت مغلوب لوگون کے خارج از بحث بنا کر اصل مطلب سے
گریز کر گئے ہین کہتا ہون کہ یہ بات امام رازی سے پوچھنے کے قابل نہ تھی کیونکہ نسخ فعل شارع

وجہ قرار دیتے ہین ہم اون سے دریافت کرتے ہین کہ کوئی وجہ بھی آپ کے پاس نامعتبر قرار دینے کی ہے یا بلا وجہ ہی نامعتبر قرار دیتے ہین اللہ تعالی کے احکام کو تو یہ کہتے ہو کہ کسی وجہ پر مبنی ہونی چاہئین اپنا رتبہ اپنے نزدیک ایسا اعلی سمجھ لیا ہے کہ بلا وجہ بھی جسکو چاہا معتبر ٹہیرا دیا جسکو چاہا نامعتبر ٹہیرا دیا چونکہ صورت مسئلہ کی یہ فرض کی گئی ہے کہ حدیث متواتر طور پر منقول ہے جسطرح پر قران منقول ہے پس باعتبار نقل تو وہ نامعتبر نہین ہو سکتی اگر اس اعتبار سے اوسکو نامعتبر کہو گے تو اگر کوئی نیچری قران کو اس بنا پر نامعتبر کہیگا تو اوسکا کیا جواب دو گے یا اوسکے ساتھہ اتفاق کرو گے اور اگر اس سبب سے نامعتبر کہتے ہو کہ وہ حکم خدا کا ہے اور یہ رسول کا ہے تو ہم کہین گے کہ کوئی رسول ایسا حکم جو معارض کلام خدا کے ہو بدون وحی کے نہین کہہ سکتا پس جبکا وہ حکم ہے اوسیکا یہ حکم ہے علاوہ بران باب ۲۴ سفر استثنا مین جو حکم اجازت طلاق کا اور دوسرے نکاح کے جواز کا ہے وہ حکم خدا کا ہے اور (متی) کی کتاب کے ۱۹ باب مین جو حکم ممانعت طلاق اور عدم جواز نکاح ثانی کا ہے اوس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حکم عیسی عم کا ہے پھر اگر یہی وجہ ہے تو اوس حکم کو جناب عیسی عم کے کیون نہین نامعتبر کہتے اور کیون اوسکو ناسخ حکم توریۃ قرار دیتے ہو حالانکہ وہ مضمون متواتر بھی منقول نہین اور اگر یہ کہو کہ احتمال نقل بالمعنی کا ہے تو ہم کہین گے کہ صورت مسئلہ تواتر بالالفاظ فرض کی گئی ہے علاوہ بران (متی) نے جو حکم جناب عیسی عم کا نقل کیا ہے اوسکی نقل بالالفاظ ہونے کا کیا ثبوت ہے اور اب تک تو (متی) سے بھی صرف منقول بالمعنی ہی ہے کیونکہ آپ کے پاس تو سب تراجم ہی ہین اور اصل کتاب تو موجود ہی نہین اسی مضمون کو (لوقا) اور (مرقس) نے بھی نقل کیا ہے مگر دیکھہ لو کہ الفاظ و کلمات مین کسقدر تفاوت ہے الغرض جو کچھہ سید الطائفہ نے اس بحث مین لکھا ہے سب بے دلیل اور اصلا قابل لحاظ کے نہین صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر بحث مین ہر فن مین ازراہ بوالہوسی دخل دینا چاہتے ہین مگر ہر جگہہ بے علمی اور

باب مین آپ نے مروسیون سے فرمایا کہ موسی نے تمہاری سخت دلی کے سبب تم کو اجازت
دی کہ اپنی جورو کو چھوڑ دو پر ابتدا مین ایسا نہ تھا انتہی بلفظہ پس معنی حقیقی کا تذکرہ جو کرتے ہین
محض بیفائدہ اور عبث کاغذ سیاہ کرنا ہے جس علم مین جو لفظ مستعمل ہو اوسیکی بنا پر کلام کرنا چاہئے
نہ اوسکے معنی حقیقی اور لغوی کی بنا پر **قال** باقی رہا یہ کہ سطرح لوگون نے مجازاً ناسخ
و منسوخ ہونے کا اطلاق کیا ہے اوسطرح بہی ہم حدیث کو ناسخ قرآن سمجھتے ہین یا نہین تو ہم
اسطرح بہی نہین سمجھتے بلکہ اوسکو حدیث کی نامعتبری کی وجہ قرار دیتے ہین ہان احادیث صحیحہ کو
جنکا درایۃ صحیح ہونا ثابت ہوگیا ہو مفسر قرآن سمجھتے ہین **قلت** یہ سب ناواقفی ہے سید الطائفہ
کی علوم دینیہ سے علم اصول فقہ مین ایک باب معارضہ ادلہ شرعیہ کا ترتیب دیا گیا ہی
اور اوسمین مفصل بیان رکن و شرط اور محل معارضہ کا بیان ہے چنانچہ رکن معارضہ کا بیان
کرتے ہین تقابل الحجتین علی السواء لا مزیۃ لاحدہما علی الآخر فی حکمین متضادین اور شرط
کی نسبت لکھتے ہین اتحاد المحل والوقت مع تضاد الحکم پس بلحاظ ان امور کے
اول یہ دیکھنا چاہئے کہ دونون دلیلین ایسی ہین کہ اون مین تعارض باعتبار رکن تعارض کے ہو سکتا ہی
یا نہین بعد اسکے باعتبار شرط کے بلحاظ وقت کا کیا جاوے کہ اگر اوقات دونون کے مختلف ہین کہ
ایک مقدم ہے دوسری موخر ہے تو مقدم کو منسوخ اور موخر کو ناسخ ٹہیرا کر تعارض کو رفع کیا جاوے
چونکہ قرآن کی آیات متواتر ہین پس اون مین اور خبر احاد مین مساوات نہین اسلئے بسبب عدم
صلاحیت معارضہ کے اخبار احاد صلاحیت نسخ آیات قرآن کی نہین رکہتین البتہ کلام اسمین رہا کہ اگر کوئی
حدیث متواتر ایسی پائی جاوے کہ حکم اوسکا حکم آیۃ قرآن مجید کے برخلاف ہو اور یہ بہی ثابت ہو کہ
زمانہ حدیث کا زمانہ آیۃ سے بعد کا ہے تو آیا وہ حدیث ناسخ حکم آیۃ کی ہو سکتی ہے یا نہین یہی مسئلہ
باہم ایمہ مجتہدین کے مختلف فیہ ہے مگر سید الطائفہ جو یہ کہتے ہین کہ ہم اوسکو حدیث کی نامعتبری کی

چاند سورج مراد ہین تو ہم اونکی جناب مین عرض کرینگے کہ یہ ارشاد ہو کہ سموات جمع سما کی ہے
پس سما کس زبان مین ستارہ کے معنی مین ہے عربی مین یا عبری مین یا فارسی مین یا کوئی زبان
جناب والا نے نئی بنائی ہے ظاہر ہے کہ سما لفظ عربی ہے عرب کے لغات کی کتابین بہت ہین
اونمین تو کسی نے بمعنی ستارہ کے ترجمہ نہین کیا ستارون کے معنی مین نجوم و کواکب اوس
زبان مین موضوع ہین پس یہ قول آپ کا کسیطرح پر معقول نہین ہو سکتا علاوہ بران اگر فی الواقع
آپ کے نزدیک سموات اس جگہ ستارون کے معنی مین ہے تو خود آپ نے اوسکا ترجمہ بلفظ
آسمانون کے کیون کیا فارسی زبان مین تو آسمان بہت مشہور لفظ ہے اور اوس زبان مین
اوسکو سپہر اور گردون اور چرخ بھی کہتے ہین ستارون کو آسمان اوس زبان مین نہین کہتے
پس سماوات کو بمعنی ستارون کے سمجھنا صریح غلط اور خلاف ترجمہ خود سید الطایفہ کے ہے

قال اللہ تعالیٰ وقال الذین لا یعلمون لولا یکلمنا اللہ او تاتینا آیۃ کذلک قال الذین
من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم قد بینا الآیات لقوم یوقنون (ترجمہ سید الطائفہ) اور
اون لوگون نے کہا جو نہین جانتے کیون نہین ہم سے خدا کلام کرتا یا کیون نہین ہمارے ہان
نشانی آتی اسیطرح اونکے قول کے مانند اون لوگون نے کہا جو اون سے پہلے تھے ایک سے
ہو گئے اونکے دل بیشک ہمنے بیان کین نشانیان اون لوگون کے لئے جو یقین کرتے ہین

اقول مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اس آیہ سے استدلال اوپر وقوع معجزات کے پیغمبر صلعم سے
کرتے ہین خلاصہ اونکے بیان کا یہ ہے کہ کفار جو باوجود دیکھنے معجزات کے مثل اعجاز قرآن اور
دیگر معجزات کے ازراہ عناد اور حق پوشی کے اون معجزات پر اکتفا نہ کرتے تھے اور بار بار معجزات
طلب کرتے تہے اوسکا بیان اس آیہ مین ہے کلمۂ (آیۃ) جو اس آیہ مین کفار کے مقولہ کا نقل کیا
گیا ہے ظاہر ہے کہ اوس سے مراد احکام اور مواعظ نہین کیونکہ احکام تو برابر اونکو سنائی جاتے تھے

نافہمی اونکی خوب ظاہر ہو جاتی ہے بہر یہ جو لکہتے ہین کہ احادیث صحیحہ کو جنکا درایۃً صحیح ہونا ثابت ہو گیا ہو مفسر قرآن سمجہتے ہین (اولاً) تو ہم کہتے ہین کہ صحیحہ کا بیان جو یہ کیا ہے کہ جنکا درایۃً صحیح ہونا ثابت ہوا اس سے ظاہر ہے کہ روایۃً صحیح ہونا ضرور نہین صرف درایۃً صحیح ہونا کافی ہے جب یہ بات ٹہیری تو ہم دریافت کرتے ہین کہ مثلاً ایک قول منسوب بطرف پیغمبر صلعم کے کیا گیا مگر نہ راوی اوسکے معتبر ہین نہ سلسلہ روایۃ کا مطابق شروط صحت کے ہے البتہ درایۃً اون مین کچہ اعتراض نہین ہو سکتا ایسی احادیث کو مفسر قرآن کہہ سکتے ہو یا نہین اور درایۃً سے مراد آپ کی کیا ہے آیا صرف آپ ہی کی راے پر مبنی ہے یا صحت درایۃ کی بنا اور امور پر ہے اگر اور امور پر ہے تو تفصیل اوسکی لازم تہی (ثانیاً) اسکے لکہنے سے اس بحث مین کیا مطلب ہے اور اسکو اس بحث سے کیا علاقہ ہے **تنبیہ** نسخ حکم آیۃ وحدیث دو طرح پر ہے (ایک یہہ) کہ جسقدر حکم آیۃ یا حدیث مین ہو بالکلیہ منسوخ کیا جاوے (دوسرے) قسم یہ ہے کہ منجملہ اون احکامات کے جنکو آیۃ اور حدیث متناول تہی بعض کو منسوخ کیا جاوے ایسے ناسخ کو علماء حنفیہ بلفظ زیادۃ علی النص بہی تعبیر کرتے ہین اور ایسے نسخ آیۃ کو حدیث مشہور سے بہی جایز کہتے ہین سید الطائفہ عموماً نسخ آیۃ قرآن کے منکر ہین مگر قسم ثانی نسخ کو یہانتک وسعت دی ہے کہ اپنے اقوال سے ہی اکثر مقامات مین زیادۃ علی النص کو روا رکہا ہے دیکہو بحث تفسیر ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان مین کسقدر زیادتین کی ہین اور سوا اسکے اور بہت جگہ ایسا ہی کیا ہے **قال اللہ تعالے**

بدیع السموات والارض (ترجمہ سید الطائفہ) پیدا کرنے والا آسمانون اور زمین کا " اقول منجملہ اون مقامات کے ایک مقام یہ بہی تہا جسکا کہ بحث سما مین سید الطائفہ نے وعدہ کیا تہا کہ ہم ہر مقام مین اوسکا بیان کرینگے مگر دیکہو وہان تو آیندہ موقع پر ٹالدیا اور موقع پر کچہ نہ لکہا اب ہم کہتے ہین کہ یہان سموات کے کیا معنی ہین غالب ہے کہ یہ فرماوینگے کہ ستارے اور

فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین اسی نعمت کا خدا نے ذکر لیا ہے **قلت**
سید الطایفہ کو کہان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسی نعمت کا ذکر کیا ہے بیدلیل بات کہدینا
تو قابل قبول نہین ہوسکتی اور ہرچند کہ یہ کہنا جو خدا نے اونکی زبان سے کہلوایا بڑا خدا کا انعام
ہے مگر یہان بیان ہے خصوصیات ابراہیم عم کا حالانکہ مجرد اسقدر زبان سے کہنا اور دل سے
اوسکا اعتقاد کامل رکہنا خصوصیات ابراہیم عم سے نہین جتنے انبیا ابراہیم عم سے بیشتر اور
جتنے اونکے بعد گذرے ہین اور سب صلحا بہی کہتے آئے ہین اور اسی کی تعلیم کرتے آئے ہین
ایک بڑی بزرگی اونکی یہ ہے کہ جب اونکو کفار نے آگ مین ڈالا تو منقول ہے کہ آتاہ جبریل
فقال الک حاجۃ فقال اما الیک فلا واما الی اللہ فبلی یعنی آئے اونکے پاس جبریل عم اور
کہا اون سے کہ تم کو کچہ کسی امر کی حاجت ہے اونہون نے فرمایا کہ تمہاری طرف تو کچہ حاجت
نہین اور خدا کی طرف تو حاجت بیشک ہے" یعنی ایسے وقت مین کسی غیر خدا کے یہان تک
کہ جبرئیل عم کے بہی توسط وحاجت روائی اور اعانت کے روادار نہوئے اور خاصتہ توجہہ
الی اللہ اور استقامت کو ہاتہہ سے نہ دیا اور کسی غیر کی طرف اصلا میل نہ فرمایا ان ابراہیم
کان امۃ قانتا للہ حنیفا یعنی تہا ابراہیم ایک امۃ فرمانبردار خاص اللہ تعالے کا میل
کرنے والا سب طرف سے خاص خدا کی طرف **قال** کلمات کے لفظ سے عجائب صنع
باری تعالے مراد لی ہے یہ لفظ سورۂ لقمان مین بہی آیا ہے جہان خدا نے کہا ہے مانفدت
کلمات اللہ صاحب تفسیر کبیر نے اوسمقام پر بہی عجائب صنع آلہی مراد لئے ہین اور یہہ
بہت درست ہے **قلت** کلمات کے حقیقی معنی عجائب صنع آلہی نہین اور نہ تفسیر کبیر
مین اس جگہہ عجائب صنع الہی مراد لئے ہین سورۂ (لقمان) کی آیۃ مین اگر امام رازی نے
عجائب صنع آلہی مجازا مراد لئے تو اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر جگہ معنی مجازی مراد لئے جاوین

اورنصیحت برابر کیجاتی تھی کبھی احکام سنانے اورنصیحت فرانے سے انکار اور وہ گذرہ نہین کی گئی اسلئے احکام و مواعیظ تو مراد نہین ہو سکتے سید الطائفہ نے بہی اوسکا ترجمہ بلفظ احکام و مواعیظ نہین کیا اور اقتران (ما تینا آیۃ) کا ساتھ (یکلمنا اللہ) کے صاف مقتضی اسکا ہی کہ وہ کوئی امر ایسا خلاف عادۃ کے جو نشانی صدق نبوۃ کی ہوچاہتے تہے جسکا جواب یہ دیا گیا کہ نشانیان ہمنے سب ظاہر کی ہین پس بالضرورۃ مراد اوسی معجزات ہی ہاہین جو نشانی صدق نبوۃ کی ہین اور اونکے جواب مین جو فرمایا کہ قد بینا الآیات یہ نص صریح ہے اوپر اظہار معجزات کے الغرض اس آیۃ سے بطلان کئی اقوال سید الطایفہ کا ثابت ہوا (اول) یہ جو صفحہ ۱۲۸ پر لکہا ہے کہ جہان آیۃ اور آیات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے اوس سے ہمیشہ احکام یا نصایح و مواعیظ مراد ہین کیونکہ (آیۃ) اور (آیات) سے نہ سوال کفار مین احکام و نصایح اور مواعیظ مراد ہو سکتے ہین نہ جواب مین (دوم) یہ جو صفحہ ۱۳۵ پر لکہتے ہین کہ رسول خدا صلعم کے حال سے دریافت ہوگا کہ آنحضرت صلعم نے نہ کسی ایک شخص نہ کسی گروہ کی دعوت کرتے وقت یہ نہین کیا سید الطایفہ نے اس مقام پر کچہہ اسمین کلام نہین کیا حالانکہ یہ موقع تھا اسپر بحث کرنے کا مگر اونکی عادت ہے کہ بہت سی باتون کو جنکے جواب سے قاصر ہوتے ہین دوسرے وقت پر ٹالدیتے ہین اور جب وہ وقت آتا ہے تو پہر اوسکا

کچہ ذکر تک بھی نہین کرتے قال اللہ تعالے واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن (ترجمہ سید الطایفہ) اور جب مبتلا کیا ابراہیم کو اوسکے پروردگار نے چند باتون مین پہر اوس نے اونکو پورا کیا قال (سید الطایفۃ النیچریۃ) اب خدا تعالی اون بزرگیون کا ذکر کرتا ہے جو حضرت ابراہیم کو دی تہین اور اون تمام بزرگیون مین سے جو حضرت ابراہیم کو دی گئی تہین بڑی بزرگی وہ ہے جبکہ اونہون نے کہا انی وجہت وجہی للذی

ہین کہ استعمال کلمہ و کلمات کا بسبب علاقہ سبب و مسبب کے از قسم مجاز مرسل ہے اور یہہ مسئلہ مسلمہ علماء اصول و علماء معانی و بیان اور خود امام صاحب اور سید الطائفہ کا ہے کہ جب تک حقیقۃ ممکن ہوگی مجاز کو ترک کیا جاوے گا اور ارادہ مجاز کے واسطے کوئی قرینہ قوی ضرور ہے پس امام صاحب پر دو باتین واجب تہین ایک یہ کہ اس بات کو ثابت کرتے کہ یہان حقیقۃ ممکن نہین دوسرے یہ بات کہ جو معنی مجازی مراد لئے ہین اوسپر قرینہ کیا ہے جب تک یہ دونون باتین ثابت نہونگی مجرد علاقہ سبب و مسبب واسطہ ارادہ مجاز کے اصلا کافی نہین ہے علاوہ بران آیۃ سورۂ

(لقمان) اور آیۃ سورہ (کہف) قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا یعنی کہہ اے محمدؐ کہ اگر ہووے سمندر روشنائی واسطے کلمات میرے رب کے تو ختم ہوجاوے سمندر میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے اگرچہ لاوین ہم برابر اوسکی مدد" ان دونون آیتون کا مطلب ایک ہے سورہ کہف کی آیۃ کی تفسیر مین خود امام صاحب نے بھی کلمات کے معنی عجائبات کے نہین لکہے بلکہ اوسکی تفسیر مین یہ لکہتے ہین المعنی لو کتب

کلمات علم اللہ و حکمہ وکان البحر مدادا لہا (والمراد بالبحر الجنس) نفد قبل ان تنفد الکلمات یعنی معنی یہ ہین کہ اگر لکہے جاوین کلمات علم و مکنون اللہ تعالے کے اور سمندر ہو اوسکے لکہنے کے لئے سیاہی "مراد سمندر سے جنس ہے" تو ہو چکے سمندر قبل ہوچکنے کلمات سے" پس جب اوس آیۃ مین کہ ہم مضمون اس آیۃ کے ہے معنی مجازی مراد نہین لئے تو کوئی وجہ اسکی نہین کہ اس آیۃ مین برخلاف اوسکے معنی مجازی مراد لئے جاوین الغرض ان وجوہ سے معنی مجازی خواہ امام صاحب مراد لین خواہ سید الطائفہ قابل تسلیم نہین عجیب حال ہے سید الطائفہ کا کہ دعوی اجتہاد کا بھی کرتے جاتے ہین اور یہ بھی کہتے جاتے ہین کہ ہم کسی مجتہد [illegible] عام مفسرین [illegible] نہ کرینگے پھر باوجود اس شور اشوری کے [illegible] کہ اکثر امام رازی [illegible] ہین کبھی ابو مسلم بالنظ

چنانچہ اس آیۃ مین اونہون نے بھی معنی مجازی مراد نہین لئے اور سید الطالفیہ کا یہ کہنا کہ تفسیر کبیر
مین اوس مقام پر بھی عجایب صنع الٰہی مراد لئے ہین جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیۃ مین بھی اونہون
نے عجایب صنع الٰہی مراد لئے ہین مغالطہ ہے خود امام سورۂ (لقمان) کی آیۃ کی تفسیر مین اسکے
معترف ہین کہ اطلاق کلمہ کا اوپر عجایبات کے مجاز مرسل ہے از قسم اطلاق سبب کے اوپر مسبب
کے لکھتے ہین ان العجایب بقولہ کن وکن کلمۃ واطلاق اسم السبب علی المسبب جایز یقول
الشجاع لمن یبارزہ انا موتک ویقال للدواء فی حق المریض ہذا شفارک ودلیل صحۃ ہذا
ہوان اللہ تعالے سمی المسیح کلمۃ لانہ کان امرا عجیبا وصنعا غریبا بوجودہ من غیراب یعنی
وجود عجایب کا بسبب کلمہ کن کے کہنے کے ہوتا ہے اور کن کلمہ ہے اور اطلاق اسم سبب کا
اوپر مسبب کے جایز ہے مرد شجاع کہتا ہے اوسے جو اوسکے ساتھ لڑتا ہے کہ مین تیری موت
ہون اور دوا کو مریض کے حق مین کہا جاتا ہے کہ یہ تیری شفا ہے اور دلیل اسکی صحۃ کی یہ ہے
کہ اللہ تعالی نے مسیح عم کو کلمہ کہا اسلئے کہ وہ حضرت امر عجیب اور صنع غریب تھے بسبب
اسکے کہ بے باپ کے اونکا وجود تھا " پھر جب امام پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ سبب نزول
آیۃ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراد کلام ہے اور تمہاری تفسیر ارادۂ عجایبات کی منافی اوسکی ہے تو اوسکے
جواب مین یہ لکھتے ہین کہ اسباب نزول جو مذکور ہوئے ہین اور باہم وہ متباین ہین اون سے
معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کلمات عام ہے پس جو ہمنے تفسیر مین ذکر کیا اسکی منافی نہین اسلئے کہ کلام اللہ
عجیب معجز ہے کوئی اوسکی مانند کہنے پر قادر نہین پس جب ہمنے یہ بات کہی کہ خدا کی عجایبات
کی نہایۃ نہین تو ہمین اوسکا کلام بھی داخل ہو گیا ہمکو اس باب مین کہ سبب نزول کیا ہے
کچھ بحث کرنا ضرور نہین کیونکہ کوئی بات بنسبت سبب نزول کے یقینی نہین مگر ہم یہ کہتے ہین
کہ ہر گاہ امام صاحب بھی اسکے خود معترف ہین کہ حقیقی معنی کلمات کے عجایبات نہین اور خود قایل

بناء کو بھی بھول گئے اور ستارہ پرستون کی تائید کرنے لگے واہ کیا خوب قوم کو الزام دینے
پر کھڑے ہوئے آپ ہی اولٹا الزام اونہا مینہ ہے ؎ یہ کیسا امتحان جذب دل اولٹا نکل آیا
مین الزام اونکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا ؛ کیا وہ علم وہبی جسکے نور سے ابتدا سے اونکا دل
منور تھا اور حقیقت اشیاء پر کما ہی ہی بر سبیل ضرورۃ و بدیہۃ آگاہ کرتا تھا حقیقت اشیاء
کی معرفت کے لئے قاصر تھا اور پورے طور پر خدا پر یقین اوس سے حاصل نہ تھا جو طریق استدلال
سے پورے طور پر یقین کیا گیا بیشتر اس سے خدای تعالے پر پورے طور پر یقین نہ تھا حاشا و کلا
قال بعد اسکے کہ کعبہ بنگیا تمام لوگون مین اوسکی تعظیم اور اوسکی زیارت کو آنا شایع ہوگیا تھا اور ایک
بہت بڑی تجارت گاہ بن گیا تھا اور تمام قومون نے عہد کرلیا تھا کہ حج کے ایام مین قتل اور
غارت اور خون ریزی بند رہنے گی اور تمام لوگ جو مکہ مین آتے ہین امن مین رہینگے انہین دونو
باتون کا خدا نے اہتمام سے ذکر کیا ہے **قلت** ان امور کا کہ بہت بڑی تجارت گاہ
بنگئی تھی اور سب قومون کے معاہدہ کا ناقص ادا حج مین کچھ ثبوت ہے اور تجارت گاہ اور
معاہدہ کا زمانہ کونسا تھا آیا حضرت ابرہیم اور اسمعیل علیہما السلام کی زندگی مین یا اونکے بعد اور
بعد توکب اور وہ قومین کون کون تھین جنمین باہم یہ عہد ہوا تھا غلط باتین اپنے دل سے بنا کر
اونکی نسبت یہ کہنا کہ انہین کا خدا نے ذکر کیا ہے نہایت معیوب ہے مفسرین پر تو یہ طعن
کیا جاتا ہے کہ اپنے اجتہاد سے باتین بنا کر تفاسیر مین داخل کردی ہین اپنی کچھ خبر نہین لیتے
کہ ہم خود اپنے طعن کے مورد آپ ہی ہوتے ہین **قال اللہ تعالے** واتخذوا من مقام
ابراہیم مصلی **قال** السید (الطائفۃ النیچریۃ) مقام ابرہیم کی نسبت مفسرین نے بہت
بحث کی ہے اور ایسے اقوال نقل کئے ہین جنکا کافی ثبوت نہین **قلت** مقام ابراہیم تو معین
ہے اور پہلے سے معین چلا آتا ہے اور کافی ثبوت اوسکا قرآن اور حدیث سے زیادہ اور

[illegible]

کی تقلید سے گمراہ ہوجاتے ہین اور طرفہ تر یہ ہے کہ اکثر تقلید ہی کرتے ہین تو ایسے مقامات پر
کرتے ہین کہ جہان اون لوگون کی راے جنکی تقلید کرتے ہین خطا پر ہوتی ہے چنانچہ اسی مقام پر
(کلمات) کے معنی جو عجائبات کے لیے ہین بجز تقلید امام صاحب کے اور کسی بات پر مبنی نہین اور
چونکہ ہماری تحقیقات سے ظاہر ہے کہ آیہ سورۂ (لقمان) مین امام صاحب کا قول قابل تسلیم نہین اور
خلاف قواعد اصول وعلم معانی وبیان اور خود امام صاحب کے قول کے خلاف ہی علاوہ بران ایک
مقام پر اگر معنی مجازی مراد لئے جاوین تو اس سے لازم نہین آتا کہ ہر جگہ وہی معنی مجازی مراد لئے
جاوین پس اس مقام پر بنسبت معنی مجازی کے یہ کہنا سید الطایفہ کا کہ (اور یہ بہت درست ہے)
بالکل نادرست وناجائز ہے **قال** حضرت ابراہیم ستارون اور چاند سورج کو دیکھہ کر عجائب
صنع باری تعالی مین متحیر ہوگئے تھے اور اونہین پر خدا ہونے کا گمان کیا تہا لیکن اونہون نے اوسکو
غلط سمجہا اور پورے طور پر خدا پر یقین کیا اسکی نسبت خدا نے فرمایا فاتھن **قلت** بالکل
غلط ہے اور محض افترا ہے ہرگز ممکن نہین کہ ایک لمحہ بہی کوئی نبی علی الخصوص ایسا نبی کہ جسکے وثوق
توحید کی سب ملتون مین صفت وثنا ہے اور سب ملتون کا پیشوا ہے غیر خدا پر گمان خدائی کا کرے
جو شخص کہ ایک طرفۃ العین بہی ایسا گمان کرے وہ اوس حالت مین کافر ہے اور جو شخص کہ ایک
طرفۃ العین مین بہی کافر ہو وہ اصلا نبی ہونے کی صلاحیت نہین رکہتا پس سید الطایفہ نے
جو کچہ یہان لکہا ہے محض بہتان اور افترا ہے اور وجہ اس بہتان کی ہم پیشتر لکہہ چکے ہین اور
پوری بحث اسکی سابق ہو چکی ہے پہر یہ بہی غور کرنا چاہیے کہ ستارہ پرستی اور آفتاب پرستی اور
ماہ پرستی پر تو اپنے باپ اور قوم کو الزام دیتے تھے اور اوسنے حجتین کرتے تھے اور بقول سید الطایفہ
کے جب امتحان کا وقت آیا تو جو گمان قوم کا تہا وہی گمان کرنے لگے اور تین مرتبہ امتحان مین
پورے نہ اترے جس دلیل کی بنا پر ایک مرتبہ راہ پر آگئے تھے دو مرتبہ بعد اوسکے اس دلیل اور

باب مین کی ہے اور یہی قول ہے اکثر مفسرین کا اور تائید اسکی احادیث صحیحہ سے واضح ہے پس ثابت ہوا کہ مقام ابراہیم کل بیت نہین بلکہ بیت مین ایک مقام ہے اور قول سید الطائفہ کا خلاف قرآن اور احادیث صحیحہ کے ہے **قال** طایفین سے مراد وہ لوگ ہین جو کعبہ کی زیارت اور حج کو آوین **قلت** طائفین کے یہ معنی نہ لغوی ہین نہ شرعی ہین لغوی معنی طوف کے ہین گرد کسی چیز کے پہرنا اسی سبب سے عسس یعنی کوتوال اور پاسبان کو طایف کہتے ہین کہ وہ پاسبانی کے واسطے گہومتا پہرتا ہے صراح مین ہے طوف طواف طوفان گرد چیزے گشتن طایف عسس اور عسس کے ترجمہ مین لکہا ہے عاس شب گردندہ گرد شہر اور شرعی معنی مشہور ہین ولیطوفوا بالبیت العتیق پس یہ ناواقفی ہے سید الطائفہ کی کہ طائفین کے معنی مجرد آنے والون کے سمجہے ہین بلکہ مراد طواف کرنے والے ہین خواہ باہر کے ہون خواہ مکہ کے رہنے والے **قال** عاکفین سے مراد وہ لوگ ہین جو وہان رہتے ہون **قلت** یہ بہی غلط ہے عکوف کے معنی ہین ایک چیز پر متوجہ ہوکر ٹہیرا رہنا قاموس مین ہے عکف علیہ عکوفا اقبل علیہ مواظبا صراح مین ہے عکوف بر چیزے مقیم بودن و روی آوردن صلتہ بعلی قولہ تعالے یعکفون علی اصنام لہم اور اسی سے ہے اعتکاف فی المسجد پس ہر ایک رہنے والا مکہ کا عاکف نہین ہوسکتا عاکف وہی ہوگا جو بہ نیت اعتکاف مسجد حرم مین معتکف ہو **قال** کعبہ درحقیقت نماز پڑہنے کی جگہ یعنی مسجد ہے جسکو حضرت ابراہیم نے بنایا ہے **قلت** بیشک مسجد ہے مگر محترم اور مبارک ترین مساجد اللہ ہے کہ مبارک ترین قطعات زمین پر واقع ہے اور اول بنانے والے اوسکے حضرت ابراہیم نہین بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم عم سے پیشتر بہی وہان بناء مقدس تہی کہ بسبب امتداد مدت مدید کے منہدم ہوکر ایک ڈہیر مٹی کا بلند پڑا تہا ابراہیم اور اسمعیل علیہما الصلوۃ والسلام نے اوسکو پہلی ہی بناء پر بنایا

کیا ہو سکتا ہے ہم اوسکو قول آئندہ مین قران واحادیث صحیحہ سے ثابت کرینگے **قال** مگر سیاق کلام سے جیسے کہ مجاہد کا بھی قول ہے (ان مقام ابراہیم کلہ وہو قول المجاہد - تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۵۰۱) پایا جاتا ہے کہ مقام ابراہیم سے کوئی خاص مقام مراد نہین بلکہ کعبہ مراد ہے **قلت** ہم دریافت کرتے ہین کہ وہ سیاق کلام کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم سے کعبہ مراد ہے لفظ سیاق سمیکہ لیا ہے اکثر مقامات مین بے محل اوسکو استعمال مین لاتے ہین چنانچہ پیشتر بھی ایک جگہہ بے محل اوسکو بولے ہین پھر مجاہد کا قول جو نقل کیا ہے اوسمین لفظ کعبہ کا کہان ہے مجاہد کا قول جو تفسیر کبیر مین نقل کیا ہے اوسکے الفاظ یہ ہین ان مقام ابراہیم الحرم کلہ سید الطایفہ نے اوسکی نقل مین خیانت کی کہ لفظ (الحرم) کو بالکل اوڑادیا تاکہ ناواقف لوگ یہ سمجھین کہ مجاہد کے نزدیک بھی مقام ابراہیم سے کعبہ ہی مراد ہے تفسیر کبیر مین بعد نقل چند اقوال کے لکھا ہے کہ اتفق المحققون علی ان القول الاول اولی یعنی متفق ہوے ہین محققین اسپر کہ پہلا قول بہتر ہے یعنی قول اون لوگون کا جو اوس حجر مبارک کو مقام ابراہیم کہتے ہین اور اسکے اثبات پر پانچ دلیلین لکھے ہین اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے چونکہ احادیث صحیحہ تعین مقام ابراہیم مین بہت ہین اونمین سے دو حدیثین تفسیر کبیر مین بھی منقول ہین اسلیے ہم احادیث کا نقل کرنا ضرور نہین جانتے قران مجید کی آیۃ سے استدلال کرتے ہین کہ مقام ابراہیم کل بیت اللہ نہین بلکہ بیت اللہ مین ایک مقام معین ہے اللہ تعالے فرماتاہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم یعنی اول بیت جو مقرر کیا گیا ہے آدمیون کے لئے وہ ہے جو مکہ مین ہے مبارک اور ہدایت واسطے جہان والون کے اوسمین نشانیان ہین واضح مقام ابراہیمؑ صاحب کشاف لکھتے ہین کہ مقام ابراہیم عطف بیان ہے آیات بینات کا اور نہایت عمدہ تقریر اس

(ابراہیم کے) چونکہ یہ واقعہ بناء ابراہیم عم سے پیشتر کا ہے پس اوس وقت مین یہ کہنا ابراہیم عم کا کہ تیرے بیت محترم کے نزدیک مین نے اپنی بعض ذریۃ کو ٹھیرایا بڑی دلیل اسکی ہے کہ قبل از بناء ابراہیم عم بھی اوس مقام پر بیت منسوب بطرف اللہ تعالے کے تہا کہ بسبب امتداد مدۃ مدیدا ور حوادث زمانہ کے منہدم ہوکر ایک ٹیلہ رہ گیا تہا کہ حضرت ابراہیم عم نے باعانت اسمعیل عم کے اوسی مقام پر بنا قایم کی اوسی حدیث مین ہے کہ فلما اشرفت علی المروۃ سمعت صوتا فقالت صہ تريد نفسها ثم تسمعت فسمعت صوتا فقالت قد اسمعت ان کان عندک غوث فاذا ہی بالملک عند موضع زمزم فبحث بعقبہ او قال بجناحیہ حتی ظہر الماء فجعلت تحوضہ وتقول بیدہا ہکذا وجعلت تغرف من الماء فی سقائہا وہو یفور بعد ما تغرف قال فشربت وارضعت ولدہا فقال لہا الملک لاتخافی الضیعۃ فان ہہنا بیت اللہ یبنی ہذا الغلام وابوہ وان اللہ لایضیع اہلہ وکان البیت مرتفعۃ من الارض کالرابیۃ تاتیہ السیول فتاخذ عن یمینہ وشمالہ الحدیث یعنی پس جب چڑہ گئے وہ (ہاجر) مروہ پر اور سنی اوس نے ایک آواز پس کہا اوس نے (صہ) یعنی چپ ہو یا ٹھیر ارادہ کیا اس کلمہ سے اپنے آپ کو پہر کان لگایا اوس نے تو پہر سنی اوسنے ایک آواز پس کہا اوس نے بہ تحقیق سنائی تونے آواز ہے تیرے پاس فریادرس پس ناگاہ اوسکو دکھلائی دیا فرشتہ زمزم کی جگہ پر پس کہودا اوس فرشتہ نے اپنی ایڑی سے یا کہا (راوی نے) اپنے پرون سے تاآنکہ ظاہر ہوا پانی پس تھے وہ کہ حوض بناتے تہے اوس پانی کا اور کرتے تہے اپنے ہاتہہ سے ایسا (یعنی جیسا راوی نے اشارہ سے بتایا) اور تہے وہ ڈالتے تھے وہ پانی کو اپنی مشک مین اور پانی جوش کرتا تہا بعد اسکے کہ وہ بہر لیتے تہے فرمایا (پیغمبر صلعم نے) پس پیا اوس نے پانی کو اور دودہ پلایا اپنے بیٹے کو پس کہا اوسی فرشتہ نے نہ خوف کر تو ضایع ہونے کا تحقیق اس جگہ خانہ خدا ہے کہ بنا کرے گا اوسکو یہ بیٹا تیرا اور اوسکا باپ اور تحقیق خدا

اور اوسی پہلی بنیاد کو مرتفع اور بلند کیا چنانچہ قول اللہ تعالیٰ کا اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسمعیل یعنی جب کہ اونچا کرتا تھا ابراہیم بنیادون کو بیت کی اور اسمعیل اس سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم اور اسمعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام بنیاد ڈالنے والے نہ تھے بلکہ بنیاد بیت کی جو پہلے سے تھی اوسکے اونچا کرنے والے تہے حدیث صحیح بخاری کی ہے جسمین اوپر سے سب قصہ حضرت ہاجر اور حضرت اسمعیل عم کے اس ویرانہ مین جانے کا پیغمبر خدا صلعم نے بیان فرماکر فرمایا ثم قفی ابراهیم منطلقا فتبعته ام اسمعیل فقالت یا ابراهیم این تذهب وتترکنا بهذا الوادی الذی لیس فیه انس ولا شئ فقالت له ذلک مرارا وجعل ابراهیم لا یلتفت الیها فقالت له آﷲ الذی امرک بهذا قال نعم قالت اذا لا یضیعنا ثم رجعت فانطلق ابراهیم حتی اذا کان عند الثنیة حیث لا یرونه استقبل بوجهه البیت ثم دعا بهولاء الکلمات ورفع یدیه فقال رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم حتی بلغ یشکرون یعنی پھر پھرا پہرے ابراہیم چلتے ہوے پھر پیچھے ہولین اونکی اسمعیل کی ما پھر کہا اسمعیل کی مان نے اے ابراہیم کہان جاتے ہو اور ہم کو چھوڑے جاتے ہو اس بیابان مین کہ یہان نہ کوئی آدمی ہے نہ اور کوئی چیز کئی بار یہ کہا اور ابراہیم اونکی طرف رخ نہ کرتے تھے پھر ابراہیم سے اسمعیل کی ما نے کہا کہ کیا اللہ نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہا ابراہیم نے کہ ہان تب اسمعیل کی مان نے کہا کہ اس حالت مین ہمکو اللہ ضائع نہ کرے گا پھر وہ لوٹ آئین اور چلے گئے ابراہیم یہانتک کہ جب ثنیہ کے پاس پہونچے ایسی جگہہ کہ اونکو دیکھتی نہ تھی تب بیت کی طرف موہنہ کیا پھر ان کلمات کے ساتھ دعا مانگی اور اپنے ہاتھ اوٹھائے یہ کہا کہ اے رب میرے مین نے اپنی ذریت مین سے ٹھیرایا ہے جنگل مین کہ جسمین زراعت نہین تیرے محترم گھر کے نزدیک تا آنکہ پہونچے (یشکرون) تک اسمین اشارہ ہے بطرف آخر آیہ سورۂ

کتاب پیدایش توریت سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم نے اس سے پیشتر دو جگہ معابد بنائے تھے پس یہ اول بیت قرار نہیں پایا اسلئے صاف واضح ہوا کہ یہ بیت ابتدا رحضرت ابراہیم سے پیشتر بنایا گیا ہے اور حضرت ابراہیم اسکے بانی اول نہین **قال** ابراہیم اور اونکے ساری اولاد ایسے مقام کو بیت اللہ کہا کرتے تھے اور اسلئے کعبہ کو بھی بیت اللہ کہتے ہین **قلت**

آپ ہی ابھی ترجمہ آیۂ عہدنا الی ابراہیم و اسمعیل ان طہرا بیتی کا لکھہ چکے ہین کہ ہمنے عہد لیا ابراہیم اور اسمعیل سے کہ پاک رکھین میرے گھر کو" مگر فسادۂ قلبی کے سبب یہانتک اوس بیت محترم سے متنافر ہین کہ زبان سے یہ بات نہین نکلتی کہ اللہ تعالی نے خود اوسکو اپنا بیت کہا ہے اور اسلئے اوسکو بیت اللہ کہتے ہین ہمنے اوپر حدیث مستند صحیح بخاری سے نقل کی ہے اوس سے ثابت ہے کہ خدا کے فرشتہ نے یہ کہا کہ (ہہنا بیت اللہ) اس جگہ ہے بیت اللہ اور ایک روایۃ مین ہے کہ (ہذا بیت اللہ) یہ ہے بیت اللہ باوجود اسکے (بیت اللہ) کہنے کے جو یہ توجیہ کرتے ہین کہ ابراہیم اور اونکی تمام اولاد الخ خالی عناد قلبی سے نہین اور چونکہ ابتداء آفرینش زمین سے یہ موقع محل تجلی ربانی اور نزول انوار و رحمت اور برکات اور مقام مقدس ہے اسلئے بنظر ان خصوصیات کے خود خدا تعالے نے اوسکو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور باتباع حکم آلہی حضرت ابراہیم اور اسمعیل اور محمد علیہم الصلوۃ والسلام نے اوسکو (بیت اللہ) کہا ہے اور اسی سبب سے ہم لوگ اوسکو (بیت اللہ) کہتے ہین توریت کے سفر پیدایش کے باب ۱۴- ورس ۶ مین اوسکو بلفظ (ایل فاران) تعبیر کیا ہے عبری زبان مین (ایل) بمعنی (اللہ) اور (فاران) مکہ معظمہ کا نام ہے اوس ورس مین اوسوقت کا مذکور ہے کہ جب تک حضرت ابراہیم نے کعبہ کی عمارت نہین کی تھی اس سے واضح ہے کہ زمانۂ پیشین سے یہ مقام خدا کا کہلاتا تھا اور خدای تعالے کے نام سے مشہور تھا **قال** النسان کی ایک

ضایع نہین کرتا ہے اوس گہر والے کو اور تہا بیت بلند زمین سے مانند پشتہ کے آتی تہین اوسکو سیلین پانی کی پس لے لیتی تہین اوسکے یمین وشمال سے" اور ایک روایۃ مین بجاے (ہہنا بیت اللہ) کے (ہذا بیت اللہ) ہے چونکہ یہ واقعہ قبل از بناے حضرت ابراہیم عم کے ہے اور اس زمانہ مین قول فرشتہ کا یہ منقول ہے (ہہنا بیت اللہ) یعنی اس جگہ بیت اللہ ہے یا یہ بیت اللہ ہے اور پہر حضرت رسول اللہ صلعم فرماتے ہین کہ بیت زمین سے بلند تہا پانی کی رو آتی تہی تو اوسکے دائین بائین سے لیجاتی تہی ان سب تصریحات سے واضح ہے کہ یہ بیت حضرت ابراہیم کے بنانے سے پیشتر ہی بیت اللہ تہا مگر منہدم ہوگیا تھا صرف حسب دستور عمارت منہدمہ کے ایک ڈہیر مٹی کا پڑا تہا کہ حضرت ابراہیم عم نے باعانت اسمعیل عم کے اوسکو بنایا اور حدیث مین جو لفظ (یبنی ہذا الغلام وابوہ) ہے یہ اوسکی منافی نہین کیونکہ وہ اسپر دلالت نہین کرتا کہ ابتداءً اوسکو وہ بنائینگے بلکہ اطلاق اوسکا ایسی بنا پر بہی صحیح ہے کہ پہلی بنا منہدم ہوجانے کے بعد بنا قایم کیجاوے چنانچہ یہی الفاظ بہ نسبت بناء قریش کے بہی واقع ہین چنانچہ پیغمبر خدا صلعم نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا الم تری ان قومک بنوا الکعبۃ حالانکہ قریش کی بناء اول بنا نہ تہی اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ محتمل ہے کہ لفظ (بیت اللہ) کا اوس جگہہ پر بہ نسبت مایؤل الیہ کے بولاگیا ہو تو جواب اوسکا یہ ہے کہ ارادہ مایؤل الیہ کا از قسم مجاز ہے اور یہ قاعدہ مسلم ہوچکا ہے کہ جب حقیقۃ ممکن ہوگی تو مجاز ساقط ہوجاوے گا اور یہان کوئی دلیل امتناع حقیقت پر قایم نہین بلکہ بہت آثار صحابہ اور تابعین کے اور تصریحات مورخون کی بنسبت اسکے کہ بانی اول حضرت آدم عم تھے موئد ارادہ حقیقت کے ہین پس احتمالات مجازی ہر آینہ ساقط ہین علاوہ بران قران مجید مین ہے کہ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ہدی اگر اوسکی ابتدائی بناء کو بناء ابراہیم عم قرار دیا جاوے تو چونکہ باب ۱۱

عبادت کو اوس معبود تک پہونچاتا ہے یہ تو تمامتر مصداق قول کفار کا ہے کہ ما نعبدہم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی پتھرون اور خاک کے تودون وغیرہ جمادات کو ذریعہ عجز و نیاز اپنے کا بحضور
اوس سمیع و بصیر کے قرار دینا کتنی بڑی جہالت ہے اور اس جہالت کو کوئی عاقل بجز کسی جاہل
ترین آدمیون کے جبلی انسان کی قرار نہین دیسکتا ہے غرضکہ ہر ایک فقرہ اس قول کا مبنی بر جہالت
سید الطایفہ کے ہے اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک فریق اہل دنیا اور اہل دین سے اپنے اپنے
مراسم و مناسک کے واسطے ایک ایک موقع معین کرتا ہے دنیادار اپنے لہو و لعب وغیرہ
امور دنیاوی کے واسطے ناچ گھر گنید گھر مسکوٹ گھر سوسیٹی گھر کمیٹی گھر بنا کر ... مین وہ کام کیا کرتے
ہین صلحا اور انبیا رواسطے ادائے عبادت اور مناسک دین کے مواقع مساجد و مذابح معین کر لیتے
ہین اور اون مواقع مین خدا کی عبادت اور مناسک ادا کرتے ہین پس وہ زمین یا وہ عمارت
صرف مقام ادائے عبادت و مناسک ہے اونمین سے کوئی مقام یا جزو کسی مقام کا نہ معبود
ہوتا ہے نہ مسجود نہ ذریعہ پہونچانے عبادت کا اور انہین مقامات سے بعض مقامات ایسے
ہین کہ خالق ارض و سما نے اونکو اپنی تجلیات رحمت و برکات سے مبارک فرمایا ہے کہ بہ نسبت
اور مواقع کے اون مقامات مین ادائی عبادت و مناسک زیادہ تر مثمر ثواب و حصول برکات
ہے **قال** قدیم زمانہ کی لوگون کو بالطبع ایسے نشان قایم کرنے کی زیادہ تر رغبت ہوتی
تھی اور یہی بات ہے جسکے سبب سے ہم قدیم سے قدیم قومون کا اور وحشی سے وحشی لوگون کا
جب حال تحقیق کرتے ہین تو اونمین بت پرستی کی یعنی ایک شے محسوس کے پوجنے کے
آثار پائے جاتے ہین **قلت** اس بات مین کچھ حاجت تحقیق کرنے کی نہین قدیم اور
جدید اور وحشی اور غیر وحشی لوگ سب برابر ہین زمانہ سابق مین بھی بت پرست ہوتے رہے ہین
اور اب بھی موجود ہین مگر بت پرستی کو جو امر طبعی انسان کا قرار دیتے ہین یہ کمال جہالت ہے

جبلی عادت ہے کہ ایک ایسے وجود کے لئے جو نہ دکہائی دیتا ہے نہ چہوا جاتا ہے اور نہ سمجہ مین آتا ہے اور بجز اسکے کہ ہے اور کوئی خیال اوسکی نسبت قایم نہین ہو سکتا کوئی نہ کوئی محسوس نشان قایم کر لیتا ہی اور اوس محسوس نشان کے ذریعے سے اپنا عجز و نیاز اوس غیر محسوس اور بے چون و بیچگون کے سامنے ادا کرتا ہے **قلت** عجب حال ہے سید الطایفہ کا محض تخیلات فاسدہ کی بنا پر جو کچہ چاہتے ہین بے تامل لکہدیتے ہین جسکو چاہتے ہین جبلی انسان کہدیتے ہین جسکو چاہتے ہین فطری کہدیتے ہین حسب عادت یہان بھی فضول باتین لکہنی شروع کین کہ جسکا کچہ تعلق تفسیر قران سے نہین یہہ جو لکہتے ہین کہ بجز اسکے کہ ہے الخ یہ تو عقیدہ فاسدہ فرقہ نیچریہ اور بعض فلاسفہ یونانی اور ہند کا ہے کہ اوسکو محض ہستی معطل قرار دیتے ہین اور وجود کائنات کو خود بخود بلا دخل فاعلیت و اختیار و قدرۃ اوس ہستی مطلق کے مبتنی بر اسباب ظاہری سمجھتے ہین پس یہ فقرہ سید الطائفہ کا کہ مطابق عقیدہ اون بیدین لوگون کے ہے محض الحاد اور بالکل خلاف عقاید جملہ اہل ملت کے ہے اور یہ جو لکہتے ہین کہ انسان کی جبلی عادت ہے الخ اسکے معنی کی کچہ تصریح نہین کی آیا مطلب یہ ہے کہ اوسکے وجود کی نشانی کے واسطے یا اوسکی عبادت کے لئے یا اوسکی کسی اور بات کے واسطے اگر شق ثالث ہے تو اوسکی تصریح کرنی لازم تھی اور اگر شق اول ہے تو غلط محض ہے اوس کے وجود کو کائنات و موجودات قدرتی ہی کافی ہین ہمارا نشان قایم کیا ہوا اوسکے وجود پر دلالت نہین کرتا رہی شق ثانی سو یہ بھی غلط ہے اگر یہ جبلی انسانی ہوتی تو ہر ایک شخص عبادت گاہ بنایا کرتا علاوہ برآن اگر مقصود یہ ہے کہ نشان بناکر اوس نشان کی پرستش اوسکے نام سے کرتا ہی تو یہ بھی محض غلط ہے بے نشان کے لئے ایک نشان معین قایم کرکے اوس نشان کی عبادت کرنا محض جہالت ہے اور ایسی جہالت کو جبلی انسان قرار دینا زیادہ تر جہالت ہے اور یہ جو لکہتے ہین کہ اوس محسوس کے ذریعے سے الخ اگر مطلب یہ ہے کہ وہ نشان ہمارا بنایا ہوا ہماری

ایک بن گہڑا پتہر کہڑا کر لیتے تھے ظاہرا بجز افسانہ جات یہود کے اور کچہ نہین چنانچہ اسکی اثبات
کے واسطے چند سطر کے بعد کتاب پیدایش کے ۱۲ باب کے ورس (۷) و (۸) کی اسطور پر نقل
کی ہے ورس ۷ تب خداوند نے ابراہیم کو دکہائی دیکر کہا کہ یہی ملک مین تیری نسل کو دونگا اور
اوس نے وہان خداوند کے لئے جو اوسپر ظاہر ہوا ایک مذبح بنایا دیکہو اس ورس مین اصلا ذکر
یہی بن گہڑے پتہر کے کہڑے کرنے کا نہین جیسا کہ دعوی سید الطائفہ کا ہے ہان یہ ہے کہ ایک
قربان گاہ بنائی چونکہ وہ ایک مقام مقدس ایسا تہا کہ وہان اونپر تجلی رحمت الٰہی کی ہوئی تہی
اور بشارت عطاے ملک کی سنائی گئی تہی پس اگر اونہون نے وہان مذبح بنایا تو اس سے یہ
گمان فاسد ملحدانہ کرنا کہ یہ بنا مستلزم وجود آثار بت پرستی کے ہے محض کفر و زندقہ ہے بعد
اسکے کہتے ہین کہ اسی باب کے آٹہوین آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہر وہان سے ابراہیم نے
کوچ کیا اور آگے جا کر پہر ایک مذبح بنایا اور خدا کے نام سے یعنی خدا کے گہر کے نام سے اوسکو
موسوم کیا اس ورس کی نقل مین سید الطائفہ نے حد سے زیادہ تحریف کی ہے ہم بالفاظہ اوسکی
نقل کرتے ہین (منتخب آخر فقرہ ورس ۵) ابراہیم اپنے مال و متاع اور خادمون اور اپنی زوجہ سری
اور اپنے بہتیجے لوط کو لیکر نکلا سو وے ملک کنعان مین آئے (۶) اور ابراہیم اوس ملک مین سکم
کی بستی اور موره کی بلوط تک گذرا اوس وقت ملک مین کنعانی تہے (۷) تب خداوند نے ابراہیم کو
دکہلائی دیکے کہا کہ یہی ملک مین تیری نسل کو دونگا اور اوس نے وہان خداوند کے لئے جو اوسپر ظاہر
ہوا ایک قربانگاہ بنائی اور وہان سے روانہ ہو کر اوس نے بیت ایل کے پورب کے ایک پہاڑ
کے پاس اپنا ڈیرا کہڑا کیا بیت ایل اوسکے پچہم اور عی اوسکے پورب تہا اور وہان اوس نے
خدا کے لئے ایک قربان گاہ بنائی اور خداوند کا نام لیا اور ابراہیم رفتہ رفتہ دکہن کی طرف گیا انتہی
بیشک اتنی بات تو اس سے ظاہر ہے کہ اوس دوسری جگہ بہی ایک مذبح بنایا مگر اس ورس مین یہ

بت پرستی ایک عارضی امر ہے کہ اغوا شیطان سے آدمی اوسپر آمادہ ہوجاتا ہے اور بسبب غفلت کے وہ امر عارضی طبیعت پر ایسا غالب ہوجاتا ہے اور طبیعت ایسی مغلوب ہوجاتی ہے کہ مثل سید الطائفہ کے اوس امر غیر طبعی کو طبعی سمجھنے لگتا ہے ورنہ مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ الحدیث اور اسی غفلت عارضی کے دور کرنے کے واسطے انبیا علیہم السلام معبوث ہوتے رہے ہین تاکہ اوس غفلت کی زائل ہونے کے بعد خود بخود معلوم ہوجاوے کہ مقتضائے فطرۃ وطبیعت کیا ہے آیا پرستش خالق ہے یا پرستش مخلوق کی اور یہ جو لکھتے ہین کہ قدیم قدیم الخ اگر قدیم سے معنی لغوی مراد ہین جو بمقابلہ حادث کے ہے تو صریح غلطی ہے کہ خود نوع انسان ہی قدیم نہین پس اوسکے افعال قدیم نہین ہو سکتے اور اگر مراد قدم اضافی ہے تو اوسکا تحقیقاً یا تقریباً تعین کرنا لازم تہا کیونکہ حضرت آدم عم مین تو موجود ہونا آثار بت پرستی کا بالضرورۃ ممتنع ہے یا شاید سید الطائفہ اونکو بہی مطابق اپنے زعم کے مثل ابراہیم عم کے آثار بت پرستی سے صاف نہین سمجھتے **قال** معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال حضرت ابراہیم کے زمانہ تک معدوم نہین ہوا تہا اور اسی سبب سے حضرت ابراہیم بہی خدا کی عبادت کے لئے ایک بن گہڑا پہر کہڑا کر لیتے تھے **قلت** اگر مطلب یہ ہے کہ خیال محسوس پرستی حضرت ابراہیم عم کے زمانہ تک بعض لوگون کے دلون سے معدوم نہین ہوا تھا تو یہ ایک لغو بات ہے وہ خیال تو ابتک مشرکین کے دل سے معدوم نہین ہے اسمین خصوصیت زمانہ ابراہیم عم کی بیجا ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ خیال محسوس پرستی کا حضرت ابراہیم کے دل سے معدوم نہین ہوا تھا جیسا کہ اونکے اس فقرہ سے کہ اسی سبب سے ابراہیم بہی الخ ظاہر ہے تو ہم ایسے قایل کو سخت بے ایمان اور کافر کہتے ہین ہم کیا جملہ اہل ملت اوسکے کافر اور ملعون ہونے مین اصلا تامل نہین کرتے پہر اسکا کیا ثبوت ہو کہ ابراہیم عم

کہ ابراہیم بلوطستان ممری مین جا رہا اور وہان خداوند کے لئے ایک مذبح بنایا **قلت** آمین بہی بن گہڑا پتہر کہڑے کرنے کا کچہ ذکر نہین **قال** ان تینون آیتون سے ثابت ہے کہ خدا کے لئے مذبح بنانا اور خدا کے نام سے اوسکو پکارنا اور وہان خدا کے نام پر قربانی کرنا حضرت ابراہیم کا طریقہ تہا **قلت** بیشک ابراہیم عم کا طریقہ ہے اور موافق رضای الٰہی ہے آمین تو کچہ کلام نہین کلام تو آمین ہے کہ یہ فعل محمود آثار پرستی اور محسوس پرستی ہے یا نہین اور یہ امر بخیال اتباع رسم آبا و اجداد اور وحشی قومون کی ہے یا ایماندار کامل الایمان کا کام موافق رضای الٰہی ہے سید الطایفہ کا دعوی یہ ہے کہ آثار پرستی کے یعنی محسوس شئی کے پوجنے کے قدیم سے قدیم قومون مین پائے جاتے ہین اور اسی سبب سے حضرت ابراہیم بہی ایک بن گہڑا پتہر کہڑا کر لیتے تہے لیکن مذبح اور عبادت خانہ بنانے سے تو اس امر کا کچہ ثبوت نہین ہو سکتا کہ ابراہیم عم نے قدیم قومون اور وحشی لوگون کی رسم کے موافق یہ مذبح اور عبادت خانہ بنایا تہا اور جب اسکا کچہ ثبوت نہین تو جو کچہ سید الطایفہ نے لکہا ہے سب مشاغبہ اور محض مغالطہ دینا اسطے بہکانے اپنے اتباع جہلا کے ہے **قال** یہ رسم حضرت موسی کے وقت تک قایم تہی **قلت** حضرت ابراہیم پر تو جو کچہ الزام اتباع رسوم بت پرستون کا لگاتے تہے وہ لگا چکے اب حضرت موسی عم اور حضرت اسحق عم پر مستعد اونہین الزام لگانے کے ہوئے چنانچہ اسکے اثبات پر صفحہ ۱۷۰ پر لکہتے ہین کتاب پیدایش باب ۲۶ ورس ۲۵ مین لکہا ہے کہ پہر سبع مین اسحق پسر ابراہیم کو خدا دکہائی دیا اور اوس نے وہان مذبح بنایا اور خدا کے نام سے اوسکو موسوم کیا" ہم اس ۲۴ و ۲۵ دونون ورسون کی نقل لکہتے ہین (۲۴) خداوند اوسی رات اوسپر ظاہر ہوا اور کہا کہ مین تیرے باپ ابراہیم کا خدا ہون مت ڈر کہ مین تیرے ساتہہ ہون اور تجہے برکت دونگا اور اپنے

نہین کہ اوسکو خدا کے گہر کے نام سے موسوم کیا اور اس لفظ مین جو لفظ (بیت ایل) یعنی (بیت اللہ) واقع ہے وہ یہ قربانگاہ بنائی ہوئی نہین بلکہ صاف ظاہر ہے کہ اس (بیت ایل) سے وہ مذبح پورب کی طرف تہا اگرچہ بسبب امتداد مدت مدید کے نام مین آبادی اور شہرون اور قریون کے بہت تبدیل ہوگئی ہے اور اب بالتحقیق یہ بات معلوم نہین ہوتی کہ وہ مذبح کس جگہ تہا اور (بیت ایل) کس مقام سے مراد ہے مگر ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے (ایل فاران) جسکا ذکر ورس (۶) باب ۱۴ کتاب پیدایش مین ہے اور (بیت ایل) دونون ایک ہی ہین کیونکہ اوس زمانہ مین کوئی مقام بجز اسی مقام کے (بیت ایل) کے نام سے معروف نہ تہا اور وہ قربانگاہ مبنی ہے جو بیت اللہ سے پورب کو ہے بہرحال ان دونون ورسون مین کچہ بہی ذکر کسی پتہر ین گہڑے کی کہڑی کرنے کا نہین ہے ہان مذبح بنانا اونکا اون دونون مقامون پر پایا جاتا ہے سو مذبح یا مسجد بنانا کسیطرح پر منجملہ آثار بت پرستی کے نہین ہوسکتا اگر عبادت خانہ بنانے کو آثار بت پرستی سمجہا جاوے جیسا کہ زعم باطل سید الطایفہ کا ہے تو جسقدر اہل ملت اسلامی یعنی یہود و نصاری اور مسلمان ہین انہین سے کمتر ایسے پاے جاوینگے جو بزعم فاسد سید الطایفہ کے بت پرست نہ قرار پاوینگے علی الخصوص بڑے بڑے انبیاء اولوالعزم حضرت ابراہیم سے لیکر محمد علیہم الصلوۃ والسلام تک کیونکہ خود انہین خاتم النبیین صلعم نے بہی مدینہ منورہ مین ایک مسجد مقدس بنائی ہے چونکہ یہ عقیدہ باطلہ صریح مخالف

آیۃ ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر اولئک حبطت

اعمالہم و فی النار ہم خالدون انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوۃ وآتی الزکوۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المہتدین کے ہے پس جو کچہ سید الطایفہ نے بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے لکہا ہے سب مبنی بر الحاد اور بیدینی کے صرف باتباع ملاحدہ فرنگستان کے ہے **قال** اسی کتاب کے باب ۳۲ کے ۱۸ آیت مین ہے ،

قران مجید مین بلفظ (اوثان) و (انصاب) تعبیر فرمایا ہے نصب کر کے اونکی عبادت کرتے
تھے اسلئے یہ فرمایا ہے کہ تم گلوندہ کے مذابح بنائیو اور اگر پتہر کے بناؤ تو بن گھڑے پتہر کی جنائی
کیجیو تا کہ کسیطرح کے مشابہت اور آثار بت پرستون کے تم مین پائے نجاوین چنانچہ یہہ
بات اس سے پہلے ورس یعنی (۲۴) ورس سے بخوبی واضح ہے کہ ہم اوسکو اسمقام پر نقل
کرتے ہین (۲۴) تو میرے لئے گلی قربانگاہ بنائیو اور تو اپنی سوختنی قربانیان اپنی سلامیان
اپنی بہیڑون اور اپنے بیلون مین سے وہان ذبح کیجیو اور جس جگہہ مین اپنے نام کو ظاہر کرونگا
وہان مین تجھہ کنی آونگا اور تجھے برکت دونگا (۲۵) اور اگر تو میرے لئے پتہر کی قربانگاہ بناوے
تو تراشے ہوے پتہر کی مت بنائیو کیونکہ اگر تو اوسے اوزار لگاوے گا تو تو اوسے ناپاک
کرے گا" ان ورسون مین کئی باتین ثابت ہین (ایک) تو یہہ کہ ہر جگہہ مذبح واسطے ادای
مناسک کے نہ بناوین بلکہ ایسے مقام پر کہ جہان اونپر تجلی رحمت آلہی کی ظاہر ہوئی ہو
(دوسرے یہ) کہ بت پرستون کی مشابہت اور اونکے آثار اور افعال سے نہایت درجہ
کا احتراز کرتے رہین اور بہت بچتے رہین چنانچہ یہہ بات کتاب استثنا کے چھٹے باب کے
تیرہوین ورس سے بھی ثابت ہے اسی سبب سے یہ حکم دیا کہ اوس عمارت مین بن گھڑا پتہر لگائیو
(تیسرے یہ) کہ بہتر یہ ہے کہ قربان گاہ گارے مٹی کی بنائی جاوے اور اگر پتہرون کی
بنائی جاوے تو بن گھڑے پتہر کی بنائی جاوے (چوتھے یہ) کہ قربان گاہ اوس پتہر کا نام
نہین ہے جو قربانگاہ کی بنا مین لگایا جاتا تھا بلکہ اوس زمین کے قطعہ کا نام ہے جو قربانی کے
لئے معین کی جاتی تھی مگر سید الطائفہ نے محض از راہ غلط فہمی کے ان ورسون کا مطلب
برعکس اونکے مقصود و مستفاد کے سمجھا ہے یا دیدہ و دانستہ واسطے بہکانے جہلا کے
یہ باتین بنائی ہین **قال** اور اسی کتاب کے باب ۴ ۲ ورس ۴ مین لکہا ہے کہ موسی نے

بندہ ابراہیم کے لئے تیری نسل بڑہاؤنگا (۲۵) اور اوس نے وہان مذبح بنایا اور خداوند
کا نام لیا اور وہان اپنا خیمہ کھڑا کیا اور وہان اسحق کے نوکرون نے کنوان کہودا ۔ سید الطایفہ
نے یہان تحریف یہ کی ہے کہ بجاے (خداوند کا نام لیا) کے یہ عبارت حسب عادت تحریف
لکھدی کہ (خدا کے نام سے اوسکو موسوم کیا) مگر اس سے کچہ مدعا سید الطایفہ کا ثابت نہین
ہوتا اونکا مدعا تو یہ ہے کہ آثار بت پرستی کے یا محسوس پرستی کے ثابت کرین سو اس سے یہہ
بات اصلا ثابت نہین ہوسکتی مذبح یا عبادت خانہ بنانے سے آثار بت پرستی یا محسوس پرستی
کسطرح ثابت نہین ہوسکتے بنانا مذبح یا عبادت خانہ کا آثار بت پرستی اور محسوس پرستی کے
نہین ہوسکتے ہین **قال** اب ہم کو یہ بتانا رہا کہ یہ مذبح کسطرح پر بنایا جاتا تہا اسکی تفصیل
بہی توریت مقدس مین موجود ہے کتاب خروج باب ۲۰ ورس ۲۵ مین لکہا ہے کہ اگر تو میرے
لئے پتہر کا مذبح بناوے تو تو تراشے ہوے پتہر کا مت بنائیو کیونکہ اگر تو اوسے اوزار
لگاوے گا تو اوسے ناپاک کرے گا **قلت** چونکہ جسقدر ورس سید الطایفہ نے نقل کئے
ہین اونسے نہ ثبوت آثار پرستی کا ہوا نہ پتہر کہڑا کرنے کا ہوا اور خود سید الطایفہ نے بہی
دل مین سمجہا کہ سب تار و پود بیکار ہوئی جاتی ہے تب یہ تدبیر نکالی کہ طریق مذبح بنانے مین جو
ضرورت عمارت کی ہوتی ہے اور عمارت کو پتہر اور مٹی بہی ضروری ہے اس حیلہ سے کہڑا کرنا
پتہرون کا ثابت کرین مگر بے اصل بات کسی حیلہ اور فریب سے ثابت نہین ہوسکتی جس ورس
کا حوالہ دیتے ہین سید الطایفہ اس ورس کا مطلب کچہ نہین سمجہے اور جسقدر سمجہے غلط سمجہے
اصل بات یہ ہے کہ انبیاء عم کی معرفت ہمیشہ بہت تاکید کے ساتہہ یہ ہدایت ہوئی ہے کہ بت
پرستون کی رسوم کو ایسا نیست و نابود کرین کہ کوئی بات اونکے رسوم اور آثار کی خدا پرستون مین
باقی نجاوے بت پرست لوگ جو پتہر کی کہدی ہوئی مورتون اور پتہر کی ترشی ہوئی چیزون کو جنکو

ثابت ہے اور چونکہ اس مقام پر حضرت موسی نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان امتثال احکام شریعت کا لیا تھا اوسی دستور کی موافق بارہ سبطون سے عہد لینے کے لئے بارہ ستون کہڑے کئے ہون الغرض اون ستونون کو مذبح قرار دینا غلطی ہے دو حال سے خالی نہین یا تو وہ ستون علامت قطعات حصص ہر ایک فرقہ کے تہے یا موقع عہد و پیمان بارہ سبطون کے تھے اور مذبح صرف ایک ہی موقع تہا وہ ستون عین مذبح نہ تھے اور نہ وہ طریقہ مذبح بنانے کے تہے اور بالفرض ہم تسلیم بہی کرلین کہ وہ پتھر کہڑے کرنا بطریقہ مذبح بنانے کے تہے تب بہی دو وجہ سے سید الطایفہ کا دعوی باطل ہے (اولاً) یہہ کہ وہ مدعی اسکے مین کہ انسان کو بالطبع از روی جبلی یا کی رغبت ایسے محسوس نشان قایم کرنے کی ہوتی ہے اور اسی سبب سے قدیم قومون مین آثار بت پرستی کے پائے جاتے ہین اور یہہ رسم حضرت موسی کے وقت تک قایم تہی اور سید الطایفہ نے جو درس توریة کے نقل کئے ہین اونسے صاف واضح ہے کہ وہ مذبح حضرت موسی نے اپنی رغبت سے اور بمقتضای جبلی نہین بنایا تہا بلکہ بموجب حکم خدا کے بنایا تہا پس اوسکو بمقتضای جبلی موافق رسم بت پرستون کے قرار دینا صریح غلط اور تمامتر الحاد ہے (ثانیاً) ہرگاہ کہ وہ فعل بموجب امر آلہی کے تھا اور یہ امر علم اصول مین ثابت ہو چکا ہے کہ شئ مامور بہ ہر آینہ مستحسن ہے اور عقل بہی اوسکے استحسان کی مقتضی ہے (ان الله لا یامر بالفحشاء والمنکر) اور اسمین بھی شک نہین کہ اتباع رسوم و آثار بُت پرستون کا ہر آینہ مذموم اور قبیح ہے اور سید الطایفہ کے نزدیک حسن و قبح اشیا کا برخلاف اہل سنة وجماعة کے لذاتہ ہے پس لازم آیا اجتماع حسن و قبح ذاتی کا ایک شئے مین یعنی وہ فعل موسی عم کا بالذات قبیح بہی ہے اور حسن بہی ہے اور یہ بات از قبیل اجتماع ضدین کے ہے کہ محالات سے ہے پس خوب ظاہر ہو گیا کہ دعوی سید الطایفہ کا عقلاً

خداوند کی ساری باتین لکہین اور صبح کو سویرے اوٹھا اور پہاڑ کے تلے ایک مذبح بنایا اور اسرائیل
بارہ سبطون کے عدد کے موافق بارہ ستون بنائے گئے **قلت** بیسوین باب کے جو ورس
اوپر نقل کئے گئے ہین اون سے ظاہر ہے کہ حضرت موسی عم کو کوہ سینا پر بہت احکام سنائے
گئے تھے اونمین ایک حکم یہ بھی تہا کہ گارے مٹی کا مذبح بناؤ چنانچہ پہاڑ سے اوترکر اونہون نے
ایک قطعہ زمین پر ایک مذبح بنایا اور چونکہ بنی اسرائیل بارہ فرقے تھے اوس ایک قربان گاہ
کو بارہ حصون پر تقسیم کردیا اور اون حصون کے نشان کے واسطے بارہ ستون بنادئے
تاکہ ہر ایک فرقہ اپنے اپنے حصہ کو معلوم کرکے اوسی قطعہ مین اپنی قربانی کرے یہ بعینہ ایسی
ہی صورت ہے جیسے حضرت موسی کے عصا مارنے سے بارہ چشمے ایک پتھر سے واسطے بارہ فرقون
بنی اسرائیل کے جاری ہوگئے تھے جسکا بیان قران مین ہے فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا
قد علم کل اناس مشربہم ظاہرا سید الطائفہ نے غلط فہمی سے یہ سمجہا ہے کہ وہ بارہ ستون ہی
مذبح تھے مگر یہ سمجہ اونکی محض غلط فہمی ہے اگر وہ بارہ ستون مذبح ہوتے تو بجاے اس لفظ
کے کہ (ایک قربانگاہ) لفظ (بارہ قربان گاہ) ہوتا حالانکہ لفظ ایک (قربان گاہ) کا مصرح ہے
اور خود سید الطائفہ بھی بنانا ایک مذبح کا قبول کرتے ہین اور اوس ورس سے یہ بھی ثابت نہین
ہوتا کہ وہ ستون مٹی کے بنادئے تھے یا پتھرون کے بہرحال وہ ستون خواہ مٹی کے ہون
خواہ پتھر کے ہون صرف واسطے تمیز قطعہ حصہ ہر ایک سبط کے منجملہ ایک مذبح معین کے
تھے وہ بارہ پتھر مذبح نہ تھے مذبح تو صرف ایک ہی تہا اور یہ بھی احتمال ہے کہ بنی اسرائیل
مین ایک دستور یہ بھی تہا کہ جب کسی بات پر عہد میثاق کرتے تھے تو ایک ستون یا تودہ
بلند کرکے اوسپر عہد و پیمان کیا کرتے تھے چنانچہ یہہ امر معاہدہ حضرت یعقوب اور لابن سے
جو بمقام جلعاد ہوا تھا جسکا ذکر پیدایش کے (۳۱) باب مین ورس (۴۵) سے (۵۲) تک ہے

گہر ہوگا" یہ قرینہ ورس (۱۸) کے ظاہر ہے کہ مراد یہ ہے کہ جس مقام پر یہ پتہر کہڑا کیا ہے وہ مقام خدا کا گہر ہوگا کیونکہ صرف ایک پتہر نہ مسجد ہوسکتا ہے نہ مذبح سید الطایفہ نے (۱۸) ورس مین تحریف کی ہے اسلئے کہ اوس پتہر کا نام یعقوب عم نے (بیت ایل) نہین رکہا تہا بلکہ اوس مقام کا نام جسکو پہلے (لوز) کہتے تہے (بیت ایل) رکہا اس سبب سے کہ اونپر وہان تجلی رحمت ہوئی تہی اور اونکا ارادہ یہ تہا اور اونہون نے منت مانی تہی کہ اگر وسعت و فراخ دستی حاصل ہوئی تو اس مقام پر مسجد بناوینگے اور اوس مقام کے متعین کرنے کی غرض سے وہ پتہر وہان قایم کردیا تہا اور اوس پتہر کے نصب کرنے سے پیشتر وہ اس مقام کو خدا کا گہر اور آسمان کا آستانہ کہہ چکے تہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اوسمقام پر اونہون نے مذبح بنایا اور اوسکا نام (بیت ایل) رکہا دیکہو ورس (۶) باب (۳۵) پیدایش کا علاوہ بران ان ورسون مین کچہ تذکرہ طریق مذبح بنانے کا نہین ہے یہانتک کہ ان مقامات مین خود مذبح بہی نہین بنایا گیا بلکہ مساجد بنائی گئین تہین پس سید الطایفہ نے ان ورسون کو جو طریق مذبح بنانے کے اثبات کے واسطے نقل کیا ہے صاف غلطی ہے الغرض سید الطایفہ نے جو توریتہ کے ورسون کو واسطے اظہار طریق مذبح بنانے کے پیش کیا ہے غلطی کی ہے ان ورسون سے طریق مذبح بنانے کا کچہ دریافت نہین ہوسکتا اور صرف پتہر یا ستون کہڑا کردینے سے طریقہ مذبح بنانے کا دریافت نہین ہوتا پتہر یا ستون تو صرف واسطے علامت تعین مقام کے کہڑا کیا جاتا تہا کچہ خصوصیت مذبح کی نہی دیکہو پیدایش کے (۳۵) باب کا (۱۹) و (۲۰) ورس (۱۹) سو راخل مر گئے اور افرات کی راہ مین جو بیت لحم ہے گاڑے گئے (۲۰) اور یعقوب نے اوسکی قبر پر ایک ستون کہڑا کیا جو آجتک موجود ہے" اس سے ظاہر ہے کہ مقصود کہڑا کردینے پتہر سے صرف قایم کرنا

اور نقلاً ہرطرح پر باطل اور مردود ہے یہ امر کہ کوئی پتھر یا نشان واسطہ پرستش کے کھڑا
کیا جاوے خود توریت کی کتاب احبار کے باب (۲۶) کے پہلے ورس کی رو سے ممنوع ہے
پس کسیطرح پر یہ بات صحیح نہین ہوسکتی کہ موسی عم یا کسی نبی نے کوئی پتھر باتباع رسوم بت پرستون
کے کسی مقام پر قایم کیا ہو **قال** اور کتاب پیدایش باب ۲۸ ورس ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ مین ہے
کہ یعقوب صبح سویرے اوٹھا اور اوس پتھر کو جسے اوس نے اپنا تکیہ کیا تھا لیکے ستون کی
مانند کھڑا کیا اور اوسکے سر پر تیل ڈالا اور اوسکا نام بیت ایل یعنی بیت اللہ خدا کا گھر رکھا
اور کہا کہ یہ پتھر جو مین نے ستون کی مانند کھڑا کیا خدا کا گھر یعنی بیت اللہ ہوگا **قلت**
ہم اس باب کے اوپر کے چند ورس نقل کرتے ہین (۱۰) یعقوب بیرسبع سے نکلکر حاران
کی طرف گیا (۱۱) رات بھر وہان رہا اور ایک پتھر اوٹھا کر اپنا تکیہ کیا (۱۲) اور اوس نے
خواب دیکھا کہ ایک سیڑہی زمین پر دھری ہے اور اوسکا سر آسمان کو پہونچا ہے اور خدا
کے فرشتے اوسپر سے چڑہتے اوترتے ہین (۱۳) اور خداوند اوسکے اوپر کھڑا ہے
(۱۶) تب یعقوب نیند سے چونکا اور کہا کہ یقیناً خداوند اس جگہہ ہے اور مین نجانتا تھا (۱۷)
اور وہ ہراسان ہوا اور بولا کہ یہہ کیا ہی ڈرانا مقام ہے سو کچہ اور نہین مگر خدا کا گھر اور
آسمان کا آستانہ ہے (۱۸) اور یعقوب صبح سویرے اوٹھا اور اوس پتھر کو جسے اوس نے
اپنا تکیہ کیا تہا لیکے ستون کھڑا کیا اور اوسکے سر پر تیل ڈالا اور اوس مقام کا نام
بیت ایل رکھا پر اوسی بہلی اوس بستی کا نام لوز تھا (۲۰) اور یعقوب نے منت مانی
اور کہا کہ اگر خدا میرے ساتھ رہے اور اس راہ مین جسمین مین جاتا ہون میری نگہبانی
کرے اور مجھے کہانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا دیتا رہے (۲۱) اور مین اپنے باپ کے گھر
سلامت پھر آؤن تب خداوند میرا خدا ہوگا اور یہ پتھر جو مین نے ستون کھڑا کیا خدا کا

بندہ گہر اہے اگر شق ثالث ہے تو محض لغو اور اصلا لایق استناد نہین ہے کالائی بن
بریش خاوند اور اگر اوس حدیث سے نقل کیا ہے تو بالکل تحریف ہی کیونکہ اوسمین نکال
دینا ہرگز نہین بلکہ یہہ ہے جاء بہا ابراہیم وبابنہا اسمعیل وہی ترضعہ حتی وضعہا
عند البیت یعنی لے گئے ابراہیم ہاجرہ اور اوسکے بیٹے اسمعیل کو اوس حالت مین کہ وہ
اسمعیل کو دودہ پلاتی تہی یہانتک کہ ٹہیرا دیا اونکو نزدیک بیت کے نہ کسی تہپڑکے
کہڑے کرنے کا ذکر ہے نہ ذبح بنانے کا ذکر ہے خود سید الطایفہ کے
اسس کہنے سے کہ ایسا ہوگا ظاہر ہے کہ یہہ باتین اپنے دل سے گہڑ رہے ہاین اور
توہم پرستی کر رہے ہین یقینی بات نہین کہتے پہر اوس حدیث مین ہاجرہ کو زوجہ کرکے تعبیر
نہین کیا ہے بلکہ جہان لکہا ہے ام اسمعیل لکہا ہے اور اگر بزعم سید الطایفہ وہ زوجہ
حضرت ابراہیم عرم کی تہین تو اونکی نسبت جو یہ لکہتے ہین کہ اونکو سارہ کے کہنے سے نکالدیا
یہہ بات کسیطرح بہ قابل یقین نہین ہوسکتی ایک زوجہ کے کہنے سے دوسری زوجہ کو
نکال دینا نہایت درجہ کا ظلم ہے اور کسی شریعت مین جایز نہین کیا بزعم سید الطایفہ یہ ہے
کہ اونکو طلاق دیدیا تہا اگر یہہ بات ہی تو اسکے مدعی ہوکر اسکو ثابت کرین اور اگر یہ مضمون
تراجم توریت سے لکہا ہے تو باب ۲۱ کتاب پیدایش مین یہہ مضمون ہے کہ سارہ نے
دیکہا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا ٹہٹہے مارتا ہے تب اوس نے ابراہیم سے کہا کہ اس لونڈی
اور اوسکے بیٹے کو نکال دے ابراہیم کو یہ بات اپنے بیٹے کی خاطر نہایت بری معلوم ہوئی
خدا نے ابراہیم سے کہا کہ وہ بات اس لڑکے اور تیری لونڈی کی تیری نظر مین بری نہ معلوم ہو
کیونکہ تیری نسل اسحق سے کہلائیگی اور اس لونڈی کے بیٹے سے بہی مین ایک قوم پیدا
کرونگا اسلئے کہ وہ بہی تیری نسل ہے تب ابراہیم نے صبح سویرے اوٹہہ کر روٹی اور

نشان کا ہے مگر جو طریق مذبح بنانے کا ہم نشان دیتے ہین تفصیل اوسکی بہت طویل ہے
باب (۲۷) اور (۳۰) کتاب خروج کا دیکھو خلاصہ کلام یہہ ہے کہ سید الطایفہ نے اس
امر کے اثبات کے واسطے نہایت درجہ کی کوشش کی کہ انبیا ءعم مین بھی آثار محسوس پرستی
اور بت پرستی کے پاے جاتے تہے اور ابراہیم عم سے لیکر موسی عم تک سب کو مرتکب اس
امر مذموم کا ٹہیرایا مگر چونکہ دامن مبارک اون ذوات مقدسہ کا اس نجاست کی گرد سے
تمامتر پاک تہا ہر طرح بری بری او نکی اس الزام سے مثل آفتاب نیمروز کے روشن ہوگئی اور
ایک بات بہی سید الطایفہ کی پیش نہ گئی واللہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون **قال** جبکہ
حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی سارہ کے کہنے سے دوسری بیوی ہاجرہ کو معہ حضرت اسمعیل
اپنے بیٹے کے جو ہاجرہ بیوی کے پیٹ سے تہے نکال دیا اور وہ اوس کوہستان مکہ مین
آکے ٹہیری تو حضرت ابراہیم نے اونکی عبادت کے لئے اوسیطرح جیسے وہ کیا کرتے
تہے ایک پتہر کہڑا کر کے مذبح بنایا ہوگا جواب ہم مسلمانون مین حجر اسود اور یمین الرحمن کے
نام سے مشہور ہے اس حجر اسود کا ذکر قران مجید مین نہین ہے کیونکہ وہ ایک جز کعبہ کا
ہوگیا تہا مگر وہ ایک ایسی شئے ہی جو ابتک موجود ہے جہان اسطرح پر مذبح بنایا جاتا ہے
وہان کوئی عمارت بنادینے کا بہی دستور تہا جسکا اشارہ توریۃ کی اون آیتون سے بہی
پایا جاتا ہے جو ہمنے اوپر بیان کی ہین پس بعد اس مذبح بنانے کے حضرت ابراہیم نے وہان
کعبہ بنایا جو اب بیت اللہ کہلاتا ہے اور اوسی کے ایک کونہ مین وہ پتہر لگا دیا اس
آیۃ مین اوسی تعمیر کا ذکر ہے **قلت** یہہ مضمون آپ کہان سے لکہتے ہین آیا اوس
حدیث سے لکہتے ہین جو امام محمد بن اسمعیل بخاری نے اپنی صحیح مین نقل کی ہے یا اون ترجم
سے جو بنام توریۃ مشہور ہین یا اپنے دل سے سچ مین جہوٹ ملا کر ایک گندہ مضمون ایجاد

بے اعتباری اور تحریف پر دلیل ہے کہ اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ اوسوقت مین حضرت
اسمعیل کی عمر بہت ہی کم تھی کہ لایق پرورش کے آغوش مادر مین تھی جیسا کہ اونکے جہاڑی مین ڈالدینے
اور او اوٹھا لینے سے اور دیگر سیاق کلام سے پایا جاتا ہے حالانکہ پیدایش کی کتاب کے (۱۷)
باب مین یہ لکھا ہے کہ ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمعیل اور اپنے سب خانہ زادون اور سب
زرخریدون کو جتنے مرد تھے سب کو لیا اور اونکی ختنہ کی اور اوسی روز ابراہیم اور اسکے بیٹے
اسمعیل کی ختنہ ہوئی اور اوسوقت عمر اسمعیل کی تیرہ برس کی تھی (۱۸ سے ۲۷ تک) اور اوسوقت تک
حضرت اسحق پیدا بھی نہین ہوئی تھے اور ترجمہ اردو مطبوعہ میرزاپور سنہ ۱۸۷۰ کے حاشیہ پر بہ
تاریخ ہر ایک واقعہ کی لکھی ہے اوس واقعہ ختنہ کو (۱۸۹۸) پیشتر حضرت عیسیٰ سے اور واقعہ
جدا کرنے ہاجرہ اور اسمعیل کو (۱۸۹۲) لکھا ہے بروز پیدایش اسمعیل عم عمر ابراہیم عم کی
۸۶ برس کی تھی (باب ۱۶ ورس ۱۶ کتاب پیدایش) بروز پیدایش اسحاق عم کے عمر اونکی
سو برس کی تھی (پیدایش باب ۲۱ ورس ۵) اور وقوع واقعہ لیجانے ہاجرہ کا معہ اسمعیل عم
کے بعد دودہ چھٹانے حضرت اسحق عم کے ہے کہ دو ڈیڑہ برس سے کم نہین ہوسکتا دیکھو
باب (۲۱) پیدایش کا اس سے ظاہر ہے کہ اوسوقت مین عمر حضرت اسمعیل کی سترہ برس کی
تھی اور ظاہر ہے کہ اس عمر کا آدمی بچہ شیرخوارہ ماں کی گود کی پرورش کرنے کا نہین ہوتا

قولہ حضرت ابراہیم نے اونکی عبادت کے لئے اوسیطرح جیسا کہ وہ کیا کرتے تھے ایک
پتھر کھڑا کرکے مذبح بنایا ہوگا **اقول** جس بنا پر سید الطایفہ لکھتے ہین کہ جیسا وہ کیا کرتے تھے
(اول) تو وہ بنا ہی خود غلط ہے جن ورسون کے حوالہ سے لکھا ہے اونمین کہین بھی نام و نشان
بھی پتھر کھڑا کرنے کا نہین پس اوسپر جو ایک نتیجہ وہمی متفرع کرتے ہین بنا رفاسد علی الفاسد ہے
رہی سید الطایفہ کہ نتیجہ بھی موہوم اور جس بنا پر اوس وہی نتیجہ کو متفرع کیا وہ بھی غلط بحث

پانی کی ایک مشک لی اور ہاجرہ کے کاندہے پر دہر کر دی اور اوس لڑکے کو بہی اور
اوسے رخصت کیا اور وہ روانہ ہوئی اور بیر سبع کے بیابان مین بہٹکتی پہرتی تہی اور جب
مشک کا پانی ہوچکا تب اوس نے اوس لڑکے کو ایک جہاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ
اوسکے سامنے ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹہی کیونکہ اوس نے کہا کہ مین لڑکے کا مرنا
نہ دیکہون سو وہ سامنے بیٹہی اور چلا چلا کے روئی تب خدا نے اوس لڑکے کی آواز
سُنی اور خدا کے فرشتے نے ہاجرہ کو آسمان سے پکارا کہ اے ہاجرہ تجکو کیا ہوا مت ڈر
کہ اوس لڑکے کی آواز جہان وہ پڑا ہے خدا نے سُنی اوٹہہ اور لڑکے کو اوٹہا اور اوسی
اپنے ہاتہہ سے سنبہال کہ مین اوسکو ایک بڑی قوم بناؤنگا پہر خدا نے اوسکی آنکہین
کہولین اور اوس نے پانی کا ایک کنوان دیکہا اور جا کر مشک کو پانی سے بہر لیا اور لڑکے
کو پلایا اور خدا اوس لڑکے کے ساتہہ تہا اور وہ بڑہا اور بیابان مین رہا کیا اور تیر انداز
ہوگیا اور فاران کے بیابان مین رہا اوسکی ماں نے ملک مصر سے ایک عورت اوسے
بیاہنے کو لی اس سب مضمون کے ملاحظہ سے ثابت ہی کہ سید الطائفہ کا مضمون طبعزاد
اس کے مطابق کبہی نہین اوسمین ہاجرہ کو جہان لکہا ہے یہانتک کہ اللہ تعالی کے قول
مین بہی اوسکو لونڈی ہی کہا ہے بسید الطائفہ برخلاف اوسکے اونکو زوجہ ٹہہراتے ہین
الغرض یہہ بیان سید الطائفہ کا نہ مطابق تراجم توریتہ کے ہے نہ مطابق حدیث کے ایک
مضمون طبع زاد ہے اب ایک بات کا تحقیق کرنا رہا کہ مضمون تراجم توریتہ کا جہانتک مخالف
حدیث کے ہے قابل اطمینان اور استناد ہے یا نہین ہم کہتے ہین کہ بیشک ان درسون مین
کچہہ تحریف ہوئی ہے اور بمقابلہ اوس مضمون کے جو صاحب وحی علیہ الصلوة والسلام سے بروایت
ثقات مرفوع متصل ہے یہ بے سند مضمون معتبر نہین ہو سکتا علاوہ بران ایک اور امر اس کی

تسلیم کر لیا جاوے تب بھی وہ طریقہ حضرت ابراہیم عم کا تسلیم نہین کیا جا سکتا اور یہان کلام طریق ابراہیم عم مین ہے نہ طریقہ اور دستور حضرت اسرائیل اور بنی اسرائیل مین قولہ پس بعد اس مذبح بنانے کے حضرت ابراہیم نے وہان کعبہ بنایا اقول سبحان اللہ کیا معقول گفتگو کر رہے ہین پیشتر تو یہ خود لکھا کہ مذبح بنایا ہوگا جو صریح اوپر توہم کے دلالت کرتا ہے اور محض بناوٹ اور مغالطہ ہے اصلا یہ امر صحیح اور ثابت نہین کہ جس مقام پر بنا ے کعبہ ہے وہ مقام پیشتر مذبح تہا پہر اوس مغالطہ اور اوس توہم کی بنا پر یہ امر یقینی مبنی کرتے ہین کہ بعد مذبح بنانے کے وہان کعبہ بنایا ایک غلطی ہو دو غلطیان ہون تو اونکو کوئی شمار بہی کرے اسقدر غلطیون کا کہ ایک بات بہی صحیح نہین کیا ٹہکانا ہے ؎ مصحفی

ہم تو یہ سمجہے تہے کہ ہوگا کوئی زخم ؛ تیرے سینہ مین بہت کام رفو کا نکلا ؛ اب ہم سید الطایفہ کے ان سب خرافات اور مغالطات کا ابطال خود اونہین کے قول سے ثابت کرتے ہین دیکہو صفحہ (۲۱) پر لکہتے ہین (کہ کبہی وہ قوۃ فطری ایسی قوی ہوتی ہے کہ خود بخود ادمین سے وہ روشنی اوٹہتی ہے اور حق و باطل مین فرق دکہاتی ہے اور ملکی اور تمدنی اور آبائی رسم و رواج کے الف و موانست کے بوجہ کو اوٹہا دیتی ہے یہی وہ لوگ ہین جو شرع کی زبان مین پیغمبر کہلاتے ہین یہی قوۃ تہی جس نے ایک جوان کے دل کو خود بخود روشنی سے روشن کر دیا جو اور کلدانیون مین رہتا تہا اور جسکا نام ابراہیم تہا) اس تقریر سے سید الطایفہ کے ثابت ہے کہ انبیا مین یہ قوۃ فطری ہے کہ رسم و رواج ملکی اور تمدنی اور آبائی کا بوجہ اوٹہا دیتی ہے اور اون رسوم کو نیست و نابود کر دیتی ہے چونکہ اس مقام پر آپ صاف صاف مدعی اسکے ہین کہ یہ رسم بت پرستون کی خود حضرت ابراہیم اور جملہ انبیا بنی اسرائیل مین بدستور باقی تہی اور نیست و نابود نہین ہوئی تہی پس بحکم ضرورۃ دو باتون سے ایک بات کا تسلیم کرنا

معجزات مین اسی منطق دانی کے بہروسہ پر ہمارے مقابل ہوے تھے یہان اوس منطق دانی کو کیون بہول گئے ع زیرکی بارودت راخواب برد ٭ وان توہمات راسیلاب برد ٭ (ثانیًا) توریت کے اسفار سے تو یہہ معلوم ہوتا ہے اور خود سید الطائفہ کے بیان سے بہی ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم نے ہاجرہ اور اسمعیل کو نکالدیا تہا اور خود اونکے ساتھہ نہین گئے تھے اور توریت سے یہ بہی واضح ہے کہ ہاجرہ اسمعیل کو لئے ہوے بیر سبع کے بیابان مین بہٹکتی پہری اور حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم ہاجرہ اور اسمعیل کو بیت اللہ کے پاس چہوڑ کر بلا توقف چلے گئے علاوہ بران نہ حدیث شریف مین ذکر پتھر کہڑا کرنے کا ہے نہ توریت مین پس یہہ کہنا سید الطائفہ کا کہ ایسا کیا ہوگا محض توہم پرستی اور بنا رفاسد علی الفاسد اور محض غلط ہے **قولہ** اس حجر اسود کا ذکر قران مین نہین **اقول** بہت سی احادیث صحیحہ مین اوسکا ذکر موجود ہے اور ایسا متواتر ہے کہ کوئی اوسکا انکار نہین کر سکتا مگر یہہ فرماے کہ آپ نے جو یہ مضمون لکہا ہے اسکا ذکر قران مین کہان ہے **قولہ** جہان اسطرح پر مذبح بنایا جاتا تہا وہان کوئی عمارت بنا دینے کا بہی دستور رہا جیسا کہ اشارہ توریت کی آیتون سے پایا جاتا ہے جو ہمنے اوپر بیان کی ہین **اقول** توریت کے ورسون مین آپ نے حد سے زیادہ تحریف کی ہے اور اونسے کچھ بہی آپکا مدعا ثابت نہین ہوتا چنانچہ مفصلًا بحث اوسکی ہو چکی ہے حاجت اعادہ کی نہین علاوہ بران جسقدر آپ نے توریت کے ورس متعلق حضرت ابراہیم کی لکہی ہین اونمین سے ایک مین بہی پتھر کہڑا کرنے کا اصلا ذکر نہین اور جب کہ کچھ ذکر تک بہی پتہر کہڑا کرنے کا نہین تو یہ قول آپکا محض غلط ہے ہان حضرت موسی اور حضرت یعقوب کے حالات مین پتھر کہڑا کرنے کا ذکر ہے سو قطع نظر اون امور کے جو ہم نے بہ نسبت اون پتہرون کے کہڑا کرنے کے لکہے ہین اگر اوسکو آپ ہی کے فہم غلط کے مطابق

مین غرضکہ توریۃ اور زبور اور انجیل اور جملہ کتب مقدسہ مین یہ مضمون بہت صراحت کے ساتھہ ہے اور کیون نہو یہ ایک صفت ہے کہ اسپر ایمان لانا اصول ایمانیہ سے ہے مگر یہان تین چیزین ہین کہ اونمین تمیز کرنی چاہیئے (۱) معبود (۲) معبد یعنی جاے عبادت (۳) قبلہ عبادت یعنی جسطرف کو مونہہ کرکے معبود کی عبادت کیجاوے بدیہۃ عقل اسپر شاہد ہے کہ معبد اور قبلہ عبادت معبود نہین ہو سکتے اور نہ اسمین کسیطرح کا شائبہ محسوس پرستی کا ہے کیونکہ خود معنی ومفہوم معبد اور قبلہ عبادت کے اظہار اور اعلان اسکا کرتے ہین کہ وہ معبود نہین اور ہرچند کہ وہ معبود حقیقی جہات سے منزہ ہے مگر چونکہ مکلفین عبادت کی جسمانی ہین اور ایک ہی مونہہ رکہتے ہین لہذا اونکو اس سے چارہ نہین کہ ایسی عبادت مین جو قیام وقعود ورکوع وسجود پر مشتمل ہو بطرف کسی ایک جہۃ کے رخ کرکے اوس عبادت کو ادا کرین اسلیئے ہر ایک امۃ کو بنظر حصول اتفاق اور عدم تفرقہ باہمی کے ایک خاص جہت کی طرف استقبال کا حکم فرمایا گیا اور اونکو اونکی اختیار اور مرضی پر نہین چہوڑا گیا کہ جو کوئی جسطرف کو چاہے اپنے اختیار سے رخ کرے اور صورت عدم اتفاق اور تفرقہ کی پیدا ہووے (ولکل وجہۃ ہو مولیہا فاستبقوا الخیرات) پس ضرور ہے کہ قبلہ عبادت بہی وہی ہو کہ جسکے استقبال کا حکم ہو نہ ہمارا تمہارا ٹہیرایا ہوا جب یہ بات متحقق ہوئی کہ معبد اور قبلہ عبادت معبود نہین اور ایسی عبادت کے افعال مین جسمین استقبال کسی خاص جہت کا بموجب حکم واجب ہوتا ہے تمامتر خشوع اور عجز ونیاز اور عاجزی صرف معبود ہی کی حضور کی جاتی ہے اور معبد وقبلہ عبادت کو اوس مین اصلا کچہ اشتراک نہین ہوتا پس اب ہم سید الطائفہ کے اقوال پر متوجہ ہوتے ہین اور دیکہتے ہین کہ ہذا باب مسجد وقبلہ عبادت کے ایک صورت اعتراض کی طرف متون اسلامیہ اور انبیا رعم کے اوپر قایم

واجب ہوگا یا یہہ کہ حضرت ابراہیم عم اور حضرت موسی عم اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل پیغمبر نہ تہے اور اونمین وہ قوۃ فطری جو رسوم آبائی اور تمدنی اور ملکی کے بوجہ کو اوٹہا دیتی ہے نہ تھی یا یہہ کہ یہ سب خرافات سید الطائفہ کی محض دہوکا ہے اب وہ آپ ہی سوچ سمجہ کر ان دونون شقون مین سے جس شق کو پسند کرین اختیار کرین اگر شق اول اختیار کرتے ہین تو نفاق اور ارتداد اونکا کہلا جاتا ہے اور اگر شق ثانی اختیار کرتے ہین تو جسقدر یہان خرافات تحریر کی ہیہ سب بے اصل اور محض مغالطہ اور دہوکا ہوا جاتا ہے واللہ یحق الحق و لو کرہ المبطلون

۵ گفتار تو خود قطع زبان تو شد آخر ؛ وہ وہ کہ زبان تو زیان تو شد آخر ؛ **تنبیہہ** مخفی نہ رہے کہ اضافہ (بیت) یا (مسجد) یا (مذبح) کی جو کلام خدا اور انبیاء عم مین بطرف اللہ تعالے کے ہے وہ اضافہ بسبب ایک ملابسۃ اور تعلق خاص کے ہے یعنی گہر خدا کی عبادت کرنے کا یا مذبح خدا کے لئے قربانی کرنے کا یہ مطلب نہین کہ خدا خاص اسی مکان مین رہتا ہے یا اسی مذبح مین ہوتا ہے اور بعض مقامات ایسے ہین کہ اونکو بسبب فیضان انوار و تجلیات رحمت کے اللہ تعالے نے مشرف فرمایا ہے اوس خصوصیت کے سبب سے وہ مقامات دیگر مواقع سے ممتاز ہوکر مضاف بطرف ذات پاک کے ہین اور یہی عقیدہ ہے سب انبیاء عم اور اونکی امت کا اونمین سے کسیکا عقیدہ یہ نہین کہ اللہ تعالی خاص کسی مقام اور مکان مین ہے اور سب انبیاء اور اونکی امتین اسپر متفق ہین کہ (اینما تولوا فثم وجہ اللہ) کسیکا یہ عقیدہ نہین کہ خدای تعالی کسی خاص مکان مین ہی ہے توریت کے سفر استثنا کے دسوین باب کے (۱۴) ورس مین اور پیدایش کے (۱۴) باب کے (۱۹) ورس مین اور (۲۲) ورس مین اور زبور (۸) کے (۲) ورس اور (۲۴) کے پہلے ورس مین اور متی کی انجیل کی (۱۱) باب کے (۲۵) ورس

کسطرح پر معبود نہین اور جب آپ نے یہ بات تسلیم کرلی کہ وہ خدا کی پرستش کرتے تہے
تو دوسرا فقرہ جو فقرہ اول پر آپ نے متفرع کیاہے کہ (اسلیئے وہ خدا کی پرستش نہ تہی)
صاف وصریح غلط ہوگیا کیونکہ باوجود تسلیم کرلینے پرستش خدا کے اوسکو پرستش غیر خدا کہنا
ازقسم اجتماع النقیضین ہے کہ وہ پرستش خدا کی بہی ہو اور غیر خدا کی بہی ہو یہ تو صریح البطلان
ہے اور اگر آپ یہ کہین کہ غیر خدا ہے تو آپ نے جو اسقدر خامہ فرسائی کی سب بیفایدہ اور
لغو ہے کیونکہ جب یہ لکہتے ہین کہ انبیا خدا کی پرستش کرتے تہے اور یہ ٹہیراتے ہین کہ بت
پرست غیر خدا کی پرستش کرتے تہے تو خودبخود فرق ظاہر ہوگیا پس مدار صرف پرستش پر
یا نشان کے قایم کرنے نہ کرنے کو کچہ تعلق نفس عبادت سے نہ رہا **قال** مگر مبارک ہو
اوسکو (یعنی محمد رسول اللہ کو) جس نے اون تمام نشانون کو مٹا دیا اور اوس بے نشان
کی عبادت کو بغیر کسی نشان کے قایم کیا اور بحر و بر اور پہاڑ اور گہر اور مسجد سب مین یکسان خدا
کی عبادت ہونا یکسان سکہا دیا کوئی سمت خدا کی عبادت کے لیئے مخصوص نہین کی۔
قلت اس تقریر کا منشا صاف ظاہر ہے اور خوب ظاہر ہے کہ یہ تقریر محض منافقانہ ہے
سید الطایفہ یہ سمجہے ہونگے کہ مسلمان اس تقریر کو سنکر اونکو سچا مسلمان سمجہین گے مگر یہہ
خیال خام ہے ہرگاہ کہ وہ حضرت ابراہیم عم سے لیکر حضرت عیسی عم تک سب انبیا پر
الزام اتباع رسوم بت پرستون کا لگا چکے تو وہ کون سا مسلمان ہے کہ صرف اس مبارک بادی
پر اونکے دہوکے مین آجاویگا ذات وصفات باری تعالے مین جملہ انبیا کا حضرت آدم
عم سے لیکر محمد صلعم تک ایکہی عقیدہ ہے اجتناب آثار اور رسوم بت پرستی مین جملہ
انبیا متفق القول ہین خود قران مجید اسپر شاہد عدل ہے ان ابراہیم کان امۃ قانتاللہ
حنیفا ولم یک من المشرکین شاکرا لانعمہ اجتباہ وہداہ الی صراط مستقیم وآتیناہ فی الدنیا

کر کے حسب عادت منافقانہ ایسا جواب دیتے ہین کہ اوس سے اعتراض مشرکین خوب مستحکم ہوجاے
یا کوئی صورت تفرقہ کی معقول ایسی بیان کرتے ہین جیسی کہ ہمنے بیان کی ہے **قال** اس فعل مین جو
انبیا نے کیا اور اوس فعل مین جو بت پرست کرتے تھے فرق یہ ہے کہ بت پرست غیر خدا کے نام
محسوس شئے قایم کر کے پرستش کرتے تھے اور اسلئے وہ خدا کی پرستش نہ تھی بلکہ اوس غیر خدا کی
پرستش تھی جسکے نام وہ محسوس شئے قایم کی تھی انبیا نے جو محسوس شئی قایم کی وہ خدا ہی کے نام پر
قایم کی اور خدا ہی کی پرستش کی نہ کسی غیر خدا کی **قلت** واہ کیا خوب فرق بیان کیا جسکا ماحصل
منشا یہ ہے کہ اوس محسوس شئے کی پرستش مین تو دونون برابر تھے صرف فرق یہ ہوا کہ بت
پرستون نے تو وہ محسوس شئے جسکی پرستش کی غیر خدا کے نام قایم کی تھی اور انبیا نے وہ
محسوس شئی جسکی پرستش کی خدا کے نام قایم کی تھی صرف نام ہی کا فرق تھا محسوس پرستی تو
دونون مین برابر رہی اگر انبیا نے خدا کے نام کی ایک شئی محسوس قایم کر کے اوس شئی محسوس
کی پرستش کی تو اوسکو خدا کی پرستش کہنا صریح جہالت ہے خدا کے نام پر کسی شئے محسوس کی
قایم کرنے سے وہ شئی محسوس خدا نہین ہوسکتی اور جب وہ خدا نہین ہوسکتی تو اوسکی پرستش بھی خدا
کی پرستش نہین ہوسکتی اور جب وہ خدا کے پرستش نہین ہوئی تو بزعم فاسد سید الطایفہ کے
انبیا علیہم بھی عیاذاً باللہ بت پرست ٹھیرے پھر ہم دریافت کرتے ہین کہ آپ نے جو لکھا ہے
کہ بت پرست غیر خدا کے نام محسوس شئی قایم کر کے پرستش کرتے تھے اور اسلئے وہ خدا کی پرستش
نہ تھی اس عبارت کے فقرہ اول مین جو یہ لفظ ہے کہ (پرستش کرتے تھے) یعنی عبادت کرتے
تھے آپکے نزدیک اس پرستش کا مفعول یعنی معبود کون ہے اگر آپ یہ کہین کہ خدا ہے تو
فرق درمیان مین بت پرستون اور انبیاء کے جو آپ نے بیان کیا ہے صرف برائے نام فرق
ہے درحقیقت کچھ فرق نہین کیونکہ وہ شئی خواہ اوسکو خدا کے نام پر قایم کرو خواہ غیر خدا کے

لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم قولہ تمام نشانون کو مٹادیا اقول فرمائے کہ کوئی
مسجد پہلے نبیون کی بنائی ہوئی ڈہا ڈالی مسجد اقصی کو گرادینے کا حکم دیا یا مسجد حرم کو ڈہادیا
مواقف عرفات اور مزدلفہ کو نیست و نابود کردیا یا قربان گاہ منی کا نام و نشان مٹادیا
کیا کیا کچہ فرمائے تو سہی کہ ہمکو بہی معلوم ہو وسے کہ برخلاف دیگر انبیاء عم کے کیا نئی
بات کی کیا اہل اسلام کو آپ نے ایسا نادان سمجہ لیا ہے کیا یہہ بہی وہ نہین سمجہتے کہ
آج جو اونکو مبارکبادی دیجا رہے ہو اور انبیاء سلف پر طعن کرتے ہو کل کو اسی بناء پر
محمد صلعم پر عیب لگانے کو مستعد ہوجاروگے ع برتو ہای دشمن تکیہ کردن ابلہی است
پای بوس سیل از پا افگند دیوار را ✦ قولہ اور بحر و بر اور پہاڑ اور گہر اور مسجد مین یکسان
خدا کی عبادت ہونا سکہادیا اقول کیا سید الطایفہ کے زعم مین یہ ہے کہ حضرت ابراہیم
عم اور حضرت موسی عم اور دیگر انبیاء نے بجز اون مقامات کے جنمین اونہون نے معابد
اور مذابح بنائے تہے اور مقامات بحر و بر اور پہاڑ اور گہر مین عبادت کرنا ناجایز قرار دیا
تہا حضرت ابراہیم اپنے سب لوگون کو بلاد متفرقہ مین لئے پہرے اور صحرا اور آبادی مین
اکثر گذر اونکا ہوا کیا اوس قطعہ زمین کو بہی جسمین اونہون نے مذبح بنایا تہا اپنے ساتہہ
ساتہہ اوٹہائے پہرتے تہے حضرت موسی مع بنی اسرائیل کے چالیس برس تک جنگلون
جنگلون پہاڑون پہاڑون پہرتے رہے کیا وہ اوس قطعہ زمین اور اون بارہ ستونون
کو ہر جنگل اور ہر پہاڑ پر ساتہہ ساتہہ لئے پہرتے تہے یا سید الطایفہ کے نزدیک یہ ہے
کہ جب اوس مقام و امن کوہ سینا سے علیحدہ ہوتے تہے تو خدا کی عبادت ہی نہین کرتے
تہے اور جب یہ بات نہین تو محمد صلعم نے کوئی نئی بات نہین سکہائی جو کچہ حضرت ابراہیم
اور سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بابتہ عبادت خداوندتعالے کے سکہاتے چلے آئے

حسنة وانه فی الآخرۃ لمن الصالحین ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراہیم حنیفا وما کان
من المشرکین (نحل) شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وصینا بہ
ابراہیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (سورہ شوریٰ) توریۃ کو دیکھو کسقدر تشدید
بت پرستی اور اتباع رسوم بت پرستون پر ہے حدیث صحیح بخاری ومسلم مین ہے الانبیاء اخوۃ
من علات وامہاتہم شتی ودینہم واحد پس بہ نسبت اختیار کرنے رسوم بت پرستی کے
جس نے ایک نبی پر بھی کچھ الزام لگایا اوس نے سب انبیاء پر الزام لگایا پس یہ مبارکباد
اونکی دربردہ الزام نامبارکی ہی کہ اونکے نفاق قلبی پر شاہد عدل ہے ؎ نامبارک خندۂ آن
لالہ بود ۔ کز دہان او سواد دل نمود ۔ پھر ہم یہ کہتے ہین کہ فرض کرو کہ انبیاء نشان ہی
قایم کرتے تھے سید الطایفہ کے نزدیک انبیاء عرم کیا سمجھکر قایم کرتے تھے آیا اوسکو
معبود سمجھتے تھے یا یہہ سمجھتے تھے کہ خدا نے اس نشان مین حلول کیا ہے یا اوسکو محض
نشان عبادت گاہ سمجھتے تھے کوئی مسلمان بلکہ کوئی عاقل اول کی دو نون شقون کا قائل
نہین ہو سکتا ممکن نہین کہ ایسے عالم ترین مخلوقات صاحبان وحی ایسی جہالت مین
مبتلا ہون باقی رہی (شق ثالث) اوسکو تو خود محمد رسول اللہ صلعم نے ہی قایم رکہا اور
خود بھی مدینہ منورہ مین عبادت گاہ بنائی اور لوگون کو بھی ترغیب بنانے مساجد کی فرمائی
من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنة (متفق علیہ) الی غیر ذلک من الاحادیث
الصحیحة خود قرآن ہی مین آباد رکھنے اور صاف پاک رکھنے مساجد کا حکم موجود ہے
انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر طہرا بیتی للطایفین والعاکفین
والرکع السجود اور اونکے خراب کرنے والون پر شدید وعید ہے ومن اظلم ممن منع
مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین

استقبال کو بکررحق خدا کی طرف سے بیان کیا ان الذین اوتوا الکتاب لیعلمون انه الحق من ربهم انه للحق من ربک اور خود پیغمبر خدا صلعم آخرعمر تک اوسی سمت کی طرف نماز پڑہتے رہے اور اونکے بعد ابتک یہی عمل ہے اور کسی فرقہ کو فرقہای اسلامیہ مین سے اسمین اختلاف نہین اور پیشتر اس سے مدینہ مین بیت المقدس کی طرف کو مونہہ کرکے خود پیغمبر صلعم اور اونکے اصحاب نماز پڑہا کرتے تھے پس یہ قول کہ کوئی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص نہین کی صریح غلط ہے اسکے جواب مین سید الطائفہ لکہتے ہین کہ یہ سمجہنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور بانئ اسلام کی ہدایت کے خلاف وہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہین بلکہ ایک نیۃ اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے جسکا ہم آگے بیان کرینگے **قلت** ورود اس اعتراض کا دونو فعلون پر یکسان ہے یعنی استقبال بیت المقدس پر جو تا تحویل قبلہ کے معمول تہا اور استقبال بیت الحرم پر جو ابتک معمول ہے پس سید الطائفہ پر دونون کا جواب لازم ہے اور مفصل حال اسکا ضمن جواب تفصیلی سید الطائفہ مین معلوم ہوگا **قوله** کعبہ کی سمت الخ **اقول** اسمین تو کچہ کلام نہین کہ ہر ایک عبادت کے لئے سمت کعبہ کی مخصوص نہین کلام صرف اداے نماز مین ہے کہ آیا اداے نماز کے واسطے استقبال کعبہ مخصوص ہے یا نہین سید الطائفہ کہتے ہین کہ نہین مگر یہ انکار صریح انکار آیات قرآن ہے جب کہ بنص صریح حکم استقبال قبلہ کا مکرر موجود ہے اور بتاکید اوسکی نسبت صاف صاف یہ خبر ہے کہ یہ ہر آئینہ حق ہے خدا کی طرف سے تو اسکو غلط کہنا صریح انکار قرآن مجید ہے ہمنے فرض کیا کہ مبنی کسی سبب پر ہے مگر اس سے خصوصیت اوسکو واسطہ عبادت نماز کے باطل نہین ہوجاتی خصوصیت مین استقبال قبلہ کی خواہ وہ مبنی کسی سبب پر ہو یا نہو کچہ فرق نہین آتا وہ کونسا احمق ہے احمق ہی

تھے اونھون نے بھی وہی سکھائی تھی (سورہ احقاف) مین ہے قل ما کنت بدعا من الرسل یعنی کہو اے محمد نہین ہون مین نیا پیغمبرون سے" اور یہ جو کہتے ہین کہ برابر سکھایا اگر مطلب یہ ہے کہ نفس عبادت سب جگہ برابر ہے تو محل کلام نہین سب انبیاء کی یہی تعلیم ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ فضیلت مین برابر ہے تو غلط ہے مقامات متبرکہ کو دیگر مقامات کی برابر اور اون مقامات مین عبادت کو فضیلت مین اور مقامات کے عبادت کی برابر سمجھنا بالکل برخلاف قرآن مجید اور احادیث نبوی صلعم کے ہے جن مقامات کو اللہ تعالی نے اپنی رحمت اور برکات سے مقدس کیا اور جن مساجد کی نسبت جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا صلوۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام یعنی ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہے ہزار نماز سے بیچ غیر اوسکی کے مگر مسجد حرام مین" اور فرمایا لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی ہذا یعنی نہ باندھی جاوین پالا نہا سے شتر (یعنی سفر نکیا جاوی) مگر طرف تین مسجدون کے مسجد حرم اور مسجد اقصی اور میری یہ مسجد" ان مقامات اور مساجد مین عبادت ہر آئینہ بنسبت اور مقامات کے افضل ہے مگر ہان نفس عبادت مین سب مقامات برابر ہین جب سید الطائفہ نے انبیاء سلف پر تعین نشان پر الزام عاید کیا اور جناب رسالت آب صلعم کی نسبت یہ کہا کہ اونھون نے تمام نشانون کو مٹا دیا کوئی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص نہین کیا تو اوسیر آپ ہی اعتراض مجملا بربنای توجہ اور استقبال کعبہ کی نماز مین وارد کیا مفصلا تقریر اس اعتراض کی یہ ہے کہ قرآن مجید مین بکرر بہت تاکید استقبال کعبہ کی ہے فول وجہک شطر المسجد الحرام وحیثما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ اور اس

پہلے یہ بات بتانی چاہیئے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ مین قبلہ یا سمت قبلہ کا کیا حال تھا
اس امر کا بیان اس امر پر موقوف ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ مین نماز کے کیا ارکان
تھے غالبًا اوس نماز مین بھی رکوع اور سجدہ ہو مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت اس امر کا
نہین کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ مین بعینہ یہی ارکان تھے جواب مذہب اسلام مین ہین
نہ یہ بات ثابت ہے کہ اوس نماز مین جیسی کہ وہ ہو اسیطرح پر رکوع اور سجدہ تہا جیسکہ
ہماری نماز مین ہے **قلمت** حسب عادت اصل مطلب کو چہوڑ کر بیان بہی بطرف فضول
باتون کے متوجہ ہوئے یہ بات تو خود قران ہی سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم کی نماز مین
رکوع اور سجود تہے اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم اور اسمعیل کو حکم دیا طھرا بیتی للطائفین والعاکفین
والرکع السجود خود آپ ہی نے رکع السجود کا ترجمہ کیا ہے کہ رکوع سجود کرنے والون کے
لیئے اور ثبوت قیام کا بہی ہم پیش کرتے ہین صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح مین وہ
حدیث جسمین قصہ پکڑوا منگوانے ایک جبار کا سارہ کو اور پہر واپس بہیجدینے کا اونکو
حضرت ابراہیم کے پاس منقول ہے یہ لکہا ہے انکم لم تاتونی بانسان انما اتیتمونی
بشیطان فاخدمہا ہاجر فاتتہ وہو قایم یصلی فاومی بیدہ مہیا قالت سارۃ رد اللہ
کید الکافر او الفاجر فی نحرہ یعنی کہا اوس جبار نے اپنے نوکرون سے کہ تم میرے
پاس انسان کو نہین لائے جز این نیست کہ ایک شیطان کو لے آئے ہو پس سارہ کے
ساتھ ہاجرہ کو اونکی خدمت کے لیئے دیکر لوٹا دیا تب وہ آئین ابراہیم عم کے پاس اور
حال یہ تھا کہ حضرت ابراہیم کہڑے ہوئے نماز پڑہ رہے تھے پس اشارہ کیا ابراہیم عم نے اپنے
ہاتھ سے کہ کیا واقعہ گذرا سارہ نے کہا کہ رد کر دیا اللہ نے کافر کے کید کو دیکھو یہان ہے
ظاہر ہے کہ صلوۃ مین حضرت ابراہیم کے قیام بھی تہا اور یہ بہی ثابت ہوا کہ نماز مین کسی سے

کہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مبنی ہونا کسی سبب پر اور مخصوص ہونا دوام باہم متضاد ہین کہ وجود سے
ایک کے دوسرے کی نفی لازم آتی ہے اور جب مبنی ہونا کسی سبب پر مانع خصوصیت کا نہین
تو خود سید الطایفہ ہی عقل و حواس کو جمع فرما کر فرما دین کہ یہ قول اونکا کس درجہ پر باطل اور
خلاف نصوص قران مجید ہے اور باوجود مخالفت خدا و رسول کے کوئی شخص مدعی اسلام
ہو سکتا ہے پہر اگر وہ کسی تمیز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے تو حضرت موسی عم اور دیگر انبیاء
کا مذبح بنانا بھی لایق الزام کے نہین کیونکہ جانورونکا ذبح کرنا اپنے کہانے پکانے کے واسطے
بھی ہوتا ہے اور قربۃ للہ بھی ہوتا ہے اگر واسطے تمیز اس بات کے کہ جو جانور اس مذبح
مین لا کر ذبح کیا جاوے گا وہ تقربا للہ ہے اور جو جانور اپنے گہر مین ذبح کیا جاوے گا
وہ اپنے کہانے پکانے کے واسطے ہے یا وہ بارہ پتہر واسطے تمیز اور نشان حصص بارہ
سبطون کے کہڑے کئے پس بنا بر تمیز و تفرقہ پر دیگر انبیاء پر الزام لگانا صریح غلطی ہے
اسیطرح پر حضرت یعقوب نے جو پتہر واسطے تمیز اوس موقع کے کہ جہان اونہون نے ارادہ
مسجد بنانے کا کیا تھا اور منت مسجد بنانے کی مانی تھی کہڑا کیا تہا تو آپ ہی کے اصول ممہدہ
کے مطابق اسمین اور استقبال قبلہ مین کیا فرق ہے پہر آپ جو یہ کہتے ہین کہ استقبال
قبلہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہین بلکہ ایک تمیز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے یہہ
صریح غلط ہے اسلئے کہ بروقت استقبال قبلہ کے وقت افتتاح نماز نیت و قصد نماز
پڑہنے والے کا ہرگز تمیز و تفرقہ نہین ہوتا بلکہ خاص ارادہ عبادت خدا کا ہوتا ہے پس صاف
ظاہر ہوگیا کہ استقبال قبلہ کا نماز مین صرف واسطے عبادت خدا ہی کے ہے نہ واسطے
تمیز و تفرقہ کے **قولہ** جسکو ہم آگے بیان کرینگے **اقول** ہم آپ کے اوس بیان کا جسکا
آپ آیندہ پر بیان کرنا کہتے ہین اسی مقام پر قصہ ختم کرتے ہین **قال** (صفحہ ۱۰۶) ہمکو

ہر گاہ کہ ہم قرآن مجید و ارشاد صاحب وحی علیہ الصلوۃ والسلام سے طریقہ نماز حضرت ابراہیم کا ثابت کر چکے پس بمقابلہ قرآن و حدیث کے یہ توہمات اور تخیلات پیش کرنا خالی از مالیخولیا نہین ہین اون وحشیانہ حرکات پر زرا توجہ کیجیے کہ لڑکون کے ساتھ گیند کھیلنے مین اچھل کود ادہر سے اودہر دوڑنا اور اودہر سے ادہر دوڑنا کو دیہاند کرنا دو آدمیون کے آپسمین پانوئن باندھ کر اونکو دوڑانا گدھون پر چڑہا کر وحشیانہ حرکات کرانا تالیان بجانا اور بجوانا اسکا نام تو حرکت وحشیانہ نہ ٹھہرے اور رکوع و سجود و قیام کو جو اس مرتبہ مین ہو کہ کلام بہی کسی سے کرنا اوسکی منافی ہو وہ حرکت وحشیانہ ٹھہرے ؏ شہ برین عقل و گزینش کہ تراست قال الحمی نماز کا نشان اسلام مین بھی طریقہ ابراہیمی پر موجود ہے جسکا نام مذہب اسلام مین طواف کعبہ قرار پایا ہے ابن عباس سے مشکوۃ مین روایت ہے کہ ان النبی صلعم قال الطواف حول البیت مثل الصلوۃ الا انکم لاتتکلمون فیہ فمن تکلم فیہ فلا یتکلمن الا بخیر **قلت** یہ بہی ایک بر دلیل توہم پرستی ہے اسپر کیا دلیل ہے کہ طواف کعبہ ابراہیمی طریق کے نماز کا نام ہے حضرت ابراہیم کے زمانہ مین بھی طواف اور چیز تھی اور نماز دوسری چیز تھی چنانچہ خود قرآن مجید کے اس آیہ سے نکلتا طہرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود ثابت ہے کیونکہ (رکع السجود) یعنی نماز پڑہنے والو عطف ہے اوپر (طایفین کی) اور یہ بات مسلم ہے کہ معطوف باعتبار اصل وضع کے غیر معطوف علیہ کا ہوتا ہے پس ضرور ہوا کہ طواف اور چیز ہے اور نماز جو حضرت ابراہیم کے زمانہ مین تہی اوسکے مغایر ہے علاوہ بران ہنے جو اوپر وہ حدیث جسمین ذکر نماز حضرت ابراہیم کا ہے نقل کی ہے اوسکے الفاظ یہ ہین وہو قایم یصلی فاومی بیدہ اسسے ظاہر ہے کہ اونکی نماز مین قیام تہا کسی چیز کے گرد گہومنا نہتا اور یہ بہی ظاہر ہے کہ کلام کرنا بہی اونکی نماز مین جایز نہ تہا پس یہہ کیفیت بالکل خلاف ہئیۃ طواف کے ہے علاوہ بران معلوم ہوتا ہے کہ

بات بہی کرنے کی اجازت نہتی جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ حضرت ابراہیم کی نماز مین بہی قیام اور رکوع اور سجود تہا پس اب یہ عذر کرنا کہ کیا قیام تہا اور کیا رکوع تہا اور کیا سجود تہا محض بیجا ہے اسلئے کہ جن معانی اور جس ہیئت پر اطلاق قیام اور رکوع وسجود کا قران مجید اور احادیث مین سب جگہ ہے اور لغت کے بہی مطابق ہے اونہین معانی اور ہیئات پر یہان بہی ہے الغرض ان سب امور سے خوب واضح ہے کہ نماز حضرت ابراہیم عم کی ایسی ہی تہی جیسی نماز جناب محمد صلعم کی اور اونکی امت کی ہے **قال** بلکہ اگر اوس زمانہ کی حالت اور اوس زمانہ کی وحشی قومون کی عبادت پر خیال کرین تو بجز اسکے اور کچہ نہین پایا جاتا کہ وہ لوگ حلقہ باندہکر کہڑے ہوجاتے تہے اور کودتے اور چیلاتے تہے اور وہ سارا حلقہ اوسیطرح پر چلکر کہاتا جاتا تہا اور اوسی جوش خروش مین کہڑے ہوجاتے تہے اور اوسکا نام پکارتے جاتے تہے یا اوسکی تعریف کے گیت گاتے تہے جسکی وہ عبادت کرتے تہے **قلت** توہم پرستی اور بادہ پرستی سے کام نہین چلتا سیاق کلام نماز مین اوس جامع کمالات انسانی خلیل اللہ کی جسکے حسن ادب اور اخلاق کی اللہ تعالی توریۃ اور قران مین مدح وثنا کرتا ہے یہ بے ادب وحشی بیدینون عبدالدنیا کی عبادات مین اور اگر یہ تعرضات آپکی اونہین ذات مقدس پر ہین تو جواب ترکی بہ ترکی سننے کہ بے دلیل ایک بات کہدینی بہنگڑخانہ کے بے ادب نامہذب بدمست لوگون کی بیہودہ گوئی اور ہذیانات سی بڑہکر نہین اور صہیل اور اصوات وحشی جانورونکی سمجہی جاتی ہے اس بیہودہ گوئی سے کیا حاصل ہوا اسکا کچہ ثبوت پیش کیا ہوتا ایسی واہیات اصوات بہائمی کا تو صرف اسقدر جواب کافی ہے ع ہمسر برید این مرغ بے ہنگام را صفحہ ۱۲۸ پر انبیا کی نسبت خود لکہتے ہین کہ انبیاء کا کام تعلیم اخلاق انسانی ہے یہان برخلاف اوسکے تعلیم طریق وحشیانہ بنسبت ابراہیم عم کے ثابت کرتے ہین اسلئے صاف ظاہر ہے کہ اقرار نبوۃ انبیا کا جہان کہین کیا ہے محض منافقانہ ہی

جنب اور محدث طواف نکرے اسیطرح پر ستر عورت مثل نماز کے طواف مین بہی ضروری
جاہلیت مین جو ننگے ہوکر طواف کرتے تہے اوسکو ممنوع سمجہنا چاہیئے جیساکہ دوسری حدیث
مین وارد ہے لا یطوف بالبیت عریان پہر جس حکم مین کہ طواف ونماز مین افتراق ہے اوسکی تصریح
فرمائی کہ (الا انکم تتکلمون فیہ) پہر اوسکی نسبت بہی یہ فرمایا کہ کلام بہی ہو تو نیک کلام ہو قال
گو یہ طریقہ وحشیانہ ہو مگر اسمین کچہ شک نہین کہ حال کی مودب اور باوقار نماز دن سے
زیادہ تر جوش اور زیادہ تر محبت معبود کا برانگیختہ کرنے والا اور معبود کے شوق کو زیادہ تر
جوش مین لانے والا اور دل کو خالص اوسکی یاد مین مشغول کرنے والا تہا **قلت** کتنی بڑی
جہالت وحماقت کی تقریر ہے آپ ہی اوسکو وحشیانہ طریق ٹہہراتے جاتے ہین پہر وحشیانہ
طریق کو جسکو بے ادبانہ طریق بتاتے ہین مودب اور باوقار طریق پر فضیلت دیتے ہین اگر
یہ بات تسلیم کرلیجاوے تو ہر ایک امر مین وحشیانہ طریق کو مودبانہ طریق پر ترجیح دینی لازم
آوے گی پس ایسا شخص جسکی یہ راے ہو درحقیقت انسان نہین بلکہ ایک وحشی جانور بصورت
انسان ہے جناب رسالت مآب صلعم ہمیشہ دعا مین یہ کلمات کہا کرتے تہے اللہم انی اسألک
حبک وحب من یحبک وحب عمل یقربنی الی حبک یعنی بار خدا مین مانگتا ہون تجہسے تیری
محبت اور محبت اوسکی جو تجہسے محبت کرتا ہے اور محبت اوس عمل کی جو نزدیک کردے مجہکو
تیری محبت سے " پس اگر وحشیانہ عمل طریق مودبانہ پر ترجیح رکہتا تو حضرت ابراہیم عم اور جملہ
انبیاء اور خود سید العالمین صلوات اللہ علیہم اجمعین اوس طریقہ پر جو بزعم سید الطائفہ زیادہ تر
محبت پیدا کرنے والا تہا اس طریق مودبانہ کو کیون ترجیح دیکر اختیار فرماتے اور طریق
نماز کا جو موافق ہدایت اوس معبود حقیقی کے ہے وہ کیون اوس طریقہ افضل کو چہوڑ کر یہ طریقہ
بتاتا اہل جاہلیت کی نماز کا یہ وحشیانہ طریق تہا کہ بیت اللہ مین جاکر سیٹیان اور تالیان

سید الطایفہ کو ہنوز کیفیت طواف بھی معلوم نہین اوسمین کہڑا ہو جانا اور سر ٹکنا کو ونا اور چہلنا کہان ہے جسکو اونہون نے طریقہ نماز ابراہیمی قرار دیا ہے پس طواف کو طریق نماز ابراہیمی ٹھہرانا نہایت درجہ کی بے عقلی اور نافہمی ہے اور سب سے زیادہ دلیل سفاہت سید الطایفہ کی یہ ہے کہ حدیث ابن عباس سے اپنے مدعا پر استدلال کرتے ہین جسکے الفاظ یہ ہین الطواف مثل الصلوۃ الا انکم تتکلمون فیہ فمن تکلم فیہ فلا یتکلمن الا بخیر یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کعبہ کے گرد طواف کرنا مثل نماز کے ہے مگر یہ کہ تم طواف مین کلام کرتے ہو پس جو شخص کہ طواف مین کچہہ بات کرے تو بجز نیک بات کے اور کوئی بات چیت نکرے (اول) تو حدیث مین لفظ (مثل الصلوۃ) ہے (مثل صلوۃ ابراہیم) نہین اسلئے اس حدیث سے اسپر استدلال کرنا کہ طواف کعبہ طریق نماز ابراہیم عم کا ہے صریح نادانی ہے (دوسرے) یہ کہ حدیث مین طواف کو نماز کے ساتھ تشبیہہ دیا گیا ہے اور یہ بات ہر ایک عاقل سمجھتا ہے کہ مشبہ عین مشبہ بہ نہین ہوتا بلکہ باہم دونون مین مغایرت ہوتی ہے پس یہہ حدیث صاف صریح مبطل مدعای سید الطایفہ کے ہے اگر ایسی صاف وصریح بات کے سمجھنے سے بہی فہم سید الطایفہ کی قاصر ہے تو اونکے حق مین مثل معروف عرب کی صادق ہے (کان اذنی قلبہ خلاوان) ہمنے چند تحریرات مین سید الطایفہ کو سمجہایا کہ فہم وشرح آیات قران اور احادیث کا آپ کا کام نہین ہے آپ اپنا کام اکتساب دنیا کا کیجئے بوالہوسی اور بوالفضولی سے شرح احادیث اور تفسیر قران مین دخل مت کیجئے اپنی استعداد پر نظر کرکے اس اہم امر کو اختیار نہ کیجئے مگر اونکے مزاج مین تو جہل مرکب اور پندار (انا خیر) کا ایسا راسخ ہے کہ غلطی پر غلطی کرتے ہین اور باوجود تنبیہہ کے باز نہین آتے سنئے شرح مطلب اوس حدیث کی کہ طواف کو نماز کے ساتھ تشبیہہ دیا گیا اور وجہ شبہ شرائط نماز مین یعنی لازم ہے کہ طواف بہی مثل نماز کے طہارت کے ساتھہ ہو

وحوش جانورون سے ہے اور خود ظاہر ہے کہ ایسے عمل کو جسکا خدای تعالے نے حکم فرمایا کون عاقل طریق نامستحسن اور وحشیانہ کہہ سکتا ہے **قال** یہ حرکتین انسان مین بالطبع مجنونون کا سا جوش پیدا کردیتی ہین اور جسطرح مجنون کسی بات مین مشغول ہو اوسیطرح خدا کی یاد مین انسان کو مشغول کردیتی ہین **قلت** وہ کیفیت جو مجنونون پر طاری ہوتی ہے محض بسبب اختلال دماغ اور وفور توہمات کے ہوتی ہے چنانچہ یہی حالت اور یہی کیفیت بدمستان شراب اور بہنگ نوشون کی دیکھی جاتی ہے اور باعث اسکا بھی وہی اختلال حواس اور وفور ہجوم توہمات ہے پس اگر ان اوچھلنے کودنے والون مین اوسی وجہ سے یعنی اختلال حواس اور وفور توہمات سے خدا کی یاد مین مشغولی حاصل ہوتی ہے تو خدا کی عبادت کے لئے اور مشغولی حاصل کرنے کے لئے شراب اور بہنگ پینا بھی مستحسن ہووے الغرض جسقدر سید الطایفہ نے خامہ فرسائی کی ہے سب بے دلیل محض توہم پرستی از قسم خبط یا مالیخولیا ہے ایک بات بھی عاقلانہ نہین **قال** حضرت ابراہیم کے زمانہ مین جو طریقہ نماز کا ہوا اس سے زیادہ اور کچھ نہین تہا ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ کوئی سمت قبلہ کی معین نہین ہوتی یہ تمام ذوق شوق اور اوچہل کود اوس شئی کے گرد ہوتا تہا جسکو وہ بطور خدا کی نشانی کے قایم کرتی تھے اسی قسم کی پرستش اب بھی بعضے بعضے وحشی قومون مین پائی جاتی ہے حضرت ابراہیم خدا کی نشانی کے لئے ایک بن گہڑا پتہر کہڑا کر لیتے تہے اور جو عبادت یا نماز ہوتی تہی اوسکی گرد ہوتی تھی اسلئے حضرت ابراہیم کے زمانہ مین کوئی خاص سمت قبلہ کا ہونا بجز اوس نشان کے جسکو وہ قایم کر لیتے تہے اور کچھ نہین پایا جاتا **قلت** توہم پرستی تو سید الطائفہ نے خوب دل بھر کے کرلی اب وہ افترا پردازی پر متوجہ ہوئے وہ بھی خوب ہی پیٹ بہر کے کی کوئی دقیقہ بہتان اور افترا اور کذب مین باقی نہین چہوڑا ہم پیشتر ثابت کر چکے ہین کہ حضرت ابراہیم ع م کے

بجاتے تھے جیسے کہ اب اور وحشی قومون مین دستور ہے (ماکان صلوٰتہم عند البیت الا مکاءً وتصدیۃ فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون) یعنی نہ تھی نماز اونکے نزدیک بیت کی مگر سیٹھی اور تالی بجانی پس چکھو عذاب کو بسبب اسکے کہ کافر ہوئے تھے" چونکہ اون لوگون نے وہ نماز جو طریقہ ابراہیم اور اسمعیل اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نماز کے ارکان مین تھا اوسکو چھوڑکر طریقہ نماز کا سیٹھی اور تالیان بجانی اختیار کیا اسپر کسقدر وعید شدید فرمائی گئی اگر اس قسم کی باتین محبوب اور موجب ازدیاد محبت ہوتین تو اس طریق کو ہرگز ترک نہ کروایا جاتا اب ہم کو طریق مودبانہ اور طریق وحشیانہ مین مابہ الفارق کا بھی بتانا ضرور ہے کیونکہ ایسے امور مین انسان خود مختار نہین کیا گیا کہ جس فعل کو چاہے مودبانہ ٹھہرا دے اور جسکو چاہے وحشیانہ قرار دے (ایحسب الانسان ان یترک سدیٰ) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مکارم اخلاق ومعظم عادات انسان کے طبعزاد نہین بلکہ بموجب تعلیم اور ہدایت اوسی خالق کے ہین جس نے اپنے انعام کے بیان مین فرمایا ہے (علم الانسان مالم یعلم) و (ہدیناہ النجدین) پس جس چیز کا اوسنے امر فرمایا وہی مکارم اخلاق اور معظم عادات اور عمل مودبانہ ومہذبانہ ہے اور وہی حسن ہے اور جس چیز کی اوس نے نہی فرمائی وہی چیز قبیح اور بداخلاقی اور وحشیانہ طریق ہے فرض کرو کہ حسن وقبح اشیاء کا ذاتی ہی ہے جیسا کہ مزعوم معتزلہ اور سید الطایفہ کا ہے مگر اس امر مین تو کچھ اختلاف نہین کہ مامور بہ حسن ہے اور منہی عنہ قبیح ہے خواہ یہ حسن وقبح ذاتی ہو یا شرعی ہو ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینہیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی پس یہ ضابطہ کلیہ سمجھنا چاہیے کہ جس عمل یا فعل کا اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا وہی عمل وفعل مودبانہ ومہذبانہ اور مستحسن ہے اگر کوئی شخص اوسکو اپنی رای سے اپنی عادات ورسم آبائی اور تمدنی کے خلاف سمجھکر ازراہ حماقت کے وحشیانہ سمجھے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ خود لاعاقل بدتر بہایم اور

ثابت ہے کہ ہمارا طریقہ عبادت مطابق طریقہ عبادت ابراہیم ع م کے ہے اور
چونکہ ہماری طریق عبادت نماز مین استقبال بیت اللہ ہے پس مطابقت طریق نماز ابراہیمی
مقتضی اسکی ہے کہ قبلہ نماز ابراہیم ع م بہی بیت اللہ تہا کیونکہ یہ بات ہم پیشتر ثابت
کر چکے ہین کہ حضرت ابراہیم ع م کی نماز قیام اور رکوع اور سجود پر مشتمل تہی اور ہم یہ بہی ثابت کرچکے
ہین کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم سے پیشتر تہا اور یہ بہی ظاہر ہے کہ جو نماز متضمن قیام
رکوع و سجود کے ہے اوس مین استقبال کسی سمت کا ضرور ہے اور سوا اس سمت بیت اللہ
کے استقبال حضرت ابراہیم کا اور کسی سمت کی طرف پایا نہین جاتا پس بلحاظ اقتضاء
آیات مذکورہ کے یہی امر متعین ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی نماز مین جسطرح اور ارکان
ہماری نماز کے سے تہے قبلہ بہی یہی تہا جو ہماری نماز کا ہے **قال** حضرت ابراہیم
کی اولاد کا حال جہانتک ہمکو ملا ہے اوس سے پایا جاتا ہے کہ وہ بہی کعبہ کی جانب کو سمت
قبلہ نہین سمجہتے تہے بلکہ ہر جگہہ پتہر کہڑا کر کے اوسی وحشیانہ طریق پر عبادت کرتے
تہے چنانچہ ارزقی نے کتاب اخبار مکہ مین لکہا ہے ان بنی اسمعیل وجرہم من ساکنی
مکۃ ضاقت علیہم مکۃ فتفسحوا فی البلاد والتمسوا المعاش لیزعمون ان اول ما کانت
عبادۃ الحجارۃ فی بنی اسمعیل انہ کان لا یظعن من مکۃ ظاعن منہم الا احتملوا معہم من
حجارۃ الحرم تعظیما للحرم و صبابۃ بمکۃ و بالکعبۃ حیثما حلوا وضعوہ فطافوا بہ کالطواف
بالکعبۃ حتی سلخ ذلک بہم الی ان کانوا یعبدون ما استحسنوا من الحجارۃ واعجبہم
من حجارۃ الحرم خاصۃ حتی خلفت الخلوف بعد الخلوف ونسوا ما کانوا علیہ واستبدلوا بدین ابراہیم
واسمعیل غیرہ عبدوا الاوثان الخ (ترجمہ) بنی اسمعیل اور جرہم جو مکہ مین رہتے تہے
اونکو گنجایش نہوئی تو وہ ملک مین نکلے اور معاش کی تلاش مین پڑے پس لوگ

زمانہ مین نماز قیام ورکوع وسجود کے ساتھہ تھی اور اوچھل کود ہرگز نہ تھے یہ سب افترا پردازی سید الطائفہ کی ہے اس اوچھل کود کا ثبوت اتبک سید الطائفہ نے کچہ بہی پیش نہین کیا اور جسقدر تورتیہ کے ورس اونہون نے متعلق حضرت ابراہیم ع م کے لکھے ہین اونمین کچہ بہی ذکر نہ اوچھل کود کا ہے نہ بن گہڑا تیہر کہڑا کرنے کا ہے نہ کسی چیز کی نشانی قایم کرنے کا ہے یہ سب بہتان طرازی اور افترا پردازی سید الطائفہ کی ہے اور جب کہ یہ بات ہمنے قران مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت کردی کہ اونکی نماز قیام اور رکوع اور سجود کے ساتھہ تہی توبحکم ضرورۃ ہونا قیام ورکوع وسجود کا کسی نہ کسی سمت کو ضروری ہے قران مجید مین ہے ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا ولم یک من المشرکین شاکرا لانعمہ اجتباہ وہداہ الی صراط مستقیم وآتیناہ فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا (نحل) ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وماکان من المشرکین ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین (آل عمران) قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا وماکان من المشرکین ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم (آل عمران) مسجد حرام کی نسبت سورۃ حج مین ہے المسجد الحرام الذی جعلناہ للناس سواء العاکف فیہ والباد جو کلمات (ہداہ الی صراط مستقیم) کہ آیۃ سورۂ نحل مین بہ نسبت ابراہیم ع م کے وارد ہین وہی تحویل قبلہ کے باب مین بہی وارد ہین یعنی للہ المشرق والمغرب یہدی من یشاء الی صراط مستقیم سورۂ حج مین ہے ہو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراہیم ہو سماکم المسلمین من قبل وفی ہذا ان سب آیات سے

کا نقل کرتے ہین زعموا مطیة الکذب یعنی (زعموا) سواری جہوٹ کی ہے کشف کشاف مین ہے قال جار اللہ الزعم ادعاء العلم ومنہ زعموا مطیة الکذب وعن شریح لکل شئی کنیة وکنیة الکذب زعموا پس جس مضمون کے غلط ہونے پر خود ازرقی اشارہ کرتے اوس غلط مضمون سے بحوالہ کتاب ازرقی کے استدلال سید الطائفہ کا مصداق مثل سایرکا ہے کہ الغریق یتشبث بکل حشیش ہم پیشتر بحث اعجاز قرآن مین یہ بات لکھہ چکے ہین کہ بنی اسمعیل مین مکہ مین پیشتر بت پرستی نہ تہی اول یہ تحفہ عمرو بن لحی ملک شام سے مکہ مین لایا تہا اور اوس سے یہہ فعل مذموم مکہ مین رائج ہوا امر (ثانی) اگر ہم اوس مضمون کو صحیح بہی فرض کرین تب بہی اوس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ بنی اسمعیل مین پشت در پشت کعبہ کی جانب سمت قبلہ قرار نہین پائی بلکہ صاف برخلاف اسکے ظاہر ہے اسلئے کہ جب حرم کے پتہر کو وہ اپنا قبلہ عبادت بناتے تھے تو خود کعبہ کو بطریق اولی قبلہ بناتے ہونگے امر (ثالث) ہم پیشتر ثابت کرچکے ہین کہ مکارم اخلاق اور معظم عادات وہی ہین کہ خداوند متعال کی تعلیم اور حکم کے بموجب ہون اور جو شخص کہ اپنے رسم و رواج یا کسی دوسری قوم کے رسم و رواج کی پابندی سے اون احکام اور تعلیمات کو وحشیانہ قرار دے وہ خود وحشی جانور ہے اور قرآن مجید مین صاف یہ حکم ہے ولیطوفوا بالبیت العتیق یعنی چاہیے کہ طواف کرین بیت عتیق یعنی بیت اللہ کا" سوا اوس کے جب یہ امر بالیقین ثابت ہے کہ طواف بیت اللہ کا فعل اوس صاحب اخلاق کریمہ کا ہے کہ جسکو خود خدای تعالے فرماتا ہے انک لعلی خلق عظیم پس اوسکو عمل وحشیانہ قرار دینا صرف اونہین لوگون کا کام ہے جو بصورت انسان اور بسیرت بدتر بہایم اور وحشی جانورون سے ہین قال زمانہ جاہلیت مین جبکہ عرب کی قوم نے

خیال کرتے ہین کہ اولاً پتہر کا پوجنا بنی اسمعیل مین اسطرح شروع ہوا کہ جب اونمین سے کوئی مکہ سے جاتا تو حرم کے پتہرون مین سے ایک پتہر اوٹھا لیتا حرم کو بزرگ سمجھ کر اور مکہ اور کعبہ کے شوق مین جہان اوترتے تو اوس پتہر کو رکھہ لیتے اور اوسکے گرد مثل کعبہ کے طواف کرتے پہر اسکی یہانتک نوبت پہونچ گئی کہ جو پتہر اچھا دیکھتے اور جو حرم کا پتہر عجیب اور اچھا معلوم ہوتا اوسکی عبادت کرتے اسیطرح پر پشتون پر پشتین گذرگئین اور بہول گئے جو بات پہلے تہی اور ابراہیم اور اسمعیل کے دین کو بدل دیا اور بتون کو پوجنے لگے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسمعیل اور جرہم کی اولاد مین پشت در پشت کبہی کعبہ کی جانب سمت قبلہ نہین قرار پائی اور اونکا طریقہ عبادت کا ایسا تہا کہ کوئی سمت قبلہ قرار ہی نہین پا سکتی تہی **قلت** کئی امر قابل بحث ہین (اول) یہہ کہ عبارت ازرقی کی جو سید الطایفہ نے نقل کی ہے اس سے استدلال قابل اطمینان ہے یا نہین (دوسرے) یہہ کہ اگر اوسپر اطمینان بھی ہو تو اوس سے مطلب سید الطایفہ کا یعنی یہہ کہ اسمعیل ع م اور جرہم کی اولاد مین کبہی پشت در پشت کعبہ کی جانب سمت قبلہ قرار نہین پائی صحیح ہے یا نہین (تیسری) یہہ کہ طواف کو طریق وحشیانہ قرار دینا نافہمی ہے یا نہین امر (اول) کی نسبت ہم یہ کہتے ہین کہ اوس عبارت سے استدلال محض جہالت ہے لغات عرب اور طریق استعمال کلمات سے جس عبارت کے مضمون سے سید الطایفہ نے استدلال کیا ہے اوسکو خود ازرقی نے بلفظ (یزعمون) تعبیر کیا ہے اور یہ لفظ خود اوس مضمون کی بے اصلی پر دلالت کرتا ہے بے اصل غلط بات جو کوئی کہتا ہے اوسکو زبان عرب مین کہتے ہین کہ زعم فلان کذا زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا سلہم ایہم بذلک زعیم جار اللہ زمخشری تفسیر واذا قیل لہم لا تفسدوا مین درباب استشہاد اسناد فعل کے بطرف فعل کے قول عرب

اور چہلتے کودتے تھے جب بیت المقدس کی تعمیر ہوگئی تو بنی اسرائیل مین آسمین اصلاح ہوئی اور رکوع وقیام قرار پای،، حالانکہ یہہ بالکل کذب وافترا ہے ہم اوپر ثابت کر چکے ہین کہ حضرت ابراہیم عم کی نماز مین قیام ہی تہا اور رکوع ہی تھا بلکہ سجود بہی تہا جسکا سید الطایفہ یہان کچہ ذکر بہی نہین کرتے اور صرف قیام اور رکوع ہی کو کافی اصلاح قرار دیتے ہین اور بہرگاہ کہ اونکی نماز مین یہ سب چیزین تہین اور منجملہ انکے سید الطایفہ قیام اور رکوع کو وجہ تفرقہ کے درمیان نماز وحشیانہ اور نماز باقاعدہ کے قرار دیتے ہین تو صاف ظاہر ہوگیا کہ یہہ قول سید الطایفہ کا صریح مغالطہ اور دہوکا ہے بجز کسی سخت نادان کے کوئی صاحب عقل یہ بات کہہ سکتا ہے کہ بنسبت اوس نماز کے جسمین رکوع وسجود وقیام ہو وہ نماز جسمین صرف قیام ورکوع ہی ہو مبنی بر اصلاح کافی ہے علاوہ بران ہم کہتے ہین کہ بروقت تعمیر بیت المقدس کے تو عملدر آمد عبادات اور معاملات مین تمامتر شریعت موسوی ہی پر تہا بلکہ اوسکی تعمیر کے بعد بہی وہی شریعت قایم اور ثابت تہی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اوسیکے پابند رہے پہر وہ کونسا قاعدہ وان تہا جس نے طریق نماز کو جو حضرت موسی کی شریعت مین تہا ناپسند کرکے منسوخ کردیا اور اپنی طرف سے نیا قاعدہ نماز کا ایجاد کرکے اوس طریق موسوی کو وحشیانہ اور طریق اختراعی کو باقاعدہ ٹہیرا دیا ظاہر ہے کہ طرق عبادت بموجب ارشاد صاحبان وحی کے مقرر ہوتے ہین پس سید الطایفہ پر اثبات اس امر کا لازم ہے کہ طریق موسوی اور ابراہیمی مین جو بزعم اونکے اصلاح ہوئی کس نبی کے ارشاد کے مطابق ہوئی اور یہہ بات سید الطایفہ سے نہ ثابت ہوئی نہ ہوسکے پس سب تقریر اونکی محض مغالطہ ہے سوا اسکے سید الطایفہ نے اپنے زعم باطل مین صفحہ ۱۷ پر جو ذبح بنانے سے استدلال اوپر طریق وحشیانہ کے کیا ہے اگر درحقیقت ذبح بنانا طریق وحشیانہ ہے

کعبہ مین بت رکہدیے تہے اوس زمانہ مین بہی جو کچہ اونکی پوجا ہوتی ہوگی وہ کعبہ مین ہوتی ہوگی لیکن یہ بات کہ جب وہ کعبہ سے دور چلے جاتے تہے اور اور مقامون مین ہوتی تھی جب بھی کعبہ کی طرف مونہہ کرکے پوجا کرتے تھے کسیطرح ثابت نہین **قلت** اس توہم پرستی اور بیفائدہ خامہ فرسائی سے کیا حاصل ہے کلام خدا پرستون اور عبادت ابراہیم اور اسمعیل علیہما الصلوۃ والسلام مین ہے بت پرستون کا ذکر درمیان مین لانا اور اونکی عبادت کے طریق مین جسکو اونہون نے بغیر اتباع کسی نبی کے اپنے ہوائنفسانی اور اغوای شیطانی سے ایجاد کرلیا تھا بحث کرنا محض لغو ہے پہر ہم یہ کہتے ہین کہ سید الطایفہ کا یہ کہنا کہ کسیطرح ثابت نہین اونکے حق مین کچہہ مفید نہین کیونکہ عدم ثبوت شئے سے ثبوت عدم اوس شئی کا لازم نہین آتا شاید کرتے ہون جیسا کرنا ثابت نہین ویسا ہی نہ کرنا بہی ثابت نہین اور چونکہ اسمین کچہ شک و شبہ نہین کہ تعظیم کعبہ کی عرب خصوصًا اولاد ابراہیم عم نہایت درجہ پر کرتے تہے چنانچہ اونکی قصائد اور اشعار سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے ؎ ان الذی سمک السما بنی لنا ❊ بیتا دعایمہ اعز واطول ❊ قسم بہی اکثر اسی بیت کی کہاتے تہے ؎ کذبت وبیت اللہ لوکنت عاشقا ❊ لما سبقتنی بالبکا الحمایم ❊ پس بلحاظ ان قراین کے کرنے کو نہ کرنے پر ہر آئینہ ترجیح ہے

قال بنی اسرائیل مین جب بیت المقدس کی تعمیر ہوگئی تہی اور تمام رسومات عبادت کی جو کچہ کہ بنی اسرائیل ادا کرتے تہے اوسی مسجد یا معبد مین جاکر ادا کرتے تھے مگر اوس زمانہ تعمیر بیت المقدس مین اونکی وحشیانہ طریق عبادت یا نماز مین کافی اصلاح ہوگئی تہی اور ایک باقاعدہ ارکان نماز کہ جسمین قیام اور رکوع بھی تھا قرار پائی **قلت** یہ سب مزخرفات سید الطایفہ کی دہوکے بازیان ہین بنا اس قول کی اس امر پر ہے کہ حضرت ابراہیم اور موسی علیہما السلام کی نماز مین رکوع اور قیام نہ تھا اور جیسا اوپر لکہہ چکے مین کہ بن گہڑا پتھر کہڑا کرکے اوسکے گرد

کہ توریت مین ایسے بہت سے واقعات ہین جو مذکور نہین حالانکہ اونکا تاریخی ثبوت موجود ہے اور توریت مین ذکر نہونے سے اوسکا عدم وقوع لازم نہین آتا۔ اسیطرح اگر اسکا ذکر بہی توریت مین نہین ہے تو اوسکا عدم وقوع لازم نہین آتا اور یہودیون کا شروع سے ابتک ہر ملک سے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑہنا اسسے زیادہ تاریخی ثبوت اور کیا ہوگا اور حضرت دانیال کا زمانہ اسیری بابل مین بیت المقدس کیطرف رخ کرکے ہمیشہ نماز پڑہنا ۶۔ باب کے ۱۰ ورس سے ثابت ہے کیا یہہ عہد عتیق کی الہامی کتاب اور یہ تعین سمت قبلہ پیغمبر کا فعل نہین ہی اور حضرت سلیمان کی دعا کی یہ عبارت ہے اے خدا جب تیرے گروہ لڑائی کے لئے اپنے دشمن کے برخلاف اوس راہ مین جو تو اونہین بہیجیگا نکلے اور تیرے آگے دعا مانگے اس شہر کی طرف جسے تو نے پسند کیا اور اس گہر کی طرف جسے مین نے تیرے نام کے لئے بنایا تو آسمان پر سے اونکی دعا اور زاری اور فریاد کو سُن لے (اول سلاطین ۸ باب ۴۴) اور پہر یہہ کہ اوس زمین کیطرف جو تو نے اونکے باپ دادون کو دی اور اوس شہر کی طرف جسے تو نے پسند کیا اور اوس گہر کی طرف جو مین نے تیرے نام کے لئے بنایا تجہہ سے دعا مانگین (اول سلاطین ۸ باب ۴۸) اور حضرت داود ع م کی یہ مناجات ہے کہ جب مین تیرے آگے چلاؤن اور تیرے مقدس ہیکل کیطرف اپنے ہاتہہ اوٹہاؤن تو تو میری آواز اور عرض سن لی (۲۸ زبور ۲) اور (۱۳۸) زبور (۲) مین حضرت داود کی مناجات یہ ہے کہ مین تیرے مقدس ہیکل کی طرف سجدہ کرونگا اور حضرت یونس ع م کی دعا کا یہ ایک جملہ ہے کہ مین نے کہا کہ مین تیری نظر سے دور پہینکا گیا تو بہی تیری مقدس ہیکل کیطرف پہر نظر کرونگا (یونہ ۲ باب ۴) اب فرماسے کہ یہ سب عہد عتیق کی الہامی کتابین ہین یا نہین انتہی بلفظہ سوا اسکے (۲۱) باب اور ۳ ورس پہلا کتاب حزقی ایل دیکہو خدا کا کلام مجہے پونہچا اور اوس نے کہا کہ

تو حضرت داود دعوے بہی تہوڑے عرصہ پیشتر تعمیر بیت المقدس سے ارنان کی خرمنگاہ پر مذبح بنایا تھا (تواریخ اول باب ۲۱) اور چونکہ سید الطایفہ نے اوسی صفحہ ۷۰ اپر اپنے خیال باطل کے مطابق جو طریقہ مذبح بنانے کا ٹہیرایا ہے وہی طریق اسکا مذبح بنانے کا بہی ہونا چاہیئے علی ہذا القیاس بعد تعمیر بیت المقدس کے حضرت سلیمان نے بہی ایک مذبح بنایا تہا (دیکہو باب چوتہا کتاب تواریخ) اگر سید الطایفہ یہہ کہین کہ صرف مذبح بنانا اور طریق مذبح بنانے کا وحشیانہ طریق نہین ہے اوسکے گرد گہومنا اور اوچہلنا کودنا طریق وحشیانہ تہا جو بنی اسرائیل مین بعد تعمیر بیت المقدس کے متروک ہوگیا تو ہم کہین گے کہ جن ورسون سے آپ نے یہ الزام حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت یعقوب پر قایم کیے ہین اونمین بہی اصلا ذکر اوچہلنے کودنے کا نہین پس اگر مجرد بنانا مذبح کا موجب اتباع آثار وحشی قومون کا نہین تو حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت یعقوب پر جو آپ نے الزام لگایا ہے سب آپکا افترا ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر اور اگر ہے تو آپ کا یہ قول کہ بنی اسرائیل مین وحشیانہ طریق کی اصلاح ہوگئی تہی غلط ہے **قال** مگر ہمکو کوئی آیت عہد عتیق کی ایسی نہین ملی جس سے یہ بات ثابت ہو کہ خدا نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا تہا کہ جب تم بیت المقدس سے دور ہو تو اوسکی طرف مونہہ کرکے نماز پڑہا کرو **قلت** ان فضول باتون سے بجز کاغذ سیاہ کرنے کے کیا حاصل ہے بنی اسرائیل خدا کے حکم سے اوس طرف کو مونہہ کرکے نماز پڑہتے تہے یا اپنی طبیعت سے اونہون نے یہ طریقہ ایجاد کر لیا تہا یہان اسکی بحث سے کیا فایدہ مگر ایک فایدہ البتہ ظاہر ہے کہ کتب عہد عتیق سے بہی ناواقفی سید الطایفہ کی خوب ثابت ہوگئی امام مناظرہ اہل کتاب جناب سید ناصر الدین محمد ابو المنصور ادام اللہ برکاتہ نے تنقیح البیان مین جو لکہا ہے ہم اوسکی نقل پر اکتفا کرتے ہین وہو ہذا صفحہ ۷۰ امین آپ لکہہ چکے ہین

ادا کرنے میں کعبہ کی طرف مونہہ کر کے ادا کرنا بطور ایک امر لازمی کے جس سے ثبوت سمت قبلہ کا ہو اختیار فرمایا ہو بلکہ ہر طرح قرینہ و قیاس اسباب کا مقتضی ہے کہ جب تک آنحضرت صلعم نے مکہ میں تشریف رکھی کوئی سمت قبلہ اختیار نہیں کی **قلت** یہان کلام ایک عبادت خاص یعنی نماز میں ہے مکہ شریفہ میں بھی نماز میں قیام اور رکوع و سجود تھا چنانچہ مکیہ سورتون سے یہ امر ثابت ہے سورہ حج میں ہے یا ایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ ہو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراہیم ہو سماکم المسلمین من قبل وفی ہذا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور کوشش کرو خدا کی راہ میں پوری پوری کوشش خدا نے تم کو پسند کیا ہے اور تمپر دین میں کچھہ تنگی نہین کی ملۃ تمھارے باپ ابراہیم کی اوس نے تمہارا نام رکھا ہے مسلمین پیشتر اور اس میں" اس آیۃ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابراہیم ع م کے ملت میں بھی رکوع اور سجود ایسا ہی تھا جیسے کہ ملت محمدیہ میں ہے سورہ مرسلات میں ہے واذا قیل لہم ارکعوا لا یرکعون صحیح بخاری میں کتاب التفسیر باب تفسیر والمرسلات کے ترجمہ باب میں لکھا ہے قال مجاہد ارکعوا ای صلوا لا یرکعون لا یصلون یعنے مجاہد نے کہا کہ مراد ارکعوا سے ہے نماز پڑہو اور لا یرکعون سے ہے کہ نماز نہین پڑہتے قسطلانی شارح بخاری لکھتے ہیں اطلق الرکوع واراد الصلوۃ من اطلاق الجزء وارادۃ الکل یعنی بولا ہے رکوع اور ارادہ کیا ہے نماز یعنی جزء بولا اور مراد کل لیا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین کہ رکوع کردن در نماز علامت مسلمانی ہست کفار ہرگز رکوع نمے کنند و خود را از مشابہت مسلمانان دور مے دارند در حدیث شریف وارد ہست کہ چون رئیسان بنی ثقیف بحضور حضرت رسالت پناہ عم آمدند

اے آدم زاد تو یروشلیم کی طرف اپنا رخ کر اور مقدس مکانوں کی سمت اپنا کلام ڈال
قال مگر جبکہ بنی اسرائیل کی نماز ایک باقاعدہ ہوگئی تھی اور اوسکے ادا کرنے مین کسی نہ کسی طرف
موںہہ کا ہونا ایک لازمی امر تھا اسلئے بالطبع بنی اسرائیل اسباب پر مائل ہوئے ہونگے کہ
بیت المقدس کیطرف موںہہ کرکے نماز پڑہین اور اسطرح پر بیت المقدس اونکا سمت قبلہ قرار پاگیا
قلت باقاعدہ نماز کے باب مین ہم پیشتر کلام کر چکے ہین اور ثابت کر چکے ہین کہ حضرت
ابراہیم عم کے زمانہ ہی سے نماز باقاعدہ قیام و رکوع و سجود کے ساتھہ تھی اور چونکہ عہد عتیق
کی کسی کتاب سے یہ بات ثابت نہین کہ بعد موسی عم کے کسی نبی نے طریق نماز شریعت موسوی
کو بے قاعدہ سمجھکر اوسمین اصلاح کی ہو پس ذکر قاعدہ بے قاعدہ کا جو سید الطایفہ ہر دفعہ
کرتے ہین صریح مغالطہ ہے اور یہ جو کہتے ہین کہ بالطبع بنی اسرائیل الخ یہ بہی اونکی نادانی ہے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ امور طبعی سے ہنوز محض ناواقف ہین اور یہ بہی نہین سمجہتے کہ بالطبع کسکو کہتے
ہین اور بالعرض کیا چیز ہوتی ہے اگر میلان طرف بیت المقدس کے امر طبعی بنی اسرائیل کا ہوتا
تو ہربار باوجود ممانعت شدید اور تنبیہہ و تاکید کے بتون کیطرف کیون رخ کرتے پس صاف
ظاہر ہے کہ استقبال بیت المقدس کا جیسا کہ قول سابق مین ثابت ہو چکا ہے بموجب ارشاد
انبیاء علیہم السلام کے امر تعبدی تہا نہ طبعی اور سید الطایفہ کا یہ کہنا کہ بالطبع بنی اسرائیل مائل ہوئے ہونگے
محض توہم پرستی ہے کہ خود اونکو بہی اسکا یقین نہین ورنہ وہ بجای ہونگے یہ کہتے کہ مائل تھے
قال آنحضرت صلعم نے بعد نبوۃ قریب تیرہ برس کے مکہ مین تشریف رکھی اس زمانہ دراز
مین بہی کوئی طریقہ عبادت کا آنحضرت صلعم نے ضرور اختیار کیا تھا خواہ یہی ارکان نماز کے
اختیار کئے ہین جو بالفعل موجود ہین خواہ بعد کو اونمین اصلاح ہوگئی ہو لیکن یہ بات ثابت نہین
ہے کہ ایسی حالتون مین جبکہ آنحضرت صلعم کعبہ سے بعید ہوتے تو اونہون نے نماز یا عبادت

وسلم کان یصلی بمکۃ نحو بیت المقدس والکعبۃ بین یدیہ یعنی وہ صلی اللہ علیہ وسلم تہی وہ نماز پڑہتے
تہے مکہ مین طرف بیت المقدس کے اور کعبہ سامنے اونکے ہوتا تہا" اور حدیث طبری کے طریق
ابن جریج سے نقل کی ہے قال اول ما صلی الی الکعبۃ ثم صرف الی بیت المقدس وہو بمکۃ
فصلی ثلث حجج ثم ہاجر فصلی الیہ بعد قدومہ المدینۃ ستۃ عشر شہرا ثم وجہہ اللہ تعالی الی الکعبۃ
یعنی اول نماز پڑہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف پہر پہر گئے بیت المقدس کی
طرف اور وہ مکہ مین تہے پس پڑہا اونہون نے نماز تین حج (یعنی تین سال) پہر ہجرت کی
پس نماز پڑہی بیت المقدس کیطرف بعد پہونچنے مدینہ کے سولہ مہینے پہر متوجہ کردیا
اونکو اللہ نے طرف کعبہ کی" ان حدیثون سے ثابت ہے کہ قبل از ہجرۃ پیغمبر خدا صلعم مکہ
مین ابتدا مین کعبہ کیطرف اور بعد کو طرف بیت المقدس کے نماز پڑہتے تہے اور سید الطائفہ
جو یہ لکہتے ہین کہ بطور ایک امر لازمی کے الخ جب ہمنے سمت قبلہ کو ثابت کردیا تو اس
بات کا ثابت کرنا ذمہ سید الطایفہ کے ہے کہ استقبال اوس سمت کا لازمی نہ تہا اگر
اونکے پاس کوئی دلیل لازمی نہونے کی ہو تو پیش کرین ورنہ ظاہر حال مقتضی لازمی ہونے
کا ہے مگر اون سے عدم لزوم ہرگز ثابت نہو سکیگا اور یہ جو کہتے ہین کہ ہر طرح پر قیاس و
قرینہ مقتضی اسیکا ہے (الی قولہ) کوئی سمت قبلہ کی اختیار نہین کی یہہ ایک غلط بات
ہے وہ کونسا قرینہ ہے کہ جو اونکے اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے بغیر تصریح
قرینہ کے ایک بات کہدینی نہایت بے قرینہ بات ہے اور وہ کونسا قیاس فاسد ہے
جسپر اونکا یہ دعوی مبنی ہے اول سے آخر تک دیکہو ایک بات بہی صحیح نہین طبعزاد
جہوٹی باتین بنارہی ہین امور عارضی کو طبعی بتاتے ہین بے قرینہ خلاف قیاس امور
کو باقرینہ وقیاس ٹہیراتے ہین اور اسی بنا غلط پر قول آیندہ کو مبنی کرتے ہین قال

و اظہار اسلام کردند آنحضرت ایشان را بنماز حکم فرمودند و آئین نماز ارشاد فرمودند ایشان گفتند که با ہمہ ارکان نماز را ادا خواہیم کرد مگر رکوع نخواہیم کرد کہ این خیلی موجب عار است آدمی زاد با وجود راستی قامت خود را مانند جانوران پشت خم کردہ واژگون نماید آنحضرت عم فرمودند کہ لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع یعنی ہیچ خوبی نیست در دینے کہ در آن رکوع نباشد الخ

ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی کی روایت ہے لما نزلت فسبح باسم ربک العظیم قال رسول اللہ صلعم اجعلوہا فی رکوعکم فلما نزلت سبح اسم ربک الاعلی قال اجعلوہا فی سجودکم یعنی جب نازل ہوئی آیۃ فسبح باسم ربک العظیم تو فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ پڑہا کرو اسکو رکوع مین اور جب نازل ہوئی آیۃ سبح اسم ربک الاعلی تو فرمایا کہ اسے سجدہ مین کرو، سوا اسکے اور بہت آیات مکیہ ہین کہ جنسے خوب ثابت ہے کہ مکہ شریفہ مین جو پیغمبر صلعم نماز پڑہا کرتے تھے اوس مین قیام بہی تہا اور رکوع بہی تہا اور سجود بہی تہا اور جب یہ سب چیزین نماز مین ہین تو ضرور ہے کہ کسی نہ کسی سمت کیطرف موہنہ کرکے یہ سب ارکان ادا کئے جاوین چنانچہ سید الطائفہ بہی نوین سطر مین صفحہ ۸۰ کی ایسی حالت مین استقبال کسی سمت کو لازمی قرار دیتے ہین پس اب صرف تعین سمت کا باقی رہا سو اوسکا ثبوت بہی موجود ہے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لکہتے ہین کہ بیہقی در سنن خود و ابو داؤد در ناسخ و منسوخ و ابن ابی شیبہ بروایت ابن عباس آوردہ اند کان رسول اللہ صلعم یصلی وہو بمکۃ نحو بیت المقدس و الکعبۃ بین یدیہ و بعد ما تحول الی المدینۃ ستۃ عشر شہرا ثم صرف الی الکعبۃ یعنی تھے رسول اللہ صلعم نماز پڑہتے تہے اور وہ مکہ مین تہے بیت المقدس کی طرف اور کعبہ سامنے اونکے ہوتا تہا اور بعد ہجرت کے مدینہ کی طرف بہی پہر پہر گئے کعبہ کی طرف

اور قسطلانی نین حدیث ابن عباس رض مسند امام احمد رض سے نقل کی ہے انہ صلی اللہ علیہ

بیت المقدس ستة عشر شہرا او سبعة عشر شہرا وکان رسول اللہ صلعم یحب ان یوجہ الی الکعبۃ فانزل اللہ عزوجل قد نری تقلب وجہک فی السماء فتوجہ نحو الکعبۃ الحدیث براء بن عازب انصاری اوسی مدنی مین بعد تشریف لیجانے حضرت صلعم کے مدینہ مین اسلام لائے یہ روایت کرتے ہین کہ تہے رسول اللہ صلعم کہ نماز پڑہی اوہنون نے بیت المقدس کیطرف سولہ یا سترہ مہینے (یعنی مدینہ مین) اور دوست رکہتے تھے اسکو کہ متوجہ کئے جاوین بطرف کعبہ کے پس نازل کی اللہ عزوجل نے یہ آیۃ قد نری تقلب وجہک فی السماء پس متوجہ ہوئے بطرف کعبہ کے،، اس سے صاف ثابت ہے کہ بالطبع رغبت جناب رسالتمآب کی ابتداء تحویل سے بطرف بیت المقدس کے یہی تہی کہ بطرف کعبہ کے توجہ کرائی جاوے مگر باتباع حکم بیت المقدس کیطرف نماز پڑہتے تہے پس یہ بات کیونکر ہوسکتی ہے کہ راضی توہون کعبہ سے اور اوسکی طرف متوجہ ہونے کو دوست رکہین اور بالطبع رغبت ہو بطرف تو یہ بیت المقدس کے یہ بات تو بجز کسی مجنون یا فاتر العقل کے کوئی بہی نہین کہہ سکتا **قال** بلاشبہ مشرکین کو یہ امر شاق گذرا ہوگا لیکن بیت المقدس کیطرف متوجہ ہوکر نماز پڑہنے مین ایک بڑی حکمت یہ تہی کہ مشرکین مین سے جو لوگ منافق تہے وہ اصلی ایمان والون سے بالکل ممیز ہوجاتے تہے یہی بات خدائے تعالےٰ نے بہی فرمائی ہے کہ ما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ **قلت** یہ بہی محض ناواقفی ہے سید الطایفہ کی حالات اسلام سے اسلئے کہ یہ امر ہم ثابت کرچکے ہین کہ تحویل بطرف بیت المقدس کے مکہ معظمہ مین ہوئی ہے اور اوسوقت تک کوئی شخص منافق نہ تہا یا تو خالص مسلمان تہے یا خالص مشرک تہے اور عقل بہی اسیکی مقتضی ہے کیونکہ نفاق تو بسبب کسی قسم کے خوف یا بنظر کسی فایدہ کے ہوسکتا ہے ہرگاہ کہ مکہ مین قبل از ہجرت مسلمان ہی جو چند آدمی گنے چنے

جبکہ حضرت مکہ سے مدینہ مین تشریف لے گئے جہان یہودی کثرت سے تھے اور اونکی نماز بھی قریبًا قریبًا اسی قسم کی تھی جیسے مسلمانون کی تھی تو بالطبع آنحضرت کو اوسی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑہنے کی رغبت ہوئی جسطرف یہودی متوجہ ہوکر نماز پڑہتے تھے **قلت** یہہ قول کئی وجہ سے صریح البطلان ہے (اول) یہ کہ بناء اس قول کی اسپر ہے کہ مکہ معظمہ مین آنحضرت صلعم نے کوئی سمت قبلہ کی اختیار نہین کی تھی حالانکہ اس کو ہم قول سابق مین غلط ٹھیرا چکے ہین اور ثابت کر چکے ہین کہ پیغمبر صلعم کئی برس پیشتر ہجرت سے مکہ معظمہ مین بیت المقدس کیطرف نماز پڑہتے تہے اور یہ بات نہ تہی کہ مکہ معظمہ مین تو اور طرف موہنہ کرکے نماز پڑہتے تہے اور بمجرد پہونچنے مدینہ منورہ کے بیت المقدس کی طرف موہنہ کرکے نماز شروع کی (دوم) یہہ کہ ہرجگہ سید الطایفہ لفظ بالطبع کا زبان پر لاتے ہین مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابہی تک امور طبعی اور غیر طبعی مین اونکو تمیز بہی نہین صریح قران مجید مین ہے کہ ماجعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ یعنی نہین ٹھیرایا تہا ہمنے اوس قبلہ کو جسپر تو تہا (یعنی بیت المقدس کو) مگر اسلیئے کہ جان لین ہم اوس شخص کو جو اتباع کرتا ہے رسول کی اوس شخص سے جو پلٹ جاتا ہے اپنی ایڑیون پر" اس سے ظاہر ہے کہ توجہ بیت المقدس کی طرف بسبب رغبت طبعی آنحضرت صلعم کے نہ تہا بلکہ بموجب حکم الٰہی کے تہا بالطبع حضرت کو رغبت نہ تہی آیۃ شریفہ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاہا فول وجہک شطر المسجد الحرام یعنی تحقیق ہم دیکھتے ہین تیرے موہنہ کا پہرنا آسمان کیطرف پس پہیرینگے ہم تجہکو اوس قبلہ کی طرف جسکو تو پسند کرتا ہے پس پہیر دے موہنہ اپنا بطرف مسجد حرام کے" صحیح بخاری مین براء بن عازب رض سے روایۃ ہے کان رسول اللہ صلعم صلی نحو

ایسا کوئی نہ تہا کہ منافقانہ مسلمانون کے ساتہہ شریک ہوتا ہو یہ بہی سید الطایفہ کی غلط بیانی ہے اگر وہ سچے ہین تو اون بہتون مین سے پانچ چہہ کے نام بیان کرین ورنہ یہہ قول اونکا محض مغالطہ ہے **قال** پس جو ضرورت منافقین مشرکین کو اصلی ایمان والون سے ممیز کرنے کے پیش آئے تہے وہی ضرورت منافقین یہود کو اصلی ایمان والون سے ممیز کرنے کی پیش آئی **قلت** جتنے جملہ اس قول مین لکہے ہین سب غلط ہین ہم پیشتر لکہہ چکے ہین کہ بروقت تحویل قبلہ کے بیت المقدس کیطرف کوی منافق نہ تہا اور لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ مین سے جو لوگ ایسے تہے کہ میل تو اسلام کی طرف کرتے تہے مگر خوب مضبوطی اور استقامت کے ساتہہ مائل نہ تہے وہ لوگ ٹہنک رہین پس جب ہجرۃ مدینہ کے بعد سولہہ سترہ مہینے گذر گئے اور وہ حالت بدلگئی تو اوسی قبلہ کیطرف جو اس تحویل بیت المقدس سے پیشتر تہا نماز پڑہنے کا حکم نافذ ہوا اگر تحویل کعبہ کی طرف بہی یہی ضرورت ہوتی تو بیشک وشبہ جیسا کہ بہ نسبت تحویل بیت المقدس کے فرمایا ہے کہ لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ تحویل کعبہ کیطرف بہی ایساہی فرمایا جاتا لیکن چونکہ اسکی نسبت ایسا نہین فرمایا گیا تو صاف ظاہر ہوا کہ قول سید الطایفہ کا بالکل غلط ہے اور چونکہ نہ قران مجید سے نہ کسی خبر سے یہ بات ثابت ہے کہ تحویل بطرف کعبہ کے واسطے تمیز کے درمیان مومنین اور منافقین کے فرمائی گئی ہے پس قول سید الطایفہ محض بے اصل اور صاف بناوٹ اور بنا ر فاسد علی الفاسد ہے **قال** ہر ایک شخص ظاہرداری کے لئے دوسرے مذہب کی جسکو وہ حق نہین سمجہتا جہوٹی باتون مین منافقانہ طور پر شریک ہوسکتا ہے لیکن کسی ایسی بات مین جو ایک امر عظیم ہو اور خاص عبادت سے علاقہ رکہتا ہو اور ایک مذہب کو چہوڑ کر دوسرے مذہب

تہے خود خایف اور ہراسان سخت پریشانی مین تہے پس ایسے وقت مین ایسے مقام پر منافق ہونا کسیکا صریح خلاف عقل ہے ہان یہ بات تہی کہ بسبب ظہور معجزات اور راستی آنحضرت صلعم اور دعوت کی بطرف دین ابراہیمی اور اسمعیلی کے اکثر لوگ اسلام کی طرف میل کرتے تہے اور آنحضرت صلعم کی طرف سے بہی کسیقدر مداہنہ اور میلان چاہتے تہے چنانچہ صاف سورہ (ن) مین واقع ہے ودوا لو تدہن فیدہنون یعنی دوست رکہا مشرکین نے اس بات کو کہ اگر تو اونسے مداہنت کرے تو وہ بہی مداہنت کرین مگر جب بعض ایسے ایسے امور کہ جنکو وہ خلاف طریقہ ابراہیمی اپنے زعم مین سمجہتے تہے وقوع مین آتے تہے تو اوسکو سبب سے وہ اپنے میلان سے بہر جاتے تہے پس ظاہر حال مقتضی اسکا ہے کہ یہ آیۃ ایسی ہی لوگون کی شان مین ہے نہ منافقین کے کیونکہ منافقین کا تو وجود ہی اوسوقت تک نہ تہا اور حکمۃ کاملہ مقتضی اسکی ہوئی کہ ایسی حالت مین ایسے ہی لوگ مسلمان ہون کہ بہت استقامت کے ساتہہ اتباع رسول اللہ صلعم کی کرین اور ایسی حالت مین اونکے شریک رہین اور ہر طرح کی تکلیف مشرکین کے ہاتہہ سے اوٹہاوین اور اتباع رسول سے نہ پہرین اور جو لوگ کہ مذبذب ہین وہ ٹہٹک رہین اور مومنین مین شامل نہون کہ ایسی حالت مین ایسے لوگون کا شمول باعث فسادات چند در چند کا ہے دیکہو ایک ضعیف الایمان نے کہ فی الواقع منافق نہ تہا ضعف ایمان کے سبب سے تہوڑے سے مال کی طمع مین آکر حضرت عیسی علیہ السلام کے پکڑوانے مین کیا حرکت کی **قتال** مدینہ مین اور اوسکے گرد و نواح مین کثرت سے یہودی رہتے تہے اور اونہون نے بہی اسلام کی طرف رغبت ظاہر کی چنانچہ چندے نے دل سے اسلام کو برحق جانا اور بہت سے ایسے تہے جو بطور منافقون کے مسلمانون کے ساتہہ شریک ہوتے تہے **قلت** یہودیون مین

بسیماہم ولتعرفنہم فی لحن القول علاوہ برآن تحویل کعبہ کو وجہ تمیز کی درمیان منافقین اور مومنین قرار دینا اوسوقت صحیح ہوسکتاہے کہ فی الواقع کسی منافق نے بطرف کعبہ کے نماز پڑہنے سے انکار کیا ہو جسطرح پر بعض مشرکین نے رکوع کرنے سے انکار کیا تہا جسکا ذکر اوپر ہوچکا حالانکہ یہہ بات ہی ثابت نہین بلکہ برخلاف اسکے ثابت ہے کہ برابر منافقین مومنین کے ساتہہ نماز کو آتے تہے خود قرآن مجید سورہ براۃ سے یہ بات ثابت ہے لا یاتون الصلوۃ الا وہم کسالی اور نہین آتے ہین وہ منافقین نماز کو مگر کسل سے" پہر سورۂ نساء مین ہے واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا یعنی جب کہڑے ہوتے ہین منافقین نماز کو تو کہڑے ہوتے ہین کسل سے دکہلاتے ہین آدمیون کو اور نہین یاد کرتے ہین خدا کو مگر کمتر" کیا سید الطائفہ کے نزدیک یہ بات ہے کہ جب وہ منافقین نماز کو آتے تہے تو برخلاف مومنین کے بیت المقدس کیطرف موںہہ کرکے نماز پڑہا کرتے تہے اگر ایسا ہوتا تو وہ لوگ منافق کیون قرار پاتے اسصورت مین تو وہ مجاہر بالکفر ٹہیرتے اور نیز انکی نسبت یراؤن الناس الآیۃ کے یہہ فرمایا جاتا کہ لا یستقبلون قبلتکم اور اگر ایسا ہوتا تو ہر ایک شخص کو اونکے نفاق کا حال معلوم ہوجاتا حالانکہ قرآن مجید مین ہے وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم یعنی تمہاری نواح مین بعض دیہات کے آدمی منافق ہین اور بعض اہل مدینہ سے نفاق کے خوگر ہوئے ہین تو نہین جانتا اون کو ہم اونکو جانتے ہین اور یہ آیۃ سورۂ توبہ مین ہے جو بہت بعد تحویل قبلہ کے نازل ہوئی ہے پس صاف ظاہر ہوا کہ تحویل قبلہ کی بطرف مسجد حرم کے نہ واسطے تمیز منافقین کے تہی نہ اوس سے کچہہ تمیز حاصل ہوئی اور جسقدر سید الطائفہ نے تمہید واسطے حاصل کرنے نتیجہ تمیز کے اوٹہائی ہے چونکہ نتیجہ تمیز کا اوس سے حاصل نہین ہوا پس معلوم ہوا کہ وہ سب تمہید

مین داخل ہونے کے بطور ایک نشانی کی ہو اوسکو بطور ایک نفاق کے اوا کرنے مین نہایت نفرت و پرہیز کرتا ہے اور جب تک کہ دل سے اوس دوسرے مذہب کو نہ قبول کرلیا ہو اور ثبوت تک اوسکو ادا نہین کرتا اسلئے آنحضرت کو فکر ہوئی کہ سمت قبلہ کو تبدیل کیاجاوے اور اسپر خدا سے وحی آئی کہ کعبہ کی سمت قبلہ بدل دو اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہان فرمایا ہے قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاہا فول وجہک شطر المسجد الحرام **قلت** قولہ ہر ایک شخص (الی قولہ) ادا نہین کرتا یہہ مقدمات ہین کہ جنپر اونہون نے دو نتیجہ متفرع کیا ہے جو (اسلئے) سے آخر تک ہے سوہم مقدمات مین تو اس سبب سے زیادہ تر کلام نہین کرتے کہ سید الطائفہ نے اونکو امور طبعی اہل نفاق کا قرار دیا ہے اور امور طبعی اس قسم کے باطنی ہوتے ہین اور امور باطنی منافقین کا عالم وسی شخص کو بخوبی معلوم ہوتا ہے جسکی طبیعت مین نفاق ہو پس جسقدر کہ طبیعت اور باطن سے تعلق رکھتا ہے اوسکا حال تو سید الطائفہ کو ہی خوب معلوم ہوگا مگر جو امور کہ ظاہر مین اونمین ہم کلام کرتے ہین ہم نے اوپر لکھا ہے کہ یہود مین سے منافق ہونا کسی شخص کا ثابت نہین ہوتا اور سید الطائفہ کی طرف سے کچھہ ثبوت اوسکا پیش نہین ہوا اور جب تک ثبوت اوسکا نہو تب تک یہ کہنا کہ (اسلئے آنحضرت کو فکر ہوئی الخ اور اسی طرف خدا نے اشارہ فرمایا ہے الخ) بناء فاسد علی الفاسد اور محض توہم پرستی ہے اور اگر یہ امر فرض بھی کرلیا جاوے کہ یہودیون مین سے بعض لوگ منافق تھے تب بھی اسکا کیا ثبوت ہے کہ آنحضرت کو فکر ہوئی اور کس چیز کی فکر ہوئی اور کیون فکر ہوئی آیا تمیز منافقین کی فکر ہوئی اگر یہ بات ہے تو محض غلط ہے اسلئے کہ جناب رسالتمآب کو اکثر کا حال اونکی عادات اور باتون سے معلوم ہوگیا تھا چنانچہ قرآن سے یہ بات ثابت ہے فلعرفتہم

ایسا کرنے سے منافقین یہود کی اصلی ایمان والون سے تمیز ہوگئی **قلت** کیا تمیز ہوگئی
کسی منافق یہودی نے (اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی یہودی منافق تہا) قبلہ کی طرف نماز
پڑہنے سے انکار کیا اسکا ثبوت توہم سید الطایفہ سے مع ثبوت نفاق کسی یہودی کے
برابر طلب کرتے ہین جہوٹا دعوی تو برابر کرتے چلے آتے ہین مگر ثبوت پیش کرنے سے
بالکل عاجز ہین اور ہمنے اونکے اس دعوی کا بطلان حسب اطمینان قران مجید سے ثابت کردیا
قال یہ امر ایک ایسا ممیز قرار پایا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ من استقبل قبلتنا فہو مسلم
یعنی جس شخص نے ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑہی وہ مسلمان ہے **قلت** یہ سند اپنے
دل سے بات بنا کر یا کسی حدیث مین تحریف کرکر یہ کہدینا کہ آنحضرت نے ایسا فرمایا سخت
گناہ اور علامت نفاق کی ہے ہم سید الطایفہ سے مطالبہ کرتے ہین کہ اونہون نے یہ
حدیث کہ جسمین صرف یہی الفاظ ہین کہ من استقبل قبلتنا فہو مسلم کس کتاب سے نقل
کی ہے عنایت فرماکر ہمکو بہی اوسکی اطلاع دین پہر ہم یہ کہتے ہین کہ منافقین مین زیادہ تر تو مشرکین
ہی تہے اور آیات قران مجید جو ہمنے اوپر نقل کی ہین اونسے ثابت ہے کہ وہ بھی نماز کو آتے
تہے اور سید الطایفہ کی تحریر سے ظاہر ہے کہ اونکو بیت المقدس کی طرف تحویل شاق گذری
تھی الخ مگر جب تحویل بطرف بیت اللہ کے ہوئی تو بالیقین وہ بھی بطرف بیت اللہ ہی کے
نماز پڑہتے تہے پس سید الطایفہ کی اس تقریر پر لازم آیا کہ وہ بہی مومن خالص ہون حالانکہ
اونکو منافق تسلیم کیا گیا ہے سید الطایفہ کی اس قسم کی باتون پر نہایت تعجب ہوتا ہے جو بات
کہین گے ایسی ہی کہینگے کہ یا تو بدیہی البطلان ہو یا مستلزم اجتماع الضدین کے ہو ؎
مرد نادان در سخن باشد دلیر ✿ زانکہ آگہ نیست از بالا و زیر **قال** یہ امر ایسا ہے کہ
جب تک کوئی یہودی دل سے مسلمان نہ ہوگیا ہو بیت المقدس چہوڑ کر کعبہ کی طرف نماز پڑہنے پر

محض سخن سازی اور بناوٹ اور مغالطہ ہے ہمکو سید الطائفہ کی عقل پر نہایت تعجب ہے کہ
ایسی باتین بدیہی البطلان لکہتے ہین کہ جنکو کوئی صاحب عقل باور نہین کرسکتا سب سے زیادہ
علامت اسلام کی شہادت تصدیق رسالت محمد صلعم کی ہے جب کہ منافقین کلمہ شہادت
علی رؤس الاشہاد زبان سے کہتے تہے اور اوسکو قسم کے ساتہہ موکد کرتے تھے اذا
جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد
ان المنافقین لکاذبون اتخذوا ایمانہم جنۃ الآیۃ اور تحویل قبلہ کسیطرح پر اسسے زیادہ مقصور
نہین پس کون شخص صاحب عقل ہے کہ اسپر یقین کرسکتاہے کہ وہ اس امر عظیم کی جو بنا ء مخالفت
یہود اور اہل اسلام کے ہے بتاکید تمام قایل ہون اور تحویل قبلہ مین مخالفت کرین اور
مصداق اس مثل مشہور کا اپنے آپ کو بنادین کہ ہربت من المطر ووقفت تحت المیزاب
مگر کیا کیجئے کہ ہوا ر نفسانی سید الطائفہ نے اونکی عقل پر بہی پردہ ڈال دیاہے کما قال
ع انارۃ العقل مکسوف لطوع ہوی **قال** بیت المقدس اور بیت الحرام دونون مسجدین
تہین اور دونون مین کسیکی طرف موںہہ کرکے نماز پڑہنا برابر ہتا **قلت** اگر سبب قبلہ
ٹہیرانے کا سید الطائفہ کے نزدیک صرف مسجد کا ہونا ہے تو بہت مسجدین تہین خصوصیت
مسجد مقدس اور مسجد حرام کی کیون کرتے ہین کیون نہین کہتے کہ ہر ایک مسجد کی طرف موںہہ
کرکے نماز پڑہنا برابر ہے اور اگر قبلہ ٹہیرانا کسی مسجد و مقام کا منحصر اوپر حکم آلہی کے ہے
جیساکہ ہم اوپر لکہہ چکے ہین تو یہ قول سید الطائفہ کا صریح غلط ہے جب تک حکم قبلہ ٹہیرانے
بیت اللہ کا ہتا تب تک وہی قبلہ رہا جب تحویل بیت المقدس کا حکم ہوا تب بیت المقدس
کی طرف نماز پڑہی گئی پہر جب حکم تحویل قبلہ کا لطرف بیت اللہ کے ہوا اوسطرف کو نماز
پڑہی گئی ہر زمانہ مین دونون مسجدین واسطے قبلہ ٹہیرانے کے برابر نہین تہین **قال** مگر

کے لیئے نہین ہے بجز اسکے کہ وہ صرف ابتدار واسطے تفریق درمیان مؤمنین اور منافقین
کے ٹھیرایا گیا اور انتہا ربطور مسلمانون کے ایک نشانی کے قرار پایا **قلت** سید الطایفہ
کو اپنے مذہب نیچرلسٹ کی باتین کرنی چاہئین مذہب اسلام سے اونکو کیا تعلق ہے جوازراہ
جہل مرکب کے مسلمانون کے مذہب پر جہوٹی باتین لگاتے ہین مسلمانون کے مذہب مین یہ دونو
مساجد نہایت مقدس اور مبارک ہین اللہ تعالےٰ نے اونکو مبارکی اور بزرگی اور شرافت مین سب قطعات
زمین سے مخصوص وممتاز کیا ہے نسبت مسجد مقدس کے فرمایا ہے سبحان الذی اسری
بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ مسجد حرام کی نسبت فرمایا ہے
ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وہدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام
ابراہیم اوسکی شرافت اور خصوصیت کی سبب ہی اوسکی نسبت کلمہ (بیتی) یعنی میرا گہر فرمایا
بہت جگہہ قران مجید مین اوسکو بزرگ بلفظ (احرام) یعنی محترم تعبیر کیا کہین اوسکو بلفظ (عتیق)
جو اوسکی شرافت اور خصوصیت پر دلالت کرتا ہے تعبیر کیا اور انہین خصوصیات کے سبب اونکو
قبلہ خدا پرستون کا ٹہیرایا اور اونکی تعظیم کا حکم صادر فرمایا پس اونکی عظمت اور شرافت سے
انکار کرنا کسی مسلمان کا کام نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ ابتدار واسطے تفریق کے درمیان
منافقین اور مومنین ٹہیرایا گیا اسکو ہم بہت وجوہ سے باطل کر چکے ہین اور سید الطایفہ نے
کچہہ بہی ثبوت اسکا پیش نہین کیا اور یہ جو کہتے ہین کہ انتہار بطور مسلمانون کے ایک
نشانی کے قرار پایا اسکی نسبت ہم دریافت کرتے ہین کہ ابتدار تفرقہ کس زمانہ تک منتہی
ہوئی اور جسکو انتہار قرار دیتے ہین وہ کب سے شروع ہوئی اور وہ قرار دینے والا انسانی
کا کون تہا جناب رسالتمآب کے عہد حیوۃ تک تو منافق موجود تہے پس جب کہ وہ بزعم
سید الطایفہ واسطے تفریق مومنین اور منافقین کے ٹہیرایا گیا تہا تو اس تفریق کا بدل دینے

بالطبع اوسکو جرارت نہین ہوسکتی **قلت** بڑا لتعجب ہے کہ شہادت تصدیق رسالت محمد صلعم پر جو تمامتر بنابر اختلاف یہودیت اور اسلام کے ہے اوسپر تو جرارت ہوسکتی ہے اور کعبہ کی طرف نماز پڑہنے پر جرارت نہین ہوسکتی ؎ شہ برین عقل و گزینش کہ تراست ہم دریافت کر لئے ہین کہ شہادت تصدیق رسالت جناب پیغمبر صلعم اون لوگونکی طرف سے بالطبع تھی یا صرف دکھانے ہی کے واسطے تھی اگر بالطبع تھی تو اونکو منافق کیون کہتے ہین اور اس حالت مین کیا وجہ ہے کہ شہادت تو بالطبع ہو اور تحویل کعبہ کی طرف بالطبع نہو اور اگر وہ بالطبع و رغبت نہ تھی تو کیا پیرمانع اسکی تہی کہ استقبال قبلہ بہی بالطبع و رغبت نہ ہو اور جب وہ برابر مومنین کے ساتھ نماز کعبہ کی طرف پڑہتے تہے تو استقبال کیونکر باعث تمیز مومنین و منافقین مین ہوسکتا ہے بہرحال جو کچہ سید الطایفہ نے لکہتے ہین صرف بناوت اور سخن سازی ہے ایک بات بہی ٹہکانے کی نہین سمجہ لیا ہے کہ چند جاہل طالب دنیا ہمارے پیرو ہورہے ہین اونکو دین سے کچہ سروکار نہین جو کچہ ہم لکہدینگے اوسکو تسلیم کرلینگے اور ون سے کچہ غرض و مطلب نہین اب ہم اوس حدیث کو بہی جسمین سید الطایفہ نے تحریف کرکے ایک جملہ اوسکا لکہدیا ہے جامع محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہین اور اوسکا مطلب بہی بیان کرتے ہین۔

من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ یعنی جس نے ہماری سی نماز پڑہی اور استقبال ہمارے قبلہ کا کیا اور ہمارا ذبیحہ کہایا پس وہ مسلم ہے ایسا کہ اوسکا ذمہ ہے اللہ اور اللہ کے رسول کا پس نہ خیانت کرو اللہ کے ذمہ مین اس حدیث کا مطلب یہ نہین کہ وہ شخص مسلم خالص ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ اوسپر احکام مسلمانون کے جاری ہونگے اگر منافق ہے تب بہی مالہ وما علیہ مین وہ مثل مسلمانون کے ہے چنانچہ یہ امر اور کئی حدیثون سے جو اسی مضمون کی ہین واضح ہے

اب یہ دعوی قایم کیا کہ کعبہ کی طرف مونہہ کرکے نماز پڑہنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہین"
اگر اصلی حکم نہین تو کیا سید الطائفہ کے نزدیک جعلی حکم ہے یعنی قران مین جو حکم مکرر بتاکید
یہ ہے کہ کعبہ کی طرف مونہہ کرکے نماز پڑہا کرو اور اسکی نسبت یہ بہی فرمایا ہے کہ یہ خدا کی
طرف سے حق ہے کیا سید الطائفہ کے نزدیک یہ بے اصل ہے پیغمبر صلعم نے خدا پر افترا
کیا ہے کہ بے اصل حکم کو خدا کا اصلی حکم قرار دیا ہے پیغمبر خدا صلعم کے بعد صحابہ اور تابعین نے
یہ جعلسازی کی یا یہ کہ پیغمبر خدا صلعم کے عہد ہی مین کاتبان قران نے بد دیانتی سے یہ آیات
مصاحف مین لکہدین اگر یہ صورتین ہین تو سید الطائفہ کو ایسی جعلی کتاب کی تفسیر لکہنے
کی کیا ضرورة تہی اپنے دل سے فوارہ وحی کا اپنے اوپر نازل کرکے کوئی صحیفہ نیا
تصنیف کیا ہوتا اور ان صورتون مین سے اگر پہلی صورت ہے تو ایسی مدعی نبوة کی نبوة ہی کو
کیون تسلیم کرتے ہین سبحان اللہ قران کے احکام کو بے اصل ٹہرانا اور دعوی اسلام
کا کرنا کیسی صریح حماقت ہے **قال** جو احکام اسلام مین ہین لوگ اونکو بخوبی نہین سمجہے
قلت بڑا تعجب ہے کہ علماء اسلام کہ راسخین فی العلم ہین وہ تو نہین سمجہے اور ایک
شخص عامی طالب دنیا ہوا پرست نیچرل لسٹ کہ جسکے دماغ تک اسلام کی بو بہی نہین پہونچی
وہ اسلام کے احکام کو سمجہ جاوے اسباب کو کون صاحب عقل باور کرسکتا ہے۔

ولنعم ما قال لقد عیر الطای بالبخل مادر ✤ وعیر قسا بالفہاہة باقل ✤ وطاولت الارض السماء سفاہة
وقابلت الشہب الحصی والجنادل ✤ وقال السہا للشمس انت خفیة ✤ وقال الدجی للصبح لونک حائل

قال اسباب مین تو بہت لوگون نے کوشش کی ہے کہ کون حکم فرض ہے اور کونسا واجب
اور کونسا سنت اور کونسا مستحب جو صرف ایک فرضی یا خیالی یا اصطلاحی امور مین
اور اس تفریق کو اصل مذہب اسلام سے کچہ چندان تعلق نہین **قلت** کتنی بڑی جہالت ہے

والاکون تہا غرض کہ جو بات لکہتے ہین خالی افترا اور منہ سے نہین ہوتی باتین بہت بناتے ہین مگر چونکہ جہوٹی باتین ہین بن نہین آتین یہانتک سید الطائفہ نے بہت سی بے اصل اور غلط باتین لکہکر کاغذ سیاہ کیا مگر بحبل اللہ وقوتہ ہمنے بدلائل قویہ اونکی غلطی اور بطلان کا اعلان کردیا اور سید الطائفہ نے جو خلاف آیات قران مجید کے یہ دعوی کیا تہا کہ یہ سمجہنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور بانی اسلام کی ہدایت کے خلاف وہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہین بلکہ ایک تمیز وتفرقہ کے لئے مخصوص ہے جسکو ہم آگے بیان کرینگے،، ہماری دلائل قویہ سے خوب ثابت ہوگیا کہ یہ سب مغالطہ سید الطائفہ کا تہا اور تمیز وتفرقہ منافقین یہود کو اسمین دخل نہ تہا اگرچہ باوجود فرض کر لینے اس تمیز وتفرقہ کے بہی اوسکے مخصوص ہونے مین واسطے ادائے نماز کے کسیطرحکا خلل نہین واقع ہوتا مگر جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تحویل قبلہ بیت المقدس سے بطرف کعبہ کے واسطے تفریق مذکور کے نہ تہی تو اب سید الطائفہ کو مجال اوس عذر غلط کی پیش کرنے کی بہی نہ رہی اور ظاہر ہوگیا کہ اونکا وہ دعوی محض بے اصل اور صریح غلط اور صاف خلاف مخالف نصوص قران مجید کے ہے **قال** کعبہ کی طرف موہنہ کرکے نماز پڑہنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہین ہے **قلت** پیشتر تو یہ دعوی تہا کہ یہ سمجہنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور بانی اسلام کی ہدایت کے خلاف وہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہین ہے بلکہ ایک تمیز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے اور اسکے اثبات کے لئے بہت سی غلط تمہیدین اوٹہائین اور بہت سی باتین بنائین مگر چونکہ سب بالبداہتہ بے اصل اور محض مغالطہ تہین جیسا کہ ہماری تحریر سے ثابت ہوگیا اور خود سید الطائفہ بہی اپنے دل مین سمجہے کہ یہ مغالطہ چل نہین سکتا اسلئے اس دعوی کو بطرز دیگر بدلا اور اوسکی جگہہ

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا اله الا الله وصلوا صلوتنا واستقبلوا قبلتنا وذبحوا ذبیحتنا فقد حرمت دماءہم واموالہم الا بحقہا وحسابہم علی اللہ یعنی امر کیا گیا ہون مین اسکا کہ مقابلہ کرون آدمیون سے تا آنکہ وہ کہین لا الہ الا اللہ اور پڑہین ہماری نماز اور استقبال کرین ہمارے قبلہ کا اور ذبح کرین ہمارا سا ذبیحہ پس جب ایسا کرین تو حرام کیا گیا اونکا خون اور مال مگر ساتھہ حق کے اور حساب اونکا خدا پر ہے یعنی ظاہری یہ احکام ہین اور باطن کا محاسبہ خدا پر ہے پہر اور حدیث مین ہے کہ سال میمون بن سیاہ انس بن مالک قال یا ابا حمزة وما یحرم دم العبد ومالہ فقال من شہد ان لا الہ الا اللہ واستقبل قبلتنا وصلی صلاتنا واکل ذبیحتنا فہو المسلم الذی لہ ما للمسلم وعلیہ ما علی المسلم میمون بن سیاہ نے انس بن مالک رضہ سے پوچہا کہ اے ابو حمزہ کیا چیز حرام کرتی ہے بندہ کی خون اور مال کو کہا انس بن مالک نے کہ جس نے شہادت دی کہ لا الہ الا اللہ اور استقبال کیا ہمارے قبلہ کا اور پڑہی ہماری سی نماز اور کہایا ہمارا ذبیحہ تو وہ مسلم ہے ایسا کہ اوسکے لئے ہے جو مسلم کے لئے ہے اور اوسپر ہے جو مسلم پر ہے یہہ تینون روائتین صحیح بخاری مین انس بن مالک سے ہین اور ان سب سے یہی بات ثابت ہے کہ جس نے یہ باتین قبول کین گو کہ منافق ہی ہو لہ ما وما علیہ جو سب مسلمانون پر ہین اوسپر بہی ہین چنانچہ یہی برتاؤ آنحضرت صلعم کے عہد مین منافقین کے ساتھہ رہا پس ان احادیث کا مطلب یہ نہین کہ یہ امور جو ان احادیث مین مذکور ہین علامت ہین واسطے تمیز منافق اور مومن خالص کے اگر ایسا ہوتا تو چونکہ سب منافقین کلمہ شہادت بہی کہتے تہے سب مسلمانون کے ساتھہ نماز بہی ہمارے ہی قبلہ کی طرف پڑہتے تہے ذبیحہ بہی مسلمانونکا کہاتے تہے مومن خالص ہوتے حالانکہ منافق تہے پس (اول) تو سید الطایفہ نے حدیث کی نقل مین تحریف کی (ثانیا) مطلب اوسکا بالکل نہین سمجھے پہر ہم دریافت کرتے ہین کہ سید الطایفہ

کہ جو امور کہ اللہ تعالے نے انسان پر فرض کئے ہین اور جو امور کہ بدون ایجاب کے موجب
ثواب عظیم ٹھیرائے ہین اور جو امور کہ اونکا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے اونمین تمیز اور تفرقہ فرضی
اور خیالی بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ اونکو کچھ تعلق چنداں اسلام سے نہین اگر یہ امور خیالی ہین تو اسلام
صرف نام کو رہگیا حلال و حرام مین تمیز کرنا صرف خیالی اور فرضی ٹھیر گیا مکروہ اور مستحب دونون
برابر ہوگئے دیکھو یہ کیسی ترغیب ہے واسطے اختیار کرنے طریقہ ملحدان فرنگ کے منشا اسکا
صاف یہ ہے کہ گردن مروڑی مرغی جو بنص صریح حرام ہے بے تامل کہا لیجاوے زنا کی حرمت
کو صرف خیالی اور فرضی سمجھ لیا جاوے غرض کہ ممنوعات اور مشروعات کو صرف خیالی اور فرضی
سمجھ لیا جاوے کہ اسلام سے ان باتون کو کچھ چنداں تعلق نہین اب ہم مناسب جانتے ہین
کہ تقسیم حکم کی جو ہمارے علما رحمۃ اللہ علیہم نے کی ہے اور واجب و فرض و مباح مین تفرقہ
کیا ہے اسکی تشریح کرین اور سب مسلمانون کو سمجھا دین کہ سید لطایف جو اوسکو فرضی اور خیالی
بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ اوسکو چنداں تعلق اسلام سے نہین یہ اونکا محض الحاد باتباع و تقلید
ملاحدہ فرنگستان کی ہے اگرچہ جملہ کتب اصول فقہ مین تشریح اسکی ہے مگر ابواب متفرق مین
بیان ہوا ہے مگر صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اختصار کے ساتھہ باب اول قسم
ثانی تنقیح اور توضیح مین عقلی طرز پر تقسیم حکم کی بیان فرمائی ہے چونکہ یہاں کلام عبادات
مین ہے اسلئے ہم متعلق عبادات اونکے عبارت اونہین کے الفاظ شریفہ کے ساتھہ نقل کرتے
ہین ان کان الفعل اولی من الترک مع منع الترک بدلیل قطعی فالفعل فرض و بظنی واجب
وبلا منعہ فان کان الفعل طریقۃ مسلوکۃ فی الدین فسنۃ والا فنفل و مندوب وان کان الترک
اولی من الفعل مع منع الفعل فحرام وبلا منعہ فمکروہ وان استویا فمباح فالفرض لازم علما
وعملا یکفر جاحدہ والواجب لازم عملا لا علما فلا یکفر جاحدہ بل یفسق تارکہ ویعاقب تارکہما

جملہ کائنات عالم پر توہ وجود اوسی ذات جامع صفات کا ہین اور ہر شئے کو ایک تعلق خاص ہے صفات جمالی اور جلالی سے بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ ہر فرد کے ہر ایک جزو کو ایک ایسی خصوصیت ہے کہ دوسرے جزء کو نہین مثلا ایک فرد انسان ہی فرض کرو تو اوسکی آنکہہ کو جو خصوصیت ہے کان کو یا اور اجزا کو نہین اسیطرح پر حال ہے سب اجزا کا پس خصوصیت کسی جزء کی توکسیطرح پر موہم شرک کی نہین ہوسکتی پس اگر اوس سمت کو اور اوسکے محاذاۃ جانب علوہ و سفل مین جو کچہہ ہے اوسکو کچہہ خصوصیت ہو تو اسمین کوئی قباحت نہین **قال** اور جسطرح کہ مشرکین اپنے بتون اور معبدون کو سمت قبلہ بتاتے ہین اور جسطرح کہ مسلمانون نے سمت قبلہ ٹہیرایا ہے ان دونون کے فرق کو بخوبی سمجہا دیا ہے اور ہر شخص سمجہ سکتا ہے کہ مشرکین کی سمت قبلہ اور مسلمانون کی سمت قبلہ مین کیا فرق ہے **قلت** مشرکین اپنے بتون اور معبدون کو ہرگز قبلہ نہین بتاتے تہے اور نہ بتاتے ہین مشرکین عرب اور مشرکین زمانہ نوح اور زمانہ دیگر انبیا ؑ کا حال تو توریہ اور کتب انبیا اور انجیل سے ثابت ہے کہ وہ اپنے اصنام کو (آلہ) یعنی معبود قرار دیتے تہے نہ قبلہ عبادت اور حال زرتشتیون کا کتاب اوستا سے جو بلدہ بمبئی مین چہپی ہے ظاہر ہے کہ وہ تمامتر پرستش آفتاب اور کواکب اور آگ کی کرتے تہے اور کرتے ہین جسقدر خشوع و خضوع اور کلمات اونکے ہین سب اونہین چیزون سے متعلق ہین جنکو اونہون نے اپنا معبود ٹہیرا رکہا ہے صفحہ ۱۰ پر خود سید الطایفہ نے حال اکثر مشرکین یونان اور زرتشتیون کا لکہا ہے بت پرستان ہند کا حال سب جانتے ہین کہ وہ اپنے بتون یا اوتارون یا دیوتون کو اصلا قبلہ عبادت نہین ٹہیراتے بلکہ خود اونہین کی یا اونکی تصویرون اور مورتون کی پرستش کرتے ہین بڑی عبادت اونکی سندہیا ہی جو تین مرتبہ دن مین سورج کے سامنے ادا کی جاتی ہے اوسمین جو منتر گایتری پڑہا جاتا ہے اوسمین بالکل پرستش آفتاب کی ہے اور

کے نزدیک منافقین بعد تحویل قبلہ کے بطرف کعبہ کے نماز پڑہتے تھے یا نہین اگر پڑہتے تہے تو یہ سب تمہیدات اور سب اقوال اونکے غلط اور لغو ہوگئے اور اگر نہین پڑہتے تھے تو بالضرور آنحضرت صلعم اونکے ساتھ مقاتلہ کرتے جیساکہ حدیث مذکورہ سے ثابت ہوتاہے حالانکہ کسی منافق کو نہ قتل کیا نہ کسی کے ساتہہ مقاتلہ کیا پھر احادیث مین سواے استقبال قبلہ کے اکل ذبیحہ بہی ہے پس سیدالطایفہ کے قول پر لازم آیا کہ اکل ذبیحہ مسلم بہی علامۃ خلوص اسلام ہووے حالانکہ نہ یہ علامۃ خلوص اسلام کی ہے نہ سیدالطایفہ اسکے قایل ہین **قال** اسی نشان کے قایم اور مستحکم رہنے کو خدا نے یہ حکم دیا کہ جہان کہین تم ہو اور جہان کہین جاؤ تو کعبہ ہی کی طرف موںہہ کرکے نماز پڑہو **قلت** ہمارے دلایل مذکورہ بالا سے یہ امر خوب ثابت ہوگیا ہے کہ سیدالطایفہ کا جو یہ زعم ہے کہ تحویل قبلہ واسطے تمیز کے درمیان منافقین یہود اور اہل اسلام کے تہی بالکل باطل اور صرف بناوٹ اور مغالطہ ہے چونکہ یہ قول اونکا اوسی بناء فاسد پر مبنی ہی اسلئے بناء فاسد علی الفاسد ہے **قال** مگر سمت قبلہ قرار دینے مین ایک بڑا نقص یہ لازم آتا ہے کہ لوگون کے خیال مین یہ بات جمتی ہے کہ اس سمت کو یا اوس مکان کو جو سمت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے خدا کی ذات سے کوئی خاص خصوصیت ہے اور اوس سمت مین یا اوس مکان مین بالتخصیص خدا ہے **قلت** ہم پیشتر لکہہ چکے ہین کہ بداہت عقل صاف حکم کرتی ہے کہ معبود اور ہے اور معبد دوسری چیز ہے اور قبلہ عبادت اور شی ہے اسیطرح پر دلایل عقلی و نقلی سے یہ امر ایسا واضح ہے کہ مثل امر بدیہی کے ہے کہ اللہ تعالے جسم و جہات سے منزہ ہے پس سمت قبلہ کے قرار دینے مین تو کوئی نقص لازم نہین آتا اگر نقص ہے تو حمقا کی سمجھ مین نقص ہے باقی رہا حال خصوصیت کا تو یہ تو خود ظاہر ہے کہ

الا ان یعفو اللہ تعالے یعنی اگر کرنا اوس کام کا نہ کرنے سے بہتر ہے تو اگر ترک کو یعنی نہ کرنیکو منع کیا گیا ہے اور یہ فعل و ترک بدلیل قطعی ہے تو یہ فعل فرض ہے اور اگر بدلیل ظنی ہے تو واجب ہے اور اگر فعل ترک سے اولیٰ تو ہے مگر ترک کی ممانعت نہین تو اگر وہ فعل ایک طریقہ ہے کہ دین مین مسلوک ہے تو سنتہ ہی ورنہ نفل و مندوب ہے اور اگر ترک فعل سے بہتر ہے تو اگر فعل ممنوع ہے تو وہ حرام ہے اور اگر ممنوع نہین تو مکروہ ہے اور اگر ترک و فعل دونون برابر ہین تو مباح ہے" چونکہ یہ سب صورتین قران اور احادیث مستندہ صحیحہ مین موجود ہین پس اونکو فرضی اور خیالی قرار دینا صاف و صریح الحاد اور قران مجید اور اقوال و افعال جناب رسالتمآب صلعم کو فرضی اور خیالی قرار دینا ہے کہ کسی مسلمان کا کام نہین باقی رہا یہ کہ یہ نام جو رکھے گئے ہین یعنی فرض و واجب اگرچہ یہ نام بھی قران اور احادیث سی ماخوذ ہین مادہ (ف ر ض) کے بھی بہت جگہہ قران مجید مین مشتقات وارد ہین قران مجید کے پڑہنے والون پر مشتبہ و مخفی نہین احادیث مین بھی بہت جگہہ پر وارد ہے ان اللہ فرض علیہم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ ان اللہ قد فرض علیہم صدقۃ اتاکم رمضان شہر مبارک فرض اللہ صیامہ لیکن اس سے قطع نظر کرکے ہم کہتے ہین کہ عقلا کا کام معانی اور مقاصد مین نظر کرنا ہے الفاظ مین بحث کرنا کہ اسکا نام فرض کیون ہے اور اوسکا نام واجب کیون ہے عبث ہے پس جبکہ وہ مقاصد و مطالب قران مجید سے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہین پس اونکے نام رکھنے مین کلام کرنا محض بے فائدہ ہے **قال** اسلام کی حقیقت اور اوسکے اسرار جاننے والے کو اس امر کا تحقیق کرنا ضرور ہے کہ درحقیقت اصلی احکام اسلام کے جنپر اسلام قایم ہے کون سے ہین اور اونکے سوا رکون سے **قلت** کیا خبط عبارت ہی حاصل یہ ہے کہ باوجود اسرار کے جاننے کے تحقیق اسرار جاننے کی ضرورت ہے یعنی تحصیل

اوسمین تمام خشوع وخضوع آفتاب ہی کے لئے ہے (دیکھو جلد دوم سوط اللہ الجبار صفحہ ۱۹۹ سے تا ۲۱۴) رگ بید کا ترجمہ جو جلد ۲ دہلی مین ۱۲۸۸ء مین چہپا ہے اوسکو دیکھ لیجئے بجز عناصر اور آفتاب وکواکب کے اور کسی کی پرستش نہین دیکھو فہرست بت پرستی معرحہ کیفر کفر اب تک کسی ہندو نے یہہ بات نہین کہی ہی کہ ہم اپنے بتون کو قبلہ عبادت ٹہیراتے ہین نہ معبود مگر ۱۲۷۲ء اور اوسکے بعد جو مباحثہ مذہبی ہنود اور اہل اسلام مین ہوا اور الزام بت پرستی کا مذہب ہنود پر عائد ہوا تو ابتدا ء یہ بات لالہ اندرمن مرادآبادی نے بنائی تھی اور پہر پنڈت دیانند سرستی اسکے قایل ہوئے تہے مگر چونکہ بے اصل بات تہی کچہہ بن نہ سکی اور بناوٹ اوسکی صفحات سوط اللہ الجبار اور کیفر کفر اور بعض تحریرات مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سو جو مباحثہ پنڈت دیانند سرستی مین تحریر فرمائی ہین ثابت ہو گئی ظاہرا سید الطائفہ جو بتون اور معابد بت پرستون کو قبلہ عبادت قرار دیتے ہین اسمین اتباع پنڈت دیانند سرستی کا کرتے ہین ورنہ درحقیقت بت اور معابد مشرکین کی خود اونہین کی زعم کے مطابق اونکے معبود ہین قبلہ عبادت نہین سید الطائفہ نے یہان بہی بڑی غلطی کی ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ بت پرست لوگ اپنے بتون کو قبلہ عبادت ہی سمجہتے ہین تو بہی سید الطائفہ جو یہ لکہتے ہین کہ اس آیۃ نے درمیان قبلہ مسلمانون اور بت پرستون کے فرق بتا دیا یہ صحیح نہین ہو سکتا اسلئے کہ ہنود اکثر اسکے قایل ہین کہ اللہ تعالے نے ان بتون مین یا دیوتون مین حلول کیا ہے اور اکثر اسکے قایل ہین کہ موثر حقیقی اور علۃ تامہ سب چیزون کے یہی اصنام ہین جسطرح پر فرقہ نیچریہ اسکے قایل ہین کہ اسباب ہی موثر وعلہ تامہ ہر چیز کے ہین اور اکثر ہنود اسکے قائل ہین کہ اوتار اونکے مثل کرشن اور راجہ رامچندر وغیرہ کے خاصۃ خود خدا ہی ہین جیسے عیسائی الوہیت حضرت عیسی ع م کے قایل ہین **قال** مسلمانون کے مذہب کے بموجب کوئی خصوصیت یا وقعت بیت المقدس یا بیت الحرام کو قبلہ ہونے

عقیدہ کے موافق ہے اور اسکو منافقانہ طور پر نہین کہتے تو اپنے کفر کا اعلان کیجئے کیونکہ آپ صراحتہ حرمتہ منخنقہ کا اور قصہ آدم ؑ کا اور دیگر چند امور منصوصہ کا انکار کرتے ہین اور اونکو نہین مانتے **قال** جہانتک خرابیان مخالفین اسلام بیان کرتے ہین وہ اسی غلطی پر مبنی ہین کہ اونہون نے اون احکام و مسائل کو جنکو علما اور ائمہ سے استنباط اور استخراج کیا ہے جزء اسلام سمجہا ہے حالانکہ اونکو اسلام سے کچہ علاقہ نہین **قلت** بے شک یہہ اونکی اور آپ کی دونو کی غلطی ہے کہ مسائل استنباطی کو جزء اسلام سمجہا ہے فروعات اجتہادیہ اسلام کو جزء اسلام کوئی مسلمان نہین سمجہتا نہ اونکے منکر کو کوئی دایرہ اسلام سے خارج سمجہتا ہے مگر یہہ آپ کی غلطی فاش ہے کہ کہتے ہین کہ اونکو اسلام سے کچہ تعلق نہین جزء اسلام نہونا مستلزم اسکا نہین ہو سکتا کہ جو چیز جزء اسلام نہو اوسکو اسلام سے کچہ تعلق ہی نہو اگر اس ملازمہ پر آپ کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کیجیے ورنہ بے دلیل بات کہدینی لغویات مین شمار کی جاتی ہے اور یہ جو آپ کہتے ہین کہ جسقدر خرابیان الخ ہر قسم کے مخالفین کے ساتہہ ہمارا مباحثہ ہو چکا ہے اور ہمارے علمانے اونکو خوب ہی مغلوب کیا ہے چند عرصہ سے ایک آپ بڑے مخالف اسلام کے بنے ہین سو دیکہہ لیجئے کہ جب آپ نے کسی بات مین زبان کہولی ہے آپ کو ایسا بند کیا ہے کہ کسی بات کا جواب آپ سے بن نہین آیا گو کہ آپ اپنی ہٹ دہرمی سے بلا تعرض کے ہماری دلایل سے اپنی غلط بات کہے چلے جاتے ہین مگر ہماری دلایل سے تعرض نہ کرنا آپ کا صاف و صریح دلیل اسکی ہے کہ دل مین آپ بہی اسلام کا لوہا مان گئے ہین **قال** اگر وہ صحیح اور ٹہیک ہین فہو المراد اور اگر اونمین کوئی غلطی ہے تو وہ اونہین کی ہے جنہون نے اوسے استخراج کیا ہے

او خویشتن گم است کرا رہبری کند سید الطایفہ نے بشمول اور کئی عقاید فاسدہ کے اس
باب مین بہی اپنا یہی عقیدہ فاسدہ ظاہر کرکے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خط بطلب
جواب کے بہیجا تہا چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکا جواب مفصلاً سید الطایفہ کے
پاس بہیجا تہا اور اوسمین اس عقیدہ سید الطایفہ کو بدلایل باطل کیا ہے مگر سید الطایفہ کی
عادت ہے کہ باوجود ظہور حق کے اپنے اباطیل سے رجوع کرنے مین اپنی کسادبازاری سمجہتے
ہین اور کیسے ہی دلائل قویہ اونکے سامنے پیش کیجاوین مگر بلا تعرض کے اون دلائل سے
وہی غلط بات کہے چلے جاتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ اونکو تحقیق حق اصلا منظور نہین صرف
اپنی نام آوری اور رونق بازاری اور پہیلانا الحاد کا مقصود ہے **قال** دونون حالتون مین
اسلام مین فرق نہین آتا **قلت** یہ کون کہتا ہے کہ مسائل اجتہادی کے نہ ماننے مین
اسلام مین فرق آجاتا ہے ہر ایک درجہ کے حکم کا جدا حکم ہے احکام ظنی کے نہ ماننے سے
کافر نہین ہوجاتا مگر ہان نوبت فسق کی پہونچ جاتی ہے اور سید الطایفہ کے نزدیک تو احکام
منصوصہ کے انکار سے بہی اسلام مین فرق نہین آتا دیکہو قرآن مجید مین صاف حکم حرمت
منخنقہ کا منصوص ہے اونہون اوسکی حرمت کا بہی انکار کیا اور اوس حرام گوشت کو کہایا
بہی اسپر بہی بہت اصرار کے ساتہہ دعوی اسلام کا کرتے ہین اور اونکے زعم مین اونکے
اسلام مین کچہہ بہی فرق نہ آیا حضرت آدم ؑ کا قصہ قرآن مجید اور توریت مین منصوص ہے
اوسکو بالتصریح کہدیا کہ بے اصل ہے پس جب منصوصات کے انکار سے کہ جنکا منکر بالاتفاق
وبحکم ما یجحد بآیاتنا الا الکافرون کافر ہے سید الطایفہ کے نزدیک فرق نہین آتا تو
غیر منصوص کس شمار مین رہگئے **قال** اگر وہ درحقیقت واقعی اصلی احکام اسلام کے ہوتے
تو اونکے نہ ماننے سے اسلام سے خارج ہونا ایک امر لازمی ہوتا **قلت** اگر یہہ بات آپکی

فرمایا مکلف کو اسکا پس ثابت ہوئی یہ بات کہ استنباط حجۃ ہے اور قیاس یا استنباط ہے یا استنباط مین داخل ہے پس واجب ہوئی یہ بات کہ قیاس حجۃ ہے اور جب یہ ثابت ہوا تو ہم کہتے ہین کہ یہ آیۃ کئی امر پر دلالت کرتی ہے (ایک) یہ کہ احکام حوادث مین بعض ایسے ہین کہ بالنص نہین جانے جاتے بلکہ بالاستنباط معلوم ہوتے ہین (دوسرے) یہہ کہ استنباط حجۃ ہے (تیسرے) یہہ کہ عامی پر تقلید علماء کی واجب ہے ایسے حوادث مین" اسیطرح پر اونھون نے حجت قیاس فقہا کو بہت تفصیل اور تحقیق کے ساتھہ تفسیر آیۃ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ ورسولہ الآیۃ مین ثابت کیا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید الطائفہ جو احکام استنباطی کو فرضی قرار دیتے ہین یہ اونکی غلطی اور ناواقفی ہے مطالب قران مجید اور احادیث جناب رسالت مآب صلعم سے درحقیقت وہ احکام اسلام کے ہی ہین **قال** ہر شخص کو اختیار ہے کہ اون احکام کو تسلیم کرے یا نکرے **قلت** ہرگز ایسا اختیار ہر شخص کو نہین ہر ایک شخص کو تو یہہ بھی نہین معلوم ہوسکتا کہ یہ حکم منصوص ہے یا استنباطی اور اگر ہزار مین سے ایک کو یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم استنباطی ہے مگر وہ لیاقت اجتہاد کی نہین رکھتا تو چونکہ ظاہر ہے کہ اوس واقعہ کا کوئی حکم منصوص نہین پس اگر باوجود عدم لیاقت اجتہاد کے اجتہاد کرتا ہے تو ظن غالب غلطی مین پڑنے کا ہے اور اگر بسبب عدم لیاقت اجتہاد کے اجتہاد نہین کرتا تو وہ واقعہ بے حکم کے رہا جاتا ہے پس ایسی حالت مین ضرور ہے کہ بموجب حدیث وآیات منقولہ بالا کے رجوع علماء وفقہا کی طرف چاہیے عامی کو عامی کی طرف یا کسی مرائی اور نامعتمد آدمی کیطرف جو ازراہ خود نمائی کے باوجود عدم لیاقت اجتہاد کے اجتہاد کا دعوی کرتا ہو اصلا رجوع کرنا نہین چاہیے **مصرع**

سنتہ رسول اللہ صلعم کے فرمایا کہ اگر نہ پاوے سنتہ رسول اللہ مین کہا معاذ نے کہ اجتہاد کرونگا اپنی راے سے اور اجتہاد کی کوشش مین کچہہ سستی یا غفلت نکرونگا مطلب یہ کہ اجتہاد مین حتی الوسع نہایت درجہ کی کوشش کرونگا پس ہاتہہ مارا رسول اللہ صلعم نے معاذ کے سینہ پر اور فرمایا کہ حمد ہے اوس خدا کی جس نے رسول رسول اللہ کو توفیق بخشی اوس امر کی کہ جس سے راضی ہے رسول خدا کا" اور ایسے علماء راسخین کا اجتہاد ہر آینہ اسی حدیث کی دلیل سے عامیون پر حجت ہے اور عامیون پر تقلید اوسکی واجب ہے اگر اجتہاد علماء راسخین کا حجت اور واجب العمل نہوتا اور ہر ایک عامی اوسکی مخالفت کا اختیار رکہتا تو حضرت معاذ بن جبل کا اجتہاد سے حکم کرنا محض بیکار ہوجاتا اور جناب رسالتمآب صلعم کی حمد اوسپر محض بے محل ہوتی علاوہ بران امام فخرالدین رازی نے تفسیر آیتہ سورہ نساء مین و اذا جاءہم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم نہایت معقول طرح پر بہت تدقیق نظر کے ساتہہ کلام طویل کیا ہے اور آخر کو یہ نتیجہ متفرع کرتے ہین فثبت ان اللہ امر المکلف برد الواقعۃ الی من یستنبط الحکم فیہا ولولا ان الاستنباط حجۃ لما امر المکلف بذلک فثبت ان الاستنباط حجۃ والقیاس اما استنباط او داخل فیہ فوجب ان یکون حجۃ واذا ثبت ہذا فنقول الآیۃ دالۃ علی امور (احدہا) ان فی احکام الحوادث ما لا یعرف بالنص بل بالاستنباط (ثانیہا) ان الاستنباط حجۃ (ثالثہا) ان العامی یجب علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث یعنی پس ثابت ہوا یہہ کہ اللہ تعالے نے حکم فرمایا ہے مکلف کو واسطے رجوع کرنے ایسے واقعہ مین طرف ایسے شخص کے جو استنباط کرسکے اوس واقعہ کی حکم کو اور اگر نہوتا استنباط حجۃ تو نہ حکم

هین که وه کتاب الله و سنة رسول الله صلعم مین منصوص نهین هوتے اور بالضرورة آون مین
حکم دینا لازم هے پس ایسے امور مین جو شخص که علم کتاب و سنة مین راسخ هوتا هے اوسکی طرف
رجوع کیا جاتا هے که وه اوس واقعهٔ غیر منصوصه کے حکم کو بعد غور اور اجتهاد کامل کے واقعات
منصوصه سے استنباط کرتا هے مگر یه منصب هر عامی تابع هوا کا خصوصًا ایسے شخص کا که نه
اوسکو علوم عربیه مین دخل هو نه احادیث کی نقادی مین نه قران کے معانی کی سمجه هو نهین هے
تراجم قران و حدیث کو دیکهکر آیات و احادیث کا ترجمه کر دینے سے یه منصب حاصل نهین هوا
هو سکتا هے مثل مشهور هے که چوہا هلدی کی گره لیجاکر پنساری نهین هو سکتا شغال نیل
کے ماٹ مین گر کر طاؤس چمن نهین بن سکتا پس همارے مذهب مین کوئی حکم فرضی نهین بلکه
یا احکام منصوصه هین یا وه احکام اجتهادی هین جنکی اصل احکام منصوصه هین اور استنباط
کیئے هوئے علماء ربانی راسخ العلم کے هین جنکی شان مین فرمایا هے علماء امتی کانبیاء
بنی اسرائیل اور ایسے علماء راسخین کو ایسے اجتهاد کی جناب رسالتمآب صلعم کی طرف سے
اجازت حاصل هے مشکوة شریف مین حضرت معاذ بن جبل سے باب العمل فی القضاء
والخوف منه مین روایت هے ان رسول الله صلعم لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا
عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة
رسول الله صلعم قال فان لم تجد فی سنة رسول الله قال اجتهد برائی ولا آلو فضرب
رسول الله صلعم علی صدره وقال الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضی رسول الله
یعنی جب بهیجا رسول الله صلعم نے معاذ بن جبل رضی الله عنه کو بطرف یمن کے تو فرمایا اونسے
کسطرح پر حکم کریگا تو جب که در پیش آویگا کوئی قضیه کها معاذ نے حکم دونگا کتاب الله
سے فرمایا اگر کتاب الله مین نپاوے کها معاذ نے که اسصورت مین حکم دونگا مطابق

حاصل جو مقالات سے ہے فرد ہے اسی قابلیت پر خیال خام اسرار دانی اسلام کا دماغ مین بیکار کہا ہے ظاہر ہے کہ جو شخص کہ فرض و واجب و مستحب اور حرام و حلال کو بھی نہین جانتا تو اونکے اسرار سے کیا واقف ہو سکتا ہے کیونکہ اسلام کوئی چیز برائے نام تو نہین وہ تو مجموعہ انہین چیزون کا نام ہے خود پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہین الاسلام ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وتقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان اب ہم سید الطایفہ سے دریافت کرتے ہین کہ وہ جو یہہ کہتے ہین کہ اس امر کا تحقیق کرنا ضرور ہے کہ اصلی احکام اسلام کے الخ آیا اصلی احکام اسلام کے یہی ہین یا سوا ان کے کچہ اور ہین اگر یہی ہین تو یہہ تو سب علماء اسلام بتاتے چلے آئے ہین اور اگر اصلی احکام سید الطایفہ کے زعم مین کچہ اور ہین تو انکی شرح کرین اور ثابت کرین بیفایدہ باتین بنانی اور اپنی تعلی باوجود ناواقفی کے اسلام اور احکام اسلام سے مقالات بیہودہ طبل تہی است **قال** بالفعل مذہب اسلام جو ایک مجموعہ حقیقی اور فرضی یا واقعی او قیاسی یا اجتہادی اور استنباطی احکام کا گنا جاتا ہے وہ دو قسم کے احکام پر منقسم ہو سکتا ہے اول حقیقی اور واقعی دوم فرضی او قیاسی اور اجتہادی اور استنباطی **قلت** یہ بھی ناواقفی ہے سید الطایفہ کی مذہب اسلام سے اور اس ناواقفی مین وہ بھی مجبور و معذور ہین اسلئے کہ نیچرلسٹ کو دوسرے مذہب کا حال بالتفصیل کیا معلوم ہو سکتا ہے ہمارے ملت اسلام مین اصول احکام کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم ہین اور اجماع امتہ ہے جو بموجب قواعد شرعیہ کے منعقد ہوا ہو اور چونکہ یہہ بات بدیہی ہے کہ ہر زمانہ مین بعض ایسے واقعات جدید پیش آتے

ہمارے علماہی کا کام ہے دیکھو احیاء العلوم اور کیمیای سعادت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اور فتوحات مکی شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی اور عوارف المعارف شیخ المشایخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اور اگر انکے سمجھنے کی استعداد نہو تو ایک مختصر رسالہ زبان اردو مین موسوم حقیقۃ الصلوٰۃ ہے اوسکو دیکھو اور حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اور دیگر کتابین اسرار دانان اور واقفان رموز اسلام کی آپ سے تو اصلی اور غیر اصلی احکام کا بیان بھی نہو سکا جو کچھ بیان کیا کسقدر رخبط اور بے ربط بیان کیا کہ ہماری تحریر سابقہ سے اوسکا اضباط ظاہر ہے اور احکام استخراجی مین آپ نے کونسا فرق بتایا جو ہمارے علمانے نہین بتایا ہے اسیطرح پر جوابدہی اعتراضات مخالفین کی نیچریون کا کام نہین نہ اونکے ذمہ جوابدہی ہے ہم بہت مقامات پر ثابت کرچکے ہین کہ آپ کو در پردہ استحکام اعتراضات مخالفین مقصود ہے جب منافقانہ طرز پر آپ نے قصد جواب کسی اعتراض مخالفین کا کیا ہے ایسی تقریر کی ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ در پردہ اعتراض کو تسلیم کرلیا ہے اور ہر ایک دیکھنے والا اوسکو دیکھکر یہ کہہ سکتا ہے کہ جواب تو بن نہین آیا باتین بنائی ہین چنانچہ ہم اس امر پر اکثر مقامات پر اشارہ کرتے چلے آتے ہین ایک اعتراض مخالفین کا یہہ تھا کہ بڑے نامی گرامی پیغمبر اسلام کی کہ جنکی اہل اسلام مین بڑی شہرت اور بہت بڑی قدر و منزلت ہے یعنی حضرت ابراہیم ؑ نے ایک رات دن مین تین مرتبہ سورج اور چاند اور ستارہ پر خدا ہونے کا گمان کیا یہ کیسی صاحب علم و یقین تھے کہ تین مرتبہ رات دن مین اپنے یقین سے پھر گئے۔ دیکھو سید الطایفہ نے صاف صاف اس اعتراض کو صفحہ ۱۷۳ اور صفحہ ۲۱ پر تسلیم کرلیا ہے اسیطرح اور بھی کئی مقام پر ہے اور عنقریب یہ بات بوضاحت تمام ثابت ہوجاوے گی **قال** پہلی قسم البتہ بیان کے لایق ہے

قلت ہم کب یہہ کہتے ہین کہ علماء مجتہدین خطا سے معصوم ہین ہماری تو اصول کا خود یہ مسئلہ ہے کہ المجتہد یخطی ویصیب ممکن ہے کہ کسی مجتہد سے اجتہاد مین خطا ہوئی ہو مگر کسی مجتہد سے خطا بھی ہوئی ہوگی تو دوسرے مجتہد جامع شرایط اجتہاد سے اوسکی اصلاح ہوگئی ہوگی لیکن کوئی مسئلہ اجتہادی ہمارے مذہب کا ایسا نہ ملیگا کہ اوسمین ہمارے سب مجتہدین خطا پر ہون اور کسی مجتہد کی خطا کا معلوم کر لینا بھی کسی عامی کا کام نہین پھر خود سید الطایفہ کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہے کہ سید الطایفہ کے نزدیک بھی بعض مسایل صحیح اور واقعی ہین جنکی نسبت سید الطایفہ کہتے ہین کہ فہو المراد جب یہ بات ہے تو اونکا یہہ قول عموماً بہ نسبت جملہ مسائل اجتہادی کے کہ وہ اصلی احکام اسلام کے نہین اور اسلام کو اونسے کچھ تعلق نہین نہین صریح غلط ہے اور پھر ہم دریافت کرتے ہین کہ ایسے مسایل اجتہادی جو صحیح اور ٹھیک ہون اونکا نہ ماننے والا سید الطایفہ کے نزدیک اسلام سے خارج ہوجاتا ہے یا نہین شق اول تو غلط ہے اور غالب ہے کہ سید الطایفہ بھی اوسکے قایل نہونگے شق ثانی پر یہہ قول سید الطایفہ کا کہ اگر وہ واقعی اصلی ہوتے تو اونکے نہ ماننے سے اسلام سے خارج ہونا ایک امر لازمی ہوتا باطل ہوگیا **قال** مطلب ہمارا صرف احکام اصلی اور استخراجی مین فرق بتانا اور اون لوگون کو جو حقایق یا اسرار اسلام پر غور کرنا یا مخالفین اسلام کو جواوسپر اعتراض کرنا چاہتے ہین حقیقت اسلام اور تفرقہ اون دونون قسم کے احکام میں بتانا ہے تاکہ پہلی تحقیق حقایق یا اسرار اسلام مین اور پچھلی غلط بنا پر اعتراض کرنے مین غلطی نکرین **قلت** جب آپ خود اسلام ہی سے واقف نہین تو اسرار اسلام کیا بتا سکتے ہین یہہ کام نیچریون کا کہ جنکو کچھہ تعلق اسلام سے نہین نہین ہے یہہ بھی

گمراوس سے امتیاز کلی حاصل نہین ہو سکتا مثلاً ہم کہین کہ انسان اور پتھر مین تفرقہ یہ
ہے کہ پتھر جسم غیر نامی ہے اگرچہ تفرقہ دونو مین تو ہو گیا مگر ماہیت انسان کی اسمین
تفرقہ سے اصلا معلوم نہوئی حال سید الطایفہ کا درباب اعراض کے تفریق فرض
و واجب و مستحب مین علماء راسخین پر اور استحسان اپنی کجروی کی بابت اختراع
غلط تقسیم اصلی اور محافظ کی طابق النعل بالنعل مثال اوس کمپیر تتماجی کے ہے
جسکی کج روی اور غلط کاری کی ایک حکایت مثنوی شریف مین مرقوم ہے **مثنوی**

علم آن بازی است کو از شه گریخت — سوی آن کمپیر کو می آرد بیخت — تا که تتماجی پزد اولاد را
دید آن باز خوش خوش زاد را — پایکش بست و پرش کوتاه کرد — ناخنش ببرید و قوتش کاه کرد
گفت نااهلان نکردندت بساز — پر فزود از حد و ناخن شد دراز — دست هر نااهل بیمارت کند
سوی مادر آ که تیمارت کند — مهر جاهل را چنین دان ای رفیق — کژ رود جاهل همیشه در طریق
جاهل ار با تو نماید همدلی — عاقبت زخمت زند از جاهلی

خیر اس مقام پر اس سے قطع نظر کیجیے اسکی بحث عنقریب آوے گی **قال** مذہب اسلام
کے احکام اصلی جسقدر ہین اونہین پر اسلام کی بنیاد قایم ہے اور اونمین سے کوئی حکم بھی
ایسا نہین جو قانون قدرۃ اور انسان کی نیچر کے برخلاف ہو بلکہ اونپر غور کرنے سے
اسبات پر یقین ہوتا ہے کہ مذہب انسان کے لیے بنایا گیا ہے نہ انسان مذہب
کے لیے **قلت** اگر احکام اصلی کی کچھ تعریف نہ کر سکتے تھے تو اونکی تفصیل ہی لکھتے
ہرگاہ کہ نہ تعریف ہے نہ تفصیل ہے پس سب بنا اس سب خامہ فرسائی کی محض خیالات
فاسدہ پر ہے اور یہہ کہنا کہ احکام اصلی مین کوئی ایسا نہین کہ خلاف قانون قدرۃ
کے ہو ایک مہمل فقرہ ہے اللہ تعالے کا کوئی حکم کیسا ہی ہو اوسکی قدرۃ کے

مذہب اسلام مین جو اصلی اور واقعی احکام ہین وہ دو قسم مین ہین ایک اصلی دوسرے محافظ
احکام اصلی جسکو ہم اس زمانہ مین قانون اور ضابطہ کارروائی سے اصطلاح قانونی مین
تعبیر کرتے ہین **قلت** کسقدر خبط ہے کہ احکام اصلی کو دو قسم پر منقسم کرتے ہین ایک
اصلی دوسرے محافظ احکام اصلی کہ صریح تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ ہے اسی لیاقت پہ
علمار راسخین پر زبان طعن دراز کرتے ہین ۵ چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۴ میلش
اندر طعنہ پاکان دہد ۴ پہر اصطلاح شرعی کی کوئی مثال دینی چاہئے تھی اصطلاح قانونی
کو اہل شرع کیا جانے خیر یہہ بات تو بمقتضائے اشربوا فی قلوبہم العجل کے سید الطائفہ
کی زبان پر آگئی ہے ہمکو اسمین کلام کرنے کی ضرورت نہین مگر قطع نظر احتیاط اس تقسیم کے
ہم دریافت کرتے ہین کہ یہ تقسیم جو سید الطایفہ نے کی ہے آیا بموجب کسی حکم منصوص کی
کے ہے یا اجتہادی سید الطائفہ کے ہے یقیناً ہم کہتے ہین کہ منصوص تو نہین پس
بالضرورۃ اجتہادی سید الطایفہ کے ہے اور چونکہ اجتہادی امور کو خود سید الطایفہ قابل
اعتبار قرار نہین دیتے اور صاف بہ لکھتے ہین کہ اسلام کو اون سے کچہ علاقہ نہین پس
خود بقول سید الطایفہ ظاہر ہے کہ اس تقسیم کو اسلام سے کچہ علاقہ نہین علاوہ برآن
باوجود بے تعلقی کے اسلام سے کچہ نہین معلوم ہوتا کہ سید الطایفہ کے نزدیک احکام
اصلی کی کیا تعریف ہے اور احکام محافظ کی تعریف کیا ہے آخر بحث تک سید الطایفہ
نے کچہ تعریف اونکی نہین کی البتہ صفحہ ۱۹۳ پر یہ لکھتے ہین کہ احکام اصلی اور احکام محافظ
کا تفرقہ ایسے مقام پر خوبی واضح ہوجاتا ہے الخ چنانچہ بحث اسکی آیندہ آوے گی مگر محض
تفرقہ سے درمیان دو چیزون کے جب تک کہ اون دونون کی تعریف نہ کی جاوے
امتیاز کلی حاصل نہین ہوسکتا تفرقہ دو چیزون مین بسبب فصول بعیدہ کے بھی ہوسکتا ہے

قلت دیکہو تو یہ وہی امر پیش آیا جسکو ہم نے اوپر لکہا ہے کہ منافقانہ جواب دیتے ہین اور دربردہ جواب کو تسلیم کر لیتے ہین ہم کہتے ہین کہ وہ احکام محافظ بالذات برخلاف قانون قدرت کے (جس کسی چیز کو اونہون نے قانون قدرۃ ٹہیرا رکہا ہو) ہین یا نہین اگر ہین تو اونکے نزدیک قبیح لذاتہ ہین اور جو چیز کہ قبیح لذاتہ ہے بالعرض وہ حسن نہین ہوسکتی فرض کرو کہ رکوع و سجود جنکو سید الطائفہ احکام محافظ قرار دیتے ہین بالذات قانون قدرت کے خلاف ہین تو گو کہ وہ محافظ خدا کی یاد کی ہون حسن نہین ہوسکتی مشرکین عرب کی نماز تالیان بجانی اور سیٹہیان بجانی ناشایستہ حرکت تہی گو کہ وہ بغرض عبادۃ کے تہی مگر جو چیز کہ بالذات قبیح ہے وہ بالعرض حسن نہین ہوسکتی اسیلئے اوسکی ممانعت کی گئی اور اگر وہ احکام محافظ بالذات قانون قدرۃ کے برخلاف نہین تو اعتراض معترض کا محض اوسکی دیوفی ہے اول معترض کو لازم ہے کہ یہہ ثابت کرے کہ قانون قدرۃ کیا ہے بعد اوسکے اسلام کی کسی حکم کو اوسکے خلاف ثابت کرے اپنے خیال خام مین ایک بات کو قانون قدرۃ ٹہیرالینا اور پہر اوسکے اوپر نتایج متفرع کرنا صراحۃ ویسی حماقت کی ہے الغرض بزعم سید الطائفہ اگر وہ احکام خلاف مرضی خداے تعالے کے ہین تو جواب سید الطائفہ کا محض منافقانہ جواب ہے اور اعتراض کو تسلیم کرکے ایسا جواب ناکافی دینا ہے کہ کسیطرح بہی اوسکا اعتراض رفع نہین ہوسکتا اور اگر وہ احکام خلاف مرضی الہی کے نہین تو اعتراض معترض کا محض حماقت اور جہالت ہے واضح ہو کہ سید الطائفہ نے جو لفظ نیچر اور قانون قدرۃ لکہا ہے یہہ ایک مہمل الفاظ ہین ہمنے بجاے اونکے مرضی آلہی قایم کیا ہے کہ قاعدہ اور قانون مقرر کیا ہوا حاکم کا اوسکی مرضی کے خلاف نہین ہوسکتا پہر ہم کہتے ہین کہ یہان بحث استقبال قبلہ کی ہے اور سید الطائفہ نماز کو صرف خشوع و خضوع قرار دیتے ہین استقبال قبلہ

مخالف نہین ہوسکتا اور یہ جو کہتے ہین کہ مذہب اسلام کے احکام اصلی جسقدر ہین اونہین پر اسلام کی بنیاد قایم ہے ہم دریافت کرتے ہین کہ اونکے اعتقاد حقیت پر بنیاد اسلام کی قایم ہے یا اونکے عمل مین لانے پر اگر شق اول ہے تو نماز مین قیام و قعود و رکوع و سجود جنکو سید العلما یعنی احکام محافظ صفحہ ۱۹۳ پر قرار دیتے ہین اور اصلی نہین بتاتے انکے انکار سے بھی آدمی کافر ہوکر دایرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے پس لازم آیا کہ یہ بھی احکام اصلی ہون اور اگر مراد شق ثانی ہے تو خود نماز اور زکوۃ کے عمل مین نہ لانے سے آدمی دایرہ اسلام سے خارج نہین ہوتا البتہ یہ ہے کہ بدترین فساق مین شمار کیا جاتا ہے پھر بعض ایسی صورتین بھی وقوع مین آتی ہین کہ ایسی چیزین جنکا اعتقاد ضروری ہے آدمی اونکے حقیت کا دل مین تو یقین کرتا ہے مگر ازراہ تکبر اور ہوا نفسانی کے اونکا انکار کرتا ہے ایسی صورت مین بھی دایرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے چنانچہ فرعون اور فرعونیون کے حال سے خبر دیگئی ہے وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین **قال** احکام محافظ کی نسبت کسی نادان کا کوئی اعتراض کرنا اور اونکی نسبت اس بحث کا پیش کرنا کہ اونمین نیچر کی کیا مطابقت ہی اور اُن احکام کو قانون قدرۃ سے کچھ تعلق نہین معلوم ہوتا ایک محض بے وقوفی کا اعتراض ہے کیونکہ وہ احکام بالذات اس اعتراض اور بحث کی کہ وہ نیچر کے مطابق ہین یا نہین مورد نہین ہوسکتے اونپر یہہ بحث ہوسکتی ہے کہ آیا وہ احکام اون اصلی احکام کے جو بالکل قانون قدرۃ کے مطابق ہین محافظ ہین یا نہین اگر اونکا محافظ ہونا ثابت ہو تو وہ بھی ضمنا داخل احکام اصلی اور مطابق قانون قدرۃ اور صحیح تصور ہونگے اور اگر اون سے اون اصلی احکام کی مخالفت ہو تو وہ غلط ہونگے

ہی کا نام ہے یا مجموعہ ارکان قیام و رکوع و سجود وغیرہا کا نام ہے **قال** اصلی حکم خدا کا اُس سے صرف اوسکے بندہ کا خدا کی طرف خلوص اور خضوع اور خشوع سے متوجہ ہونا اور عجز عبدیت کا ظاہر کرنا اور شان خالقیت کا تسلیم کرنا اور اوسکے سامنے اپنے تئین عاجز اور ذلیل اور مسکین بنانا ہے **قلت** اگر ایک شخص فرعونی ہیئتہ بنا ہی ہوئے کرسی پر تکیہ لگائے ہوئے ٹانگین اوپر کو اوٹھا کر میز پر رکھے ہوئے خشوع وخضوع سے متوجہ ہے اور عجز عبدیت دل ہی دلمین ظاہر کرتا ہے اور شان خالقیت کو تسلیم کرتا ہے اور اوسکے سامنے اپنے دل ہی دل مین اپنے تئین عاجز اور ذلیل اور مسکین بناتا ہے اور ارکان مخصوصہ ادا نہین کرتا تو اوسکے اس عمل پر لفظ (صلوۃ) کا جو اقیموا الصلوۃ مین منصوص ہے مطابق اصطلاح شرع کے صادق آسکتا ہے یا نہین کون کہہ سکتا ہے کہ اوسپر لفظ (صلوۃ) صادق آسکتا ہے اور ہرگاہ کہ نہ اوسپر لفظ (صلوۃ) صادق آسکتا ہے اور نہ وہ شخص (مقیم الصلوۃ) بموجب شرع کے ہوسکتا ہے تو یہہ قول سید الطائفہ کا بدیہی البطلان ہے کیونکہ حکم منصوص تو اقیموا الصلوۃ ہے اور جب اوسکا وہ فعل نہ (صلوۃ) ہے نہ (اقامتہ الصلوۃ) ہے نہ وہ (مقیم الصلوۃ) ہے تو غیر (صلوۃ) کو حکم اصلی (صلوۃ) کا قرار دینا نہایت درجہ کی نافہمی اور ناسمجھی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہنوز سید الطائفہ کو یہہ بھی معلوم نہین کہ (صلوۃ) عرف شرع مین کسکو کہتے ہین اور باایہمہ نافہمی اورون کو سمجھانے کا پندار دماغ مین ہے

قال ارکان نماز کے جو قرار دئے گئے ہین وہ اس تمام خشوع وخضوع ظاہری اور باطنی کے محافظ ہین **قلت** اس تقریر سے صاف ظاہر ہوا کہ خشوع وخضوع ظاہری بھی حکم اصلی ہی جسکے محافظ یہ ارکان ہین اب ہم یہ کہتے ہین کہ خشوع وخضوع ظاہری

مین کیا حفاظت خشوع وخضوع کی ہوسکتی ہی خشوع وخضوع اور استقبال قبلہ مین نسبت تساوی کی نہین بلکہ نسبت عموم
مطلق کی بہی نہین یعنی جہان استقبال قبلہ پایا جاوے بالضرورۃ اوسکے ساتھ خشوع
بہی پایا جاوے چنانچہ یہہ بات خود قران مجید ہی سے ثابت ہے منافقین مومنین کے ساتھ
رکوع وسجود واستقبال قبلہ کے ساتھ نماز پڑہتے تھے مگر اونکی نماز مین خشوع وخضوع
نہین ہوتا تہا خود خدا ہی تعالی نے اونکے حال سے خبر دی ہے اذا قاموا الی الصلوۃ
قاموا کسالی یراءون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا اور جب یہ بات قرار پائی کہ
استقبال قبلہ بلکہ رکوع وسجود بہی مستلزم خشوع وخضوع کا نہین اور اونسے محافظت
خشوع وخضوع کی ثابت نہین ہوتی تو سید الطایفہ کے جواب کی اس عبارت سے (کہ اگر
اون سے اصلی احکام کی محافظت ثابت نہو تو بلاشبہہ وہ غلط ہونگے) لازم آیا کہ حکم
استقبال قبلہ اور رکوع وسجود کا جو قران مجید مین منصوص بنص صریح ہے بزعم سید الطایفہ
غلط ہے پس ایسے جواب کو بجز اسکے کہ منافقانہ جواب ہے اور درپردہ نہین نہین بلکہ
باعلان تمام تسلیم اعتراض اور مبنی بر عداوت اسلام ہے اور کچہ نہین کہا جا سکتا **قال**
ہم اس مطلب کو دو ایک مثالون مین سمجہاتے ہین **قلت** ذرا سمجہکر سمجہایو
ایسا نہو کہ اس سمجہانے مین اسمجہی آپکی ظاہر ہووے **قال** مثلاً نماز قران مجید مین صرف
نماز کا مقرر ہونا آیا ہے **قلت** (اول تو) یہ سمجہائے کہ اسکے کیا معنی کہ صرف نماز
کا مقرر ہونا آیا ہے آیا بجز نماز کے اور کسی چیز کا مقرر ہونا نہین آیا قران مجید مین تو بہت
عبادات روحانی اور مالی اور بدنی کا حکم آیا ہے پہر یہہ تخصیص آپ کی تمام ترنا سمجہی پر
کی ہے (ثانیا) یہ سمجہائے کہ قران مین جو حکم ہے کہ اقیموا الصلوۃ شرع محمدی مین
(صلوۃ) کسکو کہتے ہین آیا آپکے نزدیک (صلوۃ) اصطلاح شرعی مین مجرد خشوع وخضوع

ہمکو تکلیف شاقہ اور تکلیف مالایطاق سے معاف فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اداے حکم
مامور بہ کو اہلیۃ مامور کے واسطے ادار اوس حکم کی ضرور ہے اگر کوئی امر امور معترضہ
علی الاہلیۃ سے عارض ہوجاوے اور اوسکے سبب سے ادار حکم مامور بہ غیر ممکن یا متعسر
ہوکر ساقط ہوجاوے تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ وہ حکم اصلی نہ تہا مثلاً ایک شخص
بیمار ہے کہ قیام وقعود اوس سے نہین ہوسکتا اور بسبب معترض ہونے امر مانع اہلیۃ ادار کے
اوس سے قیام وقعود ساقط ہوگیا تو اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ حکم قیام وقعود کا اصلی نہ
تہا بیشک اصلی تہا مگر مامور بہ اوسکے ادار کا اس وقت مین اہل نہین سقوط اوسکا بسبب
زوال اہلیۃ ادار کے ہے نہ بسبب اصلی نہونے حکم کے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا
یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر سمجہنا چاہیے کہ جسطرح پر بعض امور معترضہ علی الاہلیۃ
حواس باطنی پر عارض ہوتے ہین اور اونکے سبب سے آدمی مکلف نہین رہتا مثلاً جنون
اور غشی جب عارض ہوتے ہین تو انسان کسی عبادت اور حکم کا مکلف نہین رہتا اسیطرح
پر اعضاے جسمانی جوارح پر بعض امور معترض ہوتے ہین اور اونکے اعراض کے سبب سے
اون احکام کا جو متعلق اون اعضا کے ہین انسان مکلف نہین رہتا اور اسی سبب سے وہ احکام
ساقط ہوجاتے ہین مجنون پر سے جو سب احکام ساقط ہوجاتے ہین تو کیا اوسکا سبب یہ ہے
کہ وہ احکام اصلی نہ تہے بلکہ صرف یہ وجہ ہے کہ اوسمین اہلیت اداکی نہین اسیطرح پر مریض
سے جو رکوع وسجود وقیام وقعود ساقط ہوجاتے ہین تو وجہ اوسکی یہ ہے کہ اوس مین اہلیت ادار
اونکے کی نہین سید الطایفہ کی غلطی فاش ہے کہ سقوط کو دلیل اصلی نہونے احکام کی ٹہیراتے ہین
اگر اونکو کچہ بہی دخل اسلام مین ہوتا اور کوئی کتاب اصول احکام کی دیکہی ہوتی تو اس غلطی فاش
مین نہ پڑتے یا اگر بے استعدادی کی وجہ سے کتاب کو نہین سمجہ سکتے تہے تو کسی صاحب

توبھی حرکات وسکنات جسمانی قیام وقعود ورکوع وسجود ہین پس وہ عین خشوع وخضوع ظاہری ہین اورجب وہ عین خشوع وخضوع ظاہری ہین تواونکو محافظ خشوع وخضوع ظاہری کا قرار دینا عین جہالت اورنا سمجھی ہے علاوہ برآن رکن الشئی داخل اوس شئی کا نام ہے کہ اوسکے انتفاء سے اوس شئی کا انتفاء ضروری ہے جسطرح پر مثلا (دس) کا عدد ہے احاد متفرقہ اسکے ارکان ہین پس ضرور ہے کہ ارکان الصلوۃ بہی داخل الصلوۃ ہون کہ انتفاء ایک رکن سے انتفاء الصلوۃ کا ضروری ہو جسطرح پر انتفاء کسی عدد احاد سے انتفاء (دس) کا ضرور ہے اور یہ امر بھی ہے کہ محافظ شئی کا غیر اوس شئی کا ہوتا ہے انتفاء محافظ سے انتفاء اوس شئی کا لازم نہین آتا پس کیسی نافہمی ہے کہ رکوع اور سجود وغیرہ کو ارکان یعنی داخل الصلوۃ بھی کہتے ہین اور اونکو محافظ یعنی غیر بھی کہتے ہین وہ ہی ایک چیز ہے کہ اوسکو داخل الصلوۃ بھی قرار دیتے ہین اور خارج الصلوۃ بھی قرار دیتے ہین پھر ہم دریافت کرتے ہین کہ یہہ جو آپ کہتے ہین کہ ارکان نماز کا حکم حکم اصلی نہین بلکہ محافظ ہے یہہ کسی نص صریح سے ثابت ہے یا آپ کا اجتہاد ہے اگر منصوص ہے تو وہ نص کونسی ہے اور اگر اجتہاد ہے تو آپ سے عامی لوگون کا اجتہاد کچہ قابل اعتبار کے نہین جبکہ آپ مجتہدین علام جامع شرائط اجتہاد کے اجتہاد کو قابل تسلیم نہین سمجھتے تو عامی لوگون کا اجتہاد کہ جسکی کچہ بھی اصل نہو کسطرح پر مقبول نہین ہو سکتا **قال** ان احکام اصلی اور احکام محافظ کا تفرقہ ایسے مقام پر بخوبی واضح ہو جاتا ہے جبکہ کوئی حکم احکام محافظ مین سے ساقط ہو جاتا ہے اور اوسکا سقوط ثابت کرتا ہے کہ وہ حکم اصلی نہ تہا **قلت** اسپر کیا دلیل ہے کہ سقوط دلیل اسکی ہے کہ وہ حکم اصلی نہین اللہ تعالے نے اپنی عنایت وکرم سے

کہ اوسکی حرمت کے حکم کو اصلی حکم قرار دیتے ہونگے کیونکہ اوسمین محافظت کسی اور حکم کے
مقصود نہین حالانکہ حالت مخمصہ مین وہ حکم حرمت کابھی ساقط ہوجاتا ہے **قال** برخلاف
اوس اصلی حکم نماز کے کہ وہ کسی حالت مین انسان سے جب تک کہ اوسپر مکلف ہونے کا اطلاق
کیا جاتا ہے ساقط نہین ہوتا **قلت** مجنون اور بیہوش سے جو حکم نماز کا ساقط ہے
تو ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ بسبب عدم اہلیت کے وہ مکلف ہی نہین اسیطرح پر جو شخص
کہ ارکان نماز کے ادا پر قادر نہین بجا آوری ارکان کا مکلف ہی نہین تو بہ نسبت ادا ے
ارکان کے اوسپر اطلاق مکلف ہونے ارکان کا نہین کیا جاتا بس خود تقریر سے سید الطایفہ
کے ثابت ہوگیا کہ مدار سقوط احکام کا اصلی اور غیر اصلی ہونے احکام پر نہین بلکہ اتنی تکلیف
کے ثبوت پر ہے جو مناسب اوس حکم کے ہو اور شخص مامور اوسکا اہل ہے **قال** یا مثلاً اسلام
نے ایک اخلاقی امر کی نسبت یہ حکم دیا کہ جو عورت اوسکا خاوند مرجاوے یا اوس کو
طلاق دے تو اوسکو دوسرا شوہر کرنے مین اسقدر توقف کرنا چاہیے جس سے معلوم
ہوجاوے کہ وہ اوس شوہر سے حاملہ ہے یا نہین اور اس امر کے دریافت کرنے کو
ایک میعاد مقرر کی ہے جو عورتون کے نیچر سے مناسبت رکھتی ہے یہہ حکم احکام محافظ مین
سے ایک حکم ہوگا اور بلا شبہہ ایسی عورت کی جس نے اوس مدت سے بھی زیادہ عرصہ سے
اپنے شوہر سے مقاربت نہ کی ہو مناسب حال نہو گا مگر پھر حکم تمام افراد سے اندو ے
عمل کے اسلئے متعلق ہوگا کہ عام قاعدہ جو اکثر افراد سے متعلق ہے ٹوٹنے نہ پائے
قلت کئی لفظ سید الطایفہ یہان بولے کہ ہماری سمجھ ہی مین نہین آئے ایک (اخلاقی امر)
اس کی شرح کرنی چاہیے تھی کہ اخلاقی امر اسلام کا کیا ہے اور غیر اخلاقی کیا ہے دوسرا
(نیچر) اگر وہ اس لفظ کے معنی سمجھتے ہین تو اپنی زبان مین اوسکا ترجمہ یا شرح کیون نہین

استعداد سے ہی سمجھ لیتے کہ وہ اونکو اچھی طرح پر سمجھا دیتا مگر جہل مرکب مین گرفتار ہین العیاذ
پندار (انا خیر) کا دماغ مین سمایا ہوا ہے خود علم نہین رکھتے کسی عالم سے دریافت کرلینا اپنی
کسادہ بازاری سمجھتے ہین **قال** جیسے نماز مین قیام وقعود اور رکوع وسجود اور قراءۃ یہہ
سب احکام محافظ ہین جب انسان انپر قادر نہین ہوتا تو کیا ادا کرنا بھی اوسپر لازم نہین ہوتا،
قلت ہم سید الطائفہ سے دریافت کرتے ہین کہ اگر انسان کسی حکم اصلی پر قادر نہو تو اوس
حکم اصلی کا ادا کرنا اوسپر سید الطائفہ کے نزدیک لازم ہے یا نہین اگر لازم ہے تو یہہ تکلیف
مالا یطاق ہے ایسی تکلیف شرعًا جایز نہین اور اگر لازم نہین تو دونون مین کچھ فرق نہوا ہم اوپر
لکھہ چکے ہین کہ بناء وجوب اداء ہر ایک حکم کے اوپر قدرۃ اور اہلیت بجا آوری اوس حکم کے
ہے خود سید الطائفہ اقرار کرتے ہین کہ جب انسان اونپر قادر نہین ہوتا تو ادا کرنا بھی لازم
نہین آتا پس ہرگاہ کہ وہ اونکے ادا پر قادر ہی نہین تو اوسمین اہلیت ادا کی ہے ہی نہین اگر اوسکو
ذمہ ادا کرنا اون ارکان کا واجب کیا جاوے تو تکلیف مالا یطاق ہی اور ایسی تکلیف
شرعًا دی نہین جاتی پس بنا سقوط اون ارکان کی وجہ عدم اہلیت کے ہے نہ اوپر عدم
اصلیت حکم کے علاوہ بران خود سید الطائفہ خشوع وخضوع ظاہری کو منجملہ احکام اصلی قرار
دیتے ہین اور چونکہ خشوع وخضوع ظاہری عین حرکات وسکنات جسمانی ہین اور بحالت عدم
قدرۃ مکلف کے کوئی حرکت وسکون ایسا نہین کہ ساقط نہو جاتا ہو پس خود تقریر سید الطائفہ سے ہی
صاف ثابت ہوا کہ سقوط کسی چیز کا مثبت اُسکے اصلی نہ ہونے کا نہین پہر ہم یہ کہتے ہین کہ
عورت حائض کے ذمہ سے خود نماز ہی ساقط ہے پس اگر سقوط کو مثبت اصلی نہونے حکم کا
قرار دیا جاوے تو لازم آوے کہ خود نماز ہی کا حکم اصلی نہین گلا گہونٹی ہوئی چرندہ جانور کا کہانا
حرام ہے اور خود سید الطائفہ ایسے چرندہ جانور کا کہانا حرام جانتے ہین اور غالب ہے

کسیطرح پر نہ ٹہیرا **قال** پس اس حکم محافظ پر یہہ اعتراض نہین ہوسکتا کہ قانون قدرت کے مطابق نہین کیونکہ یہہ حکم اوس قانون قدرۃ کا محافظ ہے جس سے اولاد کو اپنے باپ پر اور باپ کو اپنی اولاد پر قانون قدرۃ کے موافق حقوق حاصل ہوتے ہین **قلت** ہم اس امر سے قطع نظر کرتے ہین کہ آیا قدرۃ کاملہ کو پابند کسی قانون کا سمجھنا منافی قدرت اور محض جہالت ہے یا نہین لیکن یہان تو بحث احکام مین ہے سید الطائفہ نے احکام مفروضہ کی دو قسمین کی ہین احکام اصلی اور احکام محافظ احکام اصلی قانون قدرۃ کی تقسیم نہین کی نہ اوس تقسیم مین کوئی قسم حکم محافظ قانون قدرۃ قرار دی ہے اور اوس حکم پر یہہ اعتراض کرنا کسی معترض کا کہ قدرۃ کے خلاف ہے یا دستور مستمرہ کے خلاف ہے معترض کی حماقت ہے کونسی بات اسمین قدرت کے خلاف ہے اور کیا بات اسمین بے انصافی کی ہے غایۃ الامر یہہ کہہ سکتے ہین کہ علۃ جو اس حکم کی ہے بعض جزئیات مین نہین ہوتی مگر احکام عام کی بنا ہمیشہ عامۃ الوقوع پر ہوتی ہے شاذ و نادر کا لحاظ نہین کیا جاتا خصوصًا حالات زن و شوہر مین جو نہایت مخفی ہون کہ بجز اقرار زن و شوہر کے کسیکو اوسکا علم نہو سکتا ہو اور اقرار بہی زن و شوہر کا بسبب متعلق ہوجانے حق اولاد کے جو اقرار کرنے والون مین نہین ہین قابل اعتبار کے نہو پس یہہ حکم نہایت درجہ کے انصاف پر مبنی ہے اور کوئی بات اسمین مرضی الٰہی کے خلاف نہین اور ایسے حکم پر کسی قسم کا اعتراض کرنا صریح حماقت نیچریانہ ہے اور اس اعتراض سے یہہ معلوم ہوگیا کہ سید الطائفہ نے جو صفحہ ۱۹۱ پر لکہا ہے کہ جہانتک خرابیان مذہب اسلام مین مخالفین بیان کرتے ہین الخ وہ سب اسی قسم کے واہی شبہات اور لغو باتین حماقت آمیز نیچریون کی ہین کہ سید الطائفہ بسبب بے علمی اور نافہمی کے اونکو خرابیان تصور کرتے ہین **قال** مگر یہہ بہی سمجہنا چاہیئے

کرتے غیر متعارف لفظ بولنے سے کیا فایدہ ہے اس بحث کو جانے دو یہہ جو کہتے ہین
کہ اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ جو عورت الخ اگرچہ یہہ حکم ہر ایک عورت سے بالعموم متعلق
نہین جیسا کہ عموماً سید الطایفہ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے مگر ہم اسمین زیادہ ترکلام ضروری
نہین سمجھتے مگر ہم دریافت کرتے ہین کہ یہہ حکم جن عورات سے متعلق ہے اونسے ساقط
ہوسکتا ہے یا نہین اگر ساقط ہوسکتا ہے تو کوئی صورت سقوط کی بیان کرین اور اگر نہین
ساقط ہوسکتا تو چونکہ سید الطایفہ نے کوئی تعریف حکم اصلی اور حکم محافظ اصلی کی نہین
کی صرف امتیاز دونون مین سقوط اور عدم سقوط بیان کیا ہے پس ایسی صورت مین کہ ما بہ الامتیاز
مفقود ہے اس حکم کو کیا کہا جاوے گا چونکہ ما بہ الامتیاز حکم محافظ کا یہی ٹھیرایا ہے کہ وہ
بعض حالات مین ساقط ہوجاتا ہے اور یہ حکم کسی حالت مین ساقط نہین ہوتا تو لازم آیا کہ
اس حکم کو حکم اصلی قرار دیا جاوے نہ حکم محافظ حکم اصلی علاوہ بران سید الطایفہ نے
احکام منصوصہ کی دو قسمین کی ہین ایک حکم اصلی دوسرے حکم محافظ حکم اصلی پس حکم
محافظ حکم اصلی کی واسطے ایک حکم اصلی کا ہی ہونا ضرور ہے اسلئے کہ حکم محافظ حکم
اصلی کا حکم اصلی ایک جزو واقع ہوا ہے اور بدون جزو کے وجود کل کا محال ہے اب
وہ فرماوین کہ وہ حکم اصلی منصوص کونسا ہے جسکا یہ حکم محافظ ہے غایۃ الامر یہہ ہے کہ
از روی تعلیل اجتہادی کے یہہ کہا جاوے کہ علۃ اس حکم کی استبراء رحم ہے مگر تعلیل
اجتہادی کو حکم منصوص کسیطرح پر نہین کہہ سکتے اوسکو قسم فرضی اور اجتہادی مین بموجب
زعم سید الطایفہ کے قرار دینا چاہیئے نہ حکم اصلی مین اور جب استبراء رحم اجتہادی
اور فرضی قرار پایا تو حکم عدۃ البتہ محافظ حکم فرضی اور اجتہادی کا ہوا مگر چونکہ خود بموجب
زعم سید الطایفہ احکام اجتہادی اور فرضی اصلی نہین اسلئے حکم عدۃ کا محافظ حکم اصلی

ہر شخص کو اختیار ہے کہ امر اجتہادی کو چاہے مانے چاہے نہ مانے (ثانیا) احکام
اصلی اور محافظ مین ما بہ الامتیاز یہہ ٹہیرایا ہے کہ احکام محافظ بحالت عدم قدرۃ کے
ساقط ہو جاتے ہین پس اونکو لازم ہے کہ احکام اصلی جو متعلق عمل کے ہون ایک دو
ایسے کہ بحالت عدم قدرۃ کے ساقط نہو جاتے ہون بیان کرین حالانکہ ایسا حکم اسلام
مین متعلق عمل کے ایک بہی نبا وینگے کہ بحالت عدم قدرۃ کے ساقط نہو جاتا ہو پس
اونکے نزدیک اسلام مین کوئی حکم بہی عملی اصلی نہین سب کے سب محافظ ہی ہین اگر
ایسا ہے تو اس طول تقریر کی کیا حاجت تہی اسیقدر کہنا کافی تہا کہ اسلام مین کوئی
حکم عملی اصلی نہین اور یہان جو یہہ کہتے ہین کہ احکام اصلی اور محافظ عملا دونون کا
درجہ برابر ہے چونکہ اس صورت مین کہ کوئی حکم عملی اصلی نہین یہہ کہنا ہی بالکل
لغو ہے (ثالثا) وجہ مساوات عمل کی جو لکہتے ہین کہ دونو لازم و ملزوم ہین یہہ صریح
جہالت ہے اسلئے کہ اگر احکام محافظ کو لازم اور احکام اصلی کو ملزوم سمجہا جاوے تو
چونکہ یہ امر برہانی ہے کہ انتفاء لازم مستلزم انتفاء ملزوم کا ہے مثلاً طلوع آفتاب
کا ملزوم ہے اور وجود دن کا اوسکو لازم ہے تو بیشک وشبہ انتفاء وجود دن کا
مستلزم انتفاء طلوع آفتاب کا ہے اسیطرح پر انتفاء یعنی سقوط رکوع وسجود وغیرہ
ارکان نماز کا جنکو لازم فرض کیا گیا ہے موجب انتفاء صلوۃ کا ہوتا حالانکہ خود اسی
صفحہ پر بالتصریح لکہتے ہین برخلاف اصلی حکم نماز کے کہ وہ کسی حالت مین ساقط نہین
ہوتا" اور اگر اصلی حکم کو لازم اور محافظ کو ملزوم سمجہا جاوے تو معاملہ مانند سید لطیف
کی سمجہ کے اولٹا ہوا جاتا ہے کیونکہ شئے ملزوم اصل ہے اور لازم اوسکی فرع ہے کہ
اوسپر مترتب ہوتا ہے اس صورت مین حکم اصلی فرع حکم محافظ کا ٹہیرتا ہے اور

کہ اگرچہ احکام اصلی اور احکام محافظ اپنی اصلیت مین مختلف درجہ اور حقیقت رکھتے ہین
لیکن عملاً دونو کا درجہ برابر ہے اور اسلیئے جسطرح احکام اصلی کی تعمیل لازم ہے اوسیطرح
احکام محافظ کی بہی تعمیل لازم ہے کیونکہ دونو لازم و ملزوم یا موقوف و موقوف علیہ ہین اور
اسلیئے عملاً دونو مین کچہہ فرق نہین **قلت** بہتر ہوتا کہ سید الطایفہ ایسی ایسی بے سروپا
باتین حسب دستور اپنے کے دس بیس جاہلون کو سوسیٹی گہر مین جمع کر کے لبطور لکچر کے
سنایا کرتے اور تحریر مین نہ لاتے تاکہ اونکی جہل و نادانی کا پردہ فاش نہوتا جسقدر یہانتک
بے سروپا باتین کی ہین اہل انصاف ہماری تحریر کو پڑہ کر خوب سمجہ سکتے ہین کہ اونکا محض
مشاغبہ اور لغو گوئی اور مغالطہ ہے ایک بات بہی باقاعدہ نہین ہر ایک بات کئی کئی وجوہ
سے غلط اور بے اصل محض ہے اس قول مین جو کچہہ لکہتے ہین وہ بہی مثل اقوال سابقہ
کے مبنی بر کم فہمی اور بے علمی کے ہے (اولاً) تخصیص عملاً کی جو کرتے ہین اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ اونکے نزدیک عملاً یعنی اعتقاداً حکم محافظ مفروضہ اونکا مساوی حکم
اصلی کے نہو مگر یہہ غلط ہے مثلاً استقبال قبلہ اور رکوع و سجود جو احکام منصوصہ
قرآن مجید ہین جنکو سید الطایفہ اصلی نہین بتاتے اعتقاداً اونکا بہی وہی حکم ہے جو
اون احکام کا حکم ہے جنکو اونہون نے اصلی سمجہا ہے منکر دونو کا برابر کافر خارج
از دایرہ اسلام ہے بلکہ بعض وہ احکام جنکو سید الطایفہ غیر اصلی ٹہیراتے ہین ایسے
ہین کہ اونکا منکر و مکذب کافر ہو جاتا ہے اور جنکو اصلی ٹہیراتے ہین اونکا منکر و مکذب
کافر نہین ہو سکتا مثلاً مسئلہ عدۃ مین ہے دیکہو جو شخص مکذب عدۃ کے حکم کا ہوگا
وہ قطعی کافر ہے اور مثلاً جسنے تکذیب اسکی کی کہ استبراء رحم مقصود نہین جو علۃ استبراء
علۃ غیر منصوصہ اجتہادی ہے وہ کافر نہین ہو سکتا اور مطابق زعم سید الطایفہ کے

ہو جاتا ہے مثلاً کسی سمت مشتبہ ہونے پر سہواً کسی دوسری سمت نماز پڑھ لینے
پر بعض صورتون مین گھوڑے کی سواری پر دریا کے سفر مین اور اس چودھوین صدی
نبوی مین ریل کے سفر مین اور علیٰ ہذا القیاس مگر چونکہ یہہ حکم بطور نشان اور تمیز اون
لوگون کے قرار دیا گیا ہے جنہون نے اسلام قبول کیا ہے اسلئے اسکا بھی بجالانا مثل
احکام اصلی کے ضرور ہوگا اور قصداً ترک نکیا جاویگا **قلت** بہت سی تمہیدین
اوٹھا چکے مگر چونکہ سب غلط اور بے اصل تہین ایک بھی پیش نہ گئی اب پھر اوسی دعوی
باطلہ پر جسکو ہم شروع ہی مین باطل کر چکے رجوع کیا مگر خود اونہین کی تمہیدات باطلہ سے
اسکا بطلان بھی واضح ہے بہت سے اصرار سے احکام منصوصہ کو منحصر دو قسمون مین
کیا ہے ایک اصلی دوسرے محافظ احکام اصلی چونکہ استقبال قبلہ بالبداہتہ محافظ کسی حکم اصلی
کا نہین کیونکہ منافقین بھی مومنین کے ساتھہ رکوع و سجود مین استقبال قبلہ کرتے تھے مگر بفص صریح سے
ثابت ہے کہ اونکی نماز صرف ریا کی تھی نہ خدا کی یاد کی خود سید الطایفہ بھی اپنے دلمین سمجھے
کہ یہہ حکم محافظ کسی حکم اصلی کا تو نہین لہذا لفظ محافظ حکم اصلی کو چھوڑ کر اوسکو نشان تمیز اون لوگونکا
جنہون نے اسلام قبول کیا ہے ٹھہرایا حالانکہ تمیز و نشان مین اور حفاظت مین بہت فرق ہے
چونکہ سابق احکام منصوصہ کو منحصر دو ہی قسمون مین کیا تہا اور منجملہ اون دونون قسمون کے استقبال
قبلہ از قسم احکام محافظ خود از روی بیان سید الطایفہ قرار نہ پایا پس بالضرور بسبب انحصار
احکام کے اونہین دو قسمون مین لازم آیا کہ وہ از قسم احکام اصلی ہو پس خود تقریر سید الطایفہ نے
اونکے اس قول کو غلط کر دیا کہ استقبال قبلہ اصلی حکم نہین واللہ یحق الحق ولو کرہ المبطلون یخربون
بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار اب ہم دیگر اقوال سید الطایفہ کا حال بھی بیان کرتے ہین
(اولاً) یہہ جو کہتے ہین واسطہ تمیز اور نشان اون لوگون کے قرار دیا ہے جنہون نے اسلام قبول کیا ہے یہ تشبیہ

اگر باہم دونون کے ملازمہ طرفین سے تصور کیا جاوے یعنی ہر ایک ملزوم بھی ہے

اور دوسرے کا لازم بھی ہے تو بھی وہی قباحات لازم آتی ہین جو ایک کو ملزوم اور

دوسرے کو لازم فرض کرنے مین لازم آتی ہین اسیطرح پر یہہ جو کہتے ہین کہ باموقوف

وموقوف علیہ ہین اگر احکام اصلی کو موقوف علیہ فرض کیا جاسے تو یہہ دعوی اونکا ثابت

نہین ہوتا کہ عملاً دونون کا درجہ برابر ہے اسلئے کہ وجود موقوف علیہ سے وجود موقوف

کا ضروری نہین مثلا بادل کا ہونا بنظر ظاہر موقوف علیہ ہے اور مینہہ کا برسنا اوسپر موقوف

ہے ممکن ہے بلکہ واقع ہے کہ کبھی بادل ہوتا ہے اور مینہہ نہین برستا پس ضرور نہین ہے

کہ جب حکم اصلی پر عمل ہو تو حکم محافظ پر بھی عمل ہو اور اگر حکم محافظ کو موقوف علیہ ٹھیرایا

جاوے اور حکم اصلی کو موقوف قرار دیا جاوے تو وہی اولٹی بات لازم آتی ہے جو اصلی

کی لازم اور محافظ کی ملزوم فرض کرنے مین لازم آتی ہے علاوہ بران چونکہ وجود موقوف

علیہ مستلزم وجود موقوف نہین ہے تو ممکن ہے کہ موقوف علیہ یعنی محافظ پایا جاوی

اور موقوف یعنی اصلی نہ پایا جاوے اور جب ایسا ہوا تو اوس حکم محافظ کو محافظ شئی

معدوم کا قرار دینا پڑے گا اور اگر دونون بایکدیگر باعتبار وحیثیت عمل کے موقوف

وموقوف علیہ ہین تو سوای اور خرابیون کے توقف الشئی علی نفسہ ایک اعتبار وحیثیت

سے لازم آتا ہے الغرض سید الطایفہ جو کچھ لکھتے ہین سب مبنی بر نافہمی اور جہل مرکب

کے ہے اور جو ہمنے پہلے کہا ہے پہر بھی کہتے ہین کہ اونکے حق مین بہتر بھی تہا کہ

چند جاہل جو اونکے دام تزویر مین پہس گئے ہین اونہین کے سامنے یہہ باتین بطور

لکچر کے کہتی مناسب تہین تحریر مین لانا اونکا اصلا اونکے حق مین مفید نہ تہا **قال**

نماز مین سمت قبلہ کوئی حکم اصلی مذہب اسلام کا نہین اور اسلئے ایک ادنی عذر پر ساقط

قرار دینا محض غلطی ہے اور حکم اوسکا یہ ہے کہ اول تو کسی جاننے والے سے دریافت کرے اور اگر جاننے والا نہ ملے تو ظن غالب کو کام مین لاوے اور جس سمت پر ظن غالب راہ دے اوسطرف کو نماز پڑہ لے اوسکو اصطلاح فقہا مین (تحری) کہتے ہین پس ایسی حالت مین وہ سمت تحری ہے سمت قبلہ کا حکم رکہتی ہے تیسرا عذر جو لکہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز سہو اور نسیان مین سید الطایفہ کے نزدیک کچہ فرق نہین ہم اونکو فرق بتاتے ہین کہ نسیان تو اسکا نام ہے کہ سمت قبلہ معلوم نہین اور سہو اسکو کہتے ہین کہ سمت قبلہ معلوم ہے مگر سہوًا متروک ہو گئی ایسی صورت مین سید الطایفہ کی بہت بڑی ناواقفی ہے کہ اس عذر کو موجب سقوط استقبال قبلہ قرار دیتے ہین ایسی صورت مین بلا شک و شبہہ اعادہ نماز کا واجب ہے چوتہی صورت گہوڑے کی سواری پر یہ بہی نہایت درجہ کی غلطی سید الطایفہ کی ہے اگر سید الطایفہ کسی سے علیگڈہ مین گہوڑے پر سوار ہو کر ملنے جاوین یا ہوا کہانے کو تشریف لے جاوین اور گہوڑے پر بیٹہے ہوئے چاہین کہ نماز پڑہ لین یہ نماز اونکی ہر گز جایز نہوگی یہ حکم بابت ایسے سفر کے ہے کہ جسمین جلدی مقصود ہو اور خاص واسطے نوافل کے ہے نہ واسطے فرایض کے اور چونکہ سفر بہی حسب تصریحات کتب اصول فقہ کے منجملہ امور معترضہ علی الاہلیتہ ہے مگر بہ نسبت اور امور کے خفیف ہے لہذا ادا ے نافلہ نماز مین بسبب لاحق ہونے ضرر کے رخصت دیگئی ہے کہ جسطرف کو توجہ ہو نماز نفل جایز ہے مگر فرایض کے واسطے یہ رخصت نہین پانچوین صورت سفر دریا کی اوسمین اگر توجہ الی القبلہ ممکن ہو تو ترک اصلا جایز نہین چنانچہ فتاوی عالمگیری مین ہے من اراد ان یصلی فی سفینۃ تطوعا او فریضۃ فعلیہ ان یستقبل القبلۃ ولا یجوز لہ ان یصلی حیثما کان وجہہ کذا فی الخلاصۃ حتی لو دارت السفینۃ وہو یصلی توجہ الی القبلۃ

صفحہ ۱۹۰ پر واسطے تفریق درمیان مومنین اور منافقین کے ٹھہرایا گیا ہے یہان یہہ لفظ لکھتے ہین کہ واسطے تمیز اون لوگون کے جنہون نے اسلام قبول کیا چونکہ ظاہر ہے کہ اسلام تو منافقین نے بھی قبول کیا تھا پس اگر قبول کرنے والون سے مراد وہ سب لوگ ہین جنہون نے اسلام قبول کیا عام اس سے کہ مومنین خالص ہون یا منافقین تو یہہ قول پہلے قول کا صاف مناقض ہے اور اگر مراد خالص مومنین ہین تو اوسسے کچہ تمیز درمیان مومنین اور منافقین حاصل نہین ہوئی نہ آیندہ کبھی ہو سکے (ثانیا) یہان یہہ لکھتے ہین کہ ایک ادنی عذر پر ساقط ہوجاتا ہے اور بیشتر احکام محافظ کی نسبت آپ ہی لکھہ چکے ہین کہ جب انسان اوسپر قادر نہین ہوتا تو ادا اونکی لازم نہین آتی اگر ادنی عذر سے مراد عدم قدرۃ ہے تو اونکی سمجہ پر نہایت افسوس ہے اور اگر ادنی عذر سے مقصود یہہ ہے کہ باوجود قدرۃ کے ادنی عذر سے ساقط ہوجاتا ہے تو تناقض بیانی ظاہر ہے اور اوس ادنی عذر مین ایک عذر سفر ریل کو بھی مسقط استقبال قبلہ قرار دیتے ہین اس سقوط کی کیا دلیل ہے آیا عدم قدرۃ ہے یا کوئی وحی سید الطایفہ پر مشعر منسوخی (وحیثما کنتم فولو وجوہکم شطرہ) کے نازل ہوئی ہے اگر عدم قدرۃ ہے تو اوسکو ادنی عذر کیون قرار دیتے ہین حالانکہ عدم قدرۃ مین بھی بہت کلام ہے اور اکثر علمار کا فتوی اسپر ہے کہ شرط استقبال قبلہ ریل کی سواری مین ساقط نہین ہوتی اور شق ثانی کے بطلان مین تو سید الطایفہ کو بھی غالبًا کچہ عذر نہوگا دوسرا عذر سمت قبلہ مشتبہ ہونا تیسرا عذر سہو سے دوسری سمت کو نماز پڑہ لینا چونکہ دوسرا عذر مبنی بر نسیان ہے کہ سمت قبلہ کو بھول گیا معلوم نہین کہ کسطرف کعبہ ہے بیشک یہہ عذر ایسا ہے کہ اسمین معذور ہے اور تعین اوسکا اوسکی حد قدرۃ سے خارج ہے لیسے عذر کو کہ جسمین انسان معذور ہو اور اوسکی حد قدرۃ سے تعین سمت کعبہ کا خارج ہو ادنی عذر

قدرۃ مکلف کے ہوتی ہین اور جس عمل پر مکلف قادر نہین ہی شرعاً وہ اوسکا مکلف ہی نہین
اور اس بنا پر جملہ احکام شرعی درباب سقوط کے برابر ہین عام اس سے کہ اصلی ہون یا
غیر اصلی اور سقوط اونکا مثبت اونکے غیر اصلی ہونے کا جیسا کہ زعم باطل سید الطایفہ کا
ہے اصلا نہین ہوسکتا **قال** ہان اون لوگون پر تعجب ہوگا جو غلبہ اوہام سے سمت
قبلہ کے لئے دوپہر مین باہر نکلکر سورج کو دیکھتے پہرتے ہین کہ کسطرف سے نکلا تہا اور
کسطرف کو ڈوبے گا اور اپنی جیبون اور تسبیحون مین قطب نما یا قبلہ نما لٹکائے پہرتے
ہین اور چاہتے ہین کہ ٹہیک ہماری ناک کعبہ کے سامنے ہوجائے اور اسمین ایک بڑا
ثواب اور ٹہیک ٹہیک نماز کا ادا کرنا سمجہتے ہین **قلت** شاید سید الطایفہ کے نزدیک
یہہ ہے کہ اگر سمت قبلہ مشتبہ ہوجاوے تو بدون تحری بلا تامل جسطرف کو چاہے نماز
پڑہ لے حالانکہ یہہ اونکی ناواقفی ہے اگر بدون تحری کے ایسی صورت مین نماز شروع
کریگا تو نماز اوسکی باطل ہے اور اوسپر اعادہ نماز کا واجب ہوگا گو کہ اتفاق سے
قبلہ ہی کی طرف نماز پڑہتا ہو اور جب بحالت اشتباہ کے تحری واجب ہے تو یہہ تو
خود ظاہر ہے کہ ایسے مقامات مین جہان مساجد اور نماز پڑہنے والے لوگ موجود ہون
سمت قبلہ مشتبہ نہین ہوسکتی پس ایسے مقامات مین تو ہمنے کسیکو نہین دیکہا کہ سورج
اور قبلہ نما یا قطب نما کو کام مین لاتا ہو شاید سید الطایفہ نے کسی نمازی کو کسی اپنے مدرسہ
یا اپنے بنگلہ مین یہہ کام کرتے ہوے دیکہا ہوگا سو اوسپر بھی تعجب کرنا سید الطایفہ کا
بیجا ہے اسلئے کہ غالباً اوس بیچارے نے یہہ دیکہا ہوگا کہ یہان کوئی شخص نمازی قابل
اطمینان کے نہین نہ کوئی مسجد ہے اور اگر کوئی چبوترہ بنام نہاد مسجد کے وہان بنا
ہوا دیکہا بہی ہوگا تو بسبب اسکے کہ وہان دستور گہنٹی بجانے کا ہے جیسے ہنود

حیث دارت کذا فی شرح منیۃ المصلی لامیر الحاج چھٹی صورت سید الطایفہ نے
یہ لکھی ہے (اور علی ہذا القیاس) چونکہ قیاس اونکے نزدیک کچھ معتبر نہین اور ہر شخص کو
اوسکے ماننے نہ ماننے کا اختیار ہے اور ہمارے نزدیک صرف قیاس مجتہد جامع
شرائط اجتہاد کا البتہ عامیون پر حجت ہے اور ہمنے اسباب مین سوا ران چند
مسائل کے جو مبنی عذرات قوی پر ہین اور کوئی مسئلہ نہین دیکھا سو بناء سقوط کی ان سب
مسایل مین اوپر عدم قدرۃ حقیقی یا حکمی کے ہے نہ اوپر محافظ ہونے حکم کے قطع نظر
ان سب امور کے ہم پیشتر ثابت کر چکے ہین کہ سقوط ادا کسی حکم کا مثبت اوسکی اصلی ہو نے
کا نہین ہو سکتا پس سب گفتگو سید الطایفہ کی محض بیکار ہے چونکہ سید الطایفہ
مدعی اجتہاد ہین اب ہم اونکے اونہین کے اصول پر کلام کرتے ہین یعنی بحث ناسخ و منسوخ
مین صفحہ ۱۶۹ پر وہ قران کی کسی آیۃ کے منسوخ ہونے کا خصوصًا احادیث سے
خواہ متواتر الالفاظ ہو یا متواتر المعنی قطعًا انکار کرتے ہین اور آیۃ شریفہ حیثما کنتم
فولوا وجوہکم شطر المسجد حرام نص قطعی ہے واسطے استقبال قبلہ کے اور فرض کرو کہ
یہہ حکم مطابق اونکے زعم کے حکم محافظ ہے مگر چونکہ خود اونہین کے اقرار کے بموجب عملًا
حکم اصلی کی برابر ہے پس اب ہم دریافت کرتے ہین کہ اونھون نے جو پانچ صورتین
سوا ر صورت (علی ہذا القیاس) کے لکھی ہین اور اون سب صورتون مین مدعی اسکے ہین
کہ استقبال قبلہ ساقط ہو جاتا ہے یعنی امتثال اوس حکم نص صریح کا واجب نہین رہتا
تو آیا وہ آیۃ منسوخ ہو گئی ہے یا محکم ہے بہر دو صورت دعوی سقوط حکم کا تناقض
بیانی ہے شق اول پر تو بسبب عدم جواز نسخ کے شق ثانی پر بسبب مخالفت نص کے
پس بالضرورۃ بتقلید ایمہ مجتہدین کے یہی کہنا پڑے گا کہ تکالیف بحسب وسعت و

بدعات کے نہین ہوتے اور اس قسم کے افعال اونکے بدون وحی کے متصور نہین **قال** سید الطایفۃ النیچریۃ (صفحہ ۱۸۵) دین محمدی مین یا اسلام مین داخل ہونیکو ظاہری اصطباغ موقوف ہوگیا اور روحانی اصطباغ قایم ہوا اور صرف دل سے خدا پر اور اوسکی وحدانیت پر یقین کرنا ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنیکو کافی ہوا جیسا کہ خدا کا اصطباغ دینے والا فرماتا ہی ما من عبد قال لا الہ الا اللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ اور اپنے خادم ابوہریرہ سی کہا من لقیک یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ فبشرہ بالجنۃ **قلت** یہ ایک غلط فقرہ ہی کہ (دین محمدی مین یا اسلام مین داخل ہونیکو) اس سی معلوم ہوتا ہے کہ سید الطایفہ کے نزدیک دین محمدی اور ہی اور اسلام اور ہے حالانکہ دین محمدی عین اسلام ہی جیسا کہ قبل از بعثت جناب رسالتماب صلعم کی دین انبیاء سلف کا عین اسلام تہا پس سید الطایفہ کو اس جگہ یون کہنا لازم تہا کہ دین اسلام مین داخل ہونیکو یا یون کہتے کہ دین محمدی مین داخل ہونیکو اور یہہ جو کہتے ہین کہ صرف دل سے خدا پر اور اوسکی وحدانیت پر الخ یہ بھی اونکی بہت بڑی غلطی ہے وہ احادیث مرویہ کا مطلب کچھ بھی نہین سمجہے بعض احادیث مین جو صرف یہ کلمہ ہی (لا الہ الا اللہ) اس سی مراد اسلام ہے کیونکہ اول رکن اور اعظم ارکان اسلام کا یہی کلمہ ہی پس وہ کلمہ بولا گیا ہے اور مراد اس سے اسلام ہے علاوہ برآن یہ کلمہ طیبہ کہ جامع توحید علمی او رعملی ہی خاص شعار اہل اسلام کا ہی تہا مشرکین کا حال تو ظاہر ہے کہ اونہون نے بہت سی (آلہ) ٹہیرا رکہے تھی نصاری کا بھی حال مخفی نہین کہ تین خدا تجویز کر رکہے تہی یہود نے بہی توحید کو ضایع کر دیا تھا چنانچہ قرآن مجید مین اونکی حال سی خبر دی ہی اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ بعض فرقہ اونمین حضرت عزیر کے ابن اللہ ہونیکا قایل ہے چنانچہ قرآن مین ہی وقالت النصاری المسیح ابن اللہ وقالت الیہود عزیر ابن اللہ پس جبکہ یہ کلمہ (لا الہ الا اللہ) مخصوص شعار اسلام سی تھا اور باہم اسلام اور اس کلمہ کے نسبت تساوی کی ہی اور (لا الہ الا اللہ) کو اسلام لازم تہا پس ملزوم بولا گیا ہی اور مراد اوس سے لازم ہی اور یہہ بات کو صحابہ رضوان اللہ علیہم

مہا دیوت کے چبوترہ پر گہنٹی بجاتے ہین اوسکو یہہ اشتباہ ہوا ہوگا کہ غالباً یہ چبوترہ مہا دیو کا ہوا اس سبب سے اوس نے قطب نما یا سورج کو دیکہکر اپنے اجتہاد سے سمت قبلہ معین کی ہوگی البتہ جنگلون اور میدانون مین ضرورت تحری کی واقع ہوتی ہے اور طریق تحری کا بہتر اس سے اور کوئی معلوم نہین کہ کواکب کے حالات سے استدلال کیا جاوے خصوصاً حال ستارہ قطب اصلی سے کہ اوسکے مقام مین کسی وقت کسی فصل مین تغیر واقع نہین ہوتا پس اس احتیاط کی نظر سے اگر کسی غریب نمازی نے قطب نما اپنی جیب یا تسبیح مین رکہا تو منکر لوگون کو اوس مسکین پر تعجب کرنا نہایت بیجا ہے ایسے تعجب کرنے والون دنیا کے طالبون کو زیادہ تر اپنے حال پر غور کرنا چاہیئے کہ بجائے تین ماشے کے قطب نما کے دس بارہ تولے کی گہڑی جیب مین اور ایک زنجیر اوسکے ساتھ لٹکائی پہرتے ہین اس غرض سے کہ فلانی صاحب کی ملاقات کا جو وقت معین ہے ایسا نہو کہ ٹہیک ٹہیک اوسوقت پر نہ پہونچ سکین اور غلطی واقع ہو پس جب وہ استحصال اغراض دنیاوی کے واسطے جیب مین گہڑی کو لٹکائے پہرتے ہین تو اونکا تعجب اور طعن کسی بیچارے نمازی پر کہ واسطہ استحصال غرض دینی کے ایک قطب نما اپنے پاس رکہتا ہے صریح بیجا ہے مثنوی ہر کسے را بہر کارے ساختند ٭ میل آنرا در دلش انداختند ٭ انبیا را کار عقبی اختیار ٭ اشقیا را کار دنیا اختیار

قال اللہ تعالے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اقول پولوس کے پہلے خط موسومہ قرنتیون سے یہ بات ثابت ہے کہ اصطباغ یعنی بپتسمہ کا طریق حضرت موسیٰؑ کے وقت مین بہی تہا اور اصطباغ پانا حضرت عیسیٰؑ اور دیگر صلحاء یہود کا دلیل اسکی ہے کہ یہہ امر اختراعی اور بدعت نہین تہا بلکہ بموجب ارشاد وحکم خدای تعالی کے تہا کیونکہ انبیاءؑ مرتکب

ہدایت پانی ہے اور اوسکے ماننے سے انکار کرنا مخالفت کرنی ہے) اور چونکہ اس سے اتباع انبیا اور کتاب اللہ کی حضرت آدم اور اونکی ذریۃ پر تاکید فرمائی گئی ہے قلنا اہبطوا منہا جمیعا فاما یاتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون یعنی اوترجاؤ یہان سے تم سب پہر جب آوے تمہارے پاس ہدایت میری طرف سے توجس شخص نے میری ہدایت کی پیروی کی تو اونپر نہ کچھ خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے اور جو لوگ کافر ہوے اور ہماری آیات کی تکذیب کی تو وہ دوزخی ہین وہ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے " پس اب خوب ظاہر ہوگیا کہ انسان کی نجات کے واسطے صرف خدا اور اوسکی وحدانیت پر ایمان بدون ایمان کے اوپر رسالت اور کتب الہیہ کے کافی نہین ہے اور قول سید الطایفہ کا کہ صرف خدا اور اوسکی وحدانیت پر یقین کرنا کافی ہے صاف خلاف قران مجید اور احادیث رسول اللہ صلعم اور اجماع امتہ کے ہے اور یہہ جو کہتے ہین کہ اصطباغ روحانی قایم ہوا اس جگہہ یہہ کہنا چاہیئے تھا کہ صرف اصطباغ روحانی قایم رہا کیونکہ اصطباغ روحانی یعنی خدا اور اوسکی وحدانیت پر ایمان لانا کچھ مخصوص دین محمدی پر نہین دیکھو آیۃ کریمہ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ (سورہ شوریٰ) قال اللہ تعالے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (ترجمہ سید الطایفہ) " مت کہو اون لوگون کو جو مارے جاوین اللہ کی راہ مین مردے بلکہ وہ زندے ہین ولیکن تم نہین جانتے

قال اس آیۃ کی نسبت مفسرین کے تین قول ہین ایک یہہ کہ وہ شہید ہوتے ہی اوسی وقت زندہ ہوجاتے ہین لیکن ہمکو اونکا زندہ ہونا نہین معلوم ہوتا دوسرے یہ کہ احیاء سے مراد جیون ہے یعنی زندہ ہونگے یعنی قیامت کے دن تیسرے یہہ کہ اونکو

ہی خوب سمجھتے تھے اسلئے کہ جب حضرت صلعم نے یہ فرمایا تو حضرت ابوذر غفاری
نے جناب رسالتماب صلعم سے یہہ تو کہا کہ وان زنی وان سرق یعنی اگرچہ زنا کرے
اور چوری کرے اور یہہ نکہا وان لم یومن بک وبکتابک یعنی یہ نکہا کہ اگرچہ تمپر اور
قران پر ایمان نہ لاوے حالانکہ ترک زنا اور چوری سے ایمان لانا پیغمبر پر زیادہ تر
ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ مراد اوس کلمہ سے اصول اسلام ہے اور مطلب
اوسکا یہ ہے کہ جو شخص دل سے اسلام لاوے اور تا دم مرگ اوسپر قایم رہے تو امید ہے
کہ اللہ تعالے اوسکے گناہون کو معاف فرماکر اوسکو بہشت مین داخل کرے گا اور یہی
مطلب حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے اسلئے کہ جب حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے اونکو لوٹا دیا اور پیغمبر خدا صلعم سے عرض کیا کہ یہہ بشارت لوگون کو
نہ سنائے ایسے ہی رہنے دیجئے ایسا نہو کہ وہ اوسپر تکیہ کرکے اعمال کو چھوڑ دین
تب آپنے فرمایا کہ ایسے ہی رہنے دے پہر دوسری حدیث مروی ہے اونہین
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قال رسول اللہ صلعم والذی نفس محمد بیدہ لایسمع
بی احد من ہذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت بہ الا کان
من اصحاب النار یعنی قسم ہے اوس ذات کی کہ جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہے کہ
نہ سنیگا مجکو کوئی اس امۃ سے یہودی یا نصرانی پہر وہ مرے ایسی حالت مین
کہ ایمان نہ لایا ہو اوسپر جسکے ساتہہ مین بہیجا گیا ہون مگر ہوگا وہ دوزخیون مین سے"
ان احادیث سے خوب ثابت ہوگیا کہ مطلب احادیث منقولہ سید الطایفہ کا وہی
ہے جو ہمنے لکہا ہے پہر خود سید الطایفہ صفحہ ۴۰ پر تفسیر (فان آمنوا بمثل
ما آمنتم) مین لکہتے ہین (کہ مقصود صرف اسقدر ہے کہ خدا پر اور انبیا پر ایمان لانا

لا یضیع اجر المومنین   یعنی مت گمان کر اون لوگون کو جو قتل کیئے گیئے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ زندے ہین نزدیک رب اپنے کے رزق دیئے جاتے ہین وہ حالیکہ خوش ہین اوس چیز سے کہ دی ہے اونکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش ہوتے ہین بسبب حال اون لوگون کے جو ہنوز نہین ملے ہین اونسے اونکی پیچھے سے بسبب اسکے کہ نہین ہے اونپر کچھہ خوف اور نہ وہ اندوہگین ہونگے خوش ہوتے ہین بسبب اللہ کی نعمت اور فضل کے اور بسبب اسکے کہ اللہ نہین ضایع کرتا ہے مومنین کے اجر کو " ان آیات مین جو اوصاف مذکور ہین اونکا حمل اس نیکی پر غیر ممکن ہے وہ سب اوصاف خود شہیدون کے ہین پس بلحاظ اون اوصاف کے صفت حیوۃ کا بھی حمل خود اونہین کی ذات پر مناسب ہے پس میرے نزدیک یہ معنی مناسب نہین معلوم ہوتے میرے نزدیک بیان اس آیۃ کا اسطور پر ہے کہ انسان مین حیات کا پیدا کرنا اسلیئے ہے کہ وہ اپنے خالق کی جسم وجان سے عبادت واطاعت کرے   وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور انسان اعمال عبادت روحانی اور جسمانی سے قرب ومنزلت اپنے خالق کے نزدیک حاصل کرتا ہے مگر بعد موت کے بجز شہیدون کے اور لوگون کے اعمال عبادت منقطع ہو جاتے ہین اور درجات اونکے منتہی ہو جاتے ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین وارد ہے

کل ابن آدم یختم علی عملہ اذا مات الا المجاہد فی سبیل اللہ فانہ ینمی لہ عملہ الی یوم القیمۃ یعنی ہر ایک آدمی جب مر جاتا ہے تو اوسکی عمل پر مہر لگا دیجاتی ہے مگر وہ آدمی جو خدا کی راہ مین جہاد کرتا ہے تو اوسکا عمل بڑہتا رہتا ہے قیامت کے دن تک " پس چونکہ مقصود حیوۃ جسمانی سے قرب ومنزلت او ترقی درجات ہین اور وہ شہیدون کے حق مین جنہون نے خدا کی محبت اور عشق مین اپنی جان قربان کی ہے بدستور جاری ہے "

مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہین یہہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے ما مات رجل خلف
مثلک یعنی وہ شخص نہین مرا جس نے تیری مانند خلف چھوڑا ہے جو لوگ دین کی استقامت
کے سبب مارے گئے ہین درحقیقت اونہون نے دین حق کی پہیلانے اور اپنے بعد
اوس نیکی کے قایم رہنے کے لیے جان دی ہے پس اونہون نے اپنے بعد ایسی نیکی
چھوڑی ہے جو اوس سے بھتر نہین ہوسکتی اور اسی اعتبار سے اونکی نسبت کہا جاتا ہے
کہ وہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین جنسے ایسی نیکی قایم اور جاری ہے پس حیات سے اونکی مراد
حیات فی الدین ہے جیسے کہ ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہے اومن کان میتا فاحییناہ
اور سورہ آل عمران مین جو خدا نے اونکی حیوۃ کے ساتھہ یہ قید بھی لگائی ہے بل احیاء عند ربہم
اس سے اور زیادہ اس مطلب کو تقویت ہوتی ہے کہ اونکی حیات سے حیات فی الدین
مراد ہے نہ اور کسی قسم کی حیوۃ میرے نزدیک تیسرے معنی صحیح ہین **قلت** سوا
ان تین قولون کے اور بھی کئی قول ہین کہ کتب تفاسیر مین منقول ہین اس تیسرے قول کا
حاصل یہ ہے کہ بسبب بقاء اوس نیکی کے جو اونکے سبب سے واقع ہوی ہے اون نیکی
چھوڑنے والون کو زندہ کہا گیا یعنی درحقیقت وہ زندہ نہین مگر اونکی نیکی جو زندہ اور باقی
ہے تو بطریق تسمیۃ السبب باسم المسبب مجازًا اونکو زندہ کہا گیا ہے مگر دو وجہ سے
یہ معنی خلاف ظاہر معلوم ہوتے ہین (اول) یہہ کہ اس زندہ رہنے کو تو ہر کوئی جانتا ہے
حالانکہ قران مجید مین صاف وارد ہے (ولکن لاتشعرون) یعنی لیکن تم اونکی حیوۃ کو نہین
جانتے (دوسرے) یہہ کہ آیات سورہ (آل عمران) یہہ ہین ولاتحسبن الذین قتلوا
فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ ویستبشرون
بالذین لم یلحقوا بہم الا خوف علیہم ولاہم یحزنون یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل وان اللہ

کی معنی (طیب کے) صراح مین لکھے ہین پاک و حلال خلاف خبیث استطابۃ پاکی جستن و پاک یافتن قاموس مین ہے طاب یطیب طابا وطیبًا وطیبۃ وتطیابا لذوزکی تفسیر کبیر کی پوری عبارۃ یہہ ہے الطیب فی اللغۃ قد یکون بمعنی الطاہر والحلال یوصف بانہ طیب لان الحرام یوصف بانہ خبیث قال تعالی قل لا یستوی الخبیث والطیب والطیب فی الاصل ہو ما یستلذ بہ ویستطاب ووصف بہ الطاہر والحلال علی جہۃ التشبیہ لان النجس تکرہہ النفس فلا یستلذہ والحرام غیر مستلذ لان الشرع یزجر عنہ قرآن مجید مین جیسا کہ صراح مین ہے لفظ (خبیث) کو بمقابلہ (طیب) کے ہر جگہہ لایا گیا ہے البلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا (اعراف) یحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث (اعراف) یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث (بقرہ) ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب (آل عمران) لا یستوی الخبیث والطیب (مائدہ) لیمیز اللہ الخبیث من الطیب (انفال) الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات (نور) لا تتبدلوا الخبیث بالطیب (نساء) اس تحقیقات سے یہ امر خوب ثابت ہے کہ اصل لغت مین (طیب) بمعنی پاکیزہ ضد خبیث کی ہے اسلئے کہ کثرۃ استعمال انہین معنی مین ہے اور کثرت استعمال دلیل اصلیت ہے اور سید الطایفہ جو یہ لکھتے ہین کہ اسکے معنی مزہ دار اور خوشگوار غیر مضر کے ہین یہ اونکی غلطی فاش ہے لذیذ اگر نجس اور خبیث ہے او سپر ہرگز اطلاق طیب کا روا نہین اور استدلال اونکا عبارۃ تفسیر کبیر سے لایق تسلیم کے نہین اوس عبارت مین تسامح بیشک ہے اور باوجود اسکے کہ صاحب تفسیر آپ ہی لکھتے ہین کہ (الطیب قد یکون فی اللغۃ بمعنی الطاہر) پھر یہ جو لکھتے ہین (الطیب فی الاصل ما یستلذ بہ ویستطاب) صریح اوسکے خلاف ہے

تو در حقیقت وہ مرے نہین بلکہ زندہ ہین مگر یہہ ایسی حیوۃ ہے کہ اسکی حقیقت کسی آدمی
کو معلوم نہین ہو سکتی ہے ؎ منزل عشق از مکانی دیگر است + این جرس را کاروانی دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را + ہر زمان از غیب جانی دیگر است + عقل کے داند کہ این سرّ الیست
کاین جماعت را نشانی دیگر است + ہمنے اس بیان کو اس جگہہ کسیقدر اختصار کے ساتھ
لکھا ہے جسکو شوق بیان تفصیلی کا ہو تفسیر مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کو دیکھے
؎ ترک جوشی کردہ ام من نیم خام + از حکیم دہلوی بشنو تمام + واللہ اعلم بمرادہ

قال اللہ تعالے کلوا من طیبات ما رزقنا کم قال (سید الطائفۃ النیچریۃ)
اس آیہ سے پہلے خدا تعالے نے اون پاکیزہ چیزون کے کہانے کی اجازت دی تھی
جو زمین مین ہین یعنی جو زمین سے پیدا ہوتی ہین قلت تفسیر (مما فی الارض) کی جو یہہ
کرتے ہین کہ (جو زمین سے پیدا ہوتی ہین) غلطی ہے جو کچہ زمین مین ہے عام ہے اس سے
کہ خواہ زمین سے پیدا ہو خواہ زمین سے پیدا نہو مثل حیوانات کے پس اوسکو پیداوار زمین
کے ساتہہ اپنی رائے سے مخصوص کرنا بدون کسیوجہ موجہ کے قابل قبول نہین بلکہ صریح غلطی ہے
اور پہلی آیہ کے مخاطب عام لوگ اور کفار اور اہل اسلام ہین اور سب کو تاکید ہے اسکی کہ
شیطان کے اتباع اور بے عقل باپ دادون کی تقلید نکرو اور اس آیہ کے مخاطب
مؤمنین ہین اور تاکید ہے اسکی کہ مال طیب جو ہمنے تم کو دیا ہے اوسکو کہاؤ اور حرام چیزین
اور مال ناپاک مثل سود اور مال غصب کے کہانے سے بچو اور حلال طیب کہا کر خدا کا شکر
کرو قال جس لفظ کا ترجمہ ہمنے پاکیزہ کیا ہے وہ لفظ طیبات ہے اسکے معنی مزیدار
اور خوشگوار غیر مضر کے ہین تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ ان الطیب فی اصل اللغۃ عبارۃ
عن المستلذ المستطاب قلت (طیبات) جمع ہے (طیب) کی جو تانیث ہے (طیب)

قطع نظر اسکے تفسیر کبیر مین بھی (ما یستلذ بہ) پر اکتفا نہین کیا بلکہ اوسکے ساتھہ بحرف واؤ جمع (یستطاب) کو بھی جمع کر دیا ہے اور (استطابۃ) کے معنی ہم صراح سے لکھہ چکے ہین کہ پاکی جستن و پاک یافتن سید الطائفہ نے جو صرف مزہ دار اور خوشگوار پر اکتفا کیا ہے عبارت تفسیر کبیر کے بھی خلاف ہے کہ جس سے وہ استدلال کرتے ہین اور غیر مضر کا تو تفسیر کبیر مین کبھی اصلا ذکر نہین **قال** پس اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ تمام چیزین جو انسان کے لئے مضر نہین ہین وہ حلال ہین اور وجہ حلت و حرمت اشیاء ماکول جو خدا نے بتائی ہے وہ اونکے مضر اور غیر مضر یا مضر و مفید ہونے پر مبنی ہے **قلت** اس آیۃ مین وہ کونسا کلمہ ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام چیزین جو انسان کے لئے مضر نہین وہ حلال ہین آیۃ مین تو مضر و مفید کا کچھہ بھی تذکرہ نہین نہ اس آیۃ مین کوئی ایسی وجہ حلت و حرمت کی بتائی ہے جو مبنی اوپر مفید و مضر ہونے کے ہو البتہ اشیاء ماکولات کے کھانے کو حلال و پاکیزہ ہونے کے ساتھہ مقید فرمایا ہے کہ جسکا منشاء یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز جو ناپاک ہے اور جسکو ہمنے حرام کر دیا ہے نہ کھاؤ الغرض اس قول مین سید الطائفہ نے اپنے دل سے باتین گھڑ کر خدا پر اونکا افترا کیا ہے و بس۔ قد تم و الحمد للہ

الجلد الثانی من کتاب

البرهان علی تجهیل من قال بغیر علم فی القرآن

و یتلوه الجلد الثالث

ان شاء اللہ تعالی

(بقلم مشتاق احمد)